

ت ٢
208

کتابخانه مجلس شورای اسلامی

تاریخ

مجله

مجله

مجله

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے کے
لئے
[https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا زوہیب حسن عطاری



جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

58907

کتاب _____ اکابر تحریک پاکستان
مؤلف _____ جناب محمد صادق قصوری
مقدمہ _____ جناب سید محمد فاروق القادری ایم۔ ۳
کتابت _____ شاہ محمد حشمتی قصوری
پروف ریڈنگ _____ اسد نظامی
طباعت بار اول (گجرات) _____ صفر المنظر / فروری (۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء)
طباعت بار دوم _____ ۴۱۹۷۹
ناشر _____ نور می بک ڈپو، لاہور
مطبع _____ افتخار افضل پرنٹرز، لاہور
صفحات _____ ۳۰۴
ماہتمام _____ صاحبزادہ سید محمد حسن گیلانی
قیمت _____
_____ ملنے کا پتہ _____

نوری بک ڈپو، لاہور

فہرست

- ۱۔ انتساب ۷
- ۲۔ مقدمہ ۹
- ۳۔ سوادِ اعظم (نظم) راجا رشید محمد ایم۔ اے ۲۹
- ۴۔ عرضِ مؤلف ۳۱
- ۵۔ مولانا آزاد سبجانی ۳۵
- ۶۔ مولانا محمد ابراہیم علی حسینی ۳۸
- ۷۔ مولانا ابوالحسنات قادری ۴۶
- ۸۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی ۵۱
- ۹۔ پیر امین الحسنات (پیر صاحب مانکی شریف) ۵۳
- ۱۰۔ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ۶۰
- ۱۱۔ مولانا حسرت موہانی ۷۹
- ۱۲۔ مولانا خلیل الدین آزاد احمدانی ۹۰
- ۱۳۔ سید زین العابدین گیلانی ۹۲
- ۱۴۔ حکیم شمس الاسلام صدیقی ۹۸
- ۱۵۔ مولانا ظہور الحسن صدیقی ۹۹
- ۱۶۔ مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی ۱۰۲

- ۱۰۵۔ مولانا عبدالحامد بدایونیؒ
- ۱۱۵۔ پیر عبد الرحیم بھرچوندویؒ
- ۱۱۹۔ خواجہ عبدالرشید پانی پتیؒ
- ۱۲۲۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی
- ۱۳۱۔ مولانا شاہ عبد العظیم صدیقی میرٹھیؒ
- ۱۳۶۔ غلام محمد عبدالغفور ہزارویؒ
- ۱۵۵۔ مولانا عبد الماجد بدایونیؒ
- ۱۵۷۔ سید علی احمد کیتلیؒ
- ۱۵۹۔ میاں علی محمد خاں چشتیؒ (بستی)
- ۱۶۳۔ میاں غلام اللہ شرفیؒ
- ۱۶۷۔ مولانا غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ
- ۱۷۳۔ خواجہ غلام سدید الدین تونسویؒ
- ۱۷۶۔ مولانا غلام قادر اشرفی
- ۱۸۲۔ پیر غلام مجدد سرہندیؒ
- ۱۸۹۔ مولانا غلام محمد ترم ام تسریؒ
- ۱۹۲۔ سید غلام محی الدین گولڑویؒ
- ۱۹۷۔ مفتی غلام معین الدین نعیمیؒ
- ۲۰۰۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی
- ۲۰۴۔ حافظ کرم علی طبع آبادیؒ
- ۲۰۶۔ زید کیتبادشاہ
- ۲۰۸۔ سید محمد محدث کچھوچھویؒ

- ۲۲۲۔ مولانا محمد اسماعیل روشن پیر سرہندی ۲۲۲
- ۲۲۴۔ پیر محمد حسن جان سرہندی ۲۲۴
- ۲۳۰۔ پیر زادہ محمد حسین عارف صدیقی ۲۳۰
- ۲۳۳۔ مولانا محمد ذاکر ۲۳۳
- ۲۳۶۔ مخدوم محمد رضا شاہ گیلانی ۲۳۶
- ۲۴۱۔ پیر محمد شاہ بھیروی ۲۴۱
- ۲۴۳۔ مفتی محمد منظر اللہ دہلوی ۲۴۳
- ۲۴۹۔ سید محمود شاہ گجراتی ۲۴۹
- ۲۵۱۔ مولانا مرتضی احمد خان میکیش ۲۵۱
- ۲۵۴۔ سید مغفورا قادری ۲۵۴
- ۲۶۲۔ پیر محمد فضل شاہ جلاپوری ۲۶۲
- ۲۶۶۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ۲۶۶
- ۲۷۵۔ مولانا یار محمد سبزیالوی ۲۷۵
- ۲۷۹۔ مآخذ و مراجع ۲۷۹
- ۲۸۸۔ قطعه تاریخ طباعت ابوالطاهر فدائین فدا ۲۸۸

انتساب

شمع رسالت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے اُن
پروانوں کے نام جنہوں نے مسلمانانِ برصغیر
کے لئے ایک آزاد اسلامی ریاست کا نقشہ
اپنے خون سے کھینچا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

مقدمہ

از سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے۔ سی۔ (اسلامیہ گولڈ میڈلسٹ)

جب سے برصغیر پر فرنگی اقتدار نے پیرجائے ٹھیک اسی وقت سے آزادی وطن کے مشن کا بھی آغاز ہوا۔ یہ آغاز کن لوگوں نے کیا؟ اس پر کما حقہ روشنی ڈالنے کی کوشش کبھی نہیں کی گئی۔ انگریزی سامراج کی نوآبادیاتی تاریخ کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ ادھر اس نے ایک خطے پر قبضہ جمانے کو قدم رکھا اور ادھر اس قطعہ ارض کا حساس سینہ کرب سے چیخ اٹھا یہی وہ پہلی چیخ تھی جسے بلاشبہ جنگ آزادی کا پہلا غلغلہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ آواز کس طبقے نے بلند کی؟ اس کا جواب پوری تاریخ میں ایک ہی ہے، علماء اور مشائخ!

آج ہماری آزادی کی تاریخ جس انداز سے مرتب ہو کر سامنے آرہی ہے اس میں قلم کا تعصب پورے طور پر سرایت کئے ہوئے ہے۔ تحریک آزادی محض ایک وقتی اور ہنگامی جذبہ نہ تھا بلکہ اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ایک منظم پروگرام کی بنیاد تھی جس نے آگے چل کر پاکستان کا روپ دھارا، اس پوری تحریک کا مطالعہ کرنے سے ہمارے سامنے دو قسم کے لوگ آتے ہیں، ایک تو وہ جن کا مقصد صرف انگریزی سامراج سے نجات حاصل کرنا تھا، اس کے بعد سیکولر اسٹیٹ بنے یا عملاً ہندو سامراج اس کی جگہ لے لے، انہیں اس سے کچھ غرض نہ تھی، دوسرے وہ جو عملی طور پر دوبارہ برصغیر میں مسلمانوں کا اقتدار بحال کر کے یا ایک علیحدہ خطہ زمین حاصل کر کے قرآنی نظام حیات

پر مشتمل ایک اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ دوسرے مقصد کے مقابلے میں پہلا مقصد ذرا بھی مقدس نہیں۔ آج ہم جب پورے حالات پر غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ افسوسناک تاریخی مغالطہ ایک حقیقت کا روپ دھارتا جا رہا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اصل عظمت و کردار کا مستحق پہلا گروہ ہے اور اگر ملی تاریخ میں کچھ خدمات ہیں تو بس اسی کی!

تحریک پاکستان کی بنیاد ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاگروہ، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا امام بخش صہبائی، مولانا کافی مراد آبادی شہید، سید احمد شاہ مدرسی، مولانا رضی الدین بدایونی ایسے مجاہدین آزادی اور سر فروشان اسلام اپنا خون جگر دے کر بچانسی کے تختوں پر چڑھ کر اور کالے پانی کی تکالیف برداشت کر کے رکھ چکے تھے۔ مجاہدین کا یہ گروہ اسی سوادِ اعظم سے تعلق رکھتا ہے جسے آج بھی قال اقویٰ قسم کے مولا حضرات جذبہ حب نبوی میں غلو کا الزام دیتے ہیں۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ برصغیر میں انگریزی سامراج کی بنیادیں ہلانے والوں اور اسلامی حکومت کے اولین معماروں کو تو پس پشت ڈال دیا گیا اور ان کے مقابلے میں بوجہ سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کو پورے برصغیر کی مذہبی و ملی تحریکات کا واحد ہیرو بنانے کی کوششیں شروع کر دی گئی ہیں۔ ایک گروہ پر تاریخ کی یہ تیز روشنی اور دوسرے کو اندھیروں میں رکھنے کے پیچھے دو علیحدہ نظریات کا وہی جذبہ کار فرما ہے جس کے بارے میں ہم ادھر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسے حسن اتفاق سمجھئے یا سوء اتفاق کہ ایک نظریے کی تصویب و تائید کے لئے اسے علمی فضا میسر ہو گئی ہو دوسرے کو نہ ہو سکی۔ شاہ محمد اسماعیل اور سید احمد بریلوی کی تحریک پر تبصرہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں البتہ اس تحریک کے بارے میں مولانا حسین احمد مدنی کا یہ غور طلب تجزیہ پیش خدمت ہے، آپ لکھتے ہیں :-

”سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط

اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو مسلمان دونوں پریشان
 تھے اس بناء پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی
 اور صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں
 کا اقتدار ختم کرنا ہے اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ اس سے آپ
 کو غرض نہیں جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان یا دونوں
 وہ حکومت کریں گے ۔۔۔

اس کے ساتھ ہی مولانا عبید اللہ سندھی کی یہ عینی شہادت بھی ملحوظ فرمایا جیسے :

”ایک دفعہ میں سرحد پر ہندو کے مقام پر گیا ۔۔۔ میں اس امید میں
 کہ شاید سید محمد شہید درتہ جمعیل شہید کی باعث مجاہدین میں زندگی
 کی کوئی کرن دکھائی دے، ادھر سے وہاں پہنچا تو مجھے یہاں
 دیکھا وہ حد درجہ افسوسناک تھا اور تمام قومیں اس کے نظریے سے
 کہ وہ جماعت جو مجاہدین کے نام نامی سے یہاں کی راہی ہے اس میں
 میں ہے ورس کی بذر ورس کی زندگی کشش نہ ہو، وہ سبہ عظیم
 خاں کی وسالت سے انگریزی حکومت کی رہیں ملک ہے ۔۔۔

دیکھا آپ نے؟ وہ تھا نظریہ یہ ہے جس پر بڑے غیر فزحی قند رک پیٹ حیر
 آپ کا ہے۔ بدل و علیل کے حربے صرت ملک گیری ہی اب حدود نہیں بلکہ سرحد و پیغمبر سرحد
 کی گستاخیوں سے بڑھ کر مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں، سو رہنم
 کے علماء و فقہاء پر قیامت گزر رہی ہے، ان کے درقال ابرووں میں سے سرور سے ہم

۱۔ نقش حیات : ص ۱۳۰

۲۔ افادات و معلومات مولانا عبید اللہ سندھی : ص ۱۳۰

الاپنے دلے پچانسی کے پھندوں، جیل کی کوٹھڑیوں اور کالے پانی کو آباد کئے ہوئے ہیں مگر مجاہد
فی سبیل اللہ اور شہید اسلام اس سارے معرکے کو غیر اہم سمجھتے ہوئے فرنگی اقتدار کے قابو میں نہ آنے
والے آزاد قبائل کے ساتھ رفح یدین اور نکارج بیوگان کے مسئلے پر جہاد کر رہے ہیں یا پھر ایک
غیر سیاسی قوت سکھوں کے ساتھ لڑائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قیام پاکستان کے اسباب | دو مختلف نقطہ ہائے نظر کا یہی وہ اختلاف ہے جو آگے
چل کر تحریک پاکستان اور پھر قیام پاکستان تک بڑھ کر
نقطہ سرودج کو پہنچا۔ قیام پاکستان کے اسباب کے سلسلے میں پہلے مختصر طور پر ہندو ذہنیت کا مطالعہ
کرنا ہوگا۔

بلاشبہ آزادی کی تحریک اکٹھے شروع ہوئی مگر جلد ہی ہندو طرز عمل نے ثابت کر دیا کہ یہ
محض اقتدار کی تبدیلی ہوگی اور ہندو اقتدار کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کن ثابت ہوگا اس لئے
درد مند مسلمانوں نے جلد ہی اس حقیقت کو محسوس کر لیا کہ مسلمان اپنے مذہب کی بناء پر ایک الگ
قوم ہیں اور وہ اپنے دین کے مطابق اسی صورت میں زندگی بسر کر سکتے ہیں جب ان کی آزاد مملکت
ہو جس میں وہ قانون الہی نافذ کر سکیں۔ یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟ اس کے محرکات جانتے کے لئے
ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

ڈاکٹر ادھام کر جی نائب صدر ہندو مہا سبھا و صدر کانگریس بنگال نے کہا :

” ہندوستان کو نظریہ اور عمل کے لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہئے

جس کا کلچر ہندو جس کا مذہب ہندو ہو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو“۔

کانگریس کے جنرل سیکریٹری اچار یہ کرپانی نے اگست ۱۹۳۹ء میں اپنے ایک بیان میں کہا :

" گاندھی جی نے کانگریس کو بتایا کہ ہمارا کام صرف یہ نہیں کہ ملک کی سیاست

باگ ڈور انگریز کے ہاتھ سے چھین کر اہل ملک کے ہاتھ میں دے دیں بلکہ یہ سب سے ضروری چیز ہے کہ ہم اپنی تمام جدوجہد کی بنیاد کسی ایسے فلسفہ جیسا کہ پھر میں جس کے دائرے میں ہماری معاشرت، اخلاق اور روحانیت سب کچھ داخل ہو، بالفاظ دیگر ہماری تحریک کو صرف سیاسی نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے روحانی اور اعلیٰ فلسفہ زندگی کے ماتحت ہونا چاہیے الخ" ۱

مہاتما گاندھی نے ۱۵ دسمبر ۱۹۴۴ء کو قائد اعظم کے نام ایک خط میں لکھا :

" میں تاریخ میں اس کی مثال نہیں پاتا کہ کچھ لوگ جنہوں نے

اپنے آباء و اجداد کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب قبول کر لیا ہو، وہ دوران کی اولاد یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے الگ ایک قوم بن گئے ہیں۔ اگر ہندوستان اسلام کی آمد سے پہلے ایک قوم تھا تو اسلام کے بعد بھی اسے ایک قوم رہنا چاہیے خواہ اس کے سپوتوں سے ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کر لیا ہو" ۲

گورکھشا کے بارے میں انہوں نے ۱۹۱۸ء میں کہا :

" یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یورپین کے لئے گاؤں کشی جاری رکھنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس خوف کے نیچے دب رہا ہے جو انگریز عملداری نے پیدا کر دیا ہے

۱۔ طلوع اسلام، مارچ ۱۹۶۹ء

۲۔ ایضاً

مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں جو اپنی سرزمین کو گادکشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو ہندومت عیسائی یا مسلمان کو تلوار کے زور سے بھی مجبور کرنے سے قائل نہیں کرے گا کہ وہ گادکشی بند کر دیں“ ۱

دوسرے مقام پر گاندھی جی یوں گویا ہوتے ہیں :

”میں اپنے آپ کو سناتنی ہندو کہتا ہوں کیونکہ میں ویدوں، اپنشدوں، پرانوں اور ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں کو مانتا ہوں، اوتاروں کا قائل ہوں اور تناسخ کے عقیدہ پر یقین رکھتا ہوں، میں گورو رکشا کو اپنے مذہب کا جزو سمجھتا ہوں اور بت پرستی سے انکار نہیں کرتا، میرے جسم کا رداں رداں ہندو ہے“ ۲

اب مذہب کے بارے میں پیٹ جواہر لال نہرو کی سنیے :

”جس چیز کو مذہب یا منظم مذہب کہتے ہیں اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہو گیا ہے۔ میں نے اکثر مذہب کی مذمت کی ہے اور اسے کیسرٹا دینے کی آرزو کی ہے۔ قریب قریب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندھے یقین اور ترقی دشمنی کا بے دلیل عقیدت اور تعصب کا توہم پرستی اور لوگوں سے بے جا فائدہ اٹھانے کا قائم شدہ حقوق اور مستقل حقوق کی بقا کا حمایتی ہے“ ۳

۱ طلوع اسلام، مارچ ۱۹۶۹ء

۲ نیگ انڈیا ۲۱/۱۰/۱۲، بحوالہ طلوع اسلام، مارچ ۱۹۶۹ء

۳ طلوع اسلام، جون ۱۹۳۸ء

ہندو دھرم کی یہی وہ قدیم منافقانہ پالیسی تھی کہ اپنے دھرم پر آنچ نہ آئے، دوسروں کی بات
 آئے تو سیکور حکومت کی باتیں کرنے لگو جس سے متاثر ہو کر علامہ اقبال نے فرمایا :
 ننگہ دارد برہمن کار خود را نمی گوید بہ کس اسرار خود را
 بہ من گوید کہ از تسبیح بگذر بدوش خود برد ز تبار خود را
 یہ وہ حالات تھے جنہیں دیکھ کر حساس مسلمانوں کے دل کانپ اٹھے اور انہوں نے
 بروقت متنبہ کیا کہ ہندو اپنی عیاری اور دورِ رخ پالیسی کے لحاظ سے انگریز سے کہیں زیادہ
 خطرناک ہے۔ سوادِ اعظم کے عظیم روحانی پیشوا مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے بروقت
 خبردار کرتے ہوئے فرمایا :

”تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی، کیا کیا
 شریعت کو مسلتے، بدلتے، پاؤں کے نیچے کھلتے اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں
 کو چھلتے ہیں، موالاۃ مشرکین ایک، معاہدہ مشرکین دو، استعانت مشرکین
 تین، مسجد میں اعلیٰ مشرکین چار، ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے
 خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے“ ۔

ہندو ذہنیت کا بظاہر مطالعہ کرنے کے بعد ہی فاضل بریلوی نے ترکِ موالات کا
 وہ مشہور فتویٰ لکھا جسے سہارا بنا کر یارِ لوگوں نے آپ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی
 حالانکہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جس وقت فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے
 اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے صاف فرمایا :

”مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے آپ ہندو مسلم
 اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں“ پھر فرمایا ”مولانا! میں

ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں“ لے
 کانگریسی علماء کی ذہنیت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ جس نے انہیں ہندوؤں
 کے چہرہ میں سجدہ ریزی سے روکا انہوں نے اپنے بیگانہ کی تمیز کے بغیر فوراً اس پر
 ٹکڑیزدستی اور وطن دشمنی کا فتوے جڑ دیا۔ فاضل بریلوی اور تمام مسلم لیگی رہنما تو مجرم تھے ہی،
 اتفاق سے پورے دیوبند میں صرف ایک عالم مولانا اشرف علی تھانوی نے ان سے اختلاف کیا
 تو ان کو جو صلواتیں سننا پڑیں ان کی جھلک آپ بھی دیکھ لیجئے۔
 پروفیسر محمد سرور کا بیان ہے :

” مولانا سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور
 ارشاد و سلوک میں انہیں جو بلند مقام حاصل تھا اس کے تو قائل تھے
 لیکن تحریک آزادی ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی
 حکومت کے حق میں مؤیدانہ روش رہی اس سے وہ بہت نفرت تھے“

پاکستان اور علمائے دیوبند | دو قومی نظریے کی کہانی بہت پرانی ہے۔ برصغیر
 کے اکثر مسلمان مفکرین مسلمانوں کے علیحدہ ملی تشخص
 اور سرزمین حجاز سے اس کی وابستگی پر ہمیشہ زور دیتے رہے ہیں۔ مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ
 محدث دہلوی اور فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے پورے شد و مد سے
 اس کی وضاحت کی ہے۔ ہم یہاں پر مکتب دیوبند کے علماء سے یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ

۱۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۴۵

۲۔ افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۳۸۲

۳۔ تذکرہ شاہ ولی اللہ، منابر حسن سبانی

۴۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات، پروفیسر محمد مسعود احمد

اگر وہ بقول خود شاہ ولی اللہ کی تحریک کے وارث اور جانشین ہیں تو پھر ان کے دینی و ملی نظریات پر کامل طور پر یقین نہ رکھنے کا سبب کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کی نگاہ میں دین صرف جوہود و قیام کا نام ہے اور کسی اسلامی ریاست کے لئے بنیادی نظریات فراہم کرنے کے سلسلے میں وہ دین اسلام کے مفکرین سے مدد لینے کے بجائے اپنے خود ساختہ اور دور از کار ضوابط پر عمل پیرا ہیں؟ دو قومی نظریہ جس کی بنیاد کتاب و سنت اور مسلمانوں کا چودہ سو سالہ تہذیبی ورثہ ہے اس کے مقابلے میں وطنی قومیت کا نعرہ ایک ایسا کھلا غیر اسلامی دعویٰ ہے جو گاندھی اور نہرو ایسے پُرپیچ مفاد پرست اور عیار سیاستدانوں سے تو متوقع ہو سکتا ہے مگر صاحبانِ جِبہ و دستار اور دارانِ منبر و محراب کو کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

انسوس مکتب دیوبند کی اکثریت نے برصغیر میں اسلامی ریاست کی امکانی حد تک مخالفت کو کے تحریک آزادی کے سلسلے میں بھی اپنے تھوڑے بہت کام پر یکسر پھیر کر رکھ دی ہے۔ کیا وقت کا بیدار مورخ یہ لکھنے میں حق بجانب نہ ہو گا کہ علمائے دیوبند کا یہ گروہ مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کے مقابلے میں گاندھی جی کی میکیا ولی سیاست پر زیادہ یقین رکھتا تھا اور اس نے مسلمانوں کے انحطاط اور زوال کے دور میں سات کروڑ مسلم عوام کے مقابلے میں اپنا سارا وزن ہندوؤں کے پڑے میں رکھ دیا؟

یہ تلخ حقیقت علمائے دیوبند کو برداشت کرنا پڑے گی کہ ان کے پیش نظر برصغیر میں اسلامی حکومت کا قیام کبھی بھی نہیں رہا بلکہ وہ ہمیشہ جمہوری انداز کی سیکولر حکومت کے لئے کوشاں رہے ہیں شاہ محمد اسماعیل کی تحریک ہو کہ جمعیتہ العلماء ہند کی تنظیم احرار ہوں یا آزادان سب کا انداز فکر اس معاملے میں حیرت انگیز یکسانیت کا حامل رہا ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام تو بہت مقدس نصب العین ہے انہوں نے تو مسلمانوں کے مفادات تک کی پرواہ نہیں کی جو احسان کا معمولی درجہ ہے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی جو پاکستان کی جدوجہد

یہ انہیں لوگوں کی رہین منت اور شرمندہ احسان ہیں جنہیں آج بھی مکتب دیوبند کے ذمہ دار فرد سے طفل مکتب تک بدعتی، قبیح و بے اور میلاد خواں کے طعنے دیتے ہیں۔ کیا پاکستان کی کوئی تاریخ بنارس سستی کا نفرنس کے فقید المثال اجتماع کا ذکر کئے بغیر مکمل ہو سکتی ہے؟ صد الا فاضل سید نعیم الدین مراد آبادی، ابوالحامد سید محمد شاہ محدث کچھوچھوی، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، مولانا امجد علی، خواجہ عبدالرحمن بھرچوندوی، پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا عبدالحمید بدایونی، مولانا پیر سید مغفور القادری، مولانا ابوالحسنات قادری، علامہ عبدالغفور ہزاری، پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب گولڑہ شریف، مولانا عبدالستار خاں نیازی، یہ عظیم شخصیتیں اولاد کو انسانوں کے مقتدا کون ہیں؟ وہی تو ہیں جو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ہم مسلک تھے، آج ان پر کچھ چڑا چھانسنے والے ذرا جائزہ تو لیں کہ پورے مکتب دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانی یا مولانا اثر علی تھانوی کے محدود حلقے کے دو چار آدمیوں کے سوا باقی سارے علماء عملی طور پر کہاں کھڑے تھے؟ برصغیر کے تمام علمی مدارس اور مکاتب پر مولانا مدنی اور دیوبند کے اسی حلقے کے اثرات تھے جو نیشنلسٹ خیالات کا علمبرار اور گاندھی و نہرو کو قبلہ سیاست سمجھے ہوئے تھے۔ مسلم لیگ کے حلقے میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی پذیرائی کی یہ شان صرف اس لئے بنی کہ وہ اپنے سارے قافلے سے تنہا کٹ کر ادھر آئے تھے، دیوبند کے علماء و طلباء نے انہیں اس کی جو سزا دی وہ خود انہیں کی زبانی سنئے :

” دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو اب جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا، آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین، مہتمم اور مفتی سمیت بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں“۔

مکتب دیوبند کے نامور عالم شیخ الہند مولانا محمود حسن کو کون نہیں جانتا آج اسیر مالٹا اور تحریک آزادی کے مجاہدین میں انہیں سرفہرست شمار کیا جاتا ہے برصغیر سے انگریزی اقتدار کے خاتمے کا جو پرگرام آپ نے مرتب فرمایا اس میں کسی اسلامی حکومت کے تصور کو کبیر نظر انداز کرتے ہوئے واضح طور پر ایک لادینی (سیکولر) حکومت کا نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا عبد اللہ سندھی کو آپ ہی نے کابل بھیجا، وہاں آپ کے حکم اور مشورے سے ————— موقتہ ہند کے نام سے ایک متوازی حکومت بنائی گئی لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اس حکومت کے لائف پریزیڈنٹ (LIFE PRESIDENT) معروف متعصب سکھ لیڈر راجہ مہندر پرتاپ مقرر ہوئے جبکہ مولانا عبد اللہ سندھی اس کے وزیر خارجہ تھے۔ اس سے آپ بخوبی اس حکومت کا نقشہ سمجھ سکتے ہیں جو ان حضرات کے ذہنوں میں موجود تھا۔ مزید اطمینان کے لئے مولانا سندھی اور راجہ صاحب کے رفیق کار ظفر حسن صاحب کا یہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیے اور ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ یہ حضرات مسلمانوں کو کہاں لئے جا رہے تھے؟ ظفر حسن ایک لکھتے ہیں :

”راجہ مہندر پرتاپ ہندوستان کے آزاد ہونے پر وہاں ایک ہندو

حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔“ ۱۰۰

خدا لگتی کیسے کیا یہ تجزیہ اس سے کچھ مختلف ہے جو مسلم لیگی زعماء نے کانگریس کے بارے میں کیا تھا ؟

مولانا عبد اللہ سندھی نے کابل سے آزادی ہند کے بعد حکومت کا جو نقشہ پیش کیا اس کی یہ شق دیدنی ہے (یہ بات پیش نظر ہے کہ مولانا سندھی شیخ الہند کے معتمد خصوصی، ان کے فرستادہ اور انہی کے مشن کی تکمیل کے لئے کابل گئے تھے) مولانا سندھی نے ”جمنائز باد سندھ ساگر

۱۰۰۔ آپ بقی ظفر حسن ایک، طبع مضمون یک باؤس لاہور، ص ۱۰۰

۱۰۱۔ ایضاً ص ۹۷

پارٹی " کانگریسی سورا جیہ کمیٹی کابل ، مہاجرات سورا جیہ پارٹی اور حکومت موقتہ ہند کے ذمہ دار رکن کی حیثیت سے ہر جگہ ایک ہی جملہ دہرایا ہے ، فرماتے ہیں :

" مرکزی حکومت ہند (CENTRAL GOVT. OF THE

FEDERAL REPUBLIC OF INDIA) کا مذہب سے کوئی تعلق

نہ ہوگا اور نہ اس کو ان مذاہب میں دخل دینے کا حق حاصل ہوگا جو پارٹی

کے مندرجہ بالا اقتصادی اور اجتماعی اصولوں کو مانتے ہیں " لے

اس کے مقابلے میں علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں اللہ آباد میں مسلم لیگ کی صدارت کرتے

ہوئے یہ ارشاد فرمایا :

" ہندوستان دنیا بھر میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ اس

ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے اسی صورت میں زندہ رہ سکتا

ہے کہ اسے ایک علاقہ میں مرکوز کر دیا جائے حقیقت یہ ہے کہ اسلام خدا

اور بندے کے درمیان ایک روحانی تعلق کا نام نہیں یہ ایک نظام حکومت

ہے۔۔۔۔۔ اس لئے میری آرزو ہے کہ پنجاب ، صوبہ سرحد ، سندھ

اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد اسلامی ریاست قائم کر دی جائے " لے

ہر دو نقطہ ہائے نظر آپ کے سامنے ہیں ، خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان میں سے کونسا

اسلام اور مسلمانوں سے زیادہ قریب ہے ؛ کانگریس کے نزدیک ہندوستان میں بسنے والے

تمام مسلم اور غیر مسلم ایک متحدہ قومیت کے افراد تھے۔ یہی وہ فسوں ہے جس کا شکار مولانا

محمود حسن سے لے کر مولانا حسین احمد اور مولانا ابوالکلام آزاد تک سب لوگ ہوئے۔ مولانا

لے پینٹ جنانزید اسدھ ساگر پارٹی ، شائع کردہ بیت الحکمتہ دہلی ، مولانا سندھی ، ص ۵۰ ،

مولانا عبید اللہ سندھی ، پروفیسر محمد سرور سندھ ساگر اکادمی ، ص ۲۵۸ ،
صفحہ نمبر ۱۹۷۲ء

حسین احمد نے دہلی میں ۱۹۳۸ء میں کہا کہ :

” قومیں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں“

مولانا کے اس نظریے پر برصغیر کا پورا مذہبی طبقہ چونک اٹھا۔ علامہ اقبال نے بستر مرگ پر سے اس نظریے پر یوں تنقید فرمائی :

عجم ہنوز نداندر موز دیں ورنہ زدیو بند حسین احمد این جہول عجیب ست

سرود بر سر منبر کلمت از وطن است چہ بے خبر نہ مقام محمد عربی ست

بمصطفیٰ برساں خوشی کہ دین است اگر باد ز سیدی تمام بولہبی ست

علامہ اقبال کی زندگی میں مولانا حسین احمد خاموش ہو گئے۔ جونہی حضرت علامہ اللہ کو پیار سے ہوئے انہوں نے ”اسلام اور متحدہ قومیت“ کے نام سے پھر ایک رسالہ لکھ ڈالا اور اس میں تھکڑی سے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ ٹھیک تھا، علامہ اقبال غلط تھے۔ چنانچہ مسٹر غلام احمد پرویز نے بروقت اس رسالے کا تعاقب کیا اور غلط و صحیح کو الگ الگ کر دکھایا۔ پریز صاحب نے مولانا حسین احمد کو متنبہ کیا کہ اگرچہ علامہ مرحوم ہماری بزم سے اٹھ گئے ہیں تاہم ان کے ہم خیال اور اسلامی قومیت کے علمبردار ابھی محاسبہ کرنے کے لئے موجود ہیں۔ تعجب ہے کہ مکتب دیوبند میں اس مسئلے پر سقد حیرت انگیز یکسانی پائی جاتی ہے۔ یہ اندھی تقلید کا کرشمہ ہے یا مغالطہ، اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس یکسانیت کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

مولانا عبید اللہ سندھی آخر دم تک اپنا یہ نظریہ ان الفاظ میں دہراتے رہے جس کے

راوی آج بھی موجود ہیں :

”میں سندھی پہلے ہوں اور مسلمان بعد میں“

مولانا ابوالکلام آزاد نے لاہور میں فرمایا :

”مسٹر جناح کا یہ نظریہ کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو جدا گانہ

قومیں ہیں، غلط فہمی پر مبنی ہے، میں اس باب میں ان سے متفق نہیں“ لہ

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا :

”ہماری ایک ہزار سال کی مشترک زندگی نے ایک متحدہ قومیت کا سانچہ

ڈھال دیا ہے، ایسے سانچے بنائے نہیں جاسکتے، وہ قدرت کے مخفی ہاتھوں

سے خود بخود بنا کرتے ہیں اور قسمت کی مہر اس پر لگ چکی ہے، ہم پسند کریں

یا نہ کریں مگر اب ہم ایک ہندوستانی قوم اور ناقابل تقسیم ہندوستانی قوم بن چکے

ہیں، علیحدگی کا کوئی بناوٹی تخیل ہمارے اس ایک ہونے کو دہنیں بنا سکتا“

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

”میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں، میں ہندوستان

کی ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں“

ان کے علاوہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا

حفظ الرحمن سیوہاروی وغیرہم نے پاکستان کی مخالفت میں جو کردار انجام دیا وہ نظریات کی اسی

یکسانیت کا آئینہ دار ہے جس کی طرف ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد آہستہ آہستہ اس زود فراموش قوم کو بوقوف بنانے کے لئے

اب یہ مہم شروع کر دی گئی ہے کہ مولانا حسین احمد نے اپنے نظریے سے رجوع کر لیا تھا یا علامہ

ان کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے تھے، یہاں تک کہ علامہ طاہر اور شورش کا شمیری ایسے پڑھے

لکھے اور باخبر حضرات بھی یہی راگ الاپے جا رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں موائے اس کے اور

کیا عرض کریں کہ حقائق کا چہرہ اتنی جلدی مسخ نہیں ہو سکتا !

اس سے بڑھ کر جب ان علماء نے گاندھی جی کو جامع مسجد شیخ خیر الدین امرتسر میں منبر
رسول پر بٹھایا اور اس کے ذریعے اسلام کی امداد کی دعا کی گئی اور گاندھی کی جے کے نعرے لگوائے
گئے تو مسلم قومیت کے علمبردار فاضل بریلوی چیخ اٹھے، آپ نے فرمایا :

”جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری
وہ تمہیں پیچھے جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے
گندی ہو جائے، سودا بچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں۔۔۔۔۔
حالانکہ بحکم قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم نجسوں کو مقدس منظر بیت اللہ
میں لے جاؤ، ہو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں ان کے گندے
پاؤں رکھو، مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا، محبت مشرکین نے
اندھا بہرا کر دیا، ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جن پر محبت ایسے
یعنی دیصم۔۔۔ کارنگ بھر گیا۔ سب جانے دو، خدا کو منہ دکھانا ہے یا
ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے، جواز تھا تو یوں کہ کوئی کافر
۔۔۔۔۔ مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے
کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں نجس پرستوں
کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجدوں میں لے جاؤ، اسے منہ مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر بٹھاؤ۔۔۔۔۔ کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی
روایت تمہیں مل سکتی ہے؟ حاشا! حاشا! انصاف! کیا یہ اللہ و رسول
سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پر افتراء گھڑنا، احکام الہی دانستہ بدنامی اور
بکری بتا کر نگنانہ ہو گا؟“

۱۔ مقالاتِ یومِ رضا، معنون فاضل بریلوی کے رفقہ کی سیاسی بعیرت، ۱۱، حکیم محمد موسیٰ امرتسری

۲۔ المجہ المومنین : ص ۸۴

نظریات کا یہی وہ اختلاف ہے جس میں اعتقادی مباحث کی طرح سوادِ اعظم کی اکثریت سیاسی پلیٹ فارم پر بھی مکتب دیوبند سے الگ ہو گئی۔ انگریزی سامراج سے نجات حاصل کرنے کی تحریک یقیناً ایک عظیم تحریک تھی لیکن اگر یہ تحریک صرف وطنی بنیادوں پر اٹھے تو آخر اس کا موازنہ اس تحریک سے کیسے کیا جاسکتا ہے جس کا مطلق نظر کتاب و سنت کے مطابق ایک اسلامی ریاست قائم کرنا ہو۔ وطنی بنیادوں پر تو کتنے ہی مسلمان لیڈروں نے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں مثلاً مصطفیٰ کمال پاشا، خوشحال خاں خٹک، پیر سید صبغتہ اللہ شاہ، پیر پاگارا شہید کے نام اسی ضمن میں آتے ہیں لیکن آج کسی میں اتنی جرأت ہے کہ وہ ان کی سیاسی اور کوششوں کو اسلامی جہاد یا کسی نوعیت سے اسلامی خدمت قرار دے سکے؟ اگر نہیں ہے تو کس برتنے پر مکتب دیوبند کے علماء اور شورش کشمیری ایسے صحافی جن سے تحریک پاکستان اور آزادی کا کوئی گوشہ مخفی نہیں پیر حجت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ابوالحسنات قادری اور اسی قبیل کے دوسرے لوگوں کا ذکر قدح کے بغیر نہیں کرتے۔

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ہم مکتب علماء و مشائخ کا یہی وہ بااثر گروہ ہے جس نے دامے، درمے، بسخنے، قدمے پاکستان کے لئے کام کیا، لاکھوں روپے چندے دئے، دن رات کا آرام حرام کیا، برصغیر کے کونے کونے میں بھپکے رائے عامہ کو ہموار کیا، ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں۔

سرحد میں پیر مانگی شریف، پنجاب میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور سندھ میں پیر عبدالرحمن بھڑوچوہڑ دی اور شاہ مغفور القادری نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں اسے مسلمانوں کی مذہبی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ قدآور شخصیتیں اور بلند ہستیاں اسی لئے طاق نسیاں کی نذر کی جا رہی ہیں کہ قلم غیروں کے ہاتھ میں ہے یا اس ملک میں مسلم لیگ کا وجود ختم کر دیا گیا ہے؟

یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص شیخ الاسلام کے لقب سے طعنے ہو یا کوئی شیخ الہند کے

منصب پر فائز! سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے ملی تشخص اور اسلام کے احیاء کے لئے کس نے کتنا کام کیا ہے؟ ہمیں کسی سے ذاتی پر خاش نہیں ہے، یہ تاریخی حقائق ہیں جو سامنے آکر رہیں گے، ان میں خیانت کرنے والے تاریخ کے طالب علموں کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

آج کا مورخ اور قاری دونوں بیدار ہیں۔ وہ سلطانی و ملوکى دورِ گئے جب مورخ شاہوں کے بارے میں دیو مالائی قسم کی کہانیاں لکھ کر انہیں خوش کر دیتے اور قارئین اسے افیون سمجھ کر لطف اندوز ہوتے رہتے، اب ہر بات پر غور ہوتا ہے، ہر بیان کو عقل و نقل کے مصدقہ اصولوں پر پرکھا جاتا ہے، اسلام پر ایک گروہ کی اجارہ داری نہیں ہے، کھوٹا مال بھی ہر جنس میں موجود ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک آدھ آدمی کا سہارا لے کر سوادِ اعظم کی تضحیک کی جائے، فکر و نظر اور اعتقادات کے اختلافات سدا ہوتے آئے ہیں انہیں وجہ بنا کر تاریخی بددیانتی صرف وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں قلم کی عظمت اور عصمت کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔

اس کے ساتھ ہی میں سوادِ اعظم کے پڑھے لکھے اور محب وطن طبقے سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ اگر مُردنی اور بے حسی نے پوری طرح ان پر قابو نہیں پایا تو وہ آگے بڑھیں اور ۱۸۵۷ء سے لے کر قیام پاکستان کی تاریخ تک اپنے اسلاف کے قابلِ فخر اور ذریں کار ناموں سے نئی نسل کو روشناس کرائیں۔ اگر انہوں نے اس فرض کی ادائیگی میں غفلت برتی تو وہ وقت دور نہیں جب پاکستان کے نعرے کو ایک وقتی بنگامی جذبہ اور اس کے لئے قربانیاں پیش کرنے والے علماء و مشائخ کو انگریز دوستی کا لباس پہنا دیا جائے گا جیسا کہ گذشتہ پچیس برس سے یہ عمل جاری ہے۔

پاکستان کے حقیقی خیر خواہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ آج جبکہ پاکستان کی نظریاتی سرمدیں خطرے میں ہیں چاروں طرف سے وطنیت کا عفریت بھنکار رہا ہے ضرورت ہے کہ سوادِ اعظم کے وہی پیشوا رہنمائی کریں جنہوں نے

اس فسون کو توڑ کر یہ ملک حاصل کیا تھا۔ اس وقت حجرہ نشینی اور وقت کی آواز سے اغماض ایک ایسا پلّی و مذہبی حبرم ہو گا جس کا خمیازہ مدتوں مسلمان قوم برداشت کرتی رہے گی۔

عزیز محمد صادق قصوری صاحب قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے "اکابر تحریک پاکستان" لکھ کر مجاہدین پاکستان کے حالات کی تفصیل کا ایک خوبصورت اور قابل قدر اجمال ہدیہ ناظرین کیا ہے۔ انہوں نے جن سرفروشان اسلام کے حالات سپرد قلم کئے ہیں، ان میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ اس کی خدمات پر مستقل کام کیا جائے۔ زیر نظر کتاب سوادِ اعظم کے اہل قلم کے لئے ایک دعوت ہے کہ وہ اس سلسلے کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ آگے بڑھائیں، اس میں تمام شخصیات سے متعلق ضروری معلومات اور ان کی خدمات کا اجمالی تذکرہ بڑے اچھے انداز میں آگیا ہے، اس اعتبار سے یہ کتاب ایک ماخذ کا کام دے گی۔

یوں بھی اس کی قدر و قیمت کچھ کم نہیں کہ یہ اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے گویا اس کے ذریعہ تاریخ پاکستان کے ایک اہم پہلو کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ تذکرہ پاکستان کی تاریخ کے ان کونوں کی نقاب کشائی کی طرف ایک قدم ہے جو آج تک زیادہ تر دانستہ اور باقی غیر دانستہ طور پر مخفی رکھے گئے ہیں۔

اس کے جواں سال مؤلف اگرچہ میدان تحریر میں نووارد ہیں تاہم یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جس محنت اور لگن سے وہ تاریخ پاکستان کے سلسلے میں تحقیقی کام کر رہے ہیں اس کی بنا پر وہ دن دور نہیں کہ سوادِ اعظم کا یہ اہل قلم مستقبل کا ایک منجھا ہوا مورخ بن سکے۔

خداوندِ قدوس ان کی محنت بار آور فرمائے اور ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کو پاکستان

اور نظریہ پاکستان کے بارے میں انہی عیا جذبہ عطا فرمائے
 ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

سید محمد فاروق القادری ایم اے

آستانہ شاہ آباد شریف

گڑھی اختیار خاں درجیم یار خاں

۴ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

تحریک پاکستان اور سوادِ اعظم

راجا رشیہ محمود ایم اے

کبریا کا لطف تھا اور رحمت شاہِ زمن
ہم یہ جدوجہد آزادی میں تھے سایہ فگن
بل سنت والجماعت کی مقاصد سے لگن
کون سانسٹی نہ تھا تحریک پاکستان میں
چشمِ ظاہر میں یہ کنتی تھی وطن سے قوم ہے
چند تھے تحریک کے حامی مخالف بیشتر
کس کو وہ توفیق دے کس کو نہ دے اس کی رضا
ظلمتِ کفر و ضلالت کو ہوئی آخر شکست
ہم تھے من حیث الجماعت میں ڈگر کے راہرو
سٹیوں کو تھا یقین آقا سے استمداد پر
جنگِ آزادی کے ہیرو فضل حق تھے بے گناں
ہندوؤں سے اپنا کیا ناتا الگ ہیں قوم ہم
میں اکابر جس قدر تحریک پاکستان کے
چاہتے تھے اہل دیں کے واسطے اک مملکت
اس پر شاید ہے بنارس کیا کئے تحریک میں
فضل شاہ، خواجہ سعید الدین اور عبد الغفور
تھے امیر ملت بیضا جماعت شاہ سے
قوم کے تھے رہنما صدر الافاضل بے گناں

ہم کو سینا لیس میں حاصل ہوا اپنا وطن
اولیائے امت، حمد، صحابہ، پنج تن
رنگ کیسے لے نہ آتی کیوں نہ مل جاتا وطن
تھا تشخص اور تخصص ان کا موضوع سخن
اور ہماری کوششوں پر مودہ ہی تھی خندہ زبان
ذکر ان کا کیا کروں سب کچھ ہے جن لوگوں کو دھن
بے خدا کے سامنے کس کو مجال دم زدن
مہرِ آزادی نے حبیبِ ڈانی محبت کی کرن
کام انی نے قدم چوسے بے فضل ذوالہمن
زندگی میں کام کرتے ہیں کہاں نہیں دشمن
جن کی حق گوئی یہ شاید ہے یہ گردون کہن
سب سے پیارے علی حضرت کا تھا یہ رنگ سخن
ان کا تذکار حسین ہے ہم کو حزن جان و تن
تھے عمل پیرا سنے احکامات قرآن و سنن
عالمانِ اہل سنت اور شائع سنے سنن
رہنمایاں سوادِ اعظم اہل وطن
سائے خافتہ کا کمرس کے مولوی اور برہمن
جن پر تھا لطف، انی بفضل شہ خیر کے سن

مقتد تھے قائدِ اعظم کے اپنے محترم
جبر و استبداد کے رستے میں ہیں کوہِ گراں
حضرت علامہ ترمہ ہوں کہ بھر چوڑی کے پیر
بوالمحامد صدرِ اجمیر و بنارس کیوں نہ ہوں
جد و جہدِ حریت میں عزم و استقلال سے
خواجہ قمر الدین اور عبد العظیم میرٹھی
عبد ماجد، عبد حامد، دونوں مردانِ جبری
مانگی یا گولڑہ یا پیر خانے دوسرے
سیکڑوں پیروں، ہزاروں عالموں کی وڑھوپ
ہم نے گلچیں کے تصرف میں نہ جب سنے دیا
جنگِ آزادی سے لے کر تا حصولِ مملکت

ضیغم ملتِ نیازی، عاملِ دینِ حسن
لعلِ حق گوئی اگلتا ہی رہا ان کا دہن
مقامِ دگاراں کا یزداں ان کا دشمن اسہرمن
تھے کچھوچھ کے محدث میرا بابِ سخن
تھی ابوالحسنات کی دیں کے مقاصد سے لگن
تذکرہ ان کا نہ ہو تو قوم کیا اور کیا وطن
ان سے ہم کرتے ہیں اب تک اکتسابِ علم و فن
لائقِ توصیف ہے تحریک میں ان کا چلن
تھی نتیجہ خیز ہم نے لے لیا آخر وطن
کھل اٹھے اپنے چین میں لالہ و سرود و سمن
تھانہی کے نام لیواؤں کا طہا ہر بانگین

اب بھی لے محمد سنی سب یہ فیضِ مصطفیٰ

اشعبانِ قوم ہیں اور پاسبانِ وطن

عرض مؤلف

ملتِ اسلامیہ پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا، علماء و مشائخ نے اس کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا، دین کے فروغ و نفاذ کی ہر کوشش میں ان کی مساعی کو دخل رہا، اسلام اور اس کے شعائر کے خلاف جب کسی نے ٹاڈ خانی اور ہرزہ سرائی کا ارادہ کیا تو ان کو مزاحم پایا غیر ملکی تسلط سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی جدوجہد ہو یا دینِ متین کے محل کے طور پر ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے حصول کی تحریک ہمارے علماء و مشائخ اور ان کے لاکھوں عقیدتمندوں نے اپنے خونِ جگر سے اس کو پروان چڑھایا اور اس کے ثمرات سے قوم کو متمتع ہونے کا موقع فراہم کیا۔ ۱۸۵۷ء میں مجاہدِ کبیر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی کفایت علی کافی، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا احمد اللہ شاہ مدرسی، سید و ہاج الدین مراد آبادی، مولانا شاہ رضا علی بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسے بے شمار رہنماؤں اور ان کے ارادت مندوں نے انگریزی سامراج کا تختہ الٹنے کے لئے جو ہمیش بہادر بنائیں دیں ان کے بغیر جنگِ آزادی کا تصور تک ممکن نہیں۔

تحریکِ پاکستان کا مرحلہ آیا تو بھی ہمارے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے قوم کی رہنمائی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا اور آزادی کی منزل کو حاصل کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی یہ درست ہے کہ پاکستان کا مطالبہ مسلم لیگ نے کیا تھا مگر اس حقیقت سے صرف نظر ممکن نہیں کہ اگر ہمارے علماء و مشائخ مسلم لیگ کی تائید و حمایت نہ کرتے، مسلمانوں کے سوا دِ اعظم کو جوان بزدلوں کے ارادتمندوں اور نام یواؤں پر مشتمل تھا، الگ یاست کے حصول کے لئے آمادہ نہ کرتے تو شاید پاکستان کا خواب کبھی ثمر مندہ تعبیر نہ ہوتا۔ انہوں نے رائے عامہ کو بیدار کیا اور قوم کو منزل تک پہنچانے کی خواہش میں یہاں تک چلے گئے کہ اگر کسی موقع پر قائدِ اعظم پاکستان کے مطالبے

دستبردار یا بد دل بھی ہو گئے تو بھی علماء و مشائخ اہل سنت اس نصب العین کے حصول کے لئے
 تنگ و دو میں کوئی جھجھول نہیں آنے دیں گے اور اسے حاصل کر کے دم لیں گے۔ جب ہمارے
 بزرگ اور ان کے متبعین مسلم لیگ سے بھرپور تعاون کر رہے تھے تو بعض حضرات محدود گرد ہی
 اور انفرادی مفادات کے پیش نظر وسیع تر قومی و ملی مفاد کے خلاف کانگرس کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے
 اور کسی نہ کسی صورت میں غلامی کا جو املت کے گلے کی زینت بنائے رکھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور
 لگاتے رہے، ان کی نظر میں مطالبہ پاکستان کی تشریح و تبلیغ کرنے والے کافر و مشرک بنے انہوں نے
 پاکستان کو پییدستان قرار دیا، قوموں کو اوطان سے مشتق بتایا اور خدا و رسول (صلی اللہ علیہ و
 سلم) کے معاندین سے محبت شعار کی، ایسے حضرات کی تمام تر کوششوں کے باوجود غلصہ کی
 جماعت کامرانی سے ہمکنار ہوئی، سازشیں اپنی موت آپ مر گئیں اور ۱۹۴۷ء میں دنیا کے
 نقشے پر پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

قیام پاکستان کے بعد تحریک پاکستان کے رہنماؤں اور ملک و ملت کے بے لوث خادموں
 کے خلاف دشنام طرازی اور انتہام تراشی کی تحریکیں جاری رہیں اور ذرائع ابلاغ پرتابض
 لوگوں نے پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں علماء و مشائخ کے کردار پر پردہ ڈالنے کی کوششیں
 شروع کر دیں، ان لوگوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں جولانیاں دکھائیں تو مصلح نظریہ
 ٹھہرا کہ علماء و مشائخ اہل سنت کے کارناموں کو قعر گنہامی میں پھینک دیا جائے، مشہور کیا گیا کہ
 سنی بزرگ مسجد و خانقاہ کے لوگ ہیں، میدان جہاد سے ان کا تعلق ہو ہی نہیں سکتا حتیٰ کہ انگریز
 کے زلی کا سہ لیس اور ہندوؤں کے پرانے ساتھیوں نے بھی سنیوں پر زبان طعن دراز کرنے میں
 قباحت محسوس نہ کی۔

دوسری طرف سنیوں نے اس حقیقت کا ادراک نہ کیا کہ کام کرنا ہی سب کچھ نہیں ہوتا، اس
 کی تشریح بھی ضروری ہوتی ہے انہوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم نہ رکھا، اپنے بزرگوں
 کے کارناموں کو صفحہ نظر طاس پر منتقل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی، مخالفین حق کے پروپیگنڈے

کے خلاف حقائق نویسی کو شعار نہ کیا۔ دوسروں نے ہماری اس غفلت کا فائدہ اٹھا کر تاریخ کے طالب علم کو غلط اور نامکمل مواد فراہم کیا اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی کہ اہل سنت و جماعت کا تحریک پاکستان سے پس و اچھی سا تعلق رہا ہے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد قبلہ نے احساس کی شدت میں مجھے اس موضوع پر کام کرنے کی ترغیب دی اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا چنانچہ میں نے پروفیسر صاحب موصوفی کی تحریک اور استاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مدظلہ کی تائید سے اس خازنِ ارادہ کی قدم رکھا اور اللہ کا نام لیکر کام شروع کر دیا۔ میری دو سال کی شبانہ روز محنت کا ثمر اکابر تحریک پاکستان کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ میں بکھرے ہوئے مواد کو مجتمع کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے، بہر حال اس موضوع پر یہ پہلی کوشش ہے جو مستقبل کے مؤرخ کو مستند مواد فراہم کرے گی۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ضروری اضافے کئے جاسکیں۔

موضوع کی اہمیت اور کاغذ کی ہوش باگرانی کے پیش نظر کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، زیر نظر جلد میں محض علماء و مشائخ اہل سنت کا تذکرہ ہے، دوسری جلد میں علماء و مشائخ کے علاوہ دیگر مجاہدین تحریک کی خدماتِ جلیلہ کا ذکر خیر بھی کیا جائے گا۔

نامناسب ہو گا اگر میں ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کر کے تحریک پاکستان کے بعض گوشوں کو بے نقاب کرنے کے لئے اس تاریخی مواد کو ایک مبسوط کتاب کی شکل میں پیش کرنے کے قابل بنایا۔ استاذی حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی عالمانہ اور محققانہ رہنمائی کے بغیر اس کتاب کی ترتیب و تدوین اور اشاعت ممکن ہی نہ تھی، انہوں نے مجھے اپنے گرانقدر مشوروں سے نوازا اور نایاب کتابیں فراہم کیں، حضرت قبلہ سید محمد فاروق قادری ایم۔ اے عربی و اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ) سجادہ نشین شاہ آباد شریف، گرامی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں نے اپنی گونا گوں مصوفیات کے باوجود مسودے کے ایک ایک لفظ کو پڑھا اور ضروری ترامیم اور اضافوں کے

علاوہ اس پر مقدمہ تحریر فرمایا جس سے کتاب کی افادیت دہ چنڈ ہو گئی ہے۔ ان کے علاوہ پروفیسر
ڈاکٹر محمد مسعود احمد، پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش، پروفیسر محمد ایوب قادری، خواجہ عبدالکریم
قاصف ایڈووکیٹ (ملتان)، محترم جناب لعل بخشید محمد ایم۔ اے، جناب چوہدری گل محمد سیفی
بی۔ اے (مؤلف آزادی کی ان کہی کہانی) اور مولانا شاہ محمد چشتی سیالوی قصوری کا بھی سپاس گزار
ہوں کہ ان حضرات نے مقدور بھر تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ میرے ان کرم فرماؤں کو جزائے خیر
دے آمین ثم آمین سجادہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد صادق قصوری

۵ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ

۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء

برج کلاں

ضلع قصور

پاکستان

مولانا آزاد سبجانی

مولانا کا اصل نام عبد القادر تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۸۸۲ء میں سکندر پور ضلع بلیا (یو۔ پی) میں ہوئی۔ آپ فلسفۃ الہیات کے فاضل، وسیع النظر عالم، سحر بیان خطیب و شاعر تھے۔ پہلے پہل ان کے نام کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آریہ سماجیوں نے ہندوستان میں فتنہ اُرتداد بپا کیا۔ اس فتنہ کو کچلنے میں آپ نے شب و روز بڑی محنت سے کام کیا۔ یہ وہی فتنہ تھا جسکو ۱۹۲۳ء میں دوبارہ شندھی کے نام سے سوامی شرمدھانند نے بھارا۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے آپ نے کانپور میں ۱۳ ستمبر ۱۹۰۸ء کو مدرسۃ الہیات قائم کر کے بے شمار مبلغ پیدا کئے۔ آپ نے تحریک خلافت، ترک موالات اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی وطن کے لئے سرگرم حصہ لیا۔ ۱۹۱۲ء میں جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ ابھی یہ جنگ جاری تھی کہ بمقان کی ریاستیں متحد ہو کر ترکیہ پر حملہ آور ہوئیں تاکہ اسلام اور مملکت ترکی کو یورپ کے نقشہ سے مٹا ڈالیں۔ دوسری طرف ہند میں برطانوی راج کے ہاتھوں مسلمان پستے چلے جا رہے تھے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اسی زمانے میں مسجد ٹھیلی بازار کانپور کے منہدم کر دیا گیا۔

قصہ یوں ہوا کہ شہر کی میونسپلٹی نے ایک نئی سڑک نکالی جس میں مسجد کا ایک حصہ جو وضو خانہ تھا بیچ میں آگیا اور مسلمانوں کی مٹنی کے خلاف سے زبردستی منہدم کر دیا گیا حالانکہ مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا جس کو بچا کر یہ سڑک نکالی گئی۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا دیا۔ ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء کو جب رمضان المبارک کی دسویں تاریخ تھی مسلمانان کانپور نے مولانا عبد القادر آزاد سبجانی کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ آپ کی تقریر سے جلسہ میں کافی جوش و خروش

پیدا ہوا۔ جلسہ کے بعد پرجوش مسلمانوں نے جن میں بچے بوڑھے سبھی شامل تھے مسجد کا رخ کیا اور مسجد کی منہدم دیوار پر اینٹیں چن چن کر رکھنے لگے۔

مسٹر بلر ڈپٹی کمشنر کانپور نے سکھ فوج کو حملہ کرنیکا حکم دیا۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں نے نہایت بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے برجھے عمارتیں شہیدوں اور زخمیوں میں نچے نچے بھی شامل تھے۔ شہداء کی صحیح تعداد کا پتہ نہ چل سکا، سرکاری اندازہ بیس آدمیوں کا تھا۔ اس خونی سانحہ نے تمام ہندوستان میں آگ لگادی۔ اس سانحہ کے موقع پر آزاد سبجانی سب سے پہلے ملک میں متعارف ہوئے۔ مولانا آزاد سبجانی اور دیگر بہت سے مسلمان علماء کرام اور رہنما گرفتار کر لئے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہو گئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اس حصے کو جو شہید کیا گیا ہے قائم رکھا جائے مگر حکومت نے اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا۔

مسلمانوں کا ایک وفد انگلستان گیا تاکہ حکومت برطانیہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا جاسکے اس وفد میں مولانا محمد علی جوہر اور وزیر حسن (جو بعد میں جج بنے) شامل تھے۔ ان کی کوششوں سے لارڈ ہارڈنگ (وائسرائے) اور سر علی امام (لارڈ امیر) کانپور پہنچے اور اس مسئلہ کا تصفیہ کیا حکومت نے مولانا کو معافی نامہ پیش کرنے کی شرط پر ہائی کاپینام بھیجا مگر انہوں نے اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو گلے لگایا، آپ کی جانب ادا کو نیلام کر دیا گیا۔ آپ نے سب کچھ برداشت کیا مگر راہ حق کو کسی قیمت پر بھی نہ چھوڑا۔

کلکتہ میں جب سیاسی اختلافات کے سبب مسلمانوں کی اکثریت نے مولانا ابوالکلام آزاد کی اقتدار میں نمازِ عیدین پڑھنے سے انکار کر دیا تو ان کی جگہ مولانا آزاد سبجانی نے دو سال تک امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دئے۔ مولانا کے خطبے عام طور پر پرالمانہ اور متعاندہ ہوتے تھے۔

۱۔ احاطہ شیلیا رسیلیان ندوی مطبوعہ انجم گزٹ ۱۹۴۳ء ص ۶۰۲، ۶۰۱ - دیدوشنید از رئیس احمد مغری مطبوعہ لاہور ۱۹۳۸ء ص ۵۰

۲۔ احاطہ سوزنا علی مطبوعہ دہلی ۱۹۳۹ء ص ۳۱۰ - ہفتہ دار المدنیہ کراچی ۲۴ اگست ۱۹۷۱ء

۳۔ ذکرِ آزاد، از عبدالحق طبع آبادی مطبوعہ کلکتہ ۱۹۶۰ء ص ۳۱۹-۳۲۰، نقوش ۵۵، مکتبہ نمبر ۹۳۰۔

۱۹۴۵ء میں آپ نے حکومتِ ربانیہ کے نام سے ایک روحانی اور اصلاحی تحریک شروع کی اور گورکھپور سے ایک رسالہ روحانیت کے نام سے نکالا جو ڈیڑھ سال بعد بند ہو گیا۔ آپ نے سیاسی موضوع پر آدائی اور مانا بار دوپلا نامی دو کتابیں لکھیں۔ روحانیت اور مذہب کے موضوع پر بھی متعدد کتابیں لکھیں۔

آپ کی زندگی نہایت سادہ مگر پرفارم تھی، حتیٰ گوئی ویسا کی آپ کا شیوہ تھا۔ تحریکِ آدائی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ کی تقاریر نہایت پر تاثیر ہوتی تھیں، جب آپ میلاد کی محفلیں پر چھا کرتے تو مخالفین بھی شریکِ محفل ہوا کرتے تھے۔

۱۹۳۵ء (ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ) میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سال ہندوستان سے مندرجہ ذیل مشاہیر بھی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے :

۱۔ مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (استاذ حضرت شیخ الاسلام سیالوی مدظلہ)

۲۔ مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ مولانا مظہر الدین ایڈیٹر الامان وغیرہم

آپ ۲۴ جون ۱۹۵۶ء کو لکھنؤ کے بگرام پور ہسپتال میں اس دنیا سے فانی سے رخصت ہوئے انا اللہ وانا الیہ راجعون، کچی باغ گورکھپور میں مدفون بنا سکے

۱۔ نابینا، مطبوعات، لاہور، شمارہ نمبر ۱۵۔

۲۔ قومی زبان کراچی، ۱۶ جولائی دیکم گشت ۱۹۵۶ء و دید و شنید از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ص ۵۸-۶۰۔

۳۔ معین المنطق از مولانا معین الدین اجمیری، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۹۶۔

۴۔ ہندو نقوش لاہور (مکاتیب نمبر) ۱۹۵۶ء، ص ۹۴۔

مولانا محمد ابراہیم علی حسینی

حضرت مولانا محمد ابراہیم علی حسینی ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاجی نام افتخار احمد تھا۔ والدِ گرامی کا نام مولوی محرم علی حسینی تھا جو لاہور کے بہت بڑے سیاستدان وکیل اور اخبار نویس تھے۔ ان کی ایک کتاب اسلامی زندگی کا دنیوی پہلو شہرت و دوام حاصل کر چکی ہے۔ ۸ دسمبر ۱۹۳۴ء کو لاہور میں مدفون ہوئے۔

مولانا محمد ابراہیم علی حسینی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے بی اے کرنے کے بعد ۱۹۴۱-۴۲ء میں شعبہ صحافت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈیٹن میں ڈپلوما ان جرنلزم حاصل کیا اور اول انڈین حاصل کی، پھر ایل ایل بی کیا۔ طبیعت شروع ہی سے سیاست کی طرف مائل تھی چنانچہ آپ نے ۱۹۳۶ء میں انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ قائم کی اور ۱۹۳۷ء میں اس کا نصب العین خلافت پاکستان قرار دیا۔ خلافت پاکستان کا نقشہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور کشمیر سے شروع ہو کر دہلی آ کرہ، لکھنؤ، گنگا جمنہ کاٹھس ایک کارڈ ور یعنی خطہ اتصال کی شکل میں بنگال اور آسام سے مل کر مکمل ہوتا تھا۔ انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ لاہور کے کالجوں میں تعلیم پانے والے مسلم طلبہ کی تنظیم تھی، علامہ اقبال اس کے روحانی سرپرست تھے اور حسینی صاحب مرحوم اس کے جنرل سیکریٹری تھے۔ نیز اس زمانے میں ان کا تعارف بطور ایک بہترین DEBATOR کے ہوتا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں جب مولانا عبدالستار خاں نیازی نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت

۱۔ تاریخِ جلیلہ از غلام دستگیر نامی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء، اکملی ص ۱۵۔ مکتوب گرامی عبدالقدیر نعمانی بنام راقم الحروف مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۶۱ء۔

۲۔ نقوش لاہور نمبر ۱ ص ۹۴۴۔

۳۔ مکتوب گرامی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بنام راقم الحروف از لاہور، مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۴ء۔

سنبھالی تو چشتی صاحب اس کے سیکریٹری جنرل اور ناظم امور خارجہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی نے ان کے مشورہ سے آل انڈیا مسلم لیگ کے سامنے خلافتِ پاکستان سکیم پیش کی۔ ۱۹۴۱ء میں فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس منعقد کی جس میں خلافتِ پاکستان کا مشورہ اور حصول کا طریقہ کار پیش کیا گیا۔ ۱۹۴۲ء میں چشتی صاحب مرحوم کی رہنمائی میں ایک مشہور کتاب پر پاکستان کی تعبیر پاکستان (پاکستان کیا ہے؟ کیسے بنے گا اور ہو گا کیا؟) میاں محمد شفیع (م ش)، مولانا نیازی نے شائع کی اور وہ ۱۹۴۸ء میں تحریکِ خلافتِ پاکستان کے اساسی رکن بن گئے اور ہفتہ وار اخبار خلافتِ پاکستان جاری کیا۔ چشتی صاحب اس اخبار کے ایڈیٹرل سٹاف میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، نیازی صاحب مدیر مسئول اور چشتی صاحب نگرانِ اعلیٰ تھے۔ پنجاب مسلم سوسائٹس فیڈریشن کے ممتاز قائدین میں چشتی صاحب مرحوم کے علاوہ مولانا عبدالستار خاں نیازی، جناب حمید نظامی، میاں محمد شفیع، شیخ انوار الحق (حال جسٹس سپریم کورٹ ذکی الدین پال) (حال جج ہائی کورٹ)، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ، ملک ظفر اللہ خاں، حکیم محمد انور بابر، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اور مولانا عبدالقدیر نعمانی نے طلبہ کی تنظیم کے ذریعے تحریکِ پاکستان کو آگے بڑھایا۔ برصغیر پاک و ہند میں خلافتِ پاکستان کے نظریہ کو مقبول بنانے میں شبانہ روز گوشش کی۔ خلافتِ پاکستان سکیم پر مشتمل نقشہ انٹر مسلم برادر ہڈنے شائع کر کے تمام ہندوستان میں پھیلا دیا تھا جو غرضہ تک ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں خبروں اور تبصروں کا موضوع بنا رہا تھا۔

۱۹۴۱ء میں آپ نے تحریکِ رفاقت کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں میں سیاسی اختلافات کی موجودگی میں

۱۔ مکتوب مولانا عبدالستار خاں نیازی بنام راقم المحدث، امرہ لاہور۔

۲۔ روزنامہ کوہستان ۳ جولائی ۱۹۶۸ء ص ۲ - نائے وقت لاہور ۱۰ اگست ۱۹۶۸ء ص ۲

بھائی چارہ اور رفاقت پیدا کی جائے۔ چند سال تک اس تحریک کو بڑے زور شور سے چلایا تاکہ سیاسی اور مذہبی اختلافات بجائے خود رکھتے ہوئے بھی صلح و آشتی کے ماحول میں ایک دوسرے کا نقطہ نگاہ سمجھا جائے۔ ۱۹۴۶ء کے عمومی انتخابات کے موقع پر حضرات نے تحریکِ رفاقت کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہا، لالہ یحیٰ عسکین سید وزیر خزانہ نے بھی دباؤ ڈالا، مگر حسینی صاحب نے مخالفت کی اور بالآخر اس تحریک کو ختم کر کے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور قیام پاکستان تک مسلم لیگ کی دل و جان سے خدمت کی۔

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے علماء و مشائخ کی حمایت حاصل کرنے کے لئے مشائخ کمیٹی بنائی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا چنانچہ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں آپ نے مسلم لیگ کی طرف سے شرکت فرما کر پاکستان کے حق میں مشہور قرارداد پاس کرائی جس کی رو سے ملک کے علماء و مشائخ اہلسنت نے نظریہ پاکستان کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ اس تحریک میں آپ حضرت محدث علی پوری، محدث کچھوچھوی، مولانا ابوالحسنات قادری اور حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ کام کرتے رہے۔

۱۹۴۶ء میں جب مسلم لیگ اور یونیونسٹ پارٹی کی کشمکش فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گئی تو مولانا حسینی نے اپنے احباب سے مشورہ کے بعد (جس میں مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ، حمید نظامی مرحوم، باری مرحوم اور میاں محمد شفیع دم ش) شامل تھے) ایک مرتبہ پھر میدان میں آنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جب صوبائی مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے تمام اراکین کو گرفتار کر لیا گیا تو حسینی صاحب تحریکِ سول نافرمانی کی رہنمائی کرتے ہوئے جیل بھیجے گئے، سلسلہ حسینی کی معروف گدیوں تو نسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے قابل احترام مجاہد نشینوں کے بے پناہ اثر و رسوخ کو مسلم لیگ کے لئے حاصل کرنے میں آپ کا بہت زیادہ دخل ہے۔

۱۔ کوہستان لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۲۔ نوائے وقت لاہور ۱۴ جنوری ۱۹۷۳ء

۲۔ نوائے وقت لاہور، ۷ اگست ۱۹۷۴ء، ص ۲

غرضیکہ مولانا کی ذات سے مسلم لیگ کو بہت زیادہ تقویت ملی۔

حضرت مولانا چشتی ایک عظیم سیاستدان ہونے کے علاوہ بلند پایہ صحافی بھی تھے چنانچہ مشہور صحافی جناب ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں :-

” ۱۹۴۱ء میں صحافت کی کلاس کا آغاز ہوا تو (مولانا) میرے ہم جماعت تھے وہ فرسٹ آئے اور میں سیکنڈ، جب باہر نکلتے تو ڈگری کا سیاہ گاؤں ضرور پہنتے وہ کسی اخبار سے منسلک نہیں رہے لیکن مفکر اور مبصر کے عنوان سے ان کے مقالات اخباری قارئین سے خراج تحسین حاصل کرتے رہے وہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں دسترس رکھتے تھے اور دونوں میں لکھتے تھے غالباً کچھ عرصہ بعض غیر ملکی اخبارات کے کالم نویس بھی رہے، انہیں جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کی شخصیت میں عسکریت بہت پسند تھی اس لئے اس کی خود نوشت سوانح کا ترجمہ کیا جو تزک ہٹلری اور تورہ ہٹلری کے نام سے مشہور ہے۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا چشتی محکمہ اسلامیات کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے لیکن آپ کی مذہبی و ملی خدمات اور حق گوئی و بیباکی میں ذرہ بھر فرق نہ آیا اور اتنے بڑے عہدہ پر فائز ہوتے ہوئے بھی ان کی زندگی سادگی کا نمونہ بنی رہی۔ آپ نے اپنے والد کی طرح عنفوانِ شباب ہی میں ڈاڑھی رکھ لی تھی۔ انگریزی لباس کبھی نہ پہنا، آپ کے ہاتھ میں ہمیشہ ایک خوبصورت اور موٹا ڈنڈا رہتا تھا جو آپ کو درختوں میں ملتا تھا اور اس ڈنڈے کو ”مولا بخش“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کی شخصیت کے بارے میں آپ کے رفیق خاص جناب ممش کی رائے ملاحظہ ہو :-

۱۷ روزنامہ مشرق لاہور، ۱۰ اگست ۱۹۶۸ء، ص ۴

”قبلہ چشتی صاحب کے حالاتِ زندگی میں سب سے اہم معاملہ عقائد کی صحت اور نچنگی تھا۔ انہوں نے روزِ اول سے اپنی سیاسیات اور اپنی عہدہ مصروفیات کو اپنے غیر متزلزل عقائد کی روشنی میں استوار کیا۔ وہ ایک عظیم انسان تھے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ اپنے دور کے عظیم ترین انسان تھے لیکن انہیں جو دور میسر آیا وہ بقولِ اقبال طر

وہ مغل اٹھ گئی جس وقت بچہ در جام آیا

ان کی عظمت کے مطابق انہیں ساتھی نہ ملے

لیکن مجھے پیدا کیا اس دس میں تو نے

جس دس کے بندے میں غلامی پہ رضامند

انگریزی کا ایک لفظ AMBITION ہے جسے اردو میں تمنا، تڑپ، آرزو وغیرہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، میرا یہ ایک AMBITION ہے کہ حضرت قسبہ مولوی محمد ابراہیم علی چشتی پر کچھ لکھ سکوں، اس کے لئے قلب و جگر کی پاکیزگی شرطِ اول ہے لیکن میں مکروہاتِ دنیا میں گل گل تک دھنسا ہوں۔“

تحریک ختمِ نبوت چلی تو حضرت مولانا چشتی بھی دیگر علماء اہلسنت کی طرح میدان میں کود پڑے۔ اس دوران میں آپ نے جس اولوالعزمی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے انکواری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی روئیداد آپ کے استقلال کی بہت بڑی دلیل ہے، آپ اس تحریک میں قید و بند میں بھی رہے۔

عشقِ رسول آپ کے رگ و پے میں سایا ہوا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں انہوں نے

۱۔ مکتوب جناب میاں محمد شفیع بنام محمدی حکیم محمد موسیٰ اترسری، محرمہ ۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء، لاہور

۲۔ روزنامہ کوہستان لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۲۔

ہمیشہ کھڑ رہنا اور مٹی کے برتنوں میں کھانا کھایا، وہ چار پائی پر ہمیشہ کھجور کی چٹائی ڈال کر سوتے تھے، ان کی دوستی اور دشمنی کا معیار اسلام اور صرف اسلام تھا، وہ عقائد میں سختی کے لحاظ سے چٹان اور میدانِ عمل کے شاہسوار تھے، وہ بھرپور جوان تھے اور ساری زندگی مجرّد رہے مگر ان کا دامن جوانی کی لغزشوں اور آلودگیوں سے سراسر پاک تھا۔

حضرت مولانا حشمتی اعتقادی طور پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے مسلک کے پیروکار تھے، ان کے افکار کی تبلیغ و اشاعت میں خاصا وقت دیتے تھے، روپے پیسے کی بالکل لاپرواہی نہ تھا، انہوں نے فقر و فاقہ، تنگ دستی و عسرت کو بہ طیب خاطر قبول کیا اور اپنے انتقال کے وقت ایک پیسہ کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہ چھوڑی۔ ۱۹۳۵ء میں پیسہ اخبار کے جس کرایہ کے مکان میں رہتے تھے ۱۹۶۸ء میں وہیں سے ان کا جنازہ اٹھا۔ یہ حال اس شخص کا تھا جس کا شمار پاکستان کے معماروں میں کیا جاتا ہے۔

گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود مولانا حشمتی مرحوم نے کئی ایک کتابیں بھی لکھیں، چند ایک کے نام یہ ہیں :-

۱۔ تزکِ مہلری و تورہ مہلری (بٹلر کی خود نوشت سوانح حیات کا اردو ترجمہ، دو جلدوں میں چھپ چکا ہے)

۲۔ ملفوظاتِ بابا بلند کوہی۔

۳۔ منشور خلافتِ پاکستان۔

۴۔ انگریز کا راج کیوں کر ختم ہوا؟ (انگریزی سے ترجمہ)

۱۔ روزنامہ کوہستان لاہور، ۱۳ جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۲۔

۲۔ ایضاً
۳۔ فائے وقت لاہور، ۲۰ اگست ۱۹۶۸ء۔

حضرت مولانا نے پاکستان میں اسلامی نظام کے لئے جو مساعی جہد کیں ان کا ذکر خاصی طوالت کا متقاضی ہے، اس جہاد میں ان کے دونوں پھیپھڑے خراب ہو گئے، خون میں شکر نارمل سے تین سو فیصد سے زائد ہو گئی جس سے گلہ اور بصارت متاثر ہوئے لیکن ان حالات میں بھی آپ اپنی ان تکالیف کو زبان پر نہ لائے۔

آخر اسی مرض کی حالت میں ۱۰ جولائی ۱۹۶۸ء / ۱۳ ربيع الثانی ۱۳۸۸ھ بروز جمعۃ المبارک اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ نمازِ جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات قادری مدظلہ نے پڑھائی اور مولانا مفتی محمد حسین نسیمی، (جامعہ نعیمیہ لاہور)، علامہ علاؤ الدین صدیقی، میاں محمد شفیع (دم شش)، مسعود احمد سیالسی پی ناظم اوقات، سید آل احمد سابق ایڈمنسٹریٹر اوقات، حکیم محمد انور بابری، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، خان عبدالوحید خان (سابق مرکزی وزیر اطلاعات)، مولانا قیوم الہی عرفانی خطیب شاہی مسجد ودیگر بہت سے معزز حضرات نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور اس مردِ قلندر کو بادشاہی مسجد کے قریب سپردِ خاک کر دیا گیا۔ بہت سے شعرا نے قطعہ ہائے تاریخ وصال کہے، چند ایک درج ذیل ہیں، جناب ابو ظفر نازش رهنوی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے

جہاں براہیم علی چشتی مردِ نیک سرشت ز قیدِ دارِ فانی شد بامرِ حق آزاد
زگر یہ قطرہ خونیں دو دیدہ بیش یکید دلِ حریف منِ ناز نیز در فریاد
برائے مادہ سالِ فوت چوں حُسم ندائے ملت غیب آمد اسے بلند نداد
ز دوسے تعبیر کردد عدداً ضافہ کنی

برایت کہ بخند بریں مقامش باد

۱۳۸۶ + ۲ = ۱۳۸۸ھ

سید شریف احمد شرافت نوشاہی سجادہ نشین ساہنپال شریف ضلع گجرات نے یہ قطعہ لکھا ہے

جناب بہا، سیم چشتی کمال	زدنیائے دوں شد سوکھ ذوالجلال
ذکی و سخن پرورد خوش بیاں	نبودہ کسے مشکل اور جہاں
مہارت بسے داشت در ہر زباں	بتالیف پرداخت در ہر لسان
بتجربہ و تفرید بودہ و حمید	بفقر و غنا مثل دے کس ندید
پسر پاک حضرت محرم علی	کہ بودہ بہ اقران مرد حبلی
ز اولاد آں نسہ در مسعود دیں	شکر گنج قطب زمان و زمیں
بد از عاشقان بزرگان چشت	خداوند جانش کند در بہشت
بفردوس اعلیٰ شود مستقیم	بروضات جنات دارا نسیم
چو بر بست رخت حیات ار جہاں	ربیع دوم کسیردہ بود آں
ز ترحیل قے گویم از لطف شاہ	سراج ہدایت مروت پناہ
ز سال مسیحی چو خواہی نشان	بداں خسروئے منتخب بہر آں

دگر فاضل نغز تاریخ دوست

شرافت بگفتا چنین بہر دوست

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ۱۸۹۶ء میں ریاست الوری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی سید دیدار علی شاہ ملک کے ممتاز عالم دین اور بزرگ ہو گزرے ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ریاست الوری میں مذہبی خدمات سر انجام دینے لگے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی دیکھ کر ان کا جی کڑھتا تھا اسی لئے آپ نے مہاراجہ الوری سے تعلقات بڑھائے کیونکہ آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ جب تک مسلمان ریاست الوری میں ذلیل نہ ہوں گے اس وقت تک عظمت رفتہ بحال نہ ہو سکے گی۔ مہاراجہ جلد ہی آپ کے تبحر علمی اور بلند خیالی کا معترف ہو گیا اور ریاست میں ایک انجمن تحفظ حقوق المسلمین قائم کر دی۔ انہی دنوں حکومت نے ایک سڑک بنانے کا منصوبہ تیار کیا، سڑک کے رستے میں ایک مسجد بنائی جسے شہید کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پر پورے علاقے کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور نوبت ہندو مسلم فسادات تک پہنچ گئی۔ حکومت نے مسلمانوں کے جذبات کے احساس کو بالائے طاق رکھ کر ایک رات فوج کی مدد سے مسجد کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مولانا کو پتہ چلا تو آپ ۱۳ سالہ جانا زوں کا حبش لیکر اسی رات مسجد کی طرف روانہ ہو گئے اور راستہ میں ایک دو مقام پر معمولی مزاحمت کے بعد آپ نے مسجد میں داخل ہونے میں کامیابی حاصل کر لی۔

ادھر مسلمانوں کو آپ کی روانگی کی خبر ہوئی تو تمام مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نازک صورت حال کے پیش نظر حکومت نے مسجد کو منہدم کرنے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور آپ کو بلا کر کہا کہ مسجد کے لئے اس سے بہتر اور وسیع جگہ دی جاتی ہے، آپ اس جگہ کو چھوڑ دیں لیکن آپ نے

طر آئین جوانمرداں حق گوئی و سبے باکی

کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس مسجد کو شہید نہیں ہونے دیں گے اور مسلمان خانہ خدا کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں بچاؤ کر دیں گے، چنانچہ حکومت اس طوفان کے آگے نہ بڑھ سکی اور مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا گیا۔ یہ آپ کی جرأت و بیباکی کا پہلا واقعہ تھا۔

۱۹۲۶ء میں آپ اہل لاہور کی درخواست پر مسجد وزیر خاں میں بحیثیت خطیب تشریف لائے، والد ماجد کے علاوہ آپ نے شیخ المشائخ سید علی حسین شاہ کچھوچھوی سے بھی اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔ مولانا روم پر آپ کو عبوس حاصل تھا۔ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی تبلیغی دور فرماتے تھے، خواص و عوام آپ کی تقاریر کو بہت ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے تحریک کی حمایت کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کے لئے شب و روز مصروف رہتے۔ علماء پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات ابن جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء کو اپنا مینوا بنایا بعد میں قائد اعظم سے ملاقات کر کے نظریہ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ احسان میں نظریہ پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا قائد اعظم، پیر صاحب مانکی تشریف اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کر کے عوام کو نظریہ پاکستان قبول کرنے پر آمادہ کیا اور تحریک و تقریر سے عوام میں پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیائی کانفرنس منعقدہ بنارس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۱۹۴۶-۴۷ء میں جب مسلم لیگ نے ایچی ٹیشن شروع کیا تو آپ نے علماء و مشائخ کے وفد بیکہ ہر ضلع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ حضور وزارت نے متعدد پابندیاں لگا کر آپ کو روکنا چاہا مگر بے سود، آپ نے اپنے

مشن کو جاری رکھا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ پاکستان بننے کے بعد جمعیت علمائے ہند کے مقابلہ میں جب جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو صدر منتخب کر لیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب تحریک آزادی کشمیر شروع ہوئی تو جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے آپ نے سب سے پہلے تحریک کی حمایت کی ایک متفقہ بیان جاری کر کے دیگر مکاتب فکر کے علماء سے بھی دستخط کرائے۔ پہلے جلسوں میں مجاہدین کیلئے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی۔ موچی گیٹ میں ایک عظیم الشان کشمیر کانفرنس منعقد کی جس میں صدر آزاد کشمیر بھی شریک ہوئے اور لاکھوں روپیہ کا سامان جمع کیا گیا، علاوہ ازیں خود بھی محاذ پر تشریف لے جا کر جمعیت کی طرف سے سرفروشی کا مظاہرہ کیا، انہیں خدمات کی بدولت آپ کو غازی کشمیر کا خطاب دیا گیا۔

دورہ آزاد کشمیر میں آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے سید امین الحسنات خلیل احمد قادری اور مجاہد اسلام مولانا غلام ترمذی جمعیت کے دیگر متعدد دارا کین بھی تھے۔ آپ کی اقتدار میں مسجد زیر خرابی لاہور میں سردار محمد ابراہیم اور کرنل علی احمد خاں سابق صدر آزاد کشمیر کی دفعہ چندہ کی اپیل کرنے کے لئے آئے، آپ نے لاکھوں روپے چندہ اکٹھا کر کے ارسال کیا۔

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو سردھڑ کی بازی لگا کر میدان میں کھڑے ہوئے۔ تحریک کی متعدد مجلس عمل کے چیئرمین (قائد) چنے گئے اور اسی قیادت کے دوران جمع دیگر علماء گرفتار ہوئے۔ کراچی، سکھر اور حیدرآباد کی جلیوں میں ایک سال تک نظر بند رہے۔ سکھر جیل میں درجہ حرارت ۱۲۵ ڈگری تھا۔ آپ دیگر چار علماء کے ساتھ صرف آٹھ مربع فٹ کوٹھڑی میں بند رہے۔ پھر سکھر سے لاہور منتقل کر دئے گئے۔ جیل میں آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے سید خلیل احمد قادری کو سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ یہ سنا آپ نے نہایت استقامت سے فرمایا ”جوانش کو منظور“

۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد مقاصد پیش کی گئی تھی اس میں مولانا ابوالحسنات کی مساعی کا بڑا حصہ تھا۔ آپ نے عوام و خواص کے دلوں پر یہ بات نقش

کردی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرت اسلام کے نام پر کیا ہے لہذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیاد پر مرتب ہونا چاہئے۔

لاہور، کراچی، حیدرآباد اور سکھر کی جیلوں میں رہنے سے آپ کی صحت بہت گر گئی تھی، آخر کار ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعہ ۱۲/۱۱ بجے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، انا اللہ وانا الیہ راجعون، آخری وقت یہ شعر زبان پر جاری تھا کہ
حافظِ رند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا
تو زندہ قتلے حمد، حمد بود قتلے تو

تصنیفات میں تفسیر الحسنات (۱۲ ج) جسے آپ نے ایامِ اسیری میں تحریر کرنا شروع کیا تھا اور وصال سے صرف ایک دن قبل مکمل ہو کر
علاوہ ازیں مندرجہ ذیل تصانیف : آپ سے یادگار ہیں :

- ۱۔ ترجمہ کشف المحجوب
- ۲۔ شمیم رسالت
- ۳۔ شرح قصیدہ بردہ (طیبہ لورہ)
- ۴۔ اوراقِ غم
- ۵۔ صبحِ نور
- ۶۔ قرطیس الموعظ
- ۷۔ فرشتہ رحمت
- ۸۔ اظہار الاسقام
- ۹۔ مظهر الاسرار
- ۱۰۔ التبیان
- ۱۱۔ مونس لاطباء
- ۱۲۔ رجوم المؤمنین علی مانع الجماعۃ للمتجیرین وغیرہ وغیرہ

آپ تادمِ زیست آزادی کشمیر کا انتقاد کرتے رہے۔
آپ کا مزار پرانوار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں مزجِ خلائق ہے
اس وقت آپ کھاکھوتے فرزند مولانا سید امین الحسنات خلیل احمد قادری مدظلہ مسجد دزیرہ خاں میں
خطیب ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان امیر العلوم حزبِ احناف سید احمد قادری مدظلہ العالی آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ علما ابی سنت، ج ۱ ص ۲۱۵ تا ۲۲۵۔

آپ کی وفات پر روزنامہ نوائے وقت لاہور نے آپ کی ملی و سیاسی خدمات کو درج ذیل

الفاظ میں سراہا :

” مولانا ابوالحسن اپنے والد مولانا دیدار علی شاہ مرحوم کے بعد ۱۹۲۶ء سے مسجد وزیر خاں کے خطیب چلے آ رہے تھے، مذہبی اور سیاسی حلقوں میں وہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ یونانی طبیب بھی تھے، قرآن حکیم کی تفسیر الحسنات کے علاوہ آپ نے فقہی اور علمی مسائل پر متعدد تصانیف کیں، مرحوم اپنی زندگی میں اسلامی سیاسی تحریکوں میں نمایاں حصہ لیتے رہے چنانچہ انہوں نے تحریک پاکستان کے دور میں کانگریس کی ہمنوا ”جمعیتہ العلماء ہند“ کے مقابلے پر علماء کی بہت بڑی تنظیم جمعیتہ العلماء نے پاکستان قائم کی جو آپ کی قیادت میں قیام پاکستان کیلئے جدوجہد کرتی رہی، اس سلسلہ میں یونیٹ حکومت نے آپ کو قید بھی کر دیا تھا، قیام پاکستان کے بعد بھی مرحوم کی سرگرمیاں استحکام وطن کے لئے جاری رہیں، انہیں دوسری بار ۱۹۵۳ء کی اینٹی قادیانی تحریک کے دوران گرفتار کیا گیا تھا، بیماری سے پہلے مرحوم نے اپنی آخری تصانیف کو مکمل کرنے کی جانب زیادہ توجہ مبذول کر رکھی تھی“

(روزنامہ نوائے وقت ۲۱ جنوری ۱۹۶۱ء ص ۶)

۱۔ یعنی آل انڈیا مسلم لیگ کا افسر کی جناب میں شامیں قائم کیں اور جناب کے صدر آپ ہی تھے۔ (مضمونی)

علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی

آپ ۱۹۱۳ء میں امر وہ ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد مختار کاظمی تھا۔ سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ بچپن ہی میں آپ سایہ پدیری سے محروم ہو گئے۔ آپ کی پرورش تعلیم و تربیت آپ کے باور معظم سید محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور سوہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ پھر جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ۱۹۳۱ء میں واپس امر وہ تشریف لے گئے اور چار سال تک امر وہ کے مدرسہ محمدیہ خفیفہ میں تدریس فرماتے رہے۔

۱۹۳۵ء میں آپ ملتان تشریف لے آئے اور مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ ملتان میں غیر مقلدین اور بد مذہبوں نے آپ کو طرح طرح سے ناکام بنانے کی کوشش کی، قاتلانہ حملے کئے، مگر آپ کے غیر متزلزل عزم کے سامنے ان کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں، علم و عرفان کی ندیاں بننے لگیں، طالبانِ حق آ کر شرابِ توحید و رسالت کے جام لٹکھانے لگے۔ الحمد للہ! آج یہ دارالعلوم پاکستان کے مثالی اداروں میں سے ایک ہے اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے ہزاروں علماء ملک کے کونے کونے میں خدمتِ دینِ متین میں مصروف ہیں۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں مسلم لیگ کے شیخ سے قیام پاکستان کے لئے جلسے کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں قرار داد پاکستان کی توثیق کے لئے بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی جس زمانہ میں کانگریسی اور اصراری علماء سر دھڑکی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا ابوالحسن پیر صاحب ماہکی تشریف۔ مولانا عبدالحمید بدایونی، مولانا عبدالغفور مزاروی (رحمہم اللہ) اور حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ کی رفاقت میں الگ قومیت اور آزاد پاکستان کے لئے جدوجہد کی۔

اور جہدِ پیہم کر رہے تھے۔ کانگہ لسی و اصراری مقررین کے پھر اعتراضات کے جوابات دینے میں آپ کا کوئی ثنائی نہیں تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھنے کے لئے مطمان میں علماء اہلسنت کا کنونشن بلایا جس میں مولانا ابوالحسنات کو صدر اور آپ کو جمعیت کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی بناء کردہ جمعیت ملکی سیاست میں اہم مقام کی حامل ہے اور دن بدن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ۱۹۶۳ تا ۱۹۷۴ء جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث رہے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :-

- | | |
|----------------------------------|---------------------------------|
| ۱۔ تبیح الرحمن عن الکذب والنقصان | ۱۱۔ کتاب التزادیح |
| ۲۔ مزلیۃ النزاع عن مسئلۃ السماع | ۱۲۔ الحق المبین |
| ۳۔ تسکین الخواطر | ۱۳۔ التحریر اور اس کی شرح تقریر |
| ۴۔ حیات النبی | ۱۴۔ اسلام اور سوشلزم |
| ۵۔ معراج النبی | ۱۵۔ طلباء کا اسلامی کردار |
| ۶۔ تقریر منیر | ۱۶۔ التبشیر بہ والتخذیر |
| ۷۔ عجبت حدیث | ۱۷۔ میلاد النبی |
| ۸۔ مکالمہ کاظمی و مودودی | ۱۸۔ اسلام اور عیسائیت |
| ۹۔ تحقیق قربانی | ۱۹۔ فتویٰ حنفی |
| ۱۰۔ نفی انفل و الفی | ۲۰۔ آئینہ مودودیت |

۱۔ مہتمم ضیائے حرم لاہور، جون ۱۹۷۵ء، ص ۹۴

پیر محمد امین الحسنات عرف پیر صاحب مانگی شریف

حضرت پیر محمد امین الحسنات بن پیر عبدالرؤف ۱۹۲۳ء میں مانگی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ مسند نشین ہو گئے۔ یہ ملک کا ایک بہت بڑا مجاہد ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندا آتے ہیں اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

تحریک پاکستان کا دور شروع ہوا تو ۱۹۴۵ء میں آپ نے مسلم لیگ میں شرکت فرمائی نظریہ پاکستان کی حمایت میں بے شمار دورے کئے صوبہ سرحد میں کانگرس کا بہت زور تھا، میدان سیاست میں خان عبدالغفار خان اور ان کے بھائی ڈاکٹر خان کا طوطی بولتا تھا چنانچہ آپ کانگرسی لیڈروں کے خلاف سینہ سپر ہو گئے اور آپ کے ہزاروں مریدوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہہ کر نظریہ پاکستان کی حمایت کی۔ ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۲ سال تھی۔

آپ نے مسلم لیگ کیلئے فضا ہلور کے ۱۹۴۵ء میں قائد اعظم کو صوبہ سرحد کا دورہ کرنے کی دعوت دی قائد اعظم نے کئی روز تک پشاور میں قیام فرمایا اور مانگی شریف بھی تشریف لے گئے اس طرح سرحد میں کانگرس کا زور ٹوٹنے لگا اور مسلم لیگ کا شرہ ہونے لگا۔

ان دنوں سابق صوبہ سرحد میں صورت حال بڑی نازک تھی اس کی طرف حضرت قائد اعظم نے واضح اشارہ فرمایا تھا۔۔۔۔۔ وہاں سرخ پوشوں نے قیامت اٹھا رکھی تھی، وہ تحریک بے حد منظم اور عوام میں بے پناہ مقبول تھی۔ عبدالغفار خان جو سرحدی گاندھی کے لقب سے مشہور تھا، اس کا عوام پر زبردست اثر تھا، مسلم لیگ اس علاقے میں انتہائی غیر موثر اور بے وزن تھی

اسے جلسہ عام کرنے کی بہت بڑی ہفتی ساتھ ساتھ علماء کا ایک گروہ جو دیوبند سے اسٹانہ میں فارغ التحصیل ہوا تھا، جب وہاں کانگریسی سیاست غالب آچکی تھی، سرخپوشوں کی حمایت میں کام کر رہا تھا۔ ڈاکٹر خاں کی وزارت کے نقوش بہت گہرے تھے، ایسے میں پاکستان کے لئے کام کرنا بڑا کمٹن تھا۔۔۔۔۔ ”علماء کے ساتھ سابق پیرمانکی شریف اور پیرز کوڑی شریف نے بڑی تندی سے کام کیا اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی تائید و حمایت سے صوبہ سرحد کی سیاسی فضا میں وہ تغیر رونما ہوا جو بظاہر ناممکن نظر آتا تھا“ ۱۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں، صوفیوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا۔ اس جلسہ میں ایک تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور مسٹر جناح کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ پیر صاحب مانکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

”اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے، ہر مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہئے جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ صرف مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے لئے کوشاں ہے“ ۲۔

آپ نے مولانا محمد گل صاحب کی قیادت میں ایک دفعہ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں بھیجا جس نے نظریہ پاکستان پر گفتگو کی۔ پھر ۱۹۴۶ء میں

۱۔ انٹرویو مفتی محمد شفیع، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۳۰۔

۲۔ قائد اعظم اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء۔

بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کر کے اطمینان بخشے، تقریر فرمائی، دورانِ تقریر آپ نے فرمایا :

”میں نے قائدِ اعظم سے وعدہ لیا ہے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا یا اسلام کے خلاف کوئی نظام جاری کرنے کی کوشش کی تو آج جس طرح ہم آپ کو دعوت دے رہے ہیں اور آپ کی قیادت کو مان رہے ہیں کل اسی طرح اس کے برعکس ہوگا۔“

آل انڈیا سنی کانفرنس کے خصوصی اجلاس میں نظریہ پاکستان کی توثیق و تائید میں نہایت سرگرمی سے قرارداد پاس کرائی اور پھر تمام ملک میں اس کی حمایت میں دورے کئے اور عوام کو آمادہ کیا کہ وہ تحریک پاکستان کو بہر صورت کامیاب بنائیں گے۔

پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں حضرت صدر الافاضل مراد آبادی جب پاکستان تشریف لائے تو دارالعلوم صرب لائٹ لاہور میں چار گھنٹے تک بند کمرے میں گفتگو ہوتی رہی۔ گفتگو میں صدر الافاضل، پیر صاحب مانکی شریف، محدث کچھوچھوی، مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا غلام معین الدین نعیمی اور سید ابوالبرکات شریک ہوئے۔ اس موقع پر پیر صاحب نے صدر الافاضل پر زور دیا کہ دستور اسلامی کا ایک خاکہ مرتب کریں جسے ہم قائدِ اعظم کے سامنے رکھیں اور ان سے اسے لاگو کرنے کو کہیں لیکن افسوس کہ تین ماہ بعد صدر الافاضل فوت ہو گئے، بعد ازاں پیر صاحب حضرت محدث علی پوری اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ کے ساتھ مل کر بعد کی حکومتوں پر اسلامی نظام کے نفاذ پر زور دیتے رہے مگر ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہو سکی۔

جب مسلم لیگ کا دور انحطاط آیا تو آپ جناح عوامی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے جو بعد میں عوامی لیگ بن گئی۔ ۱۹۵۵ء میں ارباب سیاست کی روش کے پیش نظر سیاست کے کوچہ کو خیر باد

کہہ دیا اور ملت اسلامیہ کی روحانی پیشوائی پر تمام تر توجہ صرف کرنا شروع کر دی۔

۱۹۵۲ء میں ایک سرکاری وفد کے قائد بنکر چین میں ہونے والی امن کانفرنس میں شرکت فرمائی اور وہاں ہندوستانی نمائندے کو مزہ توڑ جواب دیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں پاکستانی موقف کی بڑی جرأت اور پامردی سے ترجمانی کی، مشترکہ اعلامیہ کی ایک جھلک ملاحظہ ہو :-

”ہندوستان اور پاکستان کے مابین جو بھی تنازعات ہیں ان کا فیصلہ امن و استیسی سے ہونا چاہئے اور یہ حق باشندگانِ جموں و کشمیر ہی کو حاصل ہے کہ وہ اپنی قسمت کا آپ فیصلہ کریں۔“

اس اعلان پر ہندوستان کی جانب سے ڈاکٹر کچلو، گیان چند، رومی شنکر، شورام یاس اور رویش چندر نے دستخط کئے اور پاکستان کی طرف سے پیر صاحب مانگی شریف، سردار شوکت حیات، عطار الرحمن اور میر عبد القیوم نے دستخط کئے تھے۔

۵ جنوری ۱۹۶۰ء کو مانگی شریف سے کیمبل پور جاتے ہوئے آپ کی کار فتح جنگ کے قریب حادثے کا شکار ہو گئی، ڈرائیور تو موقع پر ہی دم توڑ گیا مگر آپ بری طرح زخمی ہو جانے کی وجہ سے ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل کئے گئے لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر ۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء کو یہ مجاہد آزادی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ لاکھوں عقیدتمندوں نے جنازہ میں شرکت کی، مدفن مانگی شریف میں ہے۔ آپ کے بعد ۲۹ جنوری کو آپ کے صاحبزادے روح الامین سجادہ نشین ہوئے۔

مولانا غلام محین الدین نسیمی مدیرِ مودِ اعظم لاہور نے تاریخ وفات کہی،
آہِ مردِ میدان پر صاحب مانگی شریف

حک کے نامور صحافی جناب ظہور عالم شہید نے سرحد میں مسلم لیگ کی تحریکوں کی توفیق فرمائی کے زیر عنوان پیر صاحب مانکی شریف کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے :

" پیر صاحب مانکی شریف کی انقلابی تقریروں نے سارے صوبے میں ناگ لگادی تھی اور انہیں گرفتار کرنے کی کوششیں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی تھیں..... ڈاکٹر خاں صاحب (وزیر اعلیٰ سرحد) کی افسوسناک کوششیں بالآخر رنگ لائیں جس طرح پنجاب میں ہندو سکھ رہنماؤں نے فرقہ وارانہ فسادات شروع کرائے تھے اسی طرح سرحدی وزیر اعظم (اعلیٰ) نے اپنے صوبے میں بھی ان (ہندو مسلم) فسادات کی حوصلہ افزائی کی ڈاکٹر خاں صاحب کا مقصد یہ تھا کہ انہیں فسادات کی آڑ لیکر مسلم لیگ کی تحریک کو کچلنے کا اور جواز مل سکے۔ پیر صاحب مانکی شریف کے سوا صوبہ کے تمام قابل ذکر مسلم لیگی رہنما جیلوں میں تھے..... !

۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء کو سرحد میں مسلم لیگ کے حبیل القدر رہنما اور لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیشوا حضرت پیر صاحب مانکی شریف بھی گرفتار کر لئے گئے۔ گرفتاری سے پہلے پیر صاحب نے ایک بیان میں سرحدی عوام سے بالعموم اور اپنے معتقدین سے بالخصوص یہ اپیل کی کہ وہ وزارتی اشتعال انگیزوں کے باوجود اپنی تحریک کو غیر فرقہ وارانہ رکھیں ورنہ اس وقت تک بند نہ کریں جب تک صوبائی لیگ کے جائز مطالبات کی تکمیل نہیں ہو جاتی۔ پیر صاحب کی گرفتاری ڈاکٹر خاں صاحب کی مجنوناہ مایوسی کی انتہا تھی۔ اس چھبیس سالہ سیاسی و روحانی قائد کی گرفتاری نے صوبائی مسلمانوں اور ان کے لاکھوں عقیدتمندوں میں

تحریک جاری رکھنے کا نیا جوش اور دلولہ پیدا کر دیا اور ڈاکٹر خاں صاحب
اصل مقصد پورا نہ ہوا، ہندو اخبارات نے پیر صاحب کی گرفتاری پر ملا مائی
"جناح ایچی ٹیٹر ملا مائی" اور سرحدی ایچی ٹیشن کا سرغنہ "ایسی افسوسناک
سرخیاں جہاں جس سے صوبہ سرحد میں وزارت کے لئے حالات اور
خواب ہو گئے۔۔۔۔۔" لے

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں آپ کے انتقال پر ادارہ یہ لکھا گیا جس میں آپ کی خدمات
پریوں روشنی ڈالی گئی :-

"پیر صاحب مائی شریف مرحوم کو کل ان کے گاؤں میں پڑھا کر دیا گیا
عظیم پیچی وہیں یہ خاک جہاں کا خیر تھا

محمد امین الحسنات مرحوم جو پیر صاحب مائی شریف کے نام سے مشہور تھے، تحریک
پاکستان کے ان رہنماؤں میں سے تھے جنہوں نے ملک کی آزادی اور قیام پاکستان
کے لئے شاندار خدمات انجام دیں، وہ اس زمانہ میں صوبہ سرحد کے افق سیاست
پر نمودار ہوئے جب اس صوبہ میں خان برادران کا طوطی بولتا تھا اور کانگرس
اور انگریزوں کے سابق صوبہ سرحد کو خان عبدالغفار کا گڑھ سمجھتے تھے، جن
مسلم لیگی لیڈروں نے سرحدی گاندھی کے اس طلسم کو توڑا، پیر صاحب مائی شریف
ان میں سب سے زیادہ نمایاں تھے۔ وہ اس زمانہ میں بالکل نوجوان تھے مگر
اللہ تعالیٰ کو ان سے یہ کام لینا مقصود تھا کہ وہ اس اہم علاقہ کو پاکستان کے
لئے جیتیں، قیام پاکستان کے بعد ایک مرتبہ انہیں صوبائی وزارت بھی پیش کی گئی
مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا، بعد ازاں خان عبدالقیوم نے ایسے
حالات پیدا کر دیے کہ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے یہ مخلص رہنما

مسلم لیگ سے علیحدگی پر مجبور ہو گئے پیر صاحب نے عوامی لیگ میں شرکت
کی اور پاکستان میں حزب اختلاف کے قیام کے لئے بڑی سرگرمی سے
کام کیا اور دونوں حصہ ہائے ملک میں قریہ قریہ گھومے مگر ادھر چند سالوں
سے آپ سیاسی زندگی سے بالکل کنارہ کش ہو چکے تھے پیر صاحب ابھی جوان
ہی تھے کہ خالق حقیقی نے انہیں پاس بلا لیا

خوش درخشید وے سعد مستجل بود

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں“

(بوزن امر نواسے وقت لاہور)
۳۱ جنوری ۱۹۶۰ء

امیرت پر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں سید محمد صنیف نامی ایک بزرگ شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور علی پور سیداں میں مستقل سکونت اختیار کر لی شہنشاہ نے ایک گرانقدر جاگیر نذر گزاردی اسی بزرگ کے خاندان میں چوتھی جگہ سید کریم شاہ صاحب کے ہاں ۱۸۴۰ء تا ۱۸۴۵ء میں وہ مبارک بیچہ ہوا جو آگے چل کر امیرت اور محدث علی پوری کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت امیرت نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں حاصل کی سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا عربی و فارسی کی ابتدائی کتب میاں عبدالرشید سے پڑھیں اور تکمیل مولانا عبدالوہاب امرتسری سے کی بعد ازاں لاہور میں مولانا غلام قادر بھروی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری (تلمیذ شہیدانڈیاں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ) سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کا کورس پڑھا۔ پھر مفتی محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر وینٹل کالج لاہور سے مزید استفادہ کیا مگر تشنگی علم ہنوز باقی تھی چنانچہ ہی تشنگی کشاں کشاں آپ کو حضرت مولانا محمد مظہر سہارنپوری (بانی مدرسہ مظہریہ) اور مولوی محمد علی (ناظم دارالعلوم ندوہ اعظم گرام) اور مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں لے گئے اور ان سے آپ نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں دسترس حاصل کی پھر شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے اپنی کلاہ مبارک اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی اور پس خود پانی پلا کر بہت سے اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرما کر رخصت کیا۔

علوم ظاہریہ میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد روحانی تربیت کے لئے حضرت بابا فقیر محمد

سے بیخ گنج علی پوری، بار دوم، مطبوعہ لاہور، ص: ۲۴

سے برکات علی پور بار دوم ۱۹۶۴ء، مطبوعہ راولپنڈی، ص: ۴

چو رہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت بابا صاحب آپ کی آمد سے بے حد مسرور ہوئے اور زبانِ حال سے یوں گویا ہوئے

اے آتشِ فراقِ دہس کبابِ کردہ

سیلابِ اشتیاقِ جانِ خرابِ کردہ

چند روزہ صحبت کے بعد باباجی نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا تو دوسرے مریدوں نے اعتراض کیا کہ ہم عرصہ سے حاضر خدمت ہیں، ہمیں ابھی تک اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز نہیں کیا گیا جبکہ جماعت علی شاہ صاحب کو آتے ہی سب کچھ عطا فرما دیا گیا ہے! اس پر باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جماعت علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا، تیل بھی تھا اور بتی بھی! ہم نے تو صرف آگ ہی جلانی ہے۔ پھر باباجی نے آپ کے حق میں دعا فرمائی

پیر و مرشد کی اس دعا کا یہ اثر تھا کہ پشاور سے، اس کمارہی اور کشمیر سے مدد اس تک آپ کا سلسلہ عقیدت خوب پھیلا۔ برصغیر ہی نہیں بلکہ کابل، برما، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں بھی حضرت کے عقیدت مند موجود ہیں۔ آغا خلیل کنہی بردار دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، نادر شاہ والی افغانستان اور میر عثمان علی خاں نظام دکن بھی آپ کے عقیدت مند تھے۔

خرقہ خلافت ملنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے علی پور شریف کی مسجد ہی کو وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا، بعد ازاں پشاور، بمبئی، کلکتہ، کراچی، میسور، حیدر آباد دکن،

۱۔ مابین مرعات لاہور، اکتوبر ۱۹۶۰ء ، مابین العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۶۴ء

۲۔ حج گنج علی پوری، ص ۳۱۰ ، مابین العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۶۴ء

۳۔ مابین انوار الصوفیہ قصور، جنوری ۱۹۶۳ء ، ص ۵۰

دہلی، بھوپال، کوئٹہ، کراچی، کشمیر اور کابل وغیرہ دور دراز علاقوں کے تبلیغی دورے کئے۔ سبے شمار لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی، سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے کئی جگہ مدد سے مسجدیں اور کنوئیں بنائے اور تبلیغِ اسلام انتہائی ترقی دہی سے کوشاں رہے۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رگ و پے میں سما یا ہوا تھا۔ سرکارِ مدینہ حضورِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سُنکر آپ کی آنکھیں پُرم ہو جاتیں اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

مندرجہ ذیل اشعار اکثر پڑھتے اور زار و قطار رونے لگتے تھے:

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری گو ملک و مال و خوش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا ناز کے مجھے جنت ہوئی نصیب اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

آپ ہر سال حج بیت اللہ کے لئے حاضری دیتے اور زیادہ وقت مدینہ طیبہ ہی میں گزارا کرتے۔ مدینہ شریف کے چند پرند اور درندوں تک کا احترام کرتے عرب لوگوں کی مالی امداد اس قدر کرتے کہ وہ لوگ آپ کو ابوالعرب کہا کرتے تھے۔

آپ کے جذبہٴ عشق کا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے چنانچہ مولانا حسین احمد مدنی سابق صدر جمعیت علمائے ہند آپ کے نکتہ چینیوں کے جواب میں لکھا کرتے تھے کہ: "عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شاہ صاحب کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا"۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی آپ کے اس جذبہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ بحیثیت خود دیکھا ہے کہ:

"ایک دفعہ مدینہ منورہ میں باب السلام کے قریب چنڈکتے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک نا سمجھ نے جاتے جاتے ایک کتے کو لاٹھی ماری، کتا لنگڑاٹا اور چیختا چلاتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک آپ وہاں تشریف لے آئے جب حقیقت

حال معلوم ہوئی تو کتے کو پاس بٹھایا اور اس شخص سے کہا ظالم! تو نے
یہ نہ دیکھا کہ مدینہ شریف کا کتا ہے! پھر اپنا عمامہ بھاڑ کر کتے کی زخمی ٹانگ
پر پٹی باندھی اور بازار سے کھانا منگو کر کھلایا۔

ایک مرتبہ سرزمین عرب میں قحط پڑ گیا۔ آپ کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ فوراً ایک
لاکھ روپیہ کی رقم بھجوائی۔ آپ جب تک مدینہ شریف میں حاضر رہتے تھے آپ کی مجلس میں اکثر
بیشتر نعت خوانی ہوتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ابوالاثر حفیظ جالندھری نے یہ شعر
پڑھا۔

کہاں ایسے نصیب لگا کبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے
آپ نے یہ شعر سنتے ہی فوراً اپنی گرم واسکٹ بمع نقدی نذر کر دی۔
حکیم الامت علامہ اقبال کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔ اکثر و بیشتر آپ
کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس سلسلے کے چند ایک واقعات پیش ہیں :
ایک مرتبہ حضرت امیرت انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے کہ علامہ ذرا
دیر سے پہنچے۔ کرسیاں بھری ہوئی تھیں، فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، علامہ حضرت کے
قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا موجب فخر ہے۔ حضرت
نے تبسم فرمایا اور کہا اقبال جس کے قدموں میں آجائے اس کے فخر کا کیا کہنا!

۱۔ ایضاً ص ۱۴ د ایضاً اکتوبر ۱۹۷۱ء

۲۔ مائتہ مضامین جوم لاہور فروری ۱۹۷۲ء ص ۶۳، سرمایہ العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۲ء

۳۔ موفیئے نقشبند مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۲۵۲، ۲۵۳، ” ”

۴۔ میرت اقبال از پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۰۳-۱۰۴، موفیئے نقشبند ص ۲۵۲، ۲۵۳

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت امیر ملت نے علامہ سے کہا کہ آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے اور یہ شعر پڑھ دیا :۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
علامہ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ میری نجات کے لئے یہی کافی ہے۔

۱۹۲۳ء میں جب صوبہ یوپی میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں اور بالخصوص سوامی شردھانند وغیرہ نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے یا ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس صورتِ حال سے آپ کو سخت صدمہ ہوا چنانچہ آپ نے اس فتنہ کے انسداد کا عزمِ مصمم کر لیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ ہند میں بمقام علی پور سیدیاں اپنے جذبات کا اظہار یوں فرمایا :

”یہ ایک ایسا نازک موقع ہے کہ اس کی نظیر تاریخِ اسلام میں نہ ملے گی اسلام کی دنیاوی وجاہت کو نہیں تاکا جاتا بلکہ سراسر اسلام کی ہستی پر زد لگائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دل اس صدمہ سے متاثر نہ ہوا ہو بانیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مردے بھی اغیار کے ہاتھ میں نہ جانے دو اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لئے جائیں گے ہم دیکھا کریں !

اس وقت حمیتِ توہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان خواب و خور اپنے اوپر حرام کرے اور دامے درمے قلمی الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمتِ اسلام کی اس سے ممکن ہو اس سے دریغ نہ کرے۔ اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو جائے اپنی سچی کوششیں جاری رکھے۔

میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سیکڑوں مبلغ
میدانِ تذاوُد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچ کر حصہ لوں گا اور جب تک
گم گشتگانِ دین متین کو حلقہ اسلام میں واپس نہ لے آؤں چین سے نہ
بیٹھوں گا سر دست ایک ہزار روپیہ نقد دیتا ہوں اور ایک سو روپے مایہ
اس کا رخیہ میں دیتا ہوں گا اور اپنے تمام ذرائع و وسائل کو انسدادِ فتنہ ارتداد
کے لئے وقف کر دوں گا۔

اس کے بعد آپ نے فوری طور پر اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے مہم شروع کر دی۔ آپ
کے علاوہ صاحبزادگان و دیگر اہل خاندان نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے پہلے دسمبر ۱۹۲۳ء میں
روانہ کیا اور خود رہتک تک اس کے ساتھ تشہیف لے گئے تین ماہ ہیں آپ نے ۸۶ وفد بھیجے
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ مسلمان ہو گئے۔
آپ نے باری باری تمام علاقوں کا دورہ کیا اگر مقرر ریاست بھرت پور ریاست برودہ گڑگوں
فرخ آباد اور رہتک میں وفد کے ساتھ رہا۔

دو آبنگ و جمن علاقہ ہیں اگرہ شہر سے ایک ہزار بااثر ہندو و کھلہ ہیر ستر در پڑے
بڑے تاجدار زمیندار و دیروں و تمانگوں کے زبانی کہند پوہ پینچے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی پوری
پوری کوشش کی آپ نے مدامہ امانا بلہ رکھا کہ میدانِ جمعہ آئے پر مجبور کر دیا اس طرح یہ علاقہ
اس عظیم فتنہ سے محفوظ رہا۔ اس ایک سال میں آپ نے پناہیہ کو ارڑا کر وہیں بنا رکھا تھا۔ آپ
نے اکیس جلسوں کی صدارت فرما کر فتنہ کو چیل دیا سی دینی مدارس مسجدیں اور کنوئیں بنوائے
لاکھوں روپے غریبوں میں تقسیم کئے اس تحریک میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین آبادی
اور میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی وغیرہم نے کئی حضرت امیر ملت پورانہاؤن کیا۔

۱۔ انبیا مارا سنا تھا کہ ۱۹۲۳ء میں ۲۹ ص ۱۸۶ سرمایہ حرم کلاں پورانہاؤن ۱۹۲۳ء

۱۹۱۰ء میں جب خلیفہ اسلام سلطان ترکی غازی عبدالحمید خاں نے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لئے مسلمانانِ عالم سے چندہ کی درخواست کی تو آپ نے اپنے اور اپنے متوسلین کی جانب سے چھ لاکھ روپے نقد امداد فرمائی۔ بنا بریں سلطان المسلمین نے اپنے دستخط خاص کے ساتھ حضرت کو چھ تمغہ جات اور سنہری فراہین جاری کئے اور عمدۃ الاماثل والا فاضل کے جلیل القدر خطابات سے سرفراز فرمایا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے جب چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو لاہور میں عظیم الشان جلسہ خلافت منعقد ہوا جس میں حضرت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ نواب دارالملک نے اپنی ٹوپی اتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور اپیل کی کہ یہ معاملہ مسلمانوں کی عزت کا ہے آپ ہاتھ بٹائیں۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ کیا یونیورسٹی میں دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی؟ نواب دارالملک نے یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی۔ اس پر آپ نے تین لاکھ روپے کی گرانقدر رقم بطور چندہ مرحمت فرمائی اور اس کے بعد بھی تعاون فرماتے رہے۔ تحریک خلافت میں بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے خلافتِ فتنہ میں لاکھوں روپے چندہ دیا۔ دورانِ تحریک ان علاقوں کا بھی دورہ کیا جہاں پہنچا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا مثلاً ریاست کوٹک (علاقہ مدراس، مکارہ، دیراجند پیٹ، اسی بلگنڈہ اور کوٹلیگرہ) بھی وغیرہ۔

ایک مرتبہ آپ ممبئی سے حیدرآباد دکن کے لئے روانہ ہو رہے تھے کہ مولانا شوکت علی اور احمد صدیق جنرل سیکریٹری خلافت کمیٹی اسٹیشن پر آپ کو خدا حافظ کہنے کے لئے آئے۔ مولانا موصوف نے آپ کو ایک بالاپٹائی جس پر لفظ خلافت اور ایک تمغہ جس پر نصر من اللہ وقع قریب کندہ تھا پیش کیا اور کہا کہ میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی

۱۔ فیضانِ ایرٹن مطبوعہ حیدرآباد دکن بارادل، ص: ۱۰۹، صوفیا نقشبند، ص: ۲۵۴، مہر میر، ص: ۴۰۶، روزنامہ کوہستان

لاہور ۱۲ مئی ۱۹۶۶ء، ماہنامہ انوار الصوفیہ، مارج ۱۹۶۰ء۔

طرف سے پانچ سو روپے کی رسیدیں بھی دیں۔ آپ نے ان رسیدوں کو حیدرآباد میں فروخت کر دیا اور مبلغ پانچ سو تیس روپے سیکریٹری خلافت کمیٹی حیدرآباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرما دیئے جس پر مولانا نے کہا کہ مجھے صل بھی مل گیا ہے اور سود بھی ۱۷

ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے فی کس ایک روپیہ خلافت فنڈ کے لئے وصول کیا جائے تو آپ نے نیکو گامی سے اپنا اور اپنے متعلقین کا چنڈہ بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ فقیر کے سب محبت دے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا خلافت فنڈ میں داخل کریں۔

مولانا نے اس اعلان کو قد آدم اشتہارات کے ذریعے تمام ہندوستان میں منتشر کیا جس کے نتیجے میں ملک کے گوشے گوشے سے زبرد کثیر وصول کیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کے اکثر معتقدین نے اپنے اپنے طور پر ہزاروں روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔ مثلاً نورانی سیٹھ بمبئی نے آپ کے ارشاد پر ۲۵ ہزار روپے اور اہل کوہاٹ نے ۲۷ ہزار روپے کی گراں قدر رقم خلافت فنڈ میں داخل کیں لیکن آپ نے ہرگز ہرگز یہ گوارا نہ کیا کہ آپ کے ارشاد پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کا ذخیرہ میں شامل نہ ہوں چنانچہ آپ نے علی پور سیدان میں منعقدہ انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک مرتبہ تیرہ سو روپیہ ملک لال دین صاحب سیکریٹری خلافت کمیٹی لاہور کی وساطت سے اور دوسری مرتبہ ٹھاکر سو روپے جیب خاص سے خلافت فنڈ میں عطا فرما گئے۔ ۱۸

۳، ۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لاکل پور میں خلافت کانفرنس شروع ہوئی حضرت امیر ملت نے صدارت قبول فرما کر کانفرنس کو رونق بخشی۔ آپ نے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ جس کو

۱۷ بابا انوار الصوفیہ قصو جنوری ۱۹۶۱ء ص ۱۰۰، حضرت امیر ملت کے قومی کلمے ممبر عاگرہ ۱۹۲۵ء ص ۱۱، ۱۱۰

خلافت سے محبت نہیں ہے اسے اسلام سے سروکار نہیں جو لوگ مجبور بہتان باندھتے ہیں کہ میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا وہ کذاب اور مفری ہیں، پڑھو مسلمانو، لعنة اللہ علی الکاذبین! آپ نے خطبہ صدارت میں وہ دلولہ اور جوش پیدا کیا کہ عوام خدمتِ خلافت کے لئے ایسے تیار ہوئے کہ ہزاروں روپے کے خلافت نوٹ موقع پر ہی فروخت ہو گئے۔

مولانا ظفر علی خاں نے مخالفت کے باوجود اپنے اخبار زمیندار میں حضرت کو مدیہ تبریک پیش کیا چنانچہ لکھتے ہیں :-

”۳۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسہ خلافت منعقد ہوا اس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں جس جوشِ اسلامی اور بے نظیر جرأتِ ایمانی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے، اور صاف صاف کہہ دیا کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مدیہ تحریر کیا خلافت میں حصہ نہیں لیتا، اس کو میں یا رانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ خلافت خدا و رسول کی ہے جو مسلمان خدا و رسول کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی

مصلحتوں کے تحت صداقت سے خوف کھاتا ہے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں۔

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں بدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو اعلیٰ کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت و بیباکی عطا فرمائی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرہ امتیاز تھی ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت اور پیشوائے ملت کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو تقویت پہنچے گی۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب خلافت کا نفرنس عنقریب بمقام راولپنڈی منعقد ہونے والی ہے۔ اس کی صدارت بھی مشائخِ ہی سے کسی دشمنِ بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اگر انہوں نے منظور کی تو یقیناً مسلمانانِ پنجاب کی خوش قسمتی ہوگی۔

اگر ملک کے تمام مشائخِ عظام اور پیرزادگان حضرت عافظہ حاجی پیر عجمت علی شاہ صاحب علی پوری کی تقلید کریں اور خلافتِ مقدسہ اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادیِ وطن کے مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔ ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبہ صدارت عنقریب ہی کسی آئندہ اجتماع میں شائع کر دیں گے۔ اے

مولانا شوکت علی مرحوم نے اس خطبہ کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اس کی پچیس کاپیاں یورپ

بیچنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ ان کی یہ خواہش پوری ہوئی یا نہیں۔ دورانِ جلسہ جب مولانا شوکت علی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟ تو اس وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت قبدہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت جلالِ استقلال سے فرمایا تھا کہ میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔ آپ کی اس ادولۃ العزمیٰ اور سرفروشی کا حال معلوم کر کے شملہ میں ایک بزرگ نے آپ کو سنوسی ہند کا خطاب دیا تھا۔

حیدر آباد دکن میں مرزا محمد اصغر بیگ اصغریار جنگ بیرسٹر کی تحریک سے ارکانِ خلافت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسہٴ خلافت کی صدارت کی درخواست کی۔ آپ نے ان کے معروضہ کو شرفِ قبولیت بخشا حالانکہ اس روز واپسی کا ٹکٹ خریدا جا چکا تھا۔ حضرت نے ٹکٹ واپس کر دیا اور بڑی جرأت و دلیری سے صدارت فرمائی۔ اس جلسہ میں بڑے بڑے نامور بزرگوں نے شرکت کی تھی۔ آپ نے صدارتی تقریر اس مؤثر انداز سے کی کہ آپ کی تحریک پر ۳۰ ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔

اس جلسہ کے بعد حکومت کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بڑی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ :

”حکومت کو اس قدر خطرہ گانڈھی جی سے نہیں تھا پیر جماعت علی شاہ صاحب

سے ہے“۔

گوجرہ ضلع لائل پور میں سید مہدی (ممبر کونسل) کے خوف سے ارکانِ خلافت داخل نہیں ہوتے تھے۔ حضرت امیر ملت کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمن (سیکرٹری خلافت کمیٹی لائل پور) کو لے جا کر خلافت کمیٹی قائم کی اور عہدیدار مقرر

کئے۔ جب حکومت نے محسوس کیا کہ آپ کی کوششوں سے خلافت کا ثمر بار آور ہو رہا ہے تو آپ کو صوبہ سرحد سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا، بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا گیا اور کشمیر میں بھی دو سال تک داخلہ کی اجازت نہ دی گئی تھی۔

۱۹۱۲ء میں آپ نے تحریک ترک موالات کی مخالفت کی اور اعلان کیا کہ ہندو مردے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور وہ ہوا میں اڑ جاتی ہے، اگر مسلمان مردے تو دو گز زمین تاقیامت اس کی جاگیر ہوتی ہے، مسلمانو! ہجرت نہ کرو، آپ کا وطن آپ کا جدی ورثہ ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔ مگر پھر بھی دولاکھ کے قریب مسلمان افغانستان اور عرب ممالک جا پہنچے اور بعد ازاں پریشان حالت میں واپس ہندوستان آئے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی حضرت امیر ملت کے ہمنوا تھے۔ ۳

۱۹۳۰ء میں شاردہ ایکٹ کا نفاذ ہوا جس کی رو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار دی گئی جس دن اس ایکٹ کے نفاذ کا اعلان کیا گیا اس وقت آپ پشاور میں تھے۔ آپ نے متعدد نکاح پڑھائے اور ٹیلی فون پر پولیس کو اطلاع دے دی کہ میں نے اتنے نکاح پڑھا دیے ہیں اور قانون توڑ دیا ہے۔ حضرت کے ارشاد پر پورے ہندوستان میں ہزاروں نکاح پڑھائے گئے اور مجبور ہو کر حکومت کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنا پڑی۔

۱۹۳۵ء میں تحریک شہید گنج علی تو حضرت امیر ملت پھر مردانہ دار میدان میں نکل آئے مسجد شہید ہو گئی تو واگزاری کے لئے راولپنڈی میں کانفرنس ہوئی جس میں آپ کو امیر ملت

۴ ایضاً

۵ مہر میر: ۴۰۶، صوفیہ نقشبند ص ۳۵۵، انوار الصوفیہ فقو جنوری ۱۹۶۱ء ص ۱۰

۶ تفصیل کے لئے دیکھئے فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود، شائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور

۷ صوفیہ نقشبند ص ۳۲۲، انوار الصوفیہ فقو اپریل ۱۹۶۱ء ص ۶۳

منتخب کیا گیا۔ معیت امارت سب سے پہلے علامہ عنایت اللہ مشرقی نے کی۔ آپ نے ایک اعلان جاری فرمایا جو مندرجہ ذیل ہے :-

- ۱۔ مجھے ایک لاکھ سرفروش جانباز درکار ہیں ،
- ۲۔ ایک وپیہ فی کس کے حساب سے ایک لاکھ وپیہ بیت المال کے لئے درکار ہے۔
- ۳۔ تمام بازاری عورتیں پیشہ ترک کر دیں اور شرعی نکاح کر کے رمضان المبارک سے پہلے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔
- ۴۔ مسلمان، تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

افسوس کہ صرف صوبہ سرحد ہی نے نقد رقوم اور جانباز پیش کئے اور ملک کے دوسرے حصوں نے خاموشی اختیار کی۔

امیر ملت منتخب ہونے کے بعد آپ کو لاہور میں گولی چلنے کی خبر ملی تو آپ سخت بے چین ہو گئے آپ فوراً لاہور روانہ ہو گئے، راولپنڈی اسٹیشن پہنچے تو مسلمانوں میں زبردست جوش و خروش پیدا ہوا فضا، نعرہ تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی۔ ڈپٹی کمشنر راولپنڈی نے آپ کو روکنا چاہا مگر ایس پی نے اسے سمجھایا کہ راولپنڈی کو لاہور نہ بناؤ، حضرت کو لاہور جانے دو، لاہور والے جانیں اور ان کا کام! حضرت ٹرین پر سوار ہو کر بادامی باغ لاہور اسٹیشن پر اتار کر سیدھے کوچہ فقیر خانہ گئے اور باقی ہمراہی لاہور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔

۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد سے آپ کی سرکردگی میں پانچ لاکھ مسلمان جانبازوں نے ننگی تلواریں لے کر ایک عظیم الشان جلوس نکالا جب آپ صحن مسجد سے جلوس کی قیادت کے لئے اترے تو مسلمان خیر مقدم کے لئے دیوانہ وار آپ کی طرف بڑھتے۔ حکومت اور غیر مسلموں کو غدشہ تھا کہ کہیں

۱۔ موفیا نقشبند، ص ۳۵۵، ماہنامہ انوار العرفیہ سیالکوٹ اپریل مئی ۱۹۵۸ء، امیر حزب اللہ مطبوعہ ۱۹۶۶ء ص ۳۷۵۔

۲۔ سماہی السلام کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۷ء

فساد نہ ہو جائے مگر ایسا نہ ہو سکا۔

تحریک پاکستان میں اگر قائد اعظم اور مسلم لیگ کو حضرت کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید پاکستان کا نقشہ یہ نہ ہوتا جب بڑے بڑے جیہ دستار پوش علماء و مبسوطوں کے حاشیہ بڑار اور کالسیں بنکر "ملت از وطن است" کا نعرہ لگا رہے تھے۔ آپ نے بانگِ دہلِ مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کی حمایت کی اور قائد اعظم کو بھرپور تعاون کا یقین دلایا جس کی پادشس میں آپ کو بیڑوں کی محافت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

۱۹۴۴ء میں آپ سری نگر تشریف فرما تھے کہ چوہدری غلام عباس جو حضرت کے مرید صادق تھے، قائد اعظم کو ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائد اعظم کی پرتکلف دعوت کی اور انواع و اقسام کے ۴۵ کھانے دسترخوان پر چنے گئے کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتا پر یا گشتا بنامی کھانا پیش کیا گیا، اس کے لئے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائد اعظم کی کامیابی کی پیشینگوئی کی اور دھندے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک دھندہ سبز تھا فرمایا سبز دھندہ اسلام لیگ کا اور دوسرا کفر کا۔ پھر قدآور اشتہارات کے ذریعہ اعلان فرمایا :

"مسلمانو! مسلم لیگ کے دھندے تلے جمع ہو جاؤ۔ میرا جو مرید مسلم لیگ کی حمایت نہیں کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس وقت دھندے میں ایک ہلالی پرچم مسلم لیگ کا اور دوسرا کفر کا۔ اب فیصلہ کرو کہ تم کس کے ساتھ ہو؟" لے چنانچہ آپ کے تمام مریدوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ مسلم لیگ کے بارے میں فرمایا :

۱۔ ایسا ماہنامہ انصاف قلمبر اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ۱۳۰۱۲ - سہ ماہی اسلام کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۳ء

۲۔ انوار الصوفیہ ص ۲۵۵ تا ۲۵۶

۳۔ انوار الصوفیہ ص ۲۵۵ تا ۲۵۶

۴۔

” یہی ایک اسلامی جماعت ہے، مسلمانوں اس میں شامل ہو جاؤ، کانگریس

سے اس بات کی توقع کرنا کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی، فضول ہے۔“ لے

تحریک پاکستان کے دوران آپ مسلم لیگ کی حمایت کے لئے کوہاٹ تشریف لے گئے۔
 یہاں اجرا کا زور تھا، یارانِ طریقت مسلم لیگ میں شامل ہونے سے پس و پیش کر رہے تھے۔ کارکنانِ مسلم لیگ
 نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ یارانِ طریقت کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا حکم دیں۔ کسی نے اعتراض
 کیا تو آپ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اگر مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں تو کیا کفر لیگ میں شامل ہوں؟
 کسی نے کہا کہ اس پر خاکسار چھائے ہوئے ہیں، فرمایا وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے یا
 علیحدہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ سب یارانِ طریقت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور چند دنوں میں مسلم لیگ
 دیگر تمام جماعتوں پر چھا گئی۔ لے

۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت حیدر آباد دکن سے واپس پنجاب تشریف لائے تو دہشتک شہر
 میں مسلم لیگ کے عہدیدار مقرر کرنے کے خطاب فرمایا اور مندرجہ ذیل عہدیدار مقرر کئے:

۱۔ راؤ خورشید علی

۲۔ چوہدری حسین علی

۳۔ محبوب الہی وغیرہ وغیرہ لے

۱۹۴۶ء میں آپ کے صاحبزادے سید محمد حسین شاہ نے بھی مسلم لیگ میں حصہ لیتے ہوئے

بھری پور وکریچ و عریض دور سے کئے۔ تمام یارانِ طریقت کو بالخصوص درجہ مسلمانوں کو بالعموم مسلم لیگ
 کا ہم نوا بنایا۔ دیگر صاحبزادگان نے بھی اپنی پوری کوشش کی اور مسلم لیگ کو شایانِ شان

لے مانیار انوار الصوفیہ لاہور اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶۱

لے انوار الصوفیہ قلعہ اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۶۲

لے ایضاً اگست ۱۹۶۱ء ص ۳۵

کامیابی نصیب ہوئی ہے

مشہور مورخ اور ادیب جناب رئیس احمد جعفری کی زبانی بھی ایک واقعہ سن لیجئے :-
 " جمعیت العلماء اسلام پنجاب کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے الحلاج
 پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے فرمایا : حکومت اور کانگریس
 دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اس بے ایمان بیدار بوجھلے ہیں۔ انہوں نے اپنی منزل
 مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ پاکستان کو حلال
 نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو بڑا لگا لیاں دیتے ہیں،
 لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ ان کے سچا رہنما ہونے کا
 ثبوت ہے، خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں تباہ دنیا
 چاہتا ہوں کہ میں سید ہوں، سید موت سے کبھی نہیں ڈرتا، اس کے بعد
 موصوف نے اپنے مریدوں اور خلعہ بگوشوں سے فرمایا کہ وہ مسلم لیگ کے
 امیدواروں کو ووٹ دیں :- "

۱۹۴۶ء ہی میں بنارس میں آل انڈیائی کانفرنس (جو برصغیر کی تاریخ میں ایک مثالی کانفرنس
 تھی) آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں پانچ ہزار سے زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ آپ نے
 خطبہ صدارت میں پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ اور پھر تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر
 دورے کئے۔ آپ ہر جگہ دورانِ تقریر فرماتے :
 " مسلمانو! یہاں دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا اور دوسرا کفر کا،
 بتاؤ کس جھنڈے کے نیچے جانا چاہتے ہو؟ "

۱۔ انوار الصوفیہ قصبہ، اگست ۱۹۶۱ء، ص ۳۵

۲۔ قائد اعظم اور ان کا عہد از میں احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۳۰۵، رقا مصطفیٰ گوجرانندی مئی ۱۹۶۳ء، ص ۱۶۰، ۱۷۰، طبیب العلم کراچی
 ۳۔ یہ اجلاس جنوری ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا تھا۔
 اپریل تا جون ۱۹۴۳ء

لوگ کہتے: "اسلام کے جھنڈے کے نیچے" چنانچہ لاکھوں مسلمانوں نے محض آپ کی ہدایت پر پاکستان کے حق میں دودھ دیا ہے

آپ دین کے کاموں کو بڑی تنہی سے انجام دیا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں دین کا کوئی کام نہ کر لوں، ایک لقمہ کھانا حرام سمجھتا ہوں۔ چنانچہ قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے بھی آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماءِ نظامِ ہر کے ساتھ رہتا تھا، اگرچہ وہ ان سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل ہوتا رہتا تھا مگر ۲ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں حضرت کے ساتھ مناظرہ کا ارادہ کیا لیکن جیتِ مردِ حق سامنے آیا تو مرزا بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اس کی بیعت کے لئے تیار تھے، اس کی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی اہلیہ کے علاج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دامِ فریب پھیلانا شروع کیا۔ مسلمانانِ لاہور نے حضرت کو مدعو کیا۔ آپ لاہور تشریف لائے اور اتنے ہی بادشاہی مسجد میں ۲۲ مئی کو ایک شاندار جلسہ منعقد کیا۔ آپ کے علاوہ دیگر علماءِ اہل سنت بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت پر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی بھی حضرت سے تعاون اور مدد کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے اس تاریخی اور عظیم المثل جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو سامنے آکر ثابت کرے، اگر جھٹ

۱۔ صوفیہ نقشبند ص ۳۵۶

۲۔ خطبہ صدارت و سرگٹ خلافت کمیٹی لائل پور مطبوعہ لاہور ۱۹۲۲ء بحوالہ انوار الصوفیہ قصو، اپریل مئی ۶۱، ص ۲۳۔

۳۔ برکات علی پور اپریل ۶۱ و راولپنڈی، ص ۹، صوفیہ نقشبند، ص ۳۵۵، مریض ص ۶۰۶۔

ایضاً

۱۔ ایضاً

۲۔ مریض ص ۶۰۶

نہ کر سکے تو مباہلہ ہی سہی، مگر چونکہ مرزا اپنے مکائد سمیت حضرت کے ہاتھوں ۱۹۰۴ء میں ذیلِ خوار ہو چکا تھا اس لئے آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا، پیشینگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ :

”مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے لہذا تین روز کے اندر کیفر کردار کو

پہنچے گا“

یہ بات آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح دس بجے دس منٹ پر مرزا جی آنجمانی ہو گئے۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی، خدا جانے بیضہ تھا یا کچھ اور، نجاست منہ سے نکلتی رہی اور اسی حالت میں خاتمہ ہو گیا“ ۱

جس وقت آپ نے مرزا جی کو موت کی پیشینگوئی فرمائی تو لوگوں نے اسے اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے، اس پیشینگوئی کا مرزا میوں نے آج تک نہ نہیں کیا پھر تفصیل کے لئے دیکھئے ”الکادیہ علی النفاذ“ جلد دوم، مولانا محمد عالم اسی امرتسری گوشتہ کرامت کو یہ کہہ کر واضح کرتا ہوں کہ آپ کی سب سے بڑی کرامت سنتِ مسعود کی اتباع اور دینِ اسلام پر قربان ہونے کا وہ لازوالی جذبہ تھا جس نے عمر بھر آپ کو مجاہد بن کر رہ کر رہا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے اسلامی آئین کے نفاذ کی بھرپور کوشش کی کہ جگہ جگہ جلسوں اور یادداشتوں کے ذریعہ حکومت کو اسلامی آئین کے نفاذ کا وعدہ یاد دلایا۔ پھر صاحبِ مانگی شریف اور مولانا عبدالستار خاں نیازی (حالِ حشرل سیکریٹری جمعیت علماء پاکستان) نے آپ کی

۱۔ برکاتِ علی پور، ص ۸۰

۲۔ صوفیہ نقشبند، ص ۳۵۶

۳۔ نعتِ امیریت، ص ۸۵، العلم کراچی، اپریل تا جون ۱۹۷۴ء

سمیت میں تمام ملک کا دورہ کیا مگر افسوس کہ حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا جس کا حضرت کو تادم زیست سخت صدمہ رہا۔

علی پور شریف میں آپ نے سنگ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی تھی جو آج بھی اپنے صوفی کمالات کی بنا پر تمام ملک میں مسجد نور کے نام سے مشہور ہے۔ آج سے ساٹھ ستر برس قبل ارذانی کے دور میں اس پر چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ دروازے مندر کی لکڑی کے درہاتھی دانت سے مرصع ہیں مسجد میں چھت پر دیل مچلی کا ۲۱ فٹ لمبا کانا خوبصورتی کے لئے لگایا گیا ہے۔
آخر کار ۲۶ ذیقعد ۱۳۷۰ھ / ۳۱ اگست ۱۹۵۱ء کو حضرت امیر ملت قدس سرہ ایک سو سے زائد برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
آپ کے مرید صادق جناب پروفیسر جلد حسن قادری نے درج ذیل آیت سے آپ کی تاریخ وصال نکالی :

اَیَّتُہُ النَّفْسُ الْمُطْمَئِنِّۃُ اُجِبِیْ اِلَیَّ رَبِّکَ

پیر غلام دستگیر نامی مرحوم نے یہ تاریخ وصال کہی :

دین پناہ علی پور جماعت علی شاہ

آپ کی یاد میں قصور سے ماہنامہ انوار الصوفیہ تاحال جاری ہے، اور آپ کا سر مبارک ہر سال ۲۸/۲۹ ربیعہ کو علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں بڑے تزک و اقسام سے منایا جاتا ہے۔
نوٹ : آپ کی سوانح حیات سیرت امیر ملت کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۷ ہفت روزہ النام بہاول پور ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء ، سہ ماہی العلم کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۲ء۔

۱۸ تاریخ پیدائش میں اختلاف کی وجہ سے عمر شریف کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا، بعض ایک سواٹھارہ اور بعض ایک سو گیارہ

سال لکھتے ہیں ، سہ ماہی العلم ، اپریل تا جون ۱۹۷۲ء۔

مولانا حسرت موہانی

آپ کا اسم گرامی سید فضل الحسن اور حسرت تخلص ۱۸۷۳ء میں قصیدہ موہان ضلع اٹارہ،
(یو۔ پی) میں پیدا ہوئے، والد گرامی کا اسم گرامی سید ازہر حسین نیشاپوری تھا، خاندان کے بزرگ اہل
سید محمود، نیشاپور سے ہندوستان آئے اور موہان کو جائے سکونت بنایا، موہان کی نسبت سے
ہی حسرت موہانی کہلائے۔

مولانا کو موہان سے جو دلی تعلق تھا اس کا یوں بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ
وطن سے نسبت ان کے نام کا جزو بن گئی، یہاں تک کہ دنیا آپ کو فضل الحسن کی بجائے
صرف حسرت موہانی کے نام سے جانتی ہے، خود اپنے ایک شعر میں اس کا اعتراف
موجود ہے۔

عشق نے جب سے کہا حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

مولانا موہانی امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے جن کا مزار
آج بھی شہر مقدس (نیشاپور) میں مرجع خلایق ہے اور شہنشاہ ایران جن کی درگاہ کا متولی
ہے، مولانا نے اسی تعلق سے اپنے نیشاپوری ہونے کا اعلان فرمایا۔

کیوں نہ ہوا دو میں حسرت ہم نظیری کی نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاک نیشاپور سے

مولانا کو اپنی گونا گوں مصروف زندگی کے دوران ایک بار حضرت امام موسیٰ کاظم
کے مزار پر بھی حاضری کا شرف ملا، فرماتے ہیں۔

ہو گئی بارگاہِ رب میں وہ یکسر منظور

ہم نے کی تھی جو دعائیں موسیٰ کاظم کے حضور

حسرت نے ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ سے بی۔ اے کیا پھر رسالہ اردو معنی نکالا، علم و ادب کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی خوب حصہ لیا، عربی، فارسی، اردو اور انگریزی پر عبور تھا، نظم و نثر، تقریر و تحریر میں کیتے روز کار تھے، مذہب، سیاست اور تاریخ سے مکمل آگاہی کے ساتھ ساتھ ادب اور ہنر بھی جانتا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں ایک مضمون کی وجہ سے دو سال قید بامشقت اور پانچزار روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی لے

حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، آپ کے نمازی، تہجد گزار، صوفی اور سماع کے دلدادہ تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے، چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں :

حسرت کوئی مدد نہ کرے کیا مضائقہ کافی ہیں غوث الاعظم جیساں کہ ہے

شاہ محمود احمد قادری کانپوری، جناب نیاز فقہ پوری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ”مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا یہ شعر سنا ہے لے

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو مرا غوث ہے اور لاٹلا بیٹا تیرا

حسرت نے سرکاری ملازمت کی بجائے انگریزوں سے ٹک لینے کو ترجیح دی، عیش کی بجائے کانٹوں کی سیج کا انتخاب کیا، حکومت کی غلط پالیسیوں پر کڑی نکتہ چینی کرتے، ان کی زندگی سادگی، درویشی اور قناعت کا مرقع تھی، آپ ایک سچے مسلمان کی طرح ظاہری نام و نمود کے قائل نہ تھے، ساری عمر

۱۹۰۸ء میں تصنیف کمال نیرھی مضمون انگریزوں کی پالیسی کے نام سے چھپا تھا۔ (حسرت کی سیاسی زندگی اور جدتوں)

دستخط: محمد یوسف (۱۹۵۶ء، ص ۱۵)

۱۵، ہفت روزہ ترجمان اہلسنت کراچی، ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء، ص ۲۰

حق گوئی اور بے باکی میں گزاری۔ اپنے اخبار میں وہ صاعقہ پاشی کی کہ پورے برصغیر میں آپ کے قلم کا چرچا تھا، جو لکھتے بے باک ہو کر لکھتے، صدائے حق بلند کرتے وقت کسی سے نہ ڈرتے یہی وجہ تھی کہ انہیں متعدد بار پس دیوار زنداں جانا پڑا۔

الغرض ان کی ادبی نگارشات ہوں یا سیاسی سرگرمیاں ان سب کا مقصد حصول آزادی ہوتا تھا اسی لئے آج ہم جنگِ آزادی کے دیگر نہ علماء اور مجاہدین کا ذکر کرتے وقت اس مردِ مجاہد کے کارناموں کو کسی صورت میں فراموش نہیں کر سکتے۔ اس مردِ حریت شعار کو فرنگی نے ہزار بار جھکانے کی کوشش کی مگر حسرت کو جھکانے کی ان کی حسرت کبھی بھی پوری نہ ہو سکی، خود فرماتے ہیں: ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی

واللہ کبھی خدمتِ انگریز نہ کرتے

تحریکِ آزادی کے سلسلے میں آپ تین مرتبہ قید ہوئے، پہلی مرتبہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ پانچ ہزار روپے جرمانہ بھی ہوا یعنی ۹۰۸ روپے، دوسری مرتبہ ۱۹۱۲ء میں دو سال قید ہوئے اور یوپی کی مختلف جیلوں میں رہے اور تیسری مرتبہ ۱۹۲۲ء میں زیر دفعہ ۱۲۰ ع ۲۲ سال قید کی سزا ہوئی لیکن دو سال بعد ہی رہا کر دیئے گئے تھے۔

جناب سید یعقوب حسن صاحب نے قیامِ پاکستان کا ارتقاء منزل بہ منزل کے زیرِ عنوان تبصرہ کرتے ہوئے مولانا حسرت موہانی کی سیاسی بعثت کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے لکھتے ہیں:

”پاکستان کا قیام ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو عمل میں آیا اور اس طرح برصغیر

کے دس کروڑ مسلمانوں کے متفقہ مطالبے نے کامیابی حاصل کی جو

۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو لاہور کے ایک عظیم اجتماع میں قراردادِ تقسیمِ ہند یا

قراردادِ لاہور کی صورت میں کیا گیا تھا اس طرح اس معاہدے کو

کامیاب ہونے میں صرف سات سال لگے لیکن یہ آخری سانس

لے بنتے درجیاں ہوئے، ۱۹۴۷ء میں

تحریک پاکستان کی عمر صرف سات سال ہے؛ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب اثبات میں نہیں دیا جاسکتا، یہ درست ہے کہ اس مطالبے نے تحریک کی حیثیت سے سات سال کی مختصر مدت میں اپنی ساری منزلیں طے کر لیں لیکن نظریہ پاکستان کے خیال کی منزل سے رو بہ عمل آتے تک بہت طویل عرصہ گزر رہا ہے۔ عام طور پر یہ مدت سترہ سال قرار دی جاتی ہے اور اس کا آغاز ۱۹۳۰ء سے کیا جاتا ہے جبکہ علامہ اقبال نے الہ آباد میں کل ہند مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے تقسیم ملک کا نظریہ پیش کیا تھا اگر ہم ذرا اور پیچھے جائیں تو اس مطالبہ کی عمر اور طویل دکھائی دے گی جبکہ رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی اس کے داعی نظر آئیں گے جنہوں نے ۱۹۲۴ء میں برصغیر کے فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل پیش کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے یعنی ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں مولانا حسرت موہانی نے یہ نظریہ کسی بند کمرے میں پیش نہیں کیا تھا بلکہ یہ تجویز کھلے اجلاس میں پیش کی گئی جو ہر اس شخص تک پہنچی جسے ملک کی سیاست سے ذرا بھی دلچسپی تھی علامہ اقبال برصغیر کے ان لوگوں میں سے تھے جن کے دلوں میں مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور سیاسی آزادی کیلئے ناقابل بیان تڑپ تھی اس لئے ناممکن ہے کہ انہوں نے مولانا حسرت موہانی کی اس تجویز کا نوٹس نہ لیا ہو، دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنی فکر کا چراغ مولانا حسرت موہانی کے چراغ فکر سے روشن کیا تھا، اس لحاظ سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ تقسیم ملک کی تحریک کا آغاز ۱۹۲۴ء سے ہو گیا تھا مولانا حسرت موہانی اور علامہ اقبال دونوں کو قدرت کی طرف سے غیر معمولی سیاسی بصیرت

پر ایک عجیب کیفیت کا عالم ہوتا تھا مسجد نبوی میں نماز ختم ہوتے ہی دعا کا انتظار کئے بغیر گنبدِ خضریٰ پر حاضر ہو کر مندرجہ ذیل اشعار ذوق و شوق سے عرض کرتے تھے۔

یا نبی السلام علیک ان الفوز والفلح لک

بسلام آدم جوابم وہ مرہی بر دل کسب اہم نہ

بس بود جاہ و اختتام مرا یک علیک از تو صد سلام مرا

جب آپ پہلی بار حجاز گئے تو حضرت شیخ عبدالباقی ایوبی علیہ الرحمہ سے سلاسلِ حدیث کی اجازت لی، اہل مدینہ کی خدمت کا بڑا خیال رکھتے تھے، مخیر حضرات سے رقمیں مقرر کرادی تھیں جو خود لے جا کر نذر کرتے تھے۔

آپ کی زندگی درویشانہ بلکہ قلندرانہ قسم کی تھی اور مزاج میں حد درجہ استغناء تھا آپ نے کبھی لیڈر بننے کی کوشش نہیں کی اور نہ کسی بڑے سے بڑے لیڈر سے مرعوب ہوئے۔ دلانا جمال میاں نے لکھا ہے کہ آپ زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتے تھے، سیاسی امور پر جب مباحثہ ہوتا اور ان کو جوش اُجھاتا تو اور بات تھی، سیاسی اختلافات کی بنا پر وہ سخت تنقید سے اہل نہیں کرتے تھے مگر ذاتی طور پر انہیں کسی سے عداوت یا عناد نہ تھا، اپنے عقائد میں بڑے مضبوط تھے مگر آپ کے احباب کے دائرے میں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر قسم کے لوگ تھے۔ اپنے ذاتی کام سے کسی امیر یا حاکم کے یہاں نہیں گئے مگر ضرورت مندوں کیلئے ارباب ثروت سے سفارش کرنے میں انہیں تامل نہ ہوتا تھا۔

حسرت کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت آپ کا خلوص اور حق پرستی ہے جس چیز کو آپ نے حق سمجھا، اس کو حاصل کرنے کی بنیاد پر فی طاقت آپ کو روک نہیں سکی دنیاوی فائدے کے خیال کا کوئی شائبہ تک آپ کے ذہن میں کبھی نہ آتا تھا، ایک جگہ لیڈر کی پہچان

لے فرنگی محل کے ایک بزرگ جو مدینہ حبیبہ ہجرت کر گئے تھے ایک عرصہ تک مسجد نبوی میں درس دیتے رہے اور وہی وصال فرما گئے،

(ادارہ سہ ماہی، الزہیر، سلاطین، جنوری ۱۹۶۱ء)

لکھنؤ، سہ ماہی الزہیر، سلاطین، جنوری ۱۹۶۱ء

بتاتے ہوئے لکھا ہے ۷

حق سے بہ غدرِ مصلحت وقت پہ جو کرے گریز

اس کو نہ پیشوا سمجھ، اس پر نہ اعتماد کر

اس اصول کی روشنی میں آپ ایک سچے اور بڑے رہنما تھے۔ ملک کی تقسیم و پنجاب و دہلی میں قتل و غارتگری کے بعد جو واقعات ٹرینوں میں پیش آئے، انہوں نے کچھ عرصہ کے لئے سفر کو ایک نہایت خطرناک چیز بنا دیا تھا، مولانا کو مرکزی اسمبلی میں شرکت کرنے کی غرض سے اکثر دہلی کا سفر اختیار کرنا پڑتا، آپ سے بارہا درخواست کی گئی کہ جب تک حالات بہتر نہ ہو جائیں دہلی آنا جانا بند کر دیں، نہ مانے تو کہا گیا کہ کم از کم سرخ ٹوپی جو کسی ذہنگ سے مقناطیس کی طرح سے نظروں کو کھینچ لیتی ہے، کچھ دنوں کے لئے چھوڑ دی جائے فرمایا کہ کیا مجھے بزدل اور موت سے ڈرنے والا سمجھا ہے میں پچاس برس سے جان و بازی لگائے پھر رہا ہوں، اب آخر وقت میں کیا جان چرا کہ گھر میں بیٹھ جاؤں ستم پیشی سے نہ پہلے کبھی مرعوب ہوا ہوں نہ اب ہوں گا لگے

سر پیش ستم اپنا ہر گز نہ فرود ہوگا

اس کا رِغلا ماں کو آزاد نہیں کرتے

کوئی شک نہیں کہ آپ کی منحنی شخصیت کے پہلو میں شیر کا دل تھا۔ آپ کے غم و حوصلہ کے آگے موت کے پر جلتے تھے، قید کی اذیتیں آپ کے ارادوں کو استقامت بخاتی تھیں، شاہانہ جاہ و حشم نے کبھی آپ کو مرعوب نہ کیا نہ جبر و ستم آپ کو مغلوب کر سکے ۷

شاہوں کے تکبر سے دب کر نہ رہا میں کس بارگہ خاص کا آخر ہوں گدا میں
بیکار ہے اظہارِ غضب اہل ستم کا ڈرتا ہوں میں اُن سے نہ ڈونگا نہ ڈریں

لے سہ ماہی الزہیر بہادپور جنوری ۱۹۶۱ء

ہو جنہیں شوق شہادت انہیں کیا خوفِ بلا
 قید کا مرحلہ نزم اگر ہے درپیش
 بیکار ڈرتے ہیں مجھے قیدِ ستم سے
 دالِ روح و فدا اور بھی آزاد رہے گی
 آزاد ہیں قید میں بھی حسرت
 ہم دل شدگانِ خود فراموش
 روح آزاد ہے خیالِ آزاد
 جسمِ حسرت کی قید ہے بیکار
 کہہ کے وہی رہے گا جو دل میں ٹھکان کی
 روشن ہے ہم یہ حسرتِ عزمِ مؤتیرا
 باطن میں آزاد بظاہر ہیں نظر بند
 ہے دیدہ دل باز یہاں دیدہ سر بند
 مولانا حسرت کے متعلق یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ کمیونسٹ عقائد رکھتے تھے، سوشلزم کے مبلغ
 تھے، آئیے ذرا اس الزم کی تحقیق کر لیں، جناب شمیم احمد لکھتے ہیں :-

” اس سلسلے میں سب سے شرمناک بات یہ ہے کہ مولانا حسرت موہانی کے
 موجودہ مقلدین اور مداح وہ حضرات ہیں جنکو مولانا کی سب سے بڑی صفت یعنی
 اعلیٰ ترین کردار، اخلاقی صفات اور مذہبی شخصیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں،
 مولانا حسرت موہانی کا اسلامی سوشلزم اور شخصیتِ اقبال کے اس تصور کا حیتاً جاگتا
 نمونہ ہے جس کے لئے اقبال نے نطشے کے بارے میں اپنے اس شعر میں اشارہ
 کیا ہے :-

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں
 تو اقبال اس کو سمجھتا مقامِ کبریا کیسے

حسرت موہانی کا سوشلزم مقامِ کبریا کی شرط کے ساتھ تھا جس کا ایک جامع
 نمونہ خود ان کی شخصیت تھی اور یہی وہ شرط تھی جس سے ان کا اسلامی سوشلزم،
 سوشلزم کی سب سے بڑی تنقید بن جاتا ہے جس کو ایسے بدکردار منافقین اور

شیاطین عجم افراد آج ایکسپلانٹ کر رہے ہیں جن کے دماغ کا نام لیتے ہوئے
 بھی شرم نہیں آتی۔ دراصل ایک زمانے کے مائتقاً، دلوں کو نظر انداز کرنے سے
 وہ بدباطنی، فریب کاری، جھوٹ اور خفیہ میزاج پیدا ہوتا ہے جو آج ہماری
 سیاست کا سب سے بڑا گھناؤنا پھل ہے۔ سچ اور صداقت کو مسخ
 کرنے کے درپے ہے۔“ لہ
 ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے :-

” اور یہ صورت حال آج بھی من و عن موہودہ ہندوستان میں برقرار ہے
 اور آج بھی وہاں کے بعض رہنما اور اہل فکر اس کا حل اشتراکیت کی معاشرے کو
 سمجھتے ہیں لیکن حسرت نے اس وقت بھی اشتراکیت کے لئے اسلام کے بنیادی عقائد
 کی شرط رکھی تھی جس کو وہ اسلامی سوشلزم سے تعبیر کرتے تھے یعنی حسرت نے
 اشتراکیت کو من و عن قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا اور اسلامی سوشلزم
 ان کے لئے ایک الگ اور حقیقی معنی و مفہوم رکھتا تھا، خواہ ان کے اس تصور کو کتنا
 ہی جذباتی اور بے معنی قرار دے دیا جائے مگر اس کا کوئی تعلق آج پاکستان کے
 ان بدکردار بے عمل منافق اور فریبکار سیاستدانوں سے نہیں ہے جن کے اعمال اور
 افعال انسانیت کی پست ترین اور حیوانی سطح کو چھو رہے ہیں اور جن پر اقبال کا یہ مصرع
 پورا پورا صادق آتا ہے ط

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرماؤں ہیرو

شراب خوری، بدکرداری، دھوکہ بازی، جھوٹ، فریب اور استعصال جن کی
 سرشت بن چکا ہے اور جو اسلامی سوشلزم کو محض فریب دہی اور اپنی ناپاک
 سازشوں کے لئے استعمال کر رہے ہیں، جن کے قول و فعل اور فکر و عمل

میں فراسی بھی مطابقت نہیں ہے اور لفظ "اسلامی" سے ان کے عمل کو تو
 چھوڑ دیجئے فکر میں بھی سوائے استہزاء اور تمسخر کے کوئی تصور بیدار نہیں
 ہوتا، ان کا اپنی تائید میں حسرت کے اسلامی سوشلزم کا حوالہ دینا ایسا ہی ہے
 جیسے کسی طوائف کو حضرت بی بی کا خطاب دے دینا حسرت جب سوشلزم
 کے ساتھ اسلامی کی شرط لگاتے ہیں تو اس میں اسلام کے تمام ارکان اور
 مفاد لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے تھے جن کی پوری زندگی اور مکمل شخصیت
 اسلام کی تعلیمات اور اس کے فرائض کا ایک مثالی نمونہ تھی، انہیں اسلامی
 کے لفظ سے کسی کو دھوکا یا فریب دینا مقصود نہیں تھا کیونکہ وہ اپنی دنیا
 کے ان محدود دے چند جرمی، بیباک، حق گو اور صاحب کردار آدمیوں
 میں سے تھے جنہیں اگر سوشلزم اختیار کرنا ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو
 اس کی پیروی اور تبلیغ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی اور ان کی ساری زندگی
 اسی سانچے میں ڈھل جاتی جس کو وہ اپنے لئے پسند کرتے لیکن انہوں نے
 سوشلزم کو مشرف باسلام کیا، سوشلزم کے نقطہ نظر سے یہ خواہ کتنی ہی مضحکہ خیز
 اور حماقت آمیز بات ہو مگر اس وقت تو حسرت انہیں اپنے باپ سے بھی
 زیادہ عزیز نظر آ رہے ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباسوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ حسرت
 کے اسلامی سوشلزم اور سوشلزم کے موجودہ دعوے داروں کے نظریات و افکارات میں زمین
 آسمان کا فرق ہے، حسرت کا سوشلزم عین اسلام اور ان کا سوشلزم عین کفر و الحاد، اگر میں یہ عرض
 کروں تو بے جا نہ ہو گا کہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تقسیم ملک کے بعد حسرت ہندوستان ہی میں رہنے ۱۹۵۰ء میں آخری بار حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہ شہر کا ردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور ۱۲ مئی ۱۹۵۱ء کو تین بچوں فرنگی محل لکھنؤ میں انتقال فرمایا اور اپنے مرشد شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی کے قدموں میں دفن ہوئے ۱۷

ہزاروں سال نگس اپنی بے نوری پر ردتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ۛ

جناب سید مسعود حسن مسعود لکھیم پوری نے درج ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے

گئے مسعود وہ خلد برس کو چلے اب چھوڑ کر دنیا کے فانی
بہت ممتاز تھے ملک سخن میں مکمل بادشاہ خوش بیانی

”جہان دیدہ“ بڑھا کر کہئے تاریخ

گئے فضل الحسن حسرت موبانی ۱۷

نوٹ: مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں نے محمودانہ کی قومی و ملی خدمات کو انتہائی مختصر طور پر بیان کیا ہے جس کی بڑی وجہ وسائل معلومات کی کمی ہے۔

۱۷ روزنامہ مغربی پاکستان لاہور ۹ جون ۱۹۷۳ء - حسرت کی سیاسی زندگی، مطبوعہ مبینی ۱۹۵۶ء، ص ۳۰-۳۱۔

۱۸ شاہیر جنگ آزادی، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء، ص ۲۱۳ - کاروانِ گزشتہ از رئیسِ احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء، ص ۱۰۰۔

۱۹ ۳۶۹-۳۸۸ - مہنامہ ضیائے حرم لاہور، مئی ۱۹۷۵ء۔

۲۰ غنایب تواریخ، از سید مسعود حسن مسعود، مطبوعہ الزآباد، ۱۹۶۳ء، ص ۱۵۷۔

مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی

مولانا آزاد صمدانی صاحب کی پیدائش ۱۸۹۲ء میں بھوپال میں ہوئی جہاں آپ کے والد گرامی تحصیلدار تھے، ابھی زندگی کے دس پھول ہی توڑے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور دو برس شروع ہوا۔ بھوپال میں مولانا ذوالفقار احمد، مولانا محمد یوسف محدث اور کانپور میں مولانا مشتاق احمد بن مولانا احمد حسن سے حدیث و منطق پڑھی مسجد فقیہی دہلی میں بھی حدیث و فقہ کی تعلیم پائی۔

مالی حالت غیر تسلی بخش تھی، بھرت پور کی پولیس میں کانسٹیبل بھرتی ہوئے اور ترقی کرتے کرتے سب انسپکٹر ہو گئے مگر کسی قسم کی پابندی آپ کی افتاد طبع کے خلاف تھی آریہ سماج نے شدید تحریک چلائی تو آپ ملازمت ترک کر کے میدان جہاد میں کود پڑے جابجا آریوں سے مناظرے کئے اور مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا تبلیغی سلسلہ میں عدن اور افریقہ بھی گئے تحریک خلافت چلی تو تن من دھن کی بازی لگا کر اپنی دینی حمیت کا ثبوت دیا اور گرفتار ہو کر باندھ جیل میں نظر بند رہے۔

تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مسلم لیگ کے پرجوش مبلغ کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے اور کاننگرسوں، اجالیوں اور جمعیتوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ مولانا شوکت علی اور مولانا عبدالحامد الیونی کے ساتھ ملکر مسلم لیگ کے پیغام کو جگہ جگہ پہنچایا اور اسی سلسلہ میں ہردوئی (یوپی) کی جیل میں قید و بند کی تکالیف اٹھائیں۔ قیام پاکستان کے وقت آپ کی سکونت ہردوئی (یوپی) میں تھی۔ صوبائی حکومت نے آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دئے تو آپ پنج بچا کر تن تنہا راولپنڈی پہنچ گئے۔

آپ کی زندگی مجاہدانہ تھی، ہمیشہ گھر سے باہر رہتے، مریدوں کی تعلیم کے لئے اکثر بمبئی اور گجرات کا ٹھکانا بنایا اور تبلیغی کاموں میں جگہ جگہ جاتے۔ ۱۹۱۹ء میں مولانا محمد احمد امین گورکھپوری سے خرقہ خلافت پایا، شاہ علی حسین سے بھی بیعت تھے جنہوں نے آپ کا نام خلیل اللہ شاہ رکھا اور محمدانی لقب دیا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد آپ راولپنڈی تشریف لے آئے تھے، یہاں آکر ۱۹۴۸ء میں مری کے آنریری ری ہسپتال میں آفیسر مقرر ہو گئے اور نواب فقیر حسین ممدوٹ وزیر اعلیٰ پنجاب کے ساتھ دوروں میں تقاریب کرتے رہے۔ ۱۹۴۹ء میں ہندوستان سے اپنے بچوں کو بھی لے آئے اور ملتان میں رہائش پذیر ہو گئے۔ ۱۹۵۷ء میں ملتان ہی میں وفات پائی، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۔ آثار الاعداد، از منظور الحق صدیقی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰۔

فدائے ملت سید زین العابدین گیلانی

حضرت مخدوم سید زین العابدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ملتان کے مشہور و معروف روحانی اور سیاسی گیلانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں جب علماء نے انگریزی ملازمت کے حرام ہونے کا فتوے دیا تو آپ اس وقت شجاع آباد میں تحصیلدار تھے۔ ترکوں کی حمایت اور خلافت کی بقاء کے لئے دوسرے دردمند مسلمانوں کی طرح آپ بھی ملازمت چھوڑ کر مردانہ وار میدان میں نکل آئے اور زندگی بھر کا اندوختہ تحریک خلافت پر پھینکا اور کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے مفاد کے لئے جو تحریک بھی ابھری، آپ نے اسے خونِ جگر سے سپین کر پورا کر چڑھایا ہے۔

ہندوؤں نے سیوا دل، مہا سیر دل، پرتاب سینا، سیوا جی سینا، راشٹریہ سیک سنگ، گوردل اور کانگرس والٹیرز کو رکی صورت میں خفیہ اور ظاہر بے شائبہ تنظیمیں قائم کر رکھی تھیں۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی صرف ایک تنظیم انجمن فدایان اسلام تھی جسے سید زین العابدین نے مخصوص وردی میں بلوس اور صرف کلہاڑی سے مسلح کر رکھا تھا۔ اگرچہ ہندوؤں نے اخبارات میں دادیلا مچا کر کلہاڑی ضبط کرادی تھی تاہم وہ اپنے ذہنوں سے کلہاڑی کا خوف نہ نکال سکے۔ ایک دفعہ جبکہ کپ میدان کے جلسہ میں بپٹ شروت رزگا چھاتی کا پورا زور لگا کر اس طرح گرج رہے تھے کہ :

”وہ زمانے لد گئے جبکہ علی علی کے نعروں سے ہندو سہم جایا کرتے تھے اب نہ وہ ہندو رہا اور نہ مسلمانوں کے وہ دن، جسے چنڈ کی نسل معدوم ہو چکی اب کوئی غوری نہیں آسکتا۔ آج ہر ہندو بچہ بھیم وارجن ہے، سیوا جی و پرتاب سیک

۱۔ ولادت ۱۸۸۷ء میں سید پیرے شاہ گیلانی کے ہاں ہوئی۔ میٹرک کرنے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی۔

۲۔ تاریخ ملتان از مولانا ابراہیم خاں فریدی جلد دوم مطبوعہ ملتان ۱۹۷۳ء، ص ۳۲۸

بیربذہ اور بری سنگھنوا ہے، یہ بے چارہ زین العابدین کیا اور اس کے
فدائی کیا؟۔۔۔۔۔“

۔۔۔۔۔ پنڈت جی کی اس آتش بیانی کے دوران دفعہً مجمع میں ادا گیا، کی زوردار
چیخ سنائی دی اور ساتھ ہی کسی نے کہہ دیا ”کھٹڑی والا“ بس پھر کیا تھا کہ ہزاروں بھیم اور
ارجن سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے اور رنگا جی سکتہ کے عالم میں منہ کھولے کھڑے رہ گئے۔
اس طرح کی تقریریں ہندو اپنے خفیہ جلسوں میں کیا کرتے تھے مگر مسلمانوں کے سامنے
نے کی جرأت نہ تھی۔

تحریک فدایانِ اسلام تو آپ کا اور مہنا بھپونا ہو کر رہ گئی تھی، بقول منشی عبدالرحمن
خاں اس تحریک کے مقاصد سنئے :-

”انجمن فدایانِ اسلام کا مقصد مسلمانوں کو ہندوؤں کے ظلم و ستم سے
بچانا تھا۔ اس فدائی سردار کے باقاعدہ وزیر تھے، فوج تھی، بتان میں ان کا
طوعی دستا تھا جب یہ عظیم مجاہد اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ موچھوں پر تاؤ دیتا
ہوا بازاروں سے گزرتا تو ہندو کانپ اٹھتے تھے۔ غریبوں کی یہ فوج مرنے
مارنے سے نہ ڈرتی تھی جہاں بھی ہندو ذرا شرارت کرتا، یہ وہاں پہنچ کر جھنڈے
گاڑ دیتی اور اس وقت تک وہاں سے نہ ہٹتی جب تک کہ اپنی بات نہ
منوالیتی۔“ ۱۷

جس طرح گیدائی صاحب ہندوؤں کے پکے دشمن تھے اسی طرح غریبوں کے بھی
سخت مخالف تھے۔ آپ نے تحریک کشمیر، مجلس اتحاد ملت، تحریک شہید گنج اور تحریک پاکستان

۱۷ یادوں بے پناہ اور دامن دہی جو اللہ ماریخ متاں میں : ۲۸۰

۱۸ آمیزہ متاں از منشی عبدالرحمن خاں معبود۔ مورخ ۱۵۷۳ء ص ۲۸۰

میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جب ملتان کے ہندوؤں نے بہاول پور کی اسلامی ریاست کو ختم کرنیکی سازش کی تو فدایانِ اسلام کی فوج کے دستوں نے ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ کئی بار آپ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، علاقہ بدر ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بارہا جاگیروں کا لالچ دیکر آپ کو خریدنا چاہا مگر اس مردِ حق شناس نے ہر بار انگریزی پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور جیلوں کی کال کو ٹھٹھریوں میں رہ کر آوازِ حق کو بلند رکھا۔ آپ کی انہی خدمات کے پیش نظر لوگ آپ کو ملتان کا بے تاج بادشاہ کہتے تھے اور عام خاص باغ میں باقاعدہ ایک پرشکوہ دربار منعقد کیا گیا جس میں اسلامیانِ ملتان کی طرف سے مخدوم سید محمد صد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کے اس محبوب رہنما کو طلائی تاج پہنایا۔ اس موقع پر جسٹس سر عبدالقادر نے بے ساختہ کہا تھا کہ ”آج مغلوں کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔“

ملتان میں مسلم لیگ کی تنظیم قائم ہوئی تو آپ ایسٹرکٹ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے کانگریسوں، اصراریوں اور ہندوؤں کا ناطقہ بند کر دیا۔ ۱۹۴۰ء میں آپ قرار دادِ پاکستان لاہور کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر جب قائدِ عظمیٰ کے سامنے آپ کی خدمات کا ذکر کیا گیا تو قائدِ عظمیٰ نے اٹھ کر آپ کو سینے سے لگا لیا اور آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن نامزد کیا۔ لاہور سے واپسی پر قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں آپ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کے لئے رات دن کام کیا اور ملتان بہت جلد مسلم لیگ کا مضبوط مرکز بن گیا۔

۱۹۴۷ء میں خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی تو آپ نے ملتان کے علاقہ میں حکومت کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ آپ بھی گرفتار ہوئے اور نیوسٹرل جیل کی بارکوں میں مخدوم سید شیر شاہ، مخدوم سید محمد ولایت حسین شاہ، مخدوم زادہ حنا ب

محمد سجاد حسین قریشی و دیگر اکابرین کے ساتھ ساتھ بیٹھے دکھائی دئے۔ اس کشمکش حیات میں مسلمان مستورات نے بھی بھرپور حصہ لیا چنانچہ دوسرے تیسرے روز ان کے جلوس بھی نکلا کرتے تھے۔
 خضر وزارت نے لیگ کو چلنے کی انتہائی کوشش کی جب جیلیں لیگی کارکنوں سے بھر گئیں تو پولیس انہیں لاریوں میں سوار کر کے شہر سے بہت دور دیہات میں چھوڑ آتی لیکن قبل اس کے کہ پولیس کی لاریاں واپس لوٹیں، خواجہ عبدالحکیم صدیقی کی بسیں لیگی کارکنوں کو بحفاظت تمامہ شہر میں واپس لے آئیں۔

بھاگ دوڑ کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو خضر وزارت نے دم توڑ دیا اور پنجاب میں گورنر راج قائم ہو گیا۔ یہ پنجاب کے مسلمانوں کی شاندار کامیابی تھی۔ ۳ مارچ کو گیلانی صاحب نے ڈپٹی کمشنر اور بلدیہ ملتان کے دفاتروں سے برطانوی جھنڈا اتار کر پاکستانی پرچم نصب کر دیا حالانکہ ابھی پاکستان معرض وجود میں بھی نہیں آیا تھا لیکن آپ نے چھ ماہ قبل ہی ملتان کو پاکستان بنا دیا تھا۔

ملتان میں مسلم لیگ کی یہ قربانیاں اور کائناتے آپ کی وجہ سے نئے آہ۔ آج ہم اپنے ان محسنوں کے نام تک سے بھی واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے حصوں پاکستان کی خاطر کمر کھن من و حق کی بازی لگادی کہ

میرا سب کچھ میرے وطن کا ہے

پاکستان دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تو آپ نے پندرہ اگست کو سرکاری تقریبات میں شمولیت کو نظر انداز کر دیا۔ فیشنل گارڈز کے چاق و چوبند دستے ہمراہ تھے اور سب سے پہلے بوڑھے گیسٹ کی اندر دنی جامع مسجد، جامع مسجد پاک گیسٹ، جامع مسجد ولی محمد خاں اور جامع مسجد علی گیسٹ پہنچ کر پاکستان کا قومی پرچم لہرایا اور فیشنل گارڈز کے دستے نے اس پرچم کو سلامی دی یہ مسجدیں

ہندوؤں کے علاقوں میں گھری ہوئی تھیں اور جب بھی ان مسجدوں سے اللہ اکبر کی آواز بلند کرنے کی کوشش کی جاتی، متعصب ہندو تیزاب، اینٹوں، پتھروں اور ٹوٹی پھوٹی بوتلوں کی بارش کر دیتے تھے۔ ایک صدی تک ہندوؤں کے تعصب کا شکار رہنے کے بعد پہلی بار ان مسجدوں پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ بعد ازاں سید زین العابدین گیلانی نے صبح سات بجے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت، دفتر ڈسٹرکٹ بورڈ، پولیس لائن، تھانہ صدر پولیس، عدالت کمشنر، عدالت سیشن جج، رہائش گاہ ڈپٹی کمشنر، رہائش گاہ کمشنر، ہیڈ پوسٹ آفس، بنگلہ کمانڈر انچارج ملتان چھاؤنی، ملتان چھاؤنی، ریلوے اسٹیشن، تھانہ پرانی کوتوالی، تھانہ کپ، تھانہ حرم گیٹ، گورنمنٹ کالج، گورنمنٹ ہائی سکول، عمارت صدر تحصیل ملتان، اسلامیہ ہائی سکول، صدر دفتر محکمہ انہار اور صدر دفتر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی پر پاکستانی جھنڈے نصب کئے۔

آپ کی خدمات جلیلہ پر واحد ندوی صاحب کی کتاب یادوں کے چراغ کا ایک حصہ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں، لکھتے ہیں :-

”انگریز اور اس کی حکومت اس پر قہر و عتاب کی بجلیاں گراتی رہی، بار بار بغاوت کے سنگین مقدمات قائم کر کے اسے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند رکھا، ان کی زبان بندی کی، ان کا اخبار ترجمان ضبط کیا لیکن زین العابدین کا نام اس کی چھپائی کا کا بوس اور اس کی چھپتی ہندو جنتا کے لئے ہوا بن رہا، ہندو اسے فسادِ شاہ کے نام سے پکارتا رہا۔ (ملتان کے اصراری لیڈر بھی فسادِ شاہ کہتے تھے، روزنامہ کوہستان ملتان ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء) انگریز اسے باغی شاہ کہتا رہا

ملہ اختر جہاں کراچی ۲۳ اگست ۱۹۶۰ء، روزنامہ کوہستان ملتان ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء

اور اپنے طنطنہ و اقبال اور جاہ و جلال کے باوجود مرتے دم تک اس سے

غائف و ہراساں رہا۔ ۱۷

باغ عام خاص، شاہ صاحب کا میدان جنگ تھا، ہر جمعہ کو نماز کے بعد یہاں ہزاروں لوگ ان کی گھن گرج سے ایمان تازہ کرنے کے لئے جمع ہوتے اور پورا باغ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھتا تھا اور پھر یہاں سے ان کی فوج ظفر موج سینہ تلے، سر اٹھائے حسین آگاہی سے شہر میں داخل ہوتی اور ملتان شہر کے اسٹیشن کے پاس پہنچ کر منتشر ہو جاتی۔

اس طویل جدوجہد کے بعد بالآخر شاہ صاحب کو فتح ہوئی، نہ انگریز رہا اور نہ اس کی چلتی ہندو جنتا! اپنے شہر کو ان دونوں نحوستوں سے پاک کر کے یہ بیباک و رندہ مجاہد ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ / ۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو فتح و کامرانی کی چادر تان کر قلب شہر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سیٹھی نیند سو گیا۔ ۱۸

حق مغفرت کرے عجب زاد مرد تھا ۱۹

۱۷ یادوں کے چراغ : ص ۱۶

۱۸ تاریخ ملتان جلد دوم ، ص ۳۲۹ ، ۳۳۰

مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقی

حکیم صاحب ۱۹۰۵ء میں قصبہ مہم شریف ضلع رتھک میں پیدا ہوئے، نویں جماعت پاس کر کے مسجد فتحپوری دہلی میں آٹھ سال تک عربی اور فارسی پڑھی پھر چار سال تک طبیہ کالج دہلی میں پڑھتے رہے اور ۱۹۲۸ء میں سند فراغت لی دس سال تک میونسپل کمیٹی رتھک میں بطور طبیب ملازم رہے اور پھر قیام پاکستان تک رتھک میں طبابت کرتے رہے، انیس سال تک رتھک ضلع کی طبیہ کمیٹی کے صدر رہے الٹرا بائیو کیشنل کانفرنس کی رتھک شاخ کے آٹھ سال تک مجلس عاملہ کے رکن رہے، دس سال مدرسہ خیر المعاد کی کمیٹی کے جنرل سیکریٹری رہے اور اتنا عرصہ سیرت کمیٹی کے سیکریٹری رہے۔

آپ کو اولیاء اللہ کے عرسوں سے خاص دلچسپی ہی لوگوں کو عرسوں میں شرکت پر آمادہ کر نیکی کیلئے آپ نے ایک انجمن خدام الاولیاء قائم کی اور دو سال تک اس کے منتظم رہے، آپ رتھک کی نماز کمیٹی کے بھی سرگرم کارکن رہے تاریخ و ادب کا اعلیٰ ذوق پایا۔ رتھک کے میونسپل ہال میں بزم ادب کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں میں پانچ سال تک بحیثیت سیکریٹری کام کیا اور شعر گوئی سے مستفیض کیا۔

تحریک پاکستان کا دور آیا تو آپ نے اپنی تمام تر قوتیں اسی میں صرف کر دیں، ضلع رتھک میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں، جگہ جگہ دورے کر کے عوام کو تحریک کا حامی بنایا۔ ۱۹۳۴-۳۵ء میں رتھک مسلم لیگ کے سیکریٹری رہے، بحیثیت سیکریٹری آپ نے جو خدمات انجام دیں ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں ملتان آ گئے اور تین سال انجمن صدیقیوں کے سیکریٹری رہے۔ ۱۲ جنوری ۱۹۷۱ء کو ملتان میں ہی فوت ہوئے۔

۱۔ ناز آباد، از پروفیسر منظور الحق صدیقی ایم۔ اے، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۳۹۸، ۲۷۱۔

۲۔ مکتوب پروفیسر منظور الحق صدیقی بنام راقم، از حسن ابدال، محرمہ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۵ء

مولانا ظہور الحسن صدیقی درس

آپ کی ولادت باسعادت ۹ فروری ۱۹۰۵ء میں کراچی کے نامور عالم دین حضرت مولانا عبدالکریم درس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ حضرت پیر سید ظہور الحسن بٹالوی قدس سرہ نے کان میں اذان کہی اور پھر اپنے ہی نام نامی پر ظہور الحسن نام تجویز فرمایا۔ والد گرامی سے معقولات اور حضرت مولانا صوفی عبداللہ درس سے منقولات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ ایک جادو بیان مقرر اور خوشنویس محراب کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہوئے۔

تحریک پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن اور پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور اہم عہدوں پر فائز رہے۔ صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں آپ کے کردار کی شہادت حکومت کے فائل دیں گے۔ کراچی کی تاریخ میں بہت کم ایسے جلسے ہوئے ہوں گے جس میں قائد اعظم کے ساتھ آپ نے تقریر نہ کی ہو۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو بزم سنیہ صوبہ سندھ (جس کے آپ جنرل سیکریٹری تھے) کے زیر اہتمام بمقام عید گاہ بندر روڈ کراچی، ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ) مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی و دیگر مقتدر علماء اہلسنت نے شرکت کی۔ اس موقع پر آپ نے بحیثیت جنرل سیکریٹری آل انڈیا سنی کانفرنس، ایک حقیقت افروز خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

”پاکستان کے ہم حامی ہیں لیکن آپ سنیوں اور غور سے سنیوں دل کے کانوں سے سنیوں ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم کے

احکام نافذ ہوں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں پاک لوگ بسیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان اسلام کی توہین نہ ہو۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں مقابر و مساجد کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں لائڈ مہبت اور دہریت کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے اور انشاء اللہ عز و جل کر رہیں گے۔

لب پہ ساقی کے ہے جاری نام پاکستان پاک

اب کوئی دم میں ملے گا جام پاکستان پاک

میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہور

لوگ کہتے ہیں مجھے بدنام پاکستان پاک

آپ کی زندگی قرونِ اولیٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ جماعت و مردانگی، حق گوئی و بے باکی آپ کا طرہ امتیاز تھا اور اسلامی اصولوں کی دل و جان سے پابندی ان کا شعار تھا۔ قائد اعظم ہمیشہ کراچی میں قیام کے دوران آپ ہی کی اقتدار میں نماز ادا فرماتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد حسب دستور قائد اعظم نے آپ سے نماز عید کے اوقات منگوائے یہ وہ زمانہ تھا کہ کراچی شہر میں نماز عید کامروری اجتماع صرف عید گاہ میدان بندر وڈ پر ہوتا تھا اور نماز عید آپ ہی پڑھاتے تھے اور یہاں علماء و مشائخ و حفاظ کا اچھا خاصا اجتماع ہوتا تھا مگر قائد اعظم وقت پر عید گاہ نہ پہنچے۔ آپ نے وقت کی پابندی کے ساتھ تقریر ختم کی اور نماز عید پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر بیٹھ گئے۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، محمد ایوب کھوڑو اور دیگر سیاسی اکابرین نے قائد اعظم کی آمد تک نماز میں تعطل کے لئے کہا تو آپ نے گرج کر فرمایا "میں ان علماء کرام و حفاظ عظام کے علم کا احترام

کروں یا جناح صاحب کا؟ میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا، میں اپنے وقت کا پابند ہوں، اور دوسرے یہ کہ میں جناح صاحب کی نماز پڑھانے نہیں آیا بلکہ خدائے عظیم جل جلالہ کی نماز پڑھانے آیا ہوں،“

یہ کہہ کر صفوں کو درست کر دیا اگر فیرمادی۔ نماز عید کے بعد احکام عید پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد میں قائد اعظم جو پچھلی صفوں میں پہنچ چکے تھے، تشریف لائے اور تقریر فرمائی جس میں آپ کی اس جراتِ ایمانی کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے علماء کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیے جس کا مظاہرہ آج مولانا درس نے فرمایا ہے۔“

سیاسی خدمات انجام دینے کے علاوہ آپ نے دینی حلقوں میں بھی پوری تندی سے کام کیا بحیثیت سیکریٹری جنرل جمعیتہ العلماء پاکستان و جمعیتہ اہل سنت و جماعت رجسٹرڈ و بانی جمعیتہ علماء مشائخ ایک عرصہ تک کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جب جمعیتہ علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ بانی ارکان میں شامل تھے۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :-

- ۱۔ چشمِ مطلقِ نجات
- ۲۔ معاونِ ظہورِ الحسن
- ۳۔ خون کے آنسو
- ۴۔ تحقیق الحق امامی کلمۃ الحق

مذہب و ملت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ، شوال المکرم ۱۳۹۲ھ مطابق

۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء کو کراچی میں ہمیشہ کے لئے مبعیثی فیض سو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

مادہ تاریخ وصال خود استخراج کیا : ”نگاہ داشت ان الشہد مع الصابرین“ ۱۳۹۲ھ

۱۷ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی، ماہ اپریل ۱۹۷۵ء، ص ۳۹ و اکتوبر ۱۹۷۶ء، ص ۷۰

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی

حضرت شاہ محمد عارف اللہ صاحب قادری ۱۲ اربھال المکرم ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز جمعہ المبارک میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی میرٹھ ہے جسے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں سب سے پہلے انقلابی شہر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد السلام، مدرسہ قومیہ عربیہ اور انتہائی کتب معقولات و منقولات میرٹھ کی قدیم درس گاہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں پڑھیں۔ ۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو آپ کی دستار بندی ہوئی۔

بعد ازاں عربی، فارسی اور انگریزی کے امتحانات الہ آباد یونیورسٹی سے پاس کئے، فارغ التحصیل ہونے کے بعد خاندانی دستور کے مطابق بحکم والد گرامی حضرت حکیم شاہ محمد حبیب اللہ قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی) جامع مسجد خیر المساجد میرٹھ میں خطابت جمعہ و عیدین کے فرائض انجام دئے۔ پھر تبلیغی دورے کر کے غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی طرف راغب کیا۔ انداز تقریر مولانا شاہ محمد عبد اللہ تعلیم میرٹھ علیہ الرحمۃ سے سیکھا اور علیحدہ ہی ایک نامور مقرر کی حیثیت سے معروف ہو گئے۔ کچھ مدت کے بعد شہر کے اداروں اور انجمنوں کے سرپرست اور رکن بن گئے۔

آپ نے شاہ علی حسین اشرفی قدس سرہ، کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد سے ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ کو شرف بیعت حاصل کیا اور خلافت و اجازت سے بہرہ ور ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں آپ کے والد ماجد نے بھی اپنے خاندانی سلسلے میں آپ کو بیعت کیا اور خلافت و اجازت سے نوازا۔ مسلم لیگ کا شہرہ عام ہوا تو دیگر سنی اکابر کی طرح آپ بھی مسلم لیگ کے ہمنوا ہو گئے اور

۱۔ ترجمان اہلسنت کراچی، اکتوبر ۱۹۷۴ء، ص ۲۶

۲۔ والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ۔

مسلم لیگ کا پیغام گلی گلی کوچہ کوچہ بلکہ گھر گھر پہنچانے کے لئے دورے شروع کر دئے۔ نواب محمد امین
خاں صدر صوبائی مسلم لیگ (یو۔ پی) کے زیر قیادت شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ (منفقہ
۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء اور یکم ۲ جنوری ۱۹۴۶ء) میں مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شرکت کی اور
۱۸۵۷ء سے لیکر تحریک پاکستان تک مسلمانوں کی جدوجہد آزادی پر مختصر صدارتی خطبہ پڑھا۔

آل انڈیا پاکستانی کانفرنس بنارس (منفقہ ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء) کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار
کرنے کے لئے صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت محدث کچھوچھوی کی معیت میں ملک کے
طول و عرض (یو۔ پی، سی پی، بہار، پنجاب، مشرقی و مغربی بنگال) کے دورے کرتے رہے۔ اس
کانفرنس نے جدوجہد آزادی کو ایک نئی روح بخشی۔ مجاہد ملت مولانا عبدالحمید ایوینی اور مولانا
صبغة اللہ فرنگی محلی کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسوں کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں
میں بھی شرکت کرتے رہے یہاں تک پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

۱۹۴۹ء میں آپ پہلی بار حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ جب واپس پہنچے
تو معلوم ہوا کہ تحریک پاکستان میں حصہ لینے اور مسلم لیگ کا سرگرم رکن ہونے کے جرم میں گرفتاری
کا حکم صادر ہو چکا ہے، اطلاع ملنے ہی آپ صرف جائیداد کے کاغذات لیکر دہلی پہنچے اور بعد میں براستہ
ممبئی بذریعہ بحری جہاز ۱۹۵۰ء میں پاکستان پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ کراچی اور خوشاب ضلع سرگودھا میں
رہنے کے بعد راولپنڈی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔

راولپنڈی میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور ملک کے اندر بھی تبلیغی دورے شروع کر دئے۔
۱۹۵۱ء میں جمعیتہ علمائے پاکستان راولپنڈی کے صدر منتخب ہو گئے اور تاحال صدارت کے فرائض انجام
دے رہے ہیں۔ راولپنڈی میں ہی ایک دارالعلوم احسن البرکات قائم کیا۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں ماہنامہ
سائیک جاری کیا جو بارہ سال تک مذہب و ملت کی خدمات سرانجام دیتا رہا۔

ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۴ء

ملک کا خزانہ طے کی دہ سے اب بند ہو چکا ہے۔

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو آپ بھی اس میں شریک ہوئے، اسی سلسلے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھاتے رہے۔

۲۴ اگست ۱۹۵۹ء کو پہلے مارشل لا کے نفاذ پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر جی۔ ایم یزدانی ملک کے نامناسب رویے پر جامع مسجد مرکزی راولپنڈی کی خطابت سے مستعفی ہو گئے۔ ملک کے طول و عرض سے خطابت کی پیشکشیں شروع ہو گئیں لیکن آپ نے باصرہ جامع مسجد واہ فیکٹری میں خطابت منظور فرمائی، جو آج تک جاری ہے۔

غیر مالک میں بھی آپ نے تبلیغی دورے کئے۔ ۱۹۶۸ء میں بغداد، نجف اشرف، کربلا اور کاظمین سے ہوتے ہوئے انگلستان پہنچے اور آٹھ ماہ تک قیام فرما کر لندن، ڈیویزبری، برمنگھم، کیٹلے، بریڈ فورڈ و دیگر بہت سے شہروں میں خطاب کیا اور لاتعداد عیسائیوں نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔ ۲۱ اپریل ۱۹۷۴ء کو پھر انگلستان میں ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت فرمائی اور اگست تک مختلف شہروں اور قصبوں میں تبلیغی خدمات سر انجام دیتے رہے۔

آپ جمعیتہ علماء پاکستان کے بااثر رہنما اور قائد جمعیت مولانا شاہ احمد نورانی کے معتقد ہیں جمعیتہ کو فعال بنانے میں آپ کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔

سید یزدانی ملک اپنی بدعالیوں کی بنا پر بھی دو درمیں تین سو تیرہ افسروں کے گروپ میں بالکمال بے عزتی نکال دیے گئے۔
 ملکہ اس کانفرنس کی صدارت مولانا شاہ احمد نورانی سینئر مظلہ، صدر جمعیتہ علماء پاکستان نے کی تھی اور آپ ہی ورلڈ اسلامک مشن کے چیرمین چنے گئے۔ (قصوی)

غزابل سنت مولانا عبدالحمید بدایونی

آپ ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۸ھ / ۱۸۹۸ء کو یوپی (بھارت) کے مردم خیز قصبہ بدایوں میں متولد ہوئے، ابھی صرف بیس یوم ہی کے تھے کہ والد ماجد مولانا حکیم عبدالقیوم ستادری بدایونی ایک مذہبی جلسے میں شرکت کے لئے دہلی سے پٹنہ جاتے ہوئے ریل کے حادثے میں شہید ہو گئے، آپ کے بڑے بھائی مولانا عبدالماجد قادری کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کے قریب تھی۔ والدہ ماجدہ نے بڑی جانفشانی سے پرورش کی، ہوش سنبھالنے پر حافظ محمد صفدر سے قرآن کریم پڑھا اور پھر مدرسہ قادریہ اور مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں ممتاز علماء سے اکتساب فیض کیا جن میں مولانا شاہ مطیع الرسول، مولانا محب حمد قادری مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری، مولوی احمد دین اور امام معقولات مولانا مشتاق احمد کانپوری کے نام شامل ہیں تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مولانا شاہ مطیع الرسول اور مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی سے اجازت و خلافت حاصل کر کے دس سال تک مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں مدرس و مفتی اور بدایوں کی جامع مسجد میں خطیب رہے۔

جب برطانوی استعمار کے خلاف مسلمانان ہند نے علم حریت بلند کیا تو مولانا اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ جب ہندوؤں نے شدھی تحریک چلائی اور مسلمانوں کو ہندو بنانے کی شرمناک سازش کی تو مولانا سینہ سپر ہو کر میدان میں آ گئے اور اپنی شعلہ بار تقاریر سے مسلمانوں کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کیا اور اس سازش کا پوری طرح سے سدباب کیا۔ آپ تحریک پاکستان کے شروع ہونے سے قبل ہی دو قومی نظریہ کے حامی اور پرجوش مبلغ تھے۔ تحریک خلافت، تحریک پاکستان اور تحریک فلسطین میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں جب قرار داد لاہور پاس کی گئی تو آپ قائد اعظم کے خاص رفیق

میں سے تھے، اس موقع پر اور قراردادوں کے علاوہ مسئلہ فلسطین پر پیش کردہ قرارداد کے حق میں آپ نے دلولہ انگیز تقریر کی۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۱۴ء میں تحریک خلافت سے کیا اور ملکی سیاست میں عملی طور پر حصہ لینا شروع کیا۔ آپ نے اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور نواب محمد اسماعیل خاں کے ساتھ کام کیا۔ ہندوستان بھر کا دورہ کر کے مسلمانوں کے خفیہ جذبات کو بیدار کیا۔ لکھنؤ کی جس کانفرنس میں ممبئی کی خلافت کمیٹی کو آل انڈیا بنانے کا فیصلہ کیا گیا، اس میں مولانا بھی شریک تھے۔ آپ کو سیاسی سرگرمیوں کے لئے میدان مل گیا، پھر کبھی تنہا اور اکثر اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالمجید بدایونی کے ساتھ خلافت کمیٹی کی شاخیں قائم کرنے کے لئے ملک کے طویل دورے کئے۔ یہ واقعہ ہے کہ کم از کم یوپی کے طول و عرض میں کوئی نہریا قصبہ ایسا نہیں ہے جہاں خلافت کمیٹی قائم کرنے میں مولانا نے بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ نہ لیا ہو۔

مولانا عبدالباقی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ مجلس مؤید اسلام جب سرگرم عمل تھی تو اس کی تحریک پر مسلمانان ہند کے مطالبات مرتب کرنے کے لئے مختلف مکاتب فکر کے علماء دین کا پہلا سیاسی جلسہ لکھنؤ میں ہوا جس میں علماء فرنگی محل کے علاوہ صاحبزادہ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی، حضرت مولانا عبدالمجید قادری بدایونی، مولوی ولایت حسین الہ آبادی، مولانا شاہ اللہ امرتسری (المجدیث) اور سید آحسن مجتہد لکھنوی بھی شریک ہوئے تھے، آپ بھی اس جلسہ میں شریک تھے نیز نرور پورٹ کے خلاف اسلامیان ہند کی حمایت کرتے ہوئے بڑی بڑی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کر کے اپنی خاندانی دوائی کو برقرار رکھا۔ اس تحریک میں مولانا فضل احسن حسرت موہانی، مولانا عبد القادر آزاد سبجانی

اور مولانا عبد الماجد بدایونی کے ساتھ آپ کے طویل دوروں اور پُر جوش تقاریر کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا عبدالحامد بدایونی، دونوں بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے فنِ خطابت میں کمال بخشا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولانا عبد الماجد تقریر کرتے تو مطالب و معانی کے لحاظ سے اور اپنی اعلیٰ و شستہ زبان اور انوکھے اندازِ بیان سے سامعین کو مسحور کر دیتے تھے، اسی طرح مولانا عبدالحامد بھی اپنے بھائی کے رنگ میں تقریر فرماتے تھے۔

مولانا عبدالحامد بدایونی آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں شریک ہوئے۔ یہ اجلاس مولوی اسے کے فضل الحق کی زیرِ صدارت منعقد ہوا تھا جس میں مولانا بدایونی نے بھی خطاب فرمایا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء کے لکھنؤ کے سیشن میں مولانا نے باقاعدہ عملی طور پر حصہ لیا تھا اور تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے جب قائد اعظم نے مسلم لیگ کو مسلمانانِ ہند کی ایک موثر جماعت بنانے کا پروگرام بنایا تو اس میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے مسلم لیگ کا پورا ساتھ دیا۔

۱۹۴۰ء میں اقبال پارک (سنو پارک) لاہور میں قراردادِ پاکستان کے سلسلے میں جو اجلاس منعقد ہوا تھا، مولانا عبدالحامد بدایونی نے علماء و مشائخ اہل سنت کی نمائندگی کرتے ہوئے اس اجلاس میں شرکت فرمائی، قائد اعظم کی زیرِ صدارت قراردادِ پاکستان کی حمایت میں تاریخی اجتماع سے خطاب فرمایا جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔

قیامِ پاکستان کی تحریک کو تیز تر کرنے اور نصب العین کے حصول کے لئے فیصلہ کن اقدام کی خاطر ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں منعقد ہوئی اس

عظیم الشان تاریخی اجتماع میں مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شریک تھے اور ملک بھر میں لائے جانے والے کو ہوا کر کے لئے اکابر علماء اہلسنت کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، مولانا بدایونی اس کے اہم رکن تھے۔

۱۹۴۶ء کے تاریخی انتخابات میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آسام و بنگال کی سرزمین مولانا بھاشانی کے نعروں سے گونج رہی تھی تو سرحد، پنجاب، بلوچستان اور یوپی میں مولانا کی تقاریر ملت اسلامیہ کو جہاد کے لئے آمادہ کر رہی تھیں صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کے وفد میں دیگر حضرات کے علاوہ مولانا بدایونی بھی شامل تھے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف علیہ الرحمہ نے قائد اعظم سے خاص طور پر مولانا بدایونی کو سرحد میں بھیجنے کیلئے کہا تھا۔ آپ نے اپنے زورِ خطابت سے سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر کمر بستہ کر لیا۔ اس جرم میں حکومت نے انہیں ناپسندیدہ عناصر کی فہرست میں شامل کر لیا لیکن وہ تمام خطروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پاکستان کے لئے کام کرتے رہے۔ قائد اعظم نے آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو فاتح سرحد کا خطاب دیا۔ اسی طرح آپ نے قائد اعظم کے ساتھ دورہ فرما کر سیالکوٹ میں احرار یوں کا زور توڑا اور احرار یوں کی لچھے دار تقریریں آپ کی شعلہ نوائی کے سامنے بے کار ثابت ہوئیں۔

۱۹۴۶ء میں ہی نوابزادہ لیاقت علی خاں جنرل سیکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا بدایونی کو حیدر آباد دکن بھیجا تاکہ وہ کسی طرح نظام دکن اور قائد اعظم کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کریں کیونکہ ان دونوں راہنماؤں کے اختلافات ملت اسلامیہ کی جدوجہد پر اثر انداز ہو رہے تھے۔ میر عثمان علی خاں آخری تاجدار دکن علماء کے بہت قدردان تھے اور وہ مولانا بدایونی کی علمیت و خطابت کے بڑے مداح تھے اس لئے مولانا بدایونی کو شرف باریابی

۱۹۴۲ء
۱۹۴۶ء میں ۱۹ جولائی کو مولانا بدایونی نے مولانا محمد علی جناح سے ملاقات کی اور ان سے خطاب کیا۔

حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اس ملاقات کے وقت مولانا کے صاحبزادے جناب محمد عابد القادری بدایونی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ نظام دکن سے مولانا کی کافی بحث ہوئی اور جب مولانا وہاں سے رخصت ہوئے تو نظام دکن قائد اعظم سے ملاقات کے لئے رہنی ہو چکے تھے۔ لہ

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کی طرف سے علماء کا ایک وفد حج کے موقع پر سعودی عرب گیا تاکہ اسلامی ملکوں کے لائبریریوں اور مسلمانانِ عالم کو تحریکِ پاکستان کے محرکات سے آگاہ کیا جاسکے۔ یہ وفد مشرق وسطیٰ اور عرب ملکوں کے دورے پر بھی گیا اور تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا، اس وفد کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان کے والد ماجد حضرت مولانا الحاج شاہ محمد عبد العظیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، اور سیکریٹری مولانا بدایونی تھے۔

تقسیم کے وقت مولانا مسلم لیگ کو نسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو گئے۔ کانگریسی نظریات کی حامل جمعیت العلماء ہند کے مقابلہ میں مولانا ابوالحسنات نے مرکزی جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی تو مولانا بدایونی سندھ و کراچی زون کے صدر چنے گئے جب دستور سازی کیلئے مختلف فرقوں کے علماء نے ۲۳ نکات کی منظوری دی تو اس کنونشن میں مولانا بدایونی بھی موجود تھے۔ مولانا ابوالحسنات کی وفات کے بعد اتفاقِ رائے سے آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر چن لیا گیا اور آپ تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہے اور ہر لحاظ سے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

سعودی حکومت کے ظلم و ستم کی وجہ سے جب حرم شریف اور گنبدِ خضریٰ کو سخت نقصان پہنچا تو عالم اسلام میں پھیل سی مچ گئی، ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی، مسلمانانِ پاکستان

نے آپ کی قیادت میں ایک وفد سعودی عرب بھیجا تا کہ آپ سعودی حکومت کو اس کے مذموم عزائم سے باز رکھنے کی سعی کریں۔ چنانچہ یہ وفد ۲۳ اگست ۱۹۵۲ء کو مکہ معظمہ پہنچا اور شیخ محمد بن عبدالعزیز نائب وزیر مالیات، شیخ صالح کزازہ انچارج دفتر محکمہ تعمیر مسجد نبوی اور ولی عہد معظم سے تفصیلی گفتگو کر کے مسلمانانِ پاکستان کے جذبات سے آگاہ کیا۔ اس پر ہر سہ حضرات نے وفد کو یقین دلایا کہ سوادِ اعظم کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائی جائے گی اور عنقریب ایک اخباری بیان کے ذریعہ عالم اسلام کو مطمئن کر دیا جائے گا کہ مگر افسوس کہ سعودی حکومت اپنی مخصوص پالیسی پر ابھی تک گامزن ہے۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا مرحوم نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، تحریک کی حمایت میں اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے آپ کو گرفتار کر لیا اور آپ ایک سال تک سکھار کر کراچی کی جیلوں میں نظر بند رہے (اس سے قبل بھی ۱۹۴۴ء میں مرزائیوں کو مسلم لیگ کا ممبر نہ بنانے کے بارے میں قرارداد پیش کرنا چاہی مگر اس وقت کے سیاسی حالات کی وجہ سے آپ کو اجازت نہ ملی بلکہ اس وقت بڑی سے بڑی تکلیف بھی آپ کے عزمِ صمیم کو متزلزل نہ کر سکی۔ اسی نظر بندی میں آپ نے دو کتابیں کتاب و سنت غیروں کی نظر میں، اور فلسفہ عبادات اسلامی لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔

آپ نے کراچی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا جس میں علومِ قدیمہ و جدیدہ کے ساتھ ساتھ تمام عالمی زبانوں اور مذاہبِ عالم کے مطالعے کا بندوبست کیا گیا۔ یہ ادارہ منگھوپر روڈ پر واقع ہے جس میں مختلف ممالک کے طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔ آپ نے مصر، ترکی، انگلینڈ، روس، چین، الجزائر، تائیچیریا، تیونس، حجاز مقدس، کویت، عراق اور ایران کا دورہ فرمایا اور وہاں کے نظامِ تعلیم کا بغور مطالعہ کیا

۱۔ مسجد نبوی اور آثارِ مبارکہ کے بقا و تحفظ کا مطالبہ از مولانا محمد حسن نقیہ شافعی، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۲ء

۲۔ روزنامہ انقلاب لاہور، ۳ اگست ۱۹۴۴ء۔

تاکہ اس مطالعہ کی روشنی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کیا جاسکے
جامعہ میں چھ سو طلبہ کی نشستوں کا بندوبست کیا گیا ہے۔

۱۹۶۵ء میں بھارت جیسے بزدل اور عیار دشمن نے بین الاقوامی سرحدوں کا احترام
نکوتے ہوئے رات کی تاریکی میں پاکستان پر حملہ کر دیا تو جہاں ہمارے بہادر، غیور اور
جیائے فوجیوں نے جرأت و بیباکی کا زبردست مظاہرہ کیا، وہاں علماء و مشائخ نے بھی
قوم کے جذبہ حب الوطنی کو بیدار کیا۔ جنگ کے بعد آپ نے آزاد کشمیر کا دورہ کیا۔ آپ
کے ساتھ حسب ذیل علماء کا وفد تھا :-

۱۔ مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری، راولپنڈی۔

۲۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی۔

۳۔ مولانا جمیل احمد نعیمی۔

۴۔ مولانا محمد محسن فقیہ شافعی۔

۵۔ مولانا سید خلیل احمد قادری۔ وغیرہم۔

آپ نے مہاجرین میں تین لاکھ روپیہ نقد اور دیگر سامان خورد و نوش تقسیم کیا۔
گیارہ ہزار روپیہ صدر آزاد کشمیر کو پیش کیا۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں چند ایک کے نام یہ ہیں :-

۱۔ اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم۔ ۵۔ کتاب و سنت غیروں کی نظر میں۔

۲۔ اسلام کا ذرا عتی نظام عمل^۱۔ ۶۔ تاثرات دورہ چین۔

۳۔ تصحیح العقائد۔ ۷۔ تاثرات دورہ روس۔

۴۔ فلسفہ عبادات اسلامی۔ ۸۔ رپورٹ دورہ آزاد کشمیر۔

۱۔ اس کتاب پر علامہ اقبال نے عین آمیز کلمات تحریر کئے تھے، ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، اگست ستمبر ۱۹۷۷ء، ص ۶۰۔

۹۔ حرمتِ مود

۱۰۔ عائلی قوانین

۱۱۔ الجواب المشکور فی مسئلۃ القبور

۱۲۔ مشرقی کا ماضی و حال

حضرت مولانا قاضی ضیاء الدین نائب صدر ادارہ دینیہ تاشقند (روس) کی دعوت پر آپ کی زیرِ قیادت جمعیت علماء پاکستان کے ایک وفد نے روس کا تاریخی دورہ کیا تھا۔ روس کے علاوہ اس وفد نے لندن، سوئٹزرلینڈ، دمشق، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا بھی دورہ کیا۔ اس وفد میں مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا شاہ محمد حبیبانی شامل تھے۔ اس دورہ کے بعد آپ نے واپس آکر روس کے مسلمانوں کے متعلق رپورٹ حکومت کو پیش کی مگر کوئی مصلحت کی بنا پر چھپ نہ سکی۔

کئی سال کی علالت کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہو گئے تھے تاہم دینی و ملی خدمت کا جذبہ مرد نہ پڑا، وفات سے چند روز قبل آپ بظاہر بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، ۱۲ جولائی ۱۹۷۰ء کو اپنی زندگی کی آخری پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ۱۹ جولائی کو ۸ بجے شب معمول کے مطابق دفتر جمعیت سے گھر تشریف لائے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اہل خانہ سے محو گفتگو تھے کہ آپ پر اچانک فالج کا حملہ ہوا، اسپیشل اسپتال کراچی میں داخل کئے گئے، زبردست کھانسی سے دماغ کی شریان پھٹ گئی اور یہ محسن ملک و ملت، عاشق رسول، صوفی اور بے مثل خطیب ۱۴ رجبی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ / ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء کو راہی ملک بقا ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں علماء، مشائخ، حکام، غیر ملکی سفراء، سیاسی لیڈر اور دیگر ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ حضرت محدث کچھوچھوی مولانا محمد مختار شرف نے پڑھائی اور آپ کو حسب وصیت جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

کراچی کے اخبار جنگ نے آپ کے وصال پر اپنے ادارے میں آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ :

”مولانا عبدالحمید بدایونی کی رحلت اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک انتہائی

غم انگیز سانحہ اور ملک و ملت کا ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے جسے پاکستان کے

رحمت سے نوازے اور بلند درجات عطا کرے۔“

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۴ جولائی ۱۹۷۰ء)

جناب رانغب مراد آبادی نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے

آہ ! ذاکر محمد، مولانا عبدالحامد بدایونی

ہو کیوں نہ غم و فاسد عبدالحامد

اسلام تھا کائنات عبدالحامد

رانغب متبسم ہے پس پردہ مرگ

نصرت آئیں حیات عبدالحامد

۱۳ ۹۰

پیر عبدالرحیم بھرچوٹدی شریف

عزم و استقلال سے روشن پیشانی، تدبیر و فراست کی غماز چمکدار آنکھیں گھنی ڈاڑھی، بارعب مونچھیں مجاہدانہ جلال کا حامل دمکتا چہرہ، چوڑا سینہ، بھرا ہوا جسم اور درمیانہ قد، گفتگو کا انداز متین اور ٹھہرا ہوا، مخاطب کی بات تحمل سے سنتے اور اپنی بات حکمت سے کرتے، یہ تھے پیر صاحب عبدالرحیم بھرچوٹدی شریف۔

حضرت پیر صاحب نے ۱۹۱۰ء / ۱۳۳۰ھ میں بھرچوٹدی شریف کی روح پرور رضا میں جنم لیا، ان کے چاروں طرف صدائے لالہ کی گونج تھی جو اس درگاہ کا طرہ امتیاز ہے۔ حصول علم کے بعد آپ ہمیشہ والد بزرگوار حضرت پیر عبدالرحمن بھرچوٹدی شریف کی خدمت ہی میں حاضر رہے اور کئی سیاسی و دینی محاذوں پر دین و ملت کی خدمت میں تربیت حاصل کی۔ آپ کی ساری زندگی مسلسل سعی و عمل سے عبارت رہی اور رخصت ہوئے تو ایک شہید سیاسی کی طرح۔

تحریک پاکستان میں پیر عبدالرحیم اور ان کے والد بزرگوار حافظ الاسلام پیر عبدالرحمن کی گراں قدر خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے مسلم لیگ کی بھرپور اعانت کی اور قائد اعظم کا عملی طور پر ساتھ دیا۔ آپ کے والد گرامی اور سید مغفور القادری نے سندھ کے مسلمانوں کی تنظیم کے لئے جماعت احیاء الاسلام کی بنیاد رکھی پھر سندھ کے مشائخ کو اکٹھا کر کے جمعیت المشائخ کے نام سے ایک اور تنظیم قائم کی۔ ان دونوں جماعتوں کی پالیسی تمام تر مسلم لیگ کی پالیسی تھی مگر صرف عوام کی نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے ناموں کی تبدیلی عمل میں لائی گئی تھی، دونوں جماعتوں کے لیٹ فارم سے مسلم لیگ کے لئے فضا ہموار کرتے رہے۔

الجماعۃ کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا جب دونوں جماعتیں عوام میں مقبول ہو گئیں تو مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کراچی میں قائد اعظم کی موجودگی میں مع پانچ ممبران اسماعیل

جو احیاء الاسلام کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے۔ دونوں جماعتوں کو مسلم لیگ میں ضم کر دیا۔

۱۹۴۶ء میں بنارس کی عظیم الشان مٹنی کانفرنس میں حضرت پیر صاحب اور ان کے والد

مجاہد نے شرکت کر کے کانفرنس کو کامیاب بنایا اور پھر تحریک پاکستان کی حمایت میں جابجا دورے

کئے اور لوگوں کو نظریہ پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا۔ تحریک پاکستان کے دوران ایک موقع

ایسا آیا کہ انگریز نے قائد اعظم سے مطالبہ کیا کہ وہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں سے کسی اسمبلی میں اپنی

اکثریت کا ثبوت دیں۔ اس نازک مرحلے پر آپ کے والد گرامی پیر عبدالرحمن بھرچوندی شریف کے

روحانی و ایمانی جذبات اور جاہ و جلال نے وہ کام کیا جو تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ روشن رہیگا۔

پیر صاحب نے سندھ اسمبلی کے تمام مسلم ممبران سے ملاقات کی، ان میں سے کئی آپ

کے مرید تھے لیکن ان کی اکثریت کانگریس کے ساتھ تھی۔ پیر صاحب نے بڑی مجاہدانہ شان سے

ایک ایک ممبر سے فرمایا کہ وہ اسمبلی کے اجلاس میں تحریک پاکستان کی تائید میں ووٹ دے،

چنانچہ انہوں نے بسر و چشم آپ کا فرمان قبول کیا۔ اسمبلی ہال میں تحریک پاکستان کو مطلوبہ تائید

مل گئی، انگریز اور ہندو کے ہوش اڑ گئے کیونکہ انہیں ایسی توقع نہ تھی۔

ایوبی دور میں ایک مرتبہ صدر ایوب سندھ کے دورے پر گئے اور پیر عبدالرحیم صاحب کو

ملاقات کرنے کی دعوت دی لیکن آپ نے سلف صالحین کی سنت پر عمل کرتے ہوئے انکار کر دیا،

جس کی پاداش میں آپ کو قید و بند کی سختیاں برداشت کرنا پڑیں لیکن ایوبی حکومت کا مقصد

پورا نہ ہو سکا اور پیر صاحب نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش

جس نے نہ دیکھی سلطان کی درگاہ

آپ نے ۱۹۶۰ء میں والد گرامی کی وفات کے فرائض سجادگی سنبھالے اور ہمیشہ حق کا

ساتھ دیتے رہے، باطل کے سامنے چٹان بن کر ڈٹے رہے، سندھ میں راجہ دامہر کی حمایت اور محمد بن قاسم کی مخالفت کا فتنہ کھڑا ہوا تو آپ بڑی جرأت و بہا کی سے میدان میں آئے اور اس فتنے کو فرو کیا۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جب علاقائیت، لادینیت اور سوشلزم کے نعروں نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو اس مردِ حق نے پورے سندھ کے دورے کئے اور ان عناصر کے لئے قدم قدم پر رکاوٹ بنتے رہے۔ اگرچہ مخالفت سیاسی عناصر اس وقت بعض ذرائع کی بناء پر کامیاب ہو گئے مگر آپ کے مجاہدانہ کردار کے سامنے ان کی پھر بھی ایک نہ جلتی تھی۔ مخالفت سیاسی عناصر اپنی سیاسی دھاندلیوں اور تشدد کی فضا برقرار رکھنے میں پیر صاحب کو سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے کیونکہ بھکنا اور فروخت ہونا ان کی سرشت میں نہ تھا اور بحیثیت سجادہ نشین اور صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ، ان کے اثر و رسوخ سے مخالفین ہر وقت خائف تھے چنانچہ ۲۹ رجب ۱۳۹۱ھ / ۲۱ ستمبر ۱۹۷۱ء کو ڈھک کی ضلع سکھ کے پٹرول پمپ پر آپ کو گولیوں کا نشانہ بنادیا گیا، اس سازش میں مخالفت سیاسی عناصر نے آپ کے رشتہ داروں کو استعمال کیا تاکہ اسے خاندانی جھگڑے کا نام دیا جاسکے، لاش کو بڑی ہنر میں رکھ دیا گیا ہزاروں مریدوں نے دیوانہ وار چھلانگیں لگا کر لاش کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جب انتظامیہ نے ہنر کو بند نہ کیا تو انہوں نے خود ہی ہنر کو بند کر دیا جس سے دو ہنری ٹوٹ گئیں، مجبوراً انتظامیہ کو محکمہ ہنر سے درخواست کرنا پڑی کہ ان ہنروں کا پانی دریا سے بند کر دیا جائے محکمہ انہار نے پانچ سو افراد کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا، ضلعی انتظامیہ اور پولیس نے آپ کے جنازہ کا ایسا منظر دکھایا کہ بھرچونڈی شریف میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

آخر میں ہم روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۷۱ء کا ادارہ نقل کرتے ہیں جس میں پیر صاحب کو بھرچونڈی شریف میں پیش کیا گیا ہے :

”بھرچونڈی (سندھ) کے پیر عبدالرحیم کے بعض مخالفین نے ۱۱ ستمبر

کی شام کو شہید کر دیا تھا۔ اس سانحہ کو وقوع پذیر ہوئے آج پورے دو ماہ ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک قاتلوں کا سراغ نہیں لگایا گیا اور نہ ہی اس ضمن میں کوئی مؤثر کارروائی سامنے آئی ہے۔ اس صورت حال پر پیر صاحب شہید کے پس ماندگان اور ان کے مریدوں کی تشویش ایک فطری چیز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ صوبائی حکومت اپنے تمام تر وسائل کے باوجود قاتلوں کو گرفتار نہیں کر سکی۔ پیر عبد الرحیم شہید کے مریدوں کا یہ مطالبہ نامناسب نہیں کہ مرکزی حکومت اس ضمن میں کوئی قدم اٹھائے، وہ سندھ کی صوبائی حکومت کو ہدایت کر کے اس معاملے کو حل کر سکتی ہے۔ پیر عبد الرحیم شہید سندھ کے دینی و سیاسی حلقوں میں ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ تحریک پاکستان کے دوران انہوں نے سندھ میں مسلم لیگ کو ایک مقبول جماعت بنانے کے لئے دن رات کام کیا۔ اس ضمن میں ان کو سندھ کے ہندو اور کانگریسی مسلمانوں کی ستم رانیوں کا نشانہ بھی بننا پڑا لیکن وہ مسلمانوں اور اسلام کی خاطر ہر وارہمتے رہے

اور ہم سبھی جیتے رہے۔“

جناب شرافت نوشاہی نے تاریخ وصال کی ہے

عالی جناب حضرت عبد الرحیم پیر	شان مبارکش شدہ دراو لیا، کمال
در دورِ خویش حامی اسلام بود	در علم و فضل ذات گرامیش بے مثال
در ملک سندھ و ہند روان ست فیض او	حاجی وہم مجاہد حق بود لازوال
از دست ظالماں شدہ مقتول بے گناہ	از رتبہ شہادت باحق شدہ وصال

در سال رحلتش چو شرافت خیال کرد

آمدندائے ہاتھ "پیر خجستہ قال" ۱۳۹۱ھ

خواجہ عبدالرشید پانی پتی

آپ ۱۳۰۶ھ/۸ دسمبر ۱۸۸۸ء کو پانی پت میں پیدا ہوئے، تاریخی نام منظور علی ہے، والد گرامی کا اسم گرامی پیر عبد الرحیم تھا، بچپن میں ہی سایہ پوری سے محروم ہو گئے، دادی صاحبہ اور دادا جان کے بھائی پیر فضل حسین (سجادہ نشین درگاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ) نے تعلیم تربیت کا بار اٹھایا۔

آپ نے قرآن پاک کی تعلیم حافظ رحمت اللہ سے حاصل کرنے کے بعد پانی پت کے مشہور عالم مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ پیر فضل حسین کی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ ان کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور علم و فضل کے ساتھ معرفت کے موتی بھی لٹانے لگے۔ آپ صاحبِ حال بزرگ تھے، تصوف کی الجھنوں کو ان کی آن میں حل کر دیتے تھے۔

آپ ہندوؤں اور مسلمانوں میں یکساں مقبول تھے مسلمانوں کے عروج و زوال پر بڑی کڑی نظر رکھتے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں جب اہلئے وطن کی چیرہ دستیوں اور مسلمانوں کے آپس کے خلفشار نے آپ کو مجروح کیا تو برہنہ تلوار بن کر میدان میں کود پڑے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر تادمِ زیست مذہب و ملت کی خدمت کرتے رہے۔ اگرچہ آپ کو گونا گوں آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا مگر اس مردِ قلندر نے ہر آزمائش میں پورا اترنے کے لئے بڑی مردانگی کا مظاہرہ کیا۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف (پیر محمد امین الحسنات) کی دعوت پر پشاور میں سرحد اور پنجاب کے مشائخ کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس میں خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین (دیوانِ آلِ رسول اجمیری)، خواجہ حسن نظامی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علیپوری، پیر فضل شاہ جلالپوری اور آپ نے اپنے مریدوں کو پاکستان ملہ آپسے تحریکِ خلا میں بھی ذہد دست حصہ لیا۔

کی حمایت کرنے کا حکم دیا۔

تحریک پاکستان سے آپ کی دلچسپی، دلی تعاون اور مہر دی پلاس دور کے تمام اخبارات شائد میں اس سلسلے میں آپ کا ایک اور اہم بیان جناب رئیس احمد جعفری کی زبانی سنئے :
 "۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر قدس سرہ کی درگاہ کے متولی اور سجادہ نشین عبدالرشید نے پانی پت سے حسب ذیل بیان شائع فرمایا:-
 "اس وقت مسلمان ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے اور پاکستان مسلمان ہند کا بہترین نصب العین ہے۔ اس کے بعد موصوف نے درگاہ کے متوسلین اور معتقدین سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ صرف مسلم لیگ کے

امیدواروں کو ووٹ دیں"۔

برصغیر کی تقسیم کے بعد جب آپ نے پاکستان کا عزم کیا تو حکومت ہند نے آپ کے روکنے کی بڑی کوشش کی نیز درگاہ اور جائیداد کو بحال کرنے کی پیشکش کی مگر آپ نے مالی فائدے پر قومی مفاد کو ترجیح دی اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی۔

آپ جج و زیارت کے قصد سے کراچی تشریف لے گئے لیکن بعارضۃ قلب ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء کو جہاز پر سوار ہونے سے قبل ہی آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ شعر شاید اسی موقع کے لئے لکھا گیا تھا۔

مدینہ کا مسافر ہند سے پہنچا دینے میں قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

وصال سے چند روز قبل آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے طر

ان کی نظر سے دور اب ہم سے رہا نہ جائیگا

آپ کے جسد مبارک کو پی سی ای ایچ ایس کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے دو صاحبزادے

سلسلہ تحریک پاکستان میں علامہ کا حصہ ممتاز لیاقت (ماہنامہ وڈائجسٹ لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۳۱)

علامہ قاضی اعظم اور ان کا عہد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۰۵

یادگار چھوڑے۔ (۱) پیر حمید الدین نعمانی، آپ کے سجادہ نشین ہیں، طبیبہ کالج دہلی کے مستند طبیب ہیں اور آجکل زمیندارہ کرتے ہیں۔ (۲) نظام الدین نعمانی ایم اے، ایل ایل بی، آجکل کوئٹہ میں بحیثیت ڈوئیٹھ نل سپرنٹنڈنٹ ریلوے متعین ہیں۔

آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے، شمیم تخلص کرتے تھے، مختلف زبانوں پر عبور حاصل تھا، اردو، فارسی اور پوربی اور ہندی میں بھی اشعار کہتے تھے لیکن افسوس کہ آپ کے کلام کے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ہمیں زیادہ اشعار نہ مل سکے، اردو اور پوربی کے چند اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔

دنیا کی ہر بلندی و پستی فریب ہے میں خود فریب ہوں مری ہستی فریب ہے

اے صبا تو تو جلی اپنی بکساری سے ہم گراں بار اٹھیں گے بڑی شواری سے

تیرا شمیم بے نوا کتنا ہے ہر صبح و صا بہر خدا یا شاہ دیں میری مدد فرمائیے

آؤ گھسیاں کھیلیں ہو ری سب سکھیں ماجورا جو ری

شمیم پیالہ تم اپنے شرف سو آج پچی ہو جو را جو ری

جناب مسعود حسن مسعود نے آپ کا قطعہ تاریخ وصال یہ لکھا ہے

نہ رسیدہ بر سر زمین حجاز صبح کعبہ بدیدہ دل کرد

چشم ظاہر نہ سیر گلشن دید آہ و فدا یاد چوں عناد دل کرد

عالم کعبہ شد براہ حجاز یہ کراچی مقام در گل کرد

در سفر چوں وصال شد مسعود حج نہ کردہ ثواب حاصل کرد

سال رحلت شدہ ز روئے الم

حافظ عبدالرشید منزل کرد

۱۹

۱۹۶۳ء

۱۹۶۳ء

نوٹ: ہمیں یہ حالات پیر صاحب کے خواہر نامہ جناب سید ابوطاہر جعفری پانی پتی مغل نے مہیا کئے جس کے لئے ہم ان کے فکر گزار ہیں۔

ضیغم اسلام بطل حریت مولانا عبدالستار خاں نیازی

قوموں کی تقدیر یہ وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء کو اٹک پنیالہ تحصیل عسلی خیل، ضلع میانوالی کے ممتاز نیازی خاندان میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا اسم گرامی ذوالفقار خاں تھا۔ ۱۹۳۳ء میں عسلی خیل سے میٹرک پاس کیا اور وظیفہ حاصل کیا، اسی سال لاہور تشریف لائے اور حکیم الامت علامہ اقبال کے قائم کردہ اشاعت اسلام کالج میں داخل ہوئے۔ یہاں قرآن، حدیث، فقہ، سیرت النبی، تاریخ اسلام، مذاہب کے تقابلی مطالعہ، اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی تحریکات کے دو سالہ نصاب کی تکمیل کی اور حکیم الامت علامہ اقبال سے سند حاصل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا فقیر قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ میل شریف تحصیل بھکر ضلع میانوالی سے بیعت ہوئے، تقسیم ملک کے بعد حضرت الحاج میاں علی محمد خاں چشتی قدس سرہ سجادہ نشین بسی شریف کی مصاحبت سے فیض یاب ہوئے۔

۳۶-۱۹۳۵ء میں جب تقریباً تمام کاروبار ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا اور سیاسی طور پر ہندو متحدہ قومیت کا فتنہ پیدا کر رہے تھے، مولانا نیازی نے ان حالات میں ۱۹۳۶ء میں میانوالی کے انڈر مجلس اصلاح قوم کی بنیاد رکھی اور ملت اسلامیہ کی خدمت کے لئے شب و روز کام کیا، ہندوؤں کی سازشوں اور چالوں کو ناکام بنانے کی مقدور بھرکوشش کرتے رہے تجارت میں مسلمانوں کو دخیل کیا اور جداگانہ ملی تشخص کا احساس دلایا نیز اسلامی شریعت کے نفاذ

۱۔ ماہنامہ ضیغم، حرم لاہور، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۲۰۔

لاہور میں طبع ہوا، کانگریس اور مسلم لیگ میں زبردست کشمکش شروع ہو گئی اور نشست مسلمان بھی مسلم لیگ کے خلاف ہو گئے۔ ہندو اکثریت کے غلبے سے مسلمانوں کو محفوظ کرنے اور انہیں بحیثیت قوم معزز و باوقار بنانے کے لئے ان کی علیحدہ تنظیم مسلم لیگ کی متلع میانوالی میں بنیاد ڈالی گئی، اس مقصد کے لئے پہلے انجمن اصلاح المسلمین کی ڈسٹرکٹ جنرل کونسل کا اجلاس بلایا گیا، کونسل میں آل انڈیا پیمانے پر مسلمانوں کے تحفظ و بقا کی علیحدہ تنظیم میں شمولیت کے سوال کو ایجنڈہ میں رکھا گیا، کافی بحث و تھقیص کے بعد قرار پایا کہ انجمن اصلاح المسلمین کو بحیثیت جماعت مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہئے، اسی وقت ضلع میں مسلم لیگ کی تنظیم کے لئے آرگنائزنگ کمیٹی بنائی گئی جس کے کنوینر مولانا نیازی منتخب ہوئے اور باضابطہ تنظیم کے بعد صدر بنادئے گئے۔

۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی نے دہلی میں قائد اعظم سے ملاقات کے دوران انہیں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے خلافت پاکستان سکیم پیش کی، قائد اعظم اس سکیم کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا :

“YOUR SCHEME IS VERY HOT.”

مولانا نیازی نے جواب دیا :

“BECAUSE IT HAS COME OUT FROM A BOILING HEART.”

”یعنی یہ اس لئے گرم ہے کہ یہ لاوا اُبلتے ہوئے دلوں سے نکلی ہے۔“
قائد اعظم بہت خوش ہوئے، اس کے بعد سکیم کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بات چیت ہوئی، بالآخر قائد اعظم نے اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کر لیا۔

۱۔ آثار الابداد، از پروفیسر منظور الحق مدنی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۷۱، ۷۲۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں محصولِ پاکستان ملت کا نصب العین

قرار پایا تو مولانا نیازی ایما کرنے کے بعد گو یا اسی کام کے لئے وقف ہو گئے، آپ قریہ قریہ بستی بستی ننگر اور شہر شہر گھومے اور پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

مارچ ۱۹۴۱ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے قائد اعظم کی زیرِ صدارت پاکستان کانفرنس

منعقد کی تو اجلاس کی مرکزی قرار داد پیش کرنے والے مولانا نیازی ہی تھے۔ اسی اجلاس میں دیہی علاقوں میں تحریک پاکستان کو منظم کرنے کے لئے پاکستان رورل پروڈیگینڈا کمیٹی مقرر ہوئی تو مولانا نیازی سیکریٹری منتخب ہوئے، اس حیثیت سے مولانا نیازی کو قائد اعظم کے ساتھ براہ راست خط و کتابت کا موقع ملا اور یہیں سے تعلقات کا آغاز ہوا۔

۱۹۴۲ء میں آپ ضلع میانوالی مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں

صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن بھی بن گیا۔

مولانا نیازی نے اسلامیہ کالج، لاہور میں تین سال تک تدریسی خدمات

انجام دیں، ۱۹۴۳ء میں انجمنِ نعمانیہ کے ڈپٹی سیکریٹری بنائے گئے، اس سے قبل آپ

اقبال ڈسے سوسائٹی کے سیکریٹری بنائے جا چکے تھے۔ ستمبر ۱۹۴۳ء میں آپ کو اسلامیہ کالج لاہور میں

صدر شعبہ اسلامیات مقرر کیا گیا اور اس کے چند روز بعد صوبائی مسلم لیگ کے سیکریٹری بنائے گئے تھے

۱۹۴۳ء میں پنجاب مسلم لیگ کی صوبائی کونسل نے آپ کی تجویز پر یہ قرار داد منظور کی :-

”پاکستان کا آئین شریعت اسلامیہ پر مبنی ہوگا“

صوبائی کونسل کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ تجویز منظور کر لی۔

۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۶ء

۱۔ ضلع حرم لاہور، ص ۲۰، اپریل ۱۹۴۳ء۔

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء، ص ۴۔

۳۔ نوائے وقت ۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء، ۲۰ مارچ ۱۹۴۴ء، ضلع حرم لاہور، اپریل ۱۹۴۳ء، ص ۲۱، نوائے وقت ۲۴ نومبر ۱۹۴۳ء۔

۱۹۴۵ء میں مولانا نیازی نے میاں محمد شفیع کے ساتھ مل کر ”پاکستان کیا ہے اور کیسے بنیگا“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں زندگی کے ہر مسئلہ پر نظریہ خلافت کے نقطہ نظر سے روشنی ڈالی گئی تھی، یہ وہ زمانہ تھا جب قیام پاکستان کی منزل قریب تر آرہی تھی اور مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے سیاست دان شامل ہو رہے تھے، کمیونسٹ بھی ایک سازش کے تحت اس میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ نیازی صاحب نے اپنے احباب کے تعاون سے پنجاب کونسل کے اجلاس میں کمیونسٹوں کو لیگ سے رکالنے کی قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی اور مسلم لیگ سے دانیال لطیفی، ڈاکٹر ذاکر مشہدی، شیر محمد بھٹی اور دیگر کمیونسٹوں کو نکال دیا گیا۔

جنوری ۱۹۴۶ء میں آپ نے اسلامیہ کالج کی صدارت شعبہ اسلامیات کی زیر نگرانی اپنے خاص شاگردوں (سید محمد قاسم رضوی اور حکیم آفتاب احمد قریشی وغیرہ) کی سرکردگی میں طلباء کے وفد صوبے کے مختلف مقامات پر بھجوانا شروع کئے تاکہ قائد اعظم کے حکم کے مطابق میدانِ عمل میں طلباء اپنی خدمات سرانجام دیں، اسی سال آپ میانوالی سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ایم ایل اے منتخب ہوئے لیکن لیگ کی واضح کامیابی کے باوجود فرنگی گورنر نے سرخضر حیات ٹوانہ سے ساز باز کی اور اسے وزارت بنانے کی دعوت دے دی۔ مولانا نے صوبہ سرحد اور پنجاب کا طوفانی دورہ کر کے مسلمانوں کو منظم کیا، سرخضر حیات جہاں جاتا آپ اس کا تعاقب کرتے، میاں جنوں ضلع ملتان میں تصادم ہوتے ہوتے بچا۔ سرخضر حیات نے تنگ آکر آپ کو لاپچ دینا چاہا، منہ مانگی مراد پانے کی پیشکش کی تو مولانا نے فرمایا :-

”میرے لئے دولت ایمان ہی کافی ہے“

زمین دینا چاہی تو فرمایا :-

”تم چند ایک طرزیں کی بات کرتے ہو، ہم چھ صوبوں کا پاکستان مانگتے ہیں۔“

شریک اقتدار ہونے کا لالچ دیا تو آپ نے فرمایا :-

”اسلام کی دی ہوئی عزت ہی کافی ہے۔“

جب خدا کا یہ شیر طرح طرح کے داموں میں نہ پھنسا تو خضر مجبوراً خاموش

ہو گیا اور آپ پاکستان کا علم بند کرتے ہوئے ملک گیر دورے فرماتے رہے۔

مولانا نیازی مرکزی انجمن نعمانیہ ہند کے سیکریٹری تھے، اس حیثیت سے آپ نے

۱۹۴۵-۴۶ کے سالانہ جلسوں میں پاکستان کی حمایت میں قراردادیں منظور کرائیں۔ مشائخ

اہل سنت کی حمایت حاصل کرنے کے لئے مسلم لیگ نے ایک مشائخ کمیٹی بنائی تھی جس

کے کنوینر مولانا محمد ابراہیم علی حسینی تھے اور راکین میں مولانا نیازی کا نام نمایاں تھا۔ مولانا

نے خضر وزارت کونا کون چنے چبائے، دینی نکتہ نگاہ سے نیشنلسٹ مسلمانوں، جمعیت علماء ہند

مجلس اصرار، مطالبہ پاکستان کی مذہبی بنیادوں پر مخالفت کرنے والے گروہوں جماعت

اسلامی، خاکسار، جمعیت انصار وغیرہم کے نظریاتی نعروں، حکومت الہیہ و نظامِ سلام

کے جواب میں مثبت اور عملی لائحہ عمل دارالسلام پاکستان کی حقیقتوں سے آشنا کیا اور اس

میں نفاذِ شریعت کے ممکنات کو مؤخرہ ہندوستان میں علیہ اسلام کے نظر فریب توہمات

پر دلائل و براہین سے واضح کیا۔

۱۹۴۶ء میں جب کانگریس کی چیرہ دستیوں اور اسلامیان ہند کے حق خود ارادیت

سے صریح انکار پر قائد اعظم نے ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا تو مولانا نیازی کالج کی مصروفیات

کو چھوڑ کر تحریک پاکستان کے لئے ہمہ تن وقف ہو گئے اور بالآخر پاکستان بنا کر دم لیا۔

۱۔ منیائے دوم اپریل ۱۹۴۳ء، ص ۲۱، نوائے وقت ۱۲ جنوری ۱۹۴۴ء، ص ۳، ۱۹۴۴ء، ۲۲ نومبر ۱۹۴۴ء۔

۲۔ نوائے وقت ۱۲ جنوری ۱۹۴۳ء۔

مسلمانوں کے لئے علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کی خاطر مولانا نیازی کی قائدانہ صلاحیتوں اور بے مثال خدمات کے اعتراف کے طور پر قائد اعظم آپ کو اپنا معتد سمجھتے تھے، اہم قومی معاملات میں آپ کے مشوروں کو اہمیت دیتے تھے اور آپ کی دینی عصبيت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ قائد اعظم نے مولانا کے نام دسیوں خطوط لکھے جن میں سے ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کے ایک خط کا عکس ذیل میں شائع کیا جاتا ہے :



MOUNT PLEASANT ROAD,

MALABAR HILL.

Camp State Guest House
Hyderabad Dn

30th July 1941

Dear Sir,

I am in receipt of your letter of the 23rd of July 1941 and the press cutting giving me fuller details of the Lyallpur Conference and I congratulate you on your great success.

I fully appreciate your sentiments and suggestions but as you say they can only be discussed face to face. Let us hope that some of you will meet me soon. You are doing great work and I wish you all success.

Yours truly

Mohammad Abdussattar Khan Niazi Esq

پاکستان بننے کے بعد انگریز کے کارسہ لسیوں، سرمایہ داروں اور کمیونسٹوں نے نظریہ پاکستان کو الجھانے اور ملک میں فکری انتشار و بے دینی پھیلانے کی سازشیں شروع کر دیں تو مولانا نیازی نے مخلص کارکنوں کے تعاون سے مسلم لیگ کے اندر ایک اپوزیشن خلافت پاکستان گروپ کی تشکیل کی، یہ گویا پاکستان کی پہلی اپوزیشن تھی جس کے قیام کا سہرا نیازی صاحب کے سر بندھا۔ میاں افتخار الدین نے اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا تو آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، حتیٰ کہ قائد اعظم نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ :-

”کمیونسٹ، ملک میں انتشار پیدا کر رہے ہیں، یاد رکھئے کہ پاکستان

میں اسلامی شریعت ہی نافذ ہوگی“۔

۱۹۵۱ء میں دوسری بار صوبائی اسمبلی کے عمومی انتخابات میں مولانا نیازی سب لوہا سے ہی ایم ایل اے منتخب ہوئے اور اپوزیشن کے بچوں پر بھیڑ کر اسمبلی میں پردہ بل پیش کیا حرمتِ سود، مسئلہ کشمیر اور زراعت وغیرہ ملی مسائل پر تقاریر کیں، ہر قسم کے مصائب و آلام کی پرواہ کئے بغیر اسلام کا جھنڈا بلند رکھا، اسمبلی کے باہر حضرت محدث علی پوری اور پیر صاحب مانکی شریف کے ساتھ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے ملک گیر دورے کئے۔

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے رپورٹ پیش کی (B.P.C. REPORT) اور

صدر مملکت کے مسلمان قرار دئے جانے کے باوجود مسلمان کی تعریف نہ کی تو مولانا نیازی نے ایک جامع اور مکمل مسودہ آئین خلافت پاکستان پیش کیا جو اس وقت کے انگریزی و اردو اخبارات میں شائع ہوا، دراصل مولانا کی زندگی میں یہی وہ انقلابی کارنامہ ہے جو آپ کو

۱۔ ضیائے حرم لاہور، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۲۲۔

۲۔ فیضانِ امیرت، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ص ۸۵۔

دوسرے علماء و قائدین سے ممتاز کرتا ہے۔ تحریک خلافت پاکستان کے صدر کی حیثیت میں انہوں نے (۱) تحریک پاکستان کے تعارف کے بعد (۲) آئین کا تعارف اور نظریہ حق (۳) اسلامی نظریہ اور رائج الوقت نظریات میں فرق (۴) آئین سازی کے موٹے موٹے اصول (۵) آئین پاکستان کی خصوصیات (۶) قومیت، ریاست، حاکمیت، تشریع قوانین، رائے دہندگی، اقتدار اعلیٰ، ملکیت، علم و حقیقت، عدلیہ اور طبقہ وادیت (۷) پاکستان کے جدید اسلامی دستور کا مسودہ، مقدمہ اور بنیادی اصول مع مثبت اصول (۸) قطبیت فرامین کتاب، ختمیت احکام رسالت، توسل منہاج خلافت، اجماع، اطاعت فتویٰ و فیصلہ، تمسک بپایہ بیعت (ب) تین منفی اصول امتناع فرعونیت، امتناع قارونیت، امتناع یزیدیت (د) بنیادی حقوق (۹) تقسیم ملکی و انتظامی (۱۰) شہریت (ملتی، سکونتی، حلیف، عربی) (۱۱) رائے دہندگی (۱۲) قیام سرکار (ط) بنیادی ایوانات خمسہ (ایوان سیاست، ایوان شریعت، ایوان امانت، ایوان فضیلت اور ایوان عسکریت) (۱۳) صمنی ایوانات (ایوان نسائیت، ایوان رفاقت) (۱۴) شقوق دفاتر آئین (۱۵) عدالت (م) دیوانی و فوجداری قوانین (ن) سرکاری ملازمین (س) وفاق اور صوبہ جات کے باہمی روابط (ع) مسودہ آئین کی ابتدائی دفعات خمسہ کی تشریح ۱۔

اس مسودہ آئین میں مولانا نے نیشنلسٹی (قومیت) کی اساس عقیدہ غایت پر رکھی تھی اور غیر مسلموں کے لئے ذیلی ایوان تجویز کیا تھا، گو یا مولانا کا مسودہ آئین بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر تحریک تحفظ ختم نبوت کی اساس بنی اور برکت علی اسلامیہ ہال میں آل مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن نے کراچی کے مرکزی کنونشن کے لئے مندوبین منتخب کئے، ۲۰/۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں مرکزی کنونشن منعقد ہوا جس میں مطالبات مرتب کئے گئے، ان سہ گانہ مطالبات (۱) وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کو برخاست کیا جائے۔

۲۔ قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دیا جائے۔ ۳۔ انہیں کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے
 کو منوانے کے لئے راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا۔ مرکزی قائدین مولانا ابوالحسنات سید
 محمد احمد قادری صدر مجلس عمل، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا عبدالحامد بدایونی وغیرہم
 کو کراچی میں گرفتار کر لیا گیا، لاہور میں تحریک شروع ہو گئی، حکومت نے رضا کاروں کو منزل
 مقصود (کراچی) تک نہ پہنچنے دیا، اس طرح تحریک کو سخت دھچکا لگا، مرکزی قیادت گرفتار
 تھی، رضا کار منزل مقصود سے پہلے ٹرین سے اتار دئے جاتے تھے، ہر طرف سے رکاوٹیں
 کھڑی کر دی گئی تھیں۔ ان نامساعد حالات میں مولانا نیازی نے تحریک کا جامع پروگرام مرتب
 کیا اور مرکزی قیادت سے رابطہ پیدا کر کے لاہور کو مرکز بنا کر بیس سے گرفتاریاں پیش کرنا
 شروع کر دیں۔

تحریک ختم نبوت میں مولانا نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ نے ۳ مارچ ۱۹۵۲ء کو اپنی
 مرکزی دفتر مسجد دہریہ میں قائم کیا۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ تحریک تشدد کی راہ اختیار نہ کرے
 مگر پولیس تشدد کے لئے تلی ہوئی تھی۔ ۴ مارچ کی صبح کو آپ نے سو سو کے تین جتنے مسجد
 دہریہ میں ترتیب دئے، ان میں سے ایک جتنے کو ضلع کچہری، ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک
 کو گورنر ہاؤس جانا تھا۔ آپ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ پرامن رہیں اور پولیس سے متصادم
 نہ ہوں، اگر پولیس رستہ میں حائل ہو تو رستہ بدل لیں، مگر گورنر ہاؤس جانے والے
 جتنے کو پولیس نے چوک دالگراں میں روک لیا، رضا کاروں نے راستہ بدلنے کی بجائے
 زمین پر لیٹ جانے کا فیصلہ کیا، پولیس نے بے تحاشا لٹھیاں برسائیں، ایک نوجوان نے
 گلے میں حائل شریف لٹکا رکھی، فردوس علی شاہ ڈی ایس پی نے اس نوجوان کو ایسی بری ٹھوکر
 ماری کہ حائل شریف دور جاگری، نوجوان تڑپ کر حائل شریف اٹھانے کو اٹھا تو ظالم ڈی ایس پی
 نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے، مختصر یہ کہ اس جتنے سے کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور کچھ
 واپس لوٹ آئے جبکہ دوسرے دونوں جلوس بخیریت منزل مقصد تک پہنچے۔

ان دنوں لاہور میں روزانہ دو جلسے ہوا کرتے تھے، ایک جلسہ نماز عصر سے پہلے دہلی رواج کے باہر اور دوسرا بعد از نماز عشاء مسجد وزیر خاں میں مولانا نیاز می دونوں جلسوں میں خطاب کرتے تھے۔ ڈمی ایس پی فردوس علی شاہ آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آیا تو ایک رضا کار نے چھرا گھونپ کر کیفر کردار کو پہنچا دیا، حکومت نے مولانا کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر لیا۔

۶ مارچ کو نماز جمعہ کے وقت خلیفہ شجاع الدین، بیگم سلمیٰ تصدق حسین اور بعض دوسرے اکابر شہر ایک وفد کی صورت میں گورنر پنجاب مسٹر چندر گپتا کا پیغام لائے کہ صوبائی حکومت تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلہ میں ایک وزیر اور ایک اعلیٰ افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کے لئے کراچی بھیج دیا ہے نیز صوبائی حکومت قائدین تحریک سے بات چیت کرنے کیلئے تیار ہے۔

آپ نے ان تجاویز پر باہم مشورہ کیا اور منظوری کا فیصلہ دیا مگر حدود اور بے دینوں کو یہ بات منظور نہ تھی، وہ علماء کو کچلنا چاہتے تھے اس لئے ادھر یہ بات چیت ہوئی اور ادھر وفد کے واپس لوٹتے ہی ایک سازش کے تحت مارشل لاء لگا دیا گیا۔ مارشل لاء کے نفاذ میں سب سے زیادہ ہاتھ و تیر داخلہ سکندر مرزا کا تھا۔ ۷ اور ۸ مارچ کو چار چار جمعتے بھیجے گئے جو گرفتار ہو گئے۔

۹ مارچ کو اسمبلی کا اجلاس شروع ہونا تھا، فیصلہ کیا گیا کہ نیاز می صاحب ختم نبوت کے مسئلہ کو اسمبلی میں پیش کریں مگر ۹ کی صبح کو ہی اجلاس ملتوی کر دینے کی اطلاع ملی اجلاس کے ملتوی ہونے کی خبر سنکر مولانا پاکپتن تشریف لے گئے، ۱۲ مارچ کی شام کو پاکپتن سے قصبہ پہنچ گئے سہاں سے انہیں اگلی صبح بذریعہ کار اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے پہنچا تھا مگر منجری ہونے پر ۱۳ مارچ کو جب آپ نماز فجر کی تیاری کر رہے تھے، پولیس نے مکان میں داخل ہو کر بیچ آپ کے کارکن بشیر احمد مجاہد گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد آپ کو شاہی قلعہ لاہور لیجا یا گیا، ۱۳ مارچ سے ۹ اپریل تک ایس پی چوہدری محمد حسین آدمی رات تک پوچھ گچھ

اور اذیت پہنچائی جاتی رہی بالآخر کوئی جرم ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ہائیکورٹ نے آپ کی رہائی کا حکم سنایا اور ۱۹۶۵ء میں یہ مقدمہ واپس لے لیا گیا۔ ۱۷

۱۹۶۴ء کے الیکشن میں ایوب خاں نے جس قدر دھاندلیاں کیں اور ملک امیر محمد خاں نے ظلم و ستم کے بل بوتے پر جمہوریت کی مٹی پلید کی، وہ کسی بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قبل ازیں مولانا نیازی نے ۱۹۶۲ء میں ان مایوس کن حالات میں بھی حق و صداقت اور جمہوریت کی شمع روشن کی، میانوالی سے ملک امیر محمد خاں کے لڑکے ملک مظفر خاں کے مقابلہ میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا مگر حکومتی امیدوار سازشوں، بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کی بنا پر جیت گیا۔

اعلانِ تاشقند کے بعد مولانا نے ایوبی آمریت کے خلاف بڑے پیمانے پر تحریک چلائی جبکہ جلسوں اور جلوسوں سے خطاب کیا اور آمریت کے بت کو پاش پاش کیا چنانچہ ۷ جولائی ۱۹۶۸ء کو مولانا ایبٹ آباد سے پھر گرفتار کر لئے گئے مگر قید و بند کی صعوبتیں مولانا کو احقاقِ حق سے باز نہ رکھ سکیں۔ ۱۸

۱۹۷۰ء میں بحیثیت خاں کی مارشل لا حکومت نے انتخابات کرائے تو جمعیت علماء پاکستان نے بے مروت سامانی کے عالم میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ کی زیر قیادت الیکشن میں مردانہ حصہ لیا، مولانا نیازی بھی جمعیت کے ٹکٹ پر میانوالی سے قومی اسمبلی کے لئے کھڑے ہوئے لیکن سازشی عناصر کی سازشوں کی وجہ سے معمولی ووٹوں سے ناکام ہوئے۔ مارچ ۱۹۷۲ء میں آپ جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے کنوینر مقرر کئے گئے۔ ۱۹

کنوینر بننے کے بعد آپ نے پنجاب کا طوفانی دورہ کیا اور ہر شہر اور قصبہ میں جا کر جمعیت کی

۱۷ ہفت روزہ تعمیر وطن لاہور ۲۴ فروری تا ۲۹ مارچ ۱۹۷۳ء - ضیائے حرم لاہور اپریل ۱۹۷۳ء ص ۲۳۔

۱۸ ضیائے حرم اپریل ۱۹۷۲ء ص ۲۴۔

۱۹ روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ مارچ ۱۹۷۲ء ص ۱۔ نوائے دقت لاہور نومبر ۱۹۷۳ء ص ۴۔

شاخیں قائم کیں، ستمبر ۱۹۷۲ء میں مٹان میں جمعیت کا صوبائی کنونشن منعقد ہوا جس میں آپ کو متفقہ طور پر صوبہ پنجاب کا صدر بنادیا گیا۔

۵ نومبر ۱۹۷۲ء کو آپ تحفظ امن عامہ کے آرڈیننس کی دفعہ ۱۶ الف کے تحت گرفتار کر لئے گئے۔ الزام یہ تھا کہ انہوں نے اگست کے مہینے میں خانیوال میں قابل اعتراض تقریر کی ہے۔ آپ کی گرفتاری پر مختلف اخباروں نے ادارے لکھے، روزنامہ نوائے وقت لاہور اور روزنامہ جسارت کراچی کے اداروں کے اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

” حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی گرفتاری کی خبر مجھے کل (نوار) شام ملی تو مجھے اس پر کوئی تعجب نہ ہوا۔ اگر موجودہ حکومت برسرِ اقتدار آنے کے ایک سال کے اندر اندر مولانا کو پابجولاں نہ کرتی تو مجھے اپنے آپ سے یہ سوال کرنا پڑتا کہ آیا بھڑکی حکومت واقعی اتنی اچھی ہے کہ وہ مولانا کو برداشت کر سکتی ہے یا کہ مولانا کے اپنے موقف میں اس قدر تبدیلی آچکی ہے کہ اب حکومت کو انہیں گرفتار کرنے کی ضرورت کا احساس نہیں ہوا، الحمد للہ کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی اپنے اس موقف میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی کہ خلافت علیٰ منہاج النبوت کے بغیر نہ تو حکومت کوئی قابلِ قدر ہے اور نہ اس کے بغیر لوگوں کو چین سے بیٹھنا چاہئے، اس نے بھڑکی حکومت نے سابقہ حکومتوں کی طرح مولانا کو گرفتار کر کے انہیں اپنے غیر جمہوری رویے کا نشانہ بنایا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اس صدی کی چوتھی دہائی میں سیاست

۱۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء، نوائے وقت لاہور ۶ نومبر ۱۹۷۳ء، ص ۴۔

۲۔ نوائے وقت لاہور ۶ نومبر ۱۹۷۳ء۔

قدم رکھا۔ الحمد للہ! کہ رُبیعِ صدی گزر جانے کے بعد بھی ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ حضرت مولانا جمال الدین افغانی کی طرح مردِ درویش میں انہوں نے اپنا ناطہ اسلام اور صرف اسلام سے باندھا ہے اور الحمد للہ کہ ہزاروں مصائب کے باوجود ان کی وفا شعار یوں میں کبھی کمی نہیں آئی، وہ ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، اگر وہ دنیا دار انسان ہوتے، اگر ان کا ایمان بکاؤ مال ہوتا تو وہ جب چاہتے وزارت کی گدی پر متمکن ہو سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے لئے سنگلاخ راستہ اختیار کیا، اس راہ میں قید اور پھانسی کے امتحانوں کا انہوں نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے استقبال کیا ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی کی عمر اس وقت ۵۵ سال سے متجاوز ہے، میں ان کا کالج کے زمانے سے نیاز مند ہوں، ان کے ساتھ خلوتِ جلوت میں ہفتے نہیں مہینے گزارے ہیں، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے ان کی زبان سے کبھی کوئی فحش بات سنی ہو یا میں نے انہیں کسی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب کرتے پایا ہو، وہ ایک ایسے مردِ مجاہد ہیں جن کی راتوں کا بیشتر حصہ نوافلِ گزاری میں گزرتا ہے، گزشتہ ہفتے کی رات کو جب پولیس ایک بجے ان کے مکان پر انہیں گرفتار کرنے آئی تو وہ نوافل ادا کرنے میں مصروف تھے۔

میں حکومت سے کہتا ہوں کہ ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پابجولاں کر کے اس کی نیک نامی میں اضافہ نہیں ہوگا، اب جبکہ حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا ہے میں حکومت سے ان کی رہائی کی اپیل نہیں کروں گا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ بات مولانا کو واقعی ناگوار گزرتی ہے۔

(م ش کی ڈاڑھی) لے

روزنامہ جسارت کی رائے بھی ملاحظہ ہو :-

” جمعیت علمائے پاکستان کے ممتاز رہنما مولانا عبدالستار خاں نیازی ہجرت
ایک روز قبل ضمانت پر رہا ہوئے اور گھر پر عید منانے سے قبل ہی اسی شب
دوبارہ گرفتار کر لئے گئے۔ تازہ الزام یہ ہے کہ انہوں نے جمعۃ الوداع کے موقع
پر وہاڑی میں قابل اعتراض تقریر کی تھی، اس سے قبل انہیں گزشتہ اتوار کو
ضلع ملتان میں ۵ اگست کو قابل اعتراض تقریر کرنے کے الزام میں لاہور
میں گرفتار کیا گیا تھا۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی بنگلہ دیش تسلیم کرنے کے مخالف تھے
جمعیت کے پارلیمانی رہنما مولانا شاہ احمد نورانی نے جیسے ہی یہ اعلان کیا
کہ جمعیت بنگلہ دیش کی منظوری کے خلاف مہم چلائے گی ویسے ہی حکومت نے
مولانا عبدالستار خاں نیازی کو گرفتار کر لیا تاکہ مہم نہ چل سکے۔

اس نوعیت کی کارروائی کی پیشین گوئی ہم ان ہی کالموں میں کر چکے ہیں، یہ ہوگا
اور مزید ہوگا مگر اہل وطن! جلیں بھر دیجئے اور حکومت کو بتا دیجئے کہ عوام
کی مرضی کو اس نوعیت کی گرفتاریوں سے نہیں کچلا جاسکتا۔ ہم مولانا عبدالستار
خاں نیازی کی رہائی کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے بلکہ ہم مولانا نیازی اور جمعیت
کو مبارک باد دیتے ہیں کہ بنگلہ دیش نامنظور تحریک کی پہلی گرفتاری کا
شرف انہیں حاصل ہوا۔

اہل وطن یاد رکھئے مولانا عبدالستار نیازی پاکستان کے دیوانے اور

جانثار ہیں اور یحییٰ خاں عدلیہ کا قرار دیا ہوا غاصب اور اہل وطن آنکھیں کھول کر
دیکھئے کہ پاکستان کے جانثاروں کو کس نے جیل میں ڈالا اور پاکستان کے
غاصب و غدار کو جیل سے بچا کر کس نے بنگلے میں محفوظ کیا؟ لے

۲۶-۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو خانوال ضلع ملتان میں جمعیت کا کل پاکستان کنونشن منعقد
ہوا جس میں صوبائی مجالس شوریٰ، صوبائی مجلس منتظمہ، مرکزی مجلس شوریٰ اور مرکزی مجلس عاملہ کے
علاوہ خصوصی دعوت پر مندوبین شامل ہوئے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے متجاوز تھی۔ اس کنونشن
میں مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر اور مولانا عبدالستار نیازی کو ناظم اعلیٰ (جنرل سیکریٹری)
منتخب کیا گیا۔

مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہونے کے بعد مولانا نیازی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ
اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے دن رات کوشاں ہیں، ملک گیر دورے فرما کر
جمعیت علماء پاکستان کی تنظیم کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ
تادیر اہلسنت پر قائم رکھے، آمین ثم آمین۔

۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو آپ ایک بار پھر سرگفت ہو کر میدان عمل میں اترے
اپوزیشن کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی
آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکرو فریب کے
جال کو تار تار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کی۔ اس
سلسلہ میں آپ کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد ہیں۔ آپ
نے اپنی بیماری، بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی بالکل پروا نہ کی۔ یکم ستمبر کو بادشاہی مسجد لاہور

۱۷ روزنامہ جہانت کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء، بحوالہ ہفت روزہ صوفیہ گوجرانوالہ دسمبر ۱۹۷۲ء، ص ۲۱، ۲۲۔

۱۸ روزنامہ نوائے ملت لاہور ۶ نومبر ۱۹۷۳ء، ۲۸ مئی ۱۹۷۳ء، روزنامہ صوفیہ گوجرانوالہ جون ۱۹۷۳ء، ص ۲۳۔

میں مجلس کے زیرِ اہتمام تاریخی جلسے سے خطاب کیا، بالآخر آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور
، ستمبر کو قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دے دئے گئے۔

۲۰ دسمبر کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر جمعیت علماء پاکستان کا ایک وفد مولانا
شاہ احمد نورانی کی قیادت میں عالمی تبلیغی دورہ پر روانہ ہوا جس میں مولانا عبدالستار خاں
نیازی اور قائد حزب اختلاف سندھ اسمبلی شاہ فرید الحق شامل تھے۔ فریضہ حج کی ادائیگی
کے بعد اس وفد نے کینیا، مشرقی افریقہ، ماریشس، آئرلینڈ، انگلستان، جنوبی امریکہ کی یاسین
ریاستہائے متحدہ امریکہ، ہالینڈ اور دیگر بہت سے ممالک کا دورہ کیا اور قادیانیوں کے
بے شمار مراکز بند ہو گئے۔ اس دورے کا کل سفر تقریباً ایک لاکھ میل بنتا ہے اور اس دورے
میں چھ سو سے زائد اجتماعات سے خطاب کیا گیا۔ کئی ممالک کے ریڈیو اور ٹی وی سے
بھی خطاب کا موقع فراہم ہوا۔ اس کے بعد عمرہ کر کے ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء کو
یہ وفد پاکستان واپس پہنچ گیا۔

۲۴/۵/۷۲ میں کوئٹہ میں جمعیت علمائے پاکستان کا ملک گیر کنونشن منعقد ہوا۔
جس میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کو دوبارہ بلا مقابلاً صدر منتخب کیا گیا اور
آپ جنرل سیکریٹری چنے گئے۔

جون میں متحدہ جمہوری محاذ کے لاہور میں منعقدہ ملک گیر کنونشن کے مولانا نیازی کو نیز مقرر
ہوئے لیکن آپ کنونشن سے قبل ہی ۱۲ جون کو ساہیوال جیل میں نظر بند کر دئے گئے۔

سلاہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵/۵/۷۲، ۱۵/۶/۷۲، ۲۲/۶/۷۲، ۲۸/۶/۷۲، ۱۹/۷/۷۲، ۲۷/۷/۷۲، ۲۸/۷/۷۲، ۲۹/۷/۷۲، ۳۰/۷/۷۲، ۳۱/۷/۷۲، ۱/۸/۷۲، ۲/۸/۷۲، ۳/۸/۷۲، ۴/۸/۷۲، ۵/۸/۷۲، ۶/۸/۷۲، ۷/۸/۷۲، ۸/۸/۷۲، ۹/۸/۷۲، ۱۰/۸/۷۲، ۱۱/۸/۷۲، ۱۲/۸/۷۲، ۱۳/۸/۷۲، ۱۴/۸/۷۲، ۱۵/۸/۷۲، ۱۶/۸/۷۲، ۱۷/۸/۷۲، ۱۸/۸/۷۲، ۱۹/۸/۷۲، ۲۰/۸/۷۲، ۲۱/۸/۷۲، ۲۲/۸/۷۲، ۲۳/۸/۷۲، ۲۴/۸/۷۲، ۲۵/۸/۷۲، ۲۶/۸/۷۲، ۲۷/۸/۷۲، ۲۸/۸/۷۲، ۲۹/۸/۷۲، ۳۰/۸/۷۲، ۳۱/۸/۷۲، ۱/۹/۷۲، ۲/۹/۷۲، ۳/۹/۷۲، ۴/۹/۷۲، ۵/۹/۷۲، ۶/۹/۷۲، ۷/۹/۷۲، ۸/۹/۷۲، ۹/۹/۷۲، ۱۰/۹/۷۲، ۱۱/۹/۷۲، ۱۲/۹/۷۲، ۱۳/۹/۷۲، ۱۴/۹/۷۲، ۱۵/۹/۷۲، ۱۶/۹/۷۲، ۱۷/۹/۷۲، ۱۸/۹/۷۲، ۱۹/۹/۷۲، ۲۰/۹/۷۲، ۲۱/۹/۷۲، ۲۲/۹/۷۲، ۲۳/۹/۷۲، ۲۴/۹/۷۲، ۲۵/۹/۷۲، ۲۶/۹/۷۲، ۲۷/۹/۷۲، ۲۸/۹/۷۲، ۲۹/۹/۷۲، ۳۰/۹/۷۲، ۱/۱۰/۷۲، ۲/۱۰/۷۲، ۳/۱۰/۷۲، ۴/۱۰/۷۲، ۵/۱۰/۷۲، ۶/۱۰/۷۲، ۷/۱۰/۷۲، ۸/۱۰/۷۲، ۹/۱۰/۷۲، ۱۰/۱۰/۷۲، ۱۱/۱۰/۷۲، ۱۲/۱۰/۷۲، ۱۳/۱۰/۷۲، ۱۴/۱۰/۷۲، ۱۵/۱۰/۷۲، ۱۶/۱۰/۷۲، ۱۷/۱۰/۷۲، ۱۸/۱۰/۷۲، ۱۹/۱۰/۷۲، ۲۰/۱۰/۷۲، ۲۱/۱۰/۷۲، ۲۲/۱۰/۷۲، ۲۳/۱۰/۷۲، ۲۴/۱۰/۷۲، ۲۵/۱۰/۷۲، ۲۶/۱۰/۷۲، ۲۷/۱۰/۷۲، ۲۸/۱۰/۷۲، ۲۹/۱۰/۷۲، ۳۰/۱۰/۷۲، ۳۱/۱۰/۷۲، ۱/۱۱/۷۲، ۲/۱۱/۷۲، ۳/۱۱/۷۲، ۴/۱۱/۷۲، ۵/۱۱/۷۲، ۶/۱۱/۷۲، ۷/۱۱/۷۲، ۸/۱۱/۷۲، ۹/۱۱/۷۲، ۱۰/۱۱/۷۲، ۱۱/۱۱/۷۲، ۱۲/۱۱/۷۲، ۱۳/۱۱/۷۲، ۱۴/۱۱/۷۲، ۱۵/۱۱/۷۲، ۱۶/۱۱/۷۲، ۱۷/۱۱/۷۲، ۱۸/۱۱/۷۲، ۱۹/۱۱/۷۲، ۲۰/۱۱/۷۲، ۲۱/۱۱/۷۲، ۲۲/۱۱/۷۲، ۲۳/۱۱/۷۲، ۲۴/۱۱/۷۲، ۲۵/۱۱/۷۲، ۲۶/۱۱/۷۲، ۲۷/۱۱/۷۲، ۲۸/۱۱/۷۲، ۲۹/۱۱/۷۲، ۳۰/۱۱/۷۲، ۱/۱۲/۷۲، ۲/۱۲/۷۲، ۳/۱۲/۷۲، ۴/۱۲/۷۲، ۵/۱۲/۷۲، ۶/۱۲/۷۲، ۷/۱۲/۷۲، ۸/۱۲/۷۲، ۹/۱۲/۷۲، ۱۰/۱۲/۷۲، ۱۱/۱۲/۷۲، ۱۲/۱۲/۷۲، ۱۳/۱۲/۷۲، ۱۴/۱۲/۷۲، ۱۵/۱۲/۷۲، ۱۶/۱۲/۷۲، ۱۷/۱۲/۷۲، ۱۸/۱۲/۷۲، ۱۹/۱۲/۷۲، ۲۰/۱۲/۷۲، ۲۱/۱۲/۷۲، ۲۲/۱۲/۷۲، ۲۳/۱۲/۷۲، ۲۴/۱۲/۷۲، ۲۵/۱۲/۷۲، ۲۶/۱۲/۷۲، ۲۷/۱۲/۷۲، ۲۸/۱۲/۷۲، ۲۹/۱۲/۷۲، ۳۰/۱۲/۷۲، ۳۱/۱۲/۷۲، ۱/۱/۷۳، ۲/۱/۷۳، ۳/۱/۷۳، ۴/۱/۷۳، ۵/۱/۷۳، ۶/۱/۷۳، ۷/۱/۷۳، ۸/۱/۷۳، ۹/۱/۷۳، ۱۰/۱/۷۳، ۱۱/۱/۷۳، ۱۲/۱/۷۳، ۱۳/۱/۷۳، ۱۴/۱/۷۳، ۱۵/۱/۷۳، ۱۶/۱/۷۳، ۱۷/۱/۷۳، ۱۸/۱/۷۳، ۱۹/۱/۷۳، ۲۰/۱/۷۳، ۲۱/۱/۷۳، ۲۲/۱/۷۳، ۲۳/۱/۷۳، ۲۴/۱/۷۳، ۲۵/۱/۷۳، ۲۶/۱/۷۳، ۲۷/۱/۷۳، ۲۸/۱/۷۳، ۲۹/۱/۷۳، ۳۰/۱/۷۳، ۳۱/۱/۷۳، ۱/۲/۷۳، ۲/۲/۷۳، ۳/۲/۷۳، ۴/۲/۷۳، ۵/۲/۷۳، ۶/۲/۷۳، ۷/۲/۷۳، ۸/۲/۷۳، ۹/۲/۷۳، ۱۰/۲/۷۳، ۱۱/۲/۷۳، ۱۲/۲/۷۳، ۱۳/۲/۷۳، ۱۴/۲/۷۳، ۱۵/۲/۷۳، ۱۶/۲/۷۳، ۱۷/۲/۷۳، ۱۸/۲/۷۳، ۱۹/۲/۷۳، ۲۰/۲/۷۳، ۲۱/۲/۷۳، ۲۲/۲/۷۳، ۲۳/۲/۷۳، ۲۴/۲/۷۳، ۲۵/۲/۷۳، ۲۶/۲/۷۳، ۲۷/۲/۷۳، ۲۸/۲/۷۳، ۲۹/۲/۷۳، ۳۰/۲/۷۳، ۳۱/۲/۷۳، ۱/۳/۷۳، ۲/۳/۷۳، ۳/۳/۷۳، ۴/۳/۷۳، ۵/۳/۷۳، ۶/۳/۷۳، ۷/۳/۷۳، ۸/۳/۷۳، ۹/۳/۷۳، ۱۰/۳/۷۳، ۱۱/۳/۷۳، ۱۲/۳/۷۳، ۱۳/۳/۷۳، ۱۴/۳/۷۳، ۱۵/۳/۷۳، ۱۶/۳/۷۳، ۱۷/۳/۷۳، ۱۸/۳/۷۳، ۱۹/۳/۷۳، ۲۰/۳/۷۳، ۲۱/۳/۷۳، ۲۲/۳/۷۳، ۲۳/۳/۷۳، ۲۴/۳/۷۳، ۲۵/۳/۷۳، ۲۶/۳/۷۳، ۲۷/۳/۷۳، ۲۸/۳/۷۳، ۲۹/۳/۷۳، ۳۰/۳/۷۳، ۳۱/۳/۷۳، ۱/۴/۷۳، ۲/۴/۷۳، ۳/۴/۷۳، ۴/۴/۷۳، ۵/۴/۷۳، ۶/۴/۷۳، ۷/۴/۷۳، ۸/۴/۷۳، ۹/۴/۷۳، ۱۰/۴/۷۳، ۱۱/۴/۷۳، ۱۲/۴/۷۳، ۱۳/۴/۷۳، ۱۴/۴/۷۳، ۱۵/۴/۷۳، ۱۶/۴/۷۳، ۱۷/۴/۷۳، ۱۸/۴/۷۳، ۱۹/۴/۷۳، ۲۰/۴/۷۳، ۲۱/۴/۷۳، ۲۲/۴/۷۳، ۲۳/۴/۷۳، ۲۴/۴/۷۳، ۲۵/۴/۷۳، ۲۶/۴/۷۳، ۲۷/۴/۷۳، ۲۸/۴/۷۳، ۲۹/۴/۷۳، ۳۰/۴/۷۳، ۳۱/۴/۷۳، ۱/۵/۷۳، ۲/۵/۷۳، ۳/۵/۷۳، ۴/۵/۷۳، ۵/۵/۷۳، ۶/۵/۷۳، ۷/۵/۷۳، ۸/۵/۷۳، ۹/۵/۷۳، ۱۰/۵/۷۳، ۱۱/۵/۷۳، ۱۲/۵/۷۳، ۱۳/۵/۷۳، ۱۴/۵/۷۳، ۱۵/۵/۷۳، ۱۶/۵/۷۳، ۱۷/۵/۷۳، ۱۸/۵/۷۳، ۱۹/۵/۷۳، ۲۰/۵/۷۳، ۲۱/۵/۷۳، ۲۲/۵/۷۳، ۲۳/۵/۷۳، ۲۴/۵/۷۳، ۲۵/۵/۷۳، ۲۶/۵/۷۳، ۲۷/۵/۷۳، ۲۸/۵/۷۳، ۲۹/۵/۷۳، ۳۰/۵/۷۳، ۳۱/۵/۷۳، ۱/۶/۷۳، ۲/۶/۷۳، ۳/۶/۷۳، ۴/۶/۷۳، ۵/۶/۷۳، ۶/۶/۷۳، ۷/۶/۷۳، ۸/۶/۷۳، ۹/۶/۷۳، ۱۰/۶/۷۳، ۱۱/۶/۷۳، ۱۲/۶/۷۳، ۱۳/۶/۷۳، ۱۴/۶/۷۳، ۱۵/۶/۷۳، ۱۶/۶/۷۳، ۱۷/۶/۷۳، ۱۸/۶/۷۳، ۱۹/۶/۷۳، ۲۰/۶/۷۳، ۲۱/۶/۷۳، ۲۲/۶/۷۳، ۲۳/۶/۷۳، ۲۴/۶/۷۳، ۲۵/۶/۷۳، ۲۶/۶/۷۳، ۲۷/۶/۷۳، ۲۸/۶/۷۳، ۲۹/۶/۷۳، ۳۰/۶/۷۳، ۳۱/۶/۷۳، ۱/۷/۷۳، ۲/۷/۷۳، ۳/۷/۷۳، ۴/۷/۷۳، ۵/۷/۷۳، ۶/۷/۷۳، ۷/۷/۷۳، ۸/۷/۷۳، ۹/۷/۷۳، ۱۰/۷/۷۳، ۱۱/۷/۷۳، ۱۲/۷/۷۳، ۱۳/۷/۷۳، ۱۴/۷/۷۳، ۱۵/۷/۷۳، ۱۶/۷/۷۳، ۱۷/۷/۷۳، ۱۸/۷/۷۳، ۱۹/۷/۷۳، ۲۰/۷/۷۳، ۲۱/۷/۷۳، ۲۲/۷/۷۳، ۲۳/۷/۷۳، ۲۴/۷/۷۳، ۲۵/۷/۷۳، ۲۶/۷/۷۳، ۲۷/۷/۷۳، ۲۸/۷/۷۳، ۲۹/۷/۷۳، ۳۰/۷/۷۳، ۳۱/۷/۷۳، ۱/۸/۷۳، ۲/۸/۷۳، ۳/۸/۷۳، ۴/۸/۷۳، ۵/۸/۷۳، ۶/۸/۷۳، ۷/۸/۷۳، ۸/۸/۷۳، ۹/۸/۷۳، ۱۰/۸/۷۳، ۱۱/۸/۷۳، ۱۲/۸/۷۳، ۱۳/۸/۷۳، ۱۴/۸/۷۳، ۱۵/۸/۷۳، ۱۶/۸/۷۳، ۱۷/۸/۷۳، ۱۸/۸/۷۳، ۱۹/۸/۷۳، ۲۰/۸/۷۳، ۲۱/۸/۷۳، ۲۲/۸/۷۳، ۲۳/۸/۷۳، ۲۴/۸/۷۳، ۲۵/۸/۷۳، ۲۶/۸/۷۳، ۲۷/۸/۷۳، ۲۸/۸/۷۳، ۲۹/۸/۷۳، ۳۰/۸/۷۳، ۳۱/۸/۷۳، ۱/۹/۷۳، ۲/۹/۷۳، ۳/۹/۷۳، ۴/۹/۷۳، ۵/۹/۷۳، ۶/۹/۷۳، ۷/۹/۷۳، ۸/۹/۷۳، ۹/۹/۷۳، ۱۰/۹/۷۳، ۱۱/۹/۷۳، ۱۲/۹/۷۳، ۱۳/۹/۷۳، ۱۴/۹/۷۳، ۱۵/۹/۷۳، ۱۶/۹/۷۳، ۱۷/۹/۷۳، ۱۸/۹/۷۳، ۱۹/۹/۷۳، ۲۰/۹/۷۳، ۲۱/۹/۷۳، ۲۲/۹/۷۳، ۲۳/۹/۷۳، ۲۴/۹/۷۳، ۲۵/۹/۷۳، ۲۶/۹/۷۳، ۲۷/۹/۷۳، ۲۸/۹/۷۳، ۲۹/۹/۷۳، ۳۰/۹/۷۳، ۳۱/۹/۷۳، ۱/۱۰/۷۳، ۲/۱۰/۷۳، ۳/۱۰/۷۳، ۴/۱۰/۷۳، ۵/۱۰/۷۳، ۶/۱۰/۷۳، ۷/۱۰/۷۳، ۸/۱۰/۷۳، ۹/۱۰/۷۳، ۱۰/۱۰/۷۳، ۱۱/۱۰/۷۳، ۱۲/۱۰/۷۳، ۱۳/۱۰/۷۳، ۱۴/۱۰/۷۳، ۱۵/۱۰/۷۳، ۱۶/۱۰/۷۳، ۱۷/۱۰/۷۳، ۱۸/۱۰/۷۳، ۱۹/۱۰/۷۳، ۲۰/۱۰/۷۳، ۲۱/۱۰/۷۳، ۲۲/۱۰/۷۳، ۲۳/۱۰/۷۳، ۲۴/۱۰/۷۳، ۲۵/۱۰/۷۳، ۲۶/۱۰/۷۳، ۲۷/۱۰/۷۳، ۲۸/۱۰/۷۳، ۲۹/۱۰/۷۳، ۳۰/۱۰/۷۳، ۳۱/۱۰/۷۳، ۱/۱۱/۷۳، ۲/۱۱/۷۳، ۳/۱۱/۷۳، ۴/۱۱/۷۳، ۵/۱۱/۷۳، ۶/۱۱/۷۳، ۷/۱۱/۷۳، ۸/۱۱/۷۳، ۹/۱۱/۷۳، ۱۰/۱۱/۷۳، ۱۱/۱۱/۷۳، ۱۲/۱۱/۷۳، ۱۳/۱۱/۷۳، ۱۴/۱۱/۷۳، ۱۵/۱۱/۷۳، ۱۶/۱۱/۷۳، ۱۷/۱۱/۷۳، ۱۸/۱۱/۷۳، ۱۹/۱۱/۷۳، ۲۰/۱۱/۷۳، ۲۱/۱۱/۷۳، ۲۲/۱۱/۷۳، ۲۳/۱۱/۷۳، ۲۴/۱۱/۷۳، ۲۵/۱۱/۷۳، ۲۶/۱۱/۷۳، ۲۷/۱۱/۷۳، ۲۸/۱۱/۷۳، ۲۹/۱۱/۷۳، ۳۰/۱۱/۷۳، ۳۱/۱۱/۷۳، ۱/۱۲/۷۳، ۲/۱۲/۷۳، ۳/۱۲/۷۳، ۴/۱۲/۷۳، ۵/۱۲/۷۳، ۶/۱۲/۷۳، ۷/۱۲/۷۳، ۸/۱۲/۷۳، ۹/۱۲/۷۳، ۱۰/۱۲/۷۳، ۱۱/۱۲/۷۳، ۱۲/۱۲/۷۳، ۱۳/۱۲/۷۳، ۱۴/۱۲/۷۳، ۱۵/۱۲/۷۳، ۱۶/۱۲/۷۳، ۱۷/۱۲/۷۳، ۱۸/۱۲/۷۳، ۱۹/۱۲/۷۳، ۲۰/۱۲/۷۳، ۲۱/۱۲/۷۳، ۲۲/۱۲/۷۳، ۲۳/۱۲/۷۳، ۲۴/۱۲/۷۳، ۲۵/۱۲/۷۳، ۲۶/۱۲/۷۳، ۲۷/۱۲/۷۳، ۲۸/۱۲/۷۳، ۲۹/۱۲/۷۳، ۳۰/۱۲/۷۳، ۳۱/۱۲/۷۳، ۱/۱/۷۴، ۲/۱/۷۴، ۳/۱/۷۴، ۴/۱/۷۴، ۵/۱/۷۴، ۶/۱/۷۴، ۷/۱/۷۴، ۸/۱/۷۴، ۹/۱/۷۴، ۱۰/۱/۷۴، ۱۱/۱/۷۴، ۱۲/۱/۷۴، ۱۳/۱/۷۴، ۱۴/۱/۷۴، ۱۵/۱/۷۴، ۱۶/۱/۷۴، ۱۷/۱/۷۴، ۱۸/۱/۷۴، ۱۹/۱/۷۴، ۲۰/۱/۷۴، ۲۱/۱/۷۴، ۲۲/۱/۷۴، ۲۳/۱/۷۴، ۲۴/۱/۷۴، ۲۵/۱/۷۴، ۲۶/۱/۷۴، ۲۷/۱/۷۴، ۲۸/۱/۷۴، ۲۹/۱/۷۴، ۳۰/۱/۷۴، ۳۱/۱/۷۴، ۱/۲/۷۴، ۲/۲/۷۴، ۳/۲/۷۴، ۴/۲/۷۴، ۵/۲/۷۴، ۶/۲/۷۴، ۷/۲/۷۴، ۸/۲/۷۴، ۹/۲/۷۴، ۱۰/۲/۷۴، ۱۱/۲/۷۴، ۱۲/۲/۷۴، ۱۳/۲/۷۴، ۱۴/۲/۷۴، ۱۵/۲/۷۴، ۱۶/۲/۷۴، ۱۷/۲/۷۴، ۱۸/۲/۷۴، ۱۹/۲/۷۴، ۲۰/۲/۷۴، ۲۱/۲/۷۴، ۲۲/۲/۷۴، ۲۳/۲/۷۴، ۲۴/۲/۷۴، ۲۵/۲/۷۴، ۲۶/۲/۷۴، ۲۷/۲/۷۴، ۲۸/۲/۷۴، ۲۹/۲/۷۴، ۳۰/۲/۷۴، ۳۱/۲/۷۴، ۱/۳/۷۴، ۲/۳/۷۴، ۳/۳/۷۴، ۴/۳/۷۴، ۵/۳/۷۴، ۶/۳/۷۴، ۷/۳/۷۴، ۸/۳/۷۴، ۹/۳/۷۴، ۱۰/۳/۷۴، ۱۱/۳/۷۴، ۱۲/۳/۷۴، ۱۳/۳/۷۴، ۱۴/۳/۷۴، ۱۵/۳/۷۴، ۱۶/۳/۷۴، ۱۷/۳/۷۴، ۱۸/۳/۷۴، ۱۹/۳/۷۴، ۲۰/۳/۷۴، ۲۱/۳/۷۴، ۲۲/۳/۷۴، ۲۳/۳/۷۴، ۲۴/۳/۷۴، ۲۵/۳/۷۴، ۲۶/۳/۷۴، ۲۷/۳/۷۴، ۲۸/۳/۷۴، ۲۹/۳/۷۴، ۳۰/۳/۷۴، ۳۱/۳/۷۴، ۱/۴/۷۴، ۲/۴/۷۴، ۳/۴/۷۴، ۴/۴/۷۴، ۵/۴/۷۴، ۶/۴/۷۴، ۷/۴/۷۴، ۸/۴/۷۴، ۹/۴/۷۴، ۱۰/۴/۷۴، ۱۱/۴/۷۴، ۱۲/۴/۷۴، ۱۳/۴/۷۴، ۱۴/۴/۷۴، ۱۵/۴/۷۴، ۱۶/۴/۷۴، ۱۷/۴/۷۴، ۱۸/۴/۷۴، ۱۹/۴/۷۴، ۲۰/۴/۷۴، ۲۱/۴/۷۴، ۲۲/۴/۷۴، ۲۳/۴/۷۴، ۲۴/۴/۷۴، ۲۵/۴/۷۴، ۲۶/۴/۷۴، ۲۷/۴/۷۴، ۲۸/۴/۷۴، ۲۹/۴/۷۴، ۳۰/۴/۷۴، ۳۱/۴/۷۴، ۱/۵/۷۴، ۲/۵/۷۴، ۳/۵/۷۴، ۴/۵/۷۴، ۵/۵/۷۴، ۶/۵/۷۴، ۷/۵/۷۴، ۸/۵/۷۴، ۹/۵/۷۴، ۱۰/۵/۷۴، ۱۱/۵/۷۴، ۱۲/۵/۷۴، ۱۳/۵/۷۴، ۱۴/۵/۷۴، ۱۵/۵/۷۴، ۱۶/۵/۷۴، ۱۷/۵/۷۴، ۱۸/۵/۷۴، ۱۹/۵/۷۴، ۲۰/۵/۷۴، ۲۱/۵/۷۴، ۲۲/۵/۷۴، ۲۳/۵/۷۴، ۲۴/۵/۷۴، ۲۵/۵/۷۴، ۲۶/۵/۷۴، ۲۷/۵/۷۴، ۲۸/۵/۷۴، ۲۹/۵/۷۴، ۳۰/۵/۷۴، ۳۱/۵/۷۴، ۱/۶/۷۴، ۲/۶/۷۴، ۳/۶/۷۴، ۴/۶/۷۴، ۵/۶/۷۴، ۶/۶/۷۴، ۷/۶/۷۴، ۸/۶/۷۴، ۹/۶/۷۴، ۱۰/۶/۷۴، ۱۱/۶/۷۴، ۱۲/۶/۷۴، ۱۳/۶/۷۴، ۱۴/۶/۷۴، ۱۵/۶/۷۴، ۱۶/۶/۷۴، ۱۷/۶/۷۴، ۱۸/۶/۷۴، ۱۹/۶/۷۴، ۲۰/۶/۷۴، ۲۱/۶/۷۴، ۲۲/۶/۷۴، ۲۳/۶/۷۴، ۲۴/۶/۷۴، ۲۵/۶/۷۴، ۲۶/۶/۷۴، ۲۷/۶/۷۴، ۲۸/۶/۷۴، ۲۹/۶/۷۴، ۳۰/۶/۷۴، ۳۱/۶/۷۴، ۱/۷/۷۴، ۲/۷/۷۴، ۳/۷/۷۴، ۴/۷/۷۴، ۵/۷/۷۴، ۶/۷/۷۴، ۷/۷/۷۴، ۸/۷/۷۴، ۹/۷/۷۴، ۱۰/۷/۷۴، ۱۱/۷/۷۴، ۱۲/۷/۷۴، ۱۳/۷/۷۴، ۱۴/۷/۷۴، ۱۵/۷/۷۴، ۱۶/۷/۷۴، ۱۷/۷/۷۴، ۱۸/۷/۷۴، ۱۹/۷/۷۴، ۲۰/۷/۷۴، ۲۱/۷/۷۴، ۲۲/۷/۷۴، ۲۳/۷/۷۴، ۲۴/۷/۷۴، ۲۵/۷/۷۴، ۲۶/۷/۷۴، ۲۷/۷/۷۴، ۲۸/۷/۷۴، ۲۹/۷/۷۴، ۳۰/۷/۷۴، ۳۱/۷/۷۴، ۱/۸/۷۴، ۲/۸/۷۴، ۳/۸/۷۴، ۴/۸/۷۴، ۵/۸/۷۴، ۶/۸/۷۴، ۷/۸/۷۴، ۸/۸/۷۴، ۹/۸/۷۴، ۱۰/۸/۷۴، ۱۱/۸/۷۴، ۱۲/۸/۷۴، ۱۳/۸/۷۴، ۱۴/۸/۷۴، ۱۵/۸/۷۴، ۱۶/۸/۷۴، ۱۷/۸/۷۴، ۱۸/۸/۷۴، ۱۹/۸/۷۴، ۲۰/۸/۷۴، ۲۱/۸/۷۴، ۲۲/۸/۷۴، ۲۳/۸/۷۴، ۲۴/۸/۷۴، ۲۵/۸/۷۴، ۲۶/۸/۷۴، ۲۷/۸/۷۴، ۲۸/۸/۷۴، ۲۹/۸/۷۴، ۳۰/۸/۷۴، ۳۱/۸/۷۴، ۱/۹/۷۴، ۲/۹/۷۴، ۳/۹/۷۴، ۴/۹/۷۴، ۵/۹/۷۴، ۶/۹/۷۴، ۷/۹/۷۴، ۸/۹/۷۴، ۹/۹/۷۴، ۱۰/۹/۷۴، ۱۱/۹/۷۴، ۱۲/۹/۷۴، ۱۳/۹/۷۴، ۱۴/۹/۷۴، ۱۵/۹/۷۴، ۱۶/۹/۷۴، ۱۷/۹/۷۴، ۱۸/۹/۷۴، ۱۹/۹/۷۴، ۲۰/۹/۷۴، ۲۱/۹/۷۴، ۲۲/۹/۷۴، ۲۳/۹/۷۴، ۲۴/۹/۷۴، ۲۵/۹/۷۴، ۲۶/۹/۷۴، ۲۷/۹/۷۴، ۲۸/۹/۷۴، ۲۹/۹/۷۴، ۳۰/۹/۷۴، ۳۱/۹/۷۴، ۱/۱۰/۷۴، ۲/۱۰/۷۴، ۳/۱۰/۷۴، ۴/۱۰/۷۴، ۵/۱۰/۷۴، ۶/۱۰/۷۴، ۷/۱۰/۷۴، ۸/۱۰/۷۴، ۹/۱۰/۷۴، ۱۰/۱۰/۷۴، ۱۱/۱۰/۷۴، ۱۲/۱۰/۷۴، ۱۳/۱۰/۷۴، ۱۴/۱۰/۷۴، ۱۵/۱۰/۷۴، ۱۶/۱۰/۷۴، ۱۷/۱۰/۷۴، ۱۸/۱۰/۷۴، ۱۹/۱۰/۷۴، ۲۰/۱۰/۷۴، ۲۱/۱۰/۷۴، ۲۲/۱۰/۷۴، ۲۳/۱۰/۷۴، ۲۴/۱۰/۷۴، ۲

۱۸ اگست کو لاہور جیل سے باعزت طور پر رہائی کر دئے گئے۔
 مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی زندگی کا بیشتر حصہ قید و بند ہی میں گزرا ہے
 لیکن آپ نے ہمیشہ جرأت و ہمت کا ثبوت دیا اور کبھی — جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے
 سے گریز نہیں کیا۔ آپ نے — اپنے آپ کو نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور
 مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے — وقف کر رکھا ہے۔ آپ کا یہ نعرہ
 حق آپ کے کردار کا آئینہ دار ہے۔

جیتا ہوں نگہبانیِ اسلام کی خاطر
 فاسق ہیں مری تلخ نوائی سے گلہ مند
 ہر دور کے شہاد مرے پاؤں کے نیچے
 ساتھی ہیں مرے دینِ پیمر کے جگر بند

۱۵ روزنامہ نوائے وقت، وفاق لاہور، ۸ اگست ۱۹۷۵ء۔

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی میرٹھی

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ موجودہ صدی کے مبلغ اسلام اور عظیم مفکر گزرے ہیں۔ آپ کی شبانہ روز کوششوں اور کاوشوں سے براعظم فریقہ اور یورپ میں شمع اسلام روشن ہوئی۔ ستر ہزار سے زائد غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ ۵ ارمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء میں مشہور و معروف عالم دین حضرت شاہ محمد عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ یہی وہ میرٹھ ہے جہاں سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ابتداء ہوئی تھی۔ لے

آپ ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم عربیہ قومیہ میں داخل ہو گئے۔ سوہ برس کی عمر میں درس نظامی کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کر لیا۔ بعد ازاں علوم جدیدہ کے حصول کے لئے اٹاوا ہائی سکول میں میٹرک کرنے کے بعد ڈوٹیرنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے کیا۔ پھر میرٹھ کے مشہور و معروف حکیم احتشام الدین سے فن حکمت سیکھا۔ مختلف قوانین کی کتب کا مطالعہ بھی کیا۔ کالج کی تعطیلات کے دوران بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ سے علوم اسلامیہ کے گہر بھی ٹوٹتے رہے۔

۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین شریفین کے لئے حجاز پہنچے اور وہاں اپنی پراگندہ حضرت قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اعلیٰ حضرت کے علاوہ آپ نے مولانا عبدالباقی قرنگی محلی، شیخ احمد شمس مغربی مقیم مدینہ منورہ، شیخ السنوسی (ایبیا) سے بھی علم حاصل کیا۔ اپنے بڑے بھائی

۱۔ انوارِ رضا کے مصنف گوہر انوار جنوری ۱۹۷۲ء میں ۸۔ ہفت ہذہ المدینہ کراچی ۸ مہر فروری ۱۹۷۲ء میں

مولانا احمد مختار صدیقی سے بھی چاروں سلسلوں میں اجازت حاصل کی، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ خلافت پہنا کر بیرونی ممالک میں تبلیغ کے لئے جانے کا حکم دیا۔

آپ نے تقریباً ۳۵ برس (۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء) یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ملکوں میں تبلیغ اسلام کی۔ ان ممالک کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی کوششوں سے نامور وکلاء، فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس دان، اور کٹر دہریے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو جنوبی افریقہ میں مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر برنارڈ شا سے "اسلام اور عیسائیت" کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دورانِ مناظرہ برنارڈ شا پر آپ کی شخصیت کا رعب چھایا رہا اور اس نے قرآن پاک کی حقانیت کا اعتراف کر لیا۔ دنیا کا مسلم مفکر اپنے آپ کو حضرت صدیقی کے سامنے طفلِ مکتب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔ برنارڈ شا سے آپ کی گفتگو پر مشتمل کتابچہ بزبان انگریزی "A SHAVIAN AND A THEOLOGIAN" شائع کردہ، اسلامک سنٹر ٹی بلاک، نارٹھ ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳، اب اس کا اردو ترجمہ بھی ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت کراچی، بابت ماہ مارچ ۱۹۷۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔

برنارڈ شا نے آخر میں کہا :

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا موقع نہ ملا"

آپ نے تحریکِ پاکستان میں جو خدمات انجام دیں وہ آپ زور سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تحریکِ پاکستان سے قبل آپ نے فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم قوموں کی حمایت میں آواز بلند کی۔ تحریکِ پاکستان کے خلاف جب کانگریسی بیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں ان کانگریسی گمشدوں کو اپنی مدد مل تقاریب سے ناکوں چنے چبوائے۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر تحریکِ پاکستان کی بیانگ دہل حمایت فرمائی، ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ علاوہ ازیں ج

کے موقع پر مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک میں دورہ پر تشریف لے گئے اور نظریہ پاکستان کی وضاحت کی جس کے نتیجے میں عرب علماء و عوام تحریک پاکستان کو صحیح طور پر سمجھنے لگے پاکستان بننے کے بعد حضرت قائد اعظم نے انہیں اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ دشمن آپ کو جادوگر اور دوست فرشتہ صفت کہا کرتے تھے۔ آپ نے تحریک خلافت میں بھی بھرپور حصہ لیا تھا۔

جیسا کہ اوپر درج کیا جا چکا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے حصول آزادی کے لئے جب جدوجہد شروع کی تو آپ نے مختلف اسلامی ملکوں کا دورہ کیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے موقف کو مسلمانانِ عالم کے سامنے پیش کر کے حمایت حاصل کی۔ ہندوستانی مسلمان اپنی جدوجہد میں مصروف تھے، ان کے پاس بیرونی ممالک میں پروپیگنڈہ کرنے کے لئے کوئی مسلمان نہ تھا، ہندوؤں کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بنا پر عالم اسلام کے مسلمان ہندی مسلمانوں کے خلاف تھے دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو "دیوانے کا خواب" سمجھا جاتا تھا۔ اُن اُنڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتے تھے۔ دوسری طرف بہت سے نام نہاد علماء اور شخصیت کے دعویدار کانگریس کا ساتھ دے رہے تھے اور ہندوستانی مسلمانوں کے خون بہانے میں پوری طرح شریک تھے حتیٰ کہ بعض علماء کی تنظیموں نے کھل کر قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ ایسی سنگین حالت میں مولانا عبد العظیم صدیقی نے اپنے ہم مسلک دوسرے علماء کی طرح تحریک پاکستان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ بیرون ملک مصر، فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق کا سفر کیا۔ وہاں کے حکام سے ملے، عوامی جلسوں سے خطاب کیا، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں، معززین کے اجتماعات میں تحریک آزادی کے لئے راہ ہموار کی جبکہ درون ملک حضرت امیرت، مولانا ابوالحسنات، صدر الافاضل، مولانا عبدالحامد بدایونی اور دیگر علماء بریہ محاذ پورے طور پر منہملے ہوئے تھے۔

۱۹۴۵ء میں ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے آپ نے پندرہ نومبر سے

ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ نے آپ کی قیادت میں سرکنی وفد ابن سعود کے پاس بھیجا۔ آپ نے ۱۹۵۰ء میں پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ سنگاپور میں انٹرنیشنل یوتھ لیگیشن کی طرف سے آپ کو ہزار گز اٹھارہ میس کا خطاب دیا گیا۔ برما، ملائیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ویت نام، جاپان، فلپائن، سیلون، مارشس، مدغاسکر، جنوبی افریقہ، پرتگال، مشرقی افریقہ، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، بلجیم، کانگو، حجاز، مصر، شام، فلسطین، عراق، فرانس، برطانیہ، جزائر نمائیک، گیبان، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ میں تبلیغی دورے کئے۔ مدینہ طیبہ کے لوگ آپ کو الطیب الہندی کے نام سے پکارتے تھے۔

آپ ایک بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ادیب بھی تھے۔ ذکرِ حبیب حصہ اول و دوم، کتاب النصف، احکام رمضان اور بہارِ شباب، اسلام کی ابتدائی تعلیمات، انسانی مسائل کا حل، اسلامی اصول، اشتراکیت کیا ہے؟ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ انگریزی کتب میں QUEST FOR HAPPINESS کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے؟

FORGOTTEN PATH OF KNOWLEDGE میں مسلمانوں کی بد حالی کے اسباب پر روشنی

ڈالی گئی ہے۔ PRINCIPLES OF ISLAM میں اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی اصول، اصولِ فطرت کے عین مطابق ہیں۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف ایک کتاب المرأة عربی میں لکھی تھی جس کا جواب قادیانی تاحال نہیں دے سکے۔

پاکستان سے آپ کو جو دالہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دعا سے ہوتا ہے جو آپ کی

کتاب ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم حصہ دوم مطبوعہ کراچی، ص ۱۷ پر درج ہے :

”اے غلاموں کے سر پر تاجِ عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو

پناہ دینے والے! سُن لے، سُن لے! ہم بکیوں، بے بسوں کی سُن لے! ہم
 سیکاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! عِلْم
 کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت
 دے، غیرت دے! برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے
 محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا
 اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الہی مملکت بنا! جہاں تیرا
 قانون، تیرے احکام جاری ہوں تیرے دین کا عِلْم بند ہو اور تیرے نام کا
 ابدال آباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اسے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری
 دعا میں قبول کر! ،،

۲۳ ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع

میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہوئے۔

آپ کے بعد تبلیغی مشن کی ذمہ داری آپ کے لائق فرزند حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
 مدظلہ نے سنبھالی جو اس وقت جمعیتہ علمائے پاکستان کے صدر، پارلیمانی لیڈر، متحدہ حزب اختلاف کی
 رابطہ کمیٹی کے چیئرمین اور سینیٹر ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر اسمبلی
 کے اندر اور باہر نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں۔

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں ماہنامہ رمضان، مصطفیٰ گوجرانوالہ، مفت روزہ المدینہ
 کراچی اور ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت کراچی کے مختلف شماروں سے مدد لی گئی ہے۔

لے شاہ احمد نورانی، مولانا، بوداؤد محمد صادق، مطبوعہ گوجرانوالہ

شیخ القرآن علامہ عبد الغفور سزاروی

حضرت علامہ مولانا محمد عبد الغفور سزاروی مفتح ہزارہ سے ایک دور افتادہ گاؤں موضع چیمہ میں ۹ رذوالحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۱۵ء بروز جمعہ المبارک پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام مولانا عبد الحمید تھا۔ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علم و فضل کا گوارہ رہا ہے۔ آپ نے ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھیں اور انتہائی کتابیں پڑھنے کے لئے لاہور پہنچے مگر طبیعت میر نہ ہوئی تو دیوبند کا عزم کیا۔ علمی شوق اس قدر غالب تھا کہ حصول تعلیم کے لئے پیدل دیوبند گئے مگر امتحان شروع ہونے کی بنا پر داخلہ نہ مل سکا۔

آپ نے ہمت نہ ہاری اور اسی شوق میں دہلی پہنچ گئے۔ وہاں مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دوران تعلیم اکثر و بیشتر فاقہ کشی کی نوبت آتی رہی مگر ہمت و صبر میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ ایک مرتبہ چانک محدث پاکستان مولانا سید دار احمد صاحب لائل پوری سے ملاقات ہو گئی انہوں نے آپ کو بریلی پڑھنے کا مشورہ دیا چنانچہ آپ نے بریلی شریف حاضر ہو کر حضرت حجتہ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں خلیفہ ابراہیم علی حضرت فاضل بریلوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ حضرت حجتہ الاسلام کو فنِ درس و تدریس میں مہارتِ تامہ حاصل تھی چنانچہ ان کی خدمت ہی توجہ سے جلد ہی آپ نے تعلیم مکمل کر لی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی شریف ہی میں مسندِ درس و تدریس پر فائز کر دئے گئے۔ بیاقتِ ہادیہ عالم تھا کہ آپ مکمل ترین مسائل کو بھی نہایت آسانی سے حل کر دیا کرتے تھے اسی بنا پر حضرت مولانا علامہ نے آپ کو ”ابو الحقائق“ کا خطاب بخشا۔ بریلی شریف میں کچھ عرصہ

تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد آپ گجرات (پنجاب) میں حضرت محدث علی پوری کے خلیفہ خاص آفتاب ولایت پیر ولایت شاہ کے مدرسہ خدام الصوفیہ میں مدرس مقرر ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ شیشیانوالہ گیٹ گجرات کی جامع مسجد میں خطابت کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۵ء میں وزیر آباد تشریف لیگئے اور جامع مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں خطیب مقرر ہو گئے۔ اس وقت یہ مسجد انجمن اسلامیہ کے تحت تھی جس کے صدر راجہ عبداللہ خاں مرحوم (سابق سفیر برازیل، والد کرنل راجہ جمیل اللہ خاں ایم پی) تھے۔ چند سال تک انجمن کی ماتحتی میں کام کیا بعد ازاں غیور طبیعت نے اسے گوارا نہ کیا اور تادم زبیت آزادانہ طور پر خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

حضرت نے بچپن ہی میں حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گونڈوی سے بیعت کی تھی علاوہ ازیں حضرت سائیں گوہر دین صاحب جمید ہر شریف سے بھی فیض حاصل کیا تھا، یہاں سے بھی آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ فنانی الشیخ تھے۔ آپ کو آخری دم تک خانقاہ گونڈہ شریف سے والہانہ عقیدت رہی۔ مرشد کا چہرہ اقدس ہر وقت ان کے سامنے رہتا تھا، جو نہی کسی نے حضرت گونڈوی کا نام لیا، آپ دیوانہ وار جھوٹے لگتے۔ یہ منظر قائم الحروف نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت شیخ القرآن بمصفت موصوف بزرگ تھے۔ آپ بیک وقت عالم، فاضل، مولوی، صوفی، خطیب، مناظر، شاعر، مفسر، مدرس اور سیاستدان تھے۔ آپ کی تقریروں کے دوران لوگوں پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ برصغیر کے گوشے گوشے میں آپ کی جادو بیانی کا ذکر کا بھنکارا، جس نے ایک مرتبہ تقریر سن لی، دوسری مرتبہ سننے کی آرزو ہی رہی۔ اوائل عمر سے چوٹی کے مناظر تھے بڑے بڑے صاحب جیہ و دستار علماء و فضلاء آپ کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے۔

۱۹۳۶ء میں آپ مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے اور پھر قیام پاکستان تک ہر طرح سے

۱۔ روزنامہ جاوداں لاہور، ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۲۔

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۷ فروری ۱۹۷۲ء، ص ۳۔

اس کی معاونت فرماتے رہے، علاوہ ازیں تحریک شہید گنج، ختم نبوت، تحریک خلافت، تحریک نیلی پوش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا ظفر علی خاں کی اتحاد ملت پارٹی میں بھی شریک رہے اور پھر آپ نے اتحاد ملت پارٹی کو مسلم لیگ میں مدغم کر دیا۔ مسلم لیگ کے لئے پشاور سے کلکتہ تک پیغام حق سنایا، جیلیں کاٹیں مگر پائے استقلال نہ ڈگمگایا، ہر تحریک میں رضائے الہی کے لئے حصہ لیا، کبھی بھی روپیہ پیسہ کا لالچ نہیں کیا۔

جن دنوں آپ اپنے شب و روز مسلم لیگ کے لئے وقف کئے ہوئے تھے ان دنوں وزیر آباد میں احرار پارٹی کا بہت زور تھا۔ اس کے سد باب کے لئے آپ نے حضرت قائد اعظم کو وزیر آباد میں مدعو کیا چنانچہ قائد اعظم تشریف لائے اور آپ کی مسجد سے ملحقہ دیوبند و بعض گراؤنڈ میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ اس جلسہ کے بعد احرار یوں میں سرسملگی پھیل گئی اور ان کا زور ٹوٹ گیا۔

ایک مرتبہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں احرار کا معرکہ الاراء جلسہ ہو رہا تھا جس میں احراری مقررین اپنی لچھے دار تقریروں سے عوام کو نظریہ پاکستان سے متنفرد برگشتہ کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے، دوسری طرف علماء اہلسنت نے اپنا ایجنڈا لگا رکھا تھا جب احراریوں کے اجتماع میں کچھ زیادہ عوام کی کشش نظر آئی تو حضرت شیخ القرآن فوراً مائیک پر آئے اور اب فصیح و بلیغ خطبہ دیا کہ لوگ دھڑا دھڑا آپ کے پنڈال میں آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخالف حضرات کے جلسہ میں آتے ہوئے لگے یہ منظر دیکھ کر مولانا ظفر علی خاں و فور حذبات سے دیوانے ہو گئے اور فوراً فی البدیہہ ایک نظم پڑھی، چند شعر ملاحظہ ہوں ۛ

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا چشمہ ابلہا ہے محمد کے نور کا
بنڈاس کے سامنے ہے بخاری کا ناطق کیا اس سے ہو مقابلہ اُس بے شعور کا ۛ

ۛ دوز نامہ نمبر ۛ وقت لاہور، ۛ نومبر ۱۹۷۲ء، ص ۴، حضرت شیخ القرآن، ص ۳۶۔
ۛ یہ ادغام آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کلکتہ ۱۸/۱۹ اپریل ۱۹۷۲ء میں ہوا تھا اس پر قائد اعظم درجہ خوش ہوئے

۱۹۴۰ء میں جب منٹوپارک (اقبال پارک) لاہور میں قراڈ پاکستان منظور ہوئی تو اس وقت برصغیر کے ممتاز مسلم لیگی لیڈر تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی نمائندگی مولانا عبدالحامد بدایونی اور حضرت شیخ القرآن کو رہے تھے۔ اول الذکر نے اس عظیم تاریخی اجتماع سے خطاب بھی کیا تھا۔ حضرت شیخ القرآن مولانا ظفر علی خاں سے پچھلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ اس سے حضرت کے سیاسی مقام کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ لے

جنوری ۱۹۴۷ء میں جب مسلم لیگیوں سے خائف ہو کر گورنر پنجاب مسٹر ڈگلس نے انہیں بانٹی قرأ دے دیا تو مسلم لیگیوں کی دھڑا دھڑا گر فتاریاں عمل میں لائی گئیں۔ ضلع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتاری کی سعادت سب سے پہلے حضرت شیخ القرآن ہی کے حصہ میں آئی۔ اس کے بعد دیگر کارکن مثلاً مولانا صابر حسین آف گوجرانوالہ، بشیر احمد خاں ایڈووکیٹ، سلیم حشتی، شیخ نسیم احمد ایڈووکیٹ اور کئی کارکن گرفتار ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن نے زمانہ، میری (ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں) بڑی ہمت و پامردی اور خندہ پیشانی سے گزارا کیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدا نے بخشندہ

۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس جو حضرت سید رانا فضل مراد آبادی اور حضرت محدث کچھوچھوی کی مساعی سے منعقد ہوئی، اس میں کم و بیش پانچ چھ ہزار علماء و مشائخ نے شرکت کی، دوسرے مقررین کے علاوہ حضرت نے بھی اس بین الاقوامی اجتماع سے خطاب کیا۔ آپ نے دورانِ تقریر حضرت محدث کچھوچھوی کے ان الفاظ کی پر زور تائید و حمایت کی کہ "پاکستان ایسا ملک ہو گا جس میں کسی خاندان یا کسی خاص شخصیت کی حکومت نہ ہو گی بلکہ اسلام کی حکومت ہو گی اور اسلامی اصولوں کی حکومت ہو گی جس میں کسی کا استخصال نہ ہو گا۔" لے

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ نومبر ۱۹۷۲ء، ص ۴۔ حضرت شیخ القرآن، ص ۳۷۔

لے روزنامہ جاو داں لاہور، ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۲۔

لے حضرت شیخ القرآن، ص ۱۹۷۱ء، ص ۳۷۔

تحریک پاکستان کے دوران ایک مرتبہ مخالفین پاکستان نے آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کرایا مگر بفضلِ خدا آپ بال بال بچ گئے۔ ہوا یوں کہ ایک دن آپ حسبِ معمول میر کرتے ہوئے جی ٹی روڈ پر نالہ پلکھو وزیر آباد کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف جا رہے تھے کہ ایک نامراد خنجر ابدار ہاتھ میں لئے آپ کو لٹکانے لگا، ہوا با آپ نے بھی کھیتوں سے مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر اس کی طرف پھینکے۔ دریں اثنا، نواحی گاؤں منسی پورہ کا ایک سکھ ادھر آنکلا جس کو دیکھ کر وہ شخص بھاگ کھڑا ہوا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیسا بجھے جسے روشن خدا کرے

تحریک آزادی ۱۹۴۷ء کے دوران کچھ ہندو جن کی فتنہ پرداز یوں سے اہل وزیر آباد تنگ آئے ہوئے تھے، گوردوارہ وزیر آباد میں چھپ گئے تھے ان میں سے ایک ہندو نے ایک عورت پر گولی چلا دی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔ اس واقعہ سے مسلمانوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت نے اس موقع پر بھی عوام کی رہنمائی فرمائی اور ایک پُر جوش تقریر کر کے مسلمانوں کی غیرت کو بھنجوڑا، مسلمان! ذرا غم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

کے مصداق لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ آپ کی سرکردگی میں گوردوارہ کا محاصرہ کر لیا گیا ایک سواٹھ کنستر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔

دریں اثنا، مجاہد اسلام حضرت امین الحسنات مانکی شریف نے بارہ راتیں بھی بے سوجھ دیں، حضرت نے عام حملے کا حکم دیتے ہوئے سب سے پہلے فائر کیا، بس پھر ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی، رات گیارہ بجے تک فائرنگ جاری رہی جس سے کوئی ہندو بھی زندہ نہ بچ سکا۔ اس طرح ہندوؤں کا زور ٹوٹ گیا اور ان کی فتنہ انگیزیاں ختم ہو گئیں، اس دن آپ کی تمام شلوار خون سے تر تھی لیکن افسوس کہ آج قوم ان کے کارناموں سے واقف نہیں ہے۔

تقسیم ملک کے وقت آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ان کا تصور بھی ناممکن ہے
صرف دو ایک واقعات پیش کرتا ہوں :

مہاجرین کی آمد پر آپ رات دن تحصیلدار اور مقامی تھاںیدار کے ساتھ شہر کی گشت کرتے
اور خالی مکانات مہاجرین میں تقسیم کرتے۔ آپ کے خلوص کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے
کہ آپ نے لاکھوں روپے کا سامان مہاجرین ہی میں تقسیم کر دیا اور خود ایک پانی تک بھی حاصل نہ کی
جبکہ بہت سے لوگوں نے اس وقت اپنی بخوریاں بھریں اور آج اسی لوٹ مار کے بل بوتے پر
رئیس بنے بیٹھے ہیں، مگر آپ نے محض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے سب کچھ کیا نہ کہ
دنیاوی حرص و ہوا کی خاطر !

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد آپ نے سیاست کو خیر باد کہہ دیا اور اپنی تمام تر
توجہ دین اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی۔ وزیر آباد میں "جامعہ نظامیہ غوثیہ" کے نام سے
ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا اور ہر سال رمضان المبارک میں دورہ قرآن پڑھانا شروع کر دیا،
جس میں تمام ملک کے علماء شرکت کرتے۔ قیام و طعام کا سارا بندوبست حضرت ہی کے ذمے ہوتا
تھا۔ آپ قرآن حکیم کے رموز و نکات بڑے احسن طریقے سے بیان فرماتے اور مہینے غش غش
کراٹھتے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی ایسا چرہا نیوالا ملے، دورہ قرآن کے سلسلے میں آپ کی
خدمات انمٹ ہیں، ہزاروں علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔

۱۹۵۲ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو آپ بھی کفن بردوش مجاہد علماء کے ساتھ میدان
میں آگئے، جگہ جگہ تحریک کی کامیابی کے لئے تقریریں کیں چنانچہ مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی،
مولانا ابوالحسنات اور ضیغم اسلام مولانا عبدالستار خاں نیازی (حال جنرل سیکرٹری جمعیتہ علمائے پاکستان)
کی طرح آپ کو بھی داخل زنداں کیا گیا اور چھ سات ماہ کا عرصہ آپ نے راولپنڈی جیل میں بڑے
صبر و استقلال کے ساتھ گزارا۔

۱۷ حضرت شیخ القرآن، ص ۱۱، ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، اکتوبر ۱۹۷۳ء

قیام پاکستان کے بعد جب غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ہباول پور کی کوششوں سے جمعیت علمائے پاکستان کی داغ بیل ڈالی گئی تو آپ کو مرکزی نائب صدر چنا گیا مگر آپ کی توجہ زیادہ تر تبلیغی خدمات کی طرف ہی مبذول رہی جب ایوبی دور میں امریت حد سے زیادہ تجاوز کر گئی اور جمعیت علمائے پاکستان کے بعض رہنماؤں نے حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ہر جائز و ناجائز کی حمایت شروع کر دی تو غیور طبیعت نے برداشت نہ کیا اور آپ ایک بار پھر میدانِ عمل میں نکل آئے۔

آپ سچے عاشقِ رسول تھے اور دل میں حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ نے نعتیہ اشعار بھی کہے ہیں ہر سال ربیع الاول میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بکس پناہ میں بدیہ عقیدت پیش کرنے کے لئے جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دھوم دھام سے مناتے تھے، ملک کے مشاہیر علماء و مشائخ اپنے موثر اور دلنواز بیانات سے حاضرین کے دلوں کو گرماتے اور عشقِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیتے۔ یہ مقدس محفل حضرت کی زندگی میں ہر سال منعقد ہوتی رہی۔ ۱۷

آپ شروع ہی صبح کے وقت سیر و تفریح کے عادی تھے۔ چنانچہ، شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارکہ حسب معمول آپ وزیر آباد کے لواحقانہ پکھو سے جی ٹی روڈ پر گزر رہے تھے کہ اچانک ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آ گئے۔ ٹرک نے آپ کو پل کی آہنی سلاخوں میں دھکیل دیا جس سے آپ بڑی طرح زخمی ہو گئے۔ فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ آپ کے زخمی ہونے کی خبر آنا فانا پور سے شہر میں پھیل گئی اور لوگ پیچھے چلاتے ہسپتال کی طرف بھاگے، شہر میں مکمل ہڑتال کر دی گئی، ہسپتال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہر طرف لوگ اشکبار آنکھوں سے دست بہ دعا تھے۔ ۱۸

۱۷ حضرت شیخ القرآن، ص ۳۲۔

۱۸ ایضاً، ص ۲۳۹، روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ نومبر ۱۹۷۰ء، روزنامہ جاو داں لاہور، عہد یعنی صاحبزادہ فیض الحسن جو اب بھی ایک نام نہاد جمعیت علمائے پاکستان کے خود ساختہ صد کی حیثیت سے (۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء -) اپنی سابقہ و آیات کا اعادہ کرتے رہتے ہیں (قصوی)

حضرت کا ضبط و تحمل دیکھئے کہ زندگی کے آخری لمحات میں آنکھیں کھول کر فرمایا کہ "میں نے مجرم کو معاف کیا" اور پھر کلمہ طیبہ کا درد کرتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون، ۷

عمر باد رکعبہ و تنجسانہ می نالہ حبیات

تا زبزمِ عشق یک دانائے راز آید بردوں

حضرت کی دنیا کی خبر فوری طور پر پورے ملک میں پھیل گئی۔ دوسرے دن بارہ بجے تک

وزیر آباد میں ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند پہنچ چکے تھے۔ حضرت مولانا صاحبِ البی گورڈوی مدظلہ نے ہزاروں لوگوں کی آہوں اور سسکیوں میں نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت قبدہ بابو خواجہ غلام محی الدین صاحب گورڈہ شریف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے بڑے صاحبزادے مفتی غبد الشکور ہزاروی مدظلہ کی دستار بندی فرمائی اور آپ کو وزیر آباد کے قریب ہی آپ کی اپنی راضی میں سپرد خاک کر دیا گیا جہاں اب ایک عالیشان روضہ بن چکا ہے اور ہر سال، شعبانِ معظمہ کو بڑے تزک و احتشام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ (سامن پال شریف، گجرات) نے قطعہ

تازنِ نوح وصال لکھا ۷

زہے ذاتِ ملائے عبد الغفور	کہ روشن بُد از چہرہ اش لمعہ نور
زمعقول و منقول فرزِ زماں	فیوضاتِ او مشتہر در جہاں
ہزاراں خلایق نمودہ ہجوم	شدہ فارغ از دوسے زِ درسی علوم
بہ علم و عمل کاملِ وقت بود	بہ توحید اہل وجود و شہود
زدنیا رواں سوئے فردوس شد	در اجمہ افلاک پابوس شد

شرافت بہ سالِ مسیحی منور

بخوانی کرم پیشہ عبد الغفور

حضرت شیخ القرآن کے وصال پر نوائے وقت نے یہ ادارہ لکھا :
 ” جمعیت علمائے پاکستان کے ایک سابق صدر اور تحریک پاکستان کے ایک
 سرگرم کارکن مولانا عبدالغفور ہزاروی کی اچانک وفات ایک دردناک حادثہ ہے وہ
 علماء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو سیاسی شعور کی دولت سے بھی مالا مال ہے
 اور اپنے معتقدات اور نظریات کے مطابق ملکی مسائل اور قومی تحریکوں میں بھرپور حصہ
 لیتا ہے،

مولانا ہزاروی چونکہ طویل عرصہ تک مذہب و سیاست کے میدان میں
 سرگرم عمل رہے اس لئے لامحالہ طور پر ان کے حامی اور مخالف دونوں پائے
 جاتے تھے۔ انہوں نے گزشتہ سال کی تحریک جمہوریت میں نمایاں کردار ادا
 کیا اور ملک میں نمائندہ حکومت کے قیام کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ ہم
 دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے
 پس ماندگان کو صبر عطا فرمائے۔“

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور : ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

مولانا عبدالمجید بدایونی

مولانا عبدالمجید بدایونی رحمۃ اللہ علیہم شعبان المعظم ۱۳۰۴ھ / ۲۸ اپریل ۱۸۸۷ء بروز جمعرات متولد ہوئے۔ والدِ گرامی کا نام نامی مولانا حکیم عبدالقیوم علیہ الرحمۃ تھا؛ بچپن ہی میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جدِ امجد حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قادری مقتدری اور مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی سے ابتدائی کتب پڑھیں اور شاہ محب احمد بدایونی قدس سرہ سے تکمیل کر کے ۱۳۲۰ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ ۲۲-۱۳۲۱ھ میں دہلی میں رہ کر حکیم غلام رضا خاں اور حکیم عبدالرشید سے علم طب حاصل کیا۔ ۱۳۲۲ھ میں حکیم غلام رضا خاں نے سند طب دی اور اس پر حکیم محمد اجل خاں نے تصدیقی مہر ثبت کی۔

آپ حاد و بیان مقرر تھے۔ آپ کی تقریریں شکر بڑے بڑے مخالفین بھی گرویدہ ہو جاتے تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالمجید بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی طرح مشہور مقرر تھے۔ تحریک آزادی اور انگریز دشمنی میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ تحریک خلافت، مسجد کانپور، مجلس خدام کعبہ، فتنہ ارتداد وغیرہ میں مذہب و ملت کی بھرپور خدمت کی۔ جب انگریزی حکومت نے پہلی جنگ عظیم کے بعد جشن صلح منانے کا اعلان کیا تو مولانا نے نہایت جسارت کے ساتھ اعلان فرمایا کہ جشن صلح دراصل صلح کا نہیں بلکہ ترکوں پر فتح پانے کی خوشی ہے، یہی نہیں بلکہ حکومتِ برطانیہ نے اپنے سابقہ عہد و مواعید کے باوجود مقامات مقدسہ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، ان حالات میں مسلمانوں کو اجتماعِ مذکور میں شریک ہونا حرام ہے۔

۱۔ تذکرہ علمائے اہلسنت از شاہ محمد احمد قادری، مطبوعہ کانپور (انڈیا) ۱۳۹۱ھ۔

یہ اعلان ہونا تھا کہ گرد و نواح میں ایک تہلکہ مچ گیا اور برطانوی حکومت کو مولانا سے سخت پریشانی ہو گئی جو آخر تک باقی رہی۔

تحریک خلافت کے بعد ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد کی — تحریک شروع ہوئی تو مولانا نہ صرف اس کے حامیوں بلکہ ممتاز رہنماؤں میں سے تھے اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور علی بادران نیز دوسرے اکابر ملت کے دوش بدوش ہندوستان کے ایک کونے سے لیکر دوسرے کونے تک اس کی حمایت کی لیکن ۱۹۲۳ء میں شدھی اور سنگھٹن جیسی دل آزار تحریکوں کے معرض وجود میں آنے پر مجبوراً نام نہاد نیشنل تحریک کو خیر باد کہہ دیا۔ مسلم کش نہرو رپورٹ شائع ہونے کے بعد کانگریس سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ آپ کے ساتھ علی بادران، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا حسرت موہانی، مولانا قطب میاں، شاہ محمد سلیمان پھلواری، مولانا مظہر الدین اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی وغیرہم بھی شامل تھے۔ پھر جمعیتہ علمائے ہند کے مقابلے میں جمعیت علماء اسلام کلکتہ کی بنیاد رکھ کر اس کی توسیع و اشاعت میں لگے رہے اور تازلیست مجلس عاملہ کے رکن رہے۔

آپ ۳ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ / ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء شنبہ ۳ بجے یا غزوۂ یار حمن کہتے ہوئے دہلی بحق ہو گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون، تشکیل بدایونی مرحوم کے والد ماجد مولانا جمیل احمد سوختہ نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا ہے

شیخ کل حضرت عبدالمجاہد	مقتدر عالم دیں، نیک مزاج
یک بیک ہو گئے دہلی بخدا	ہو گئی علم کی دنیا تاراج
دہمیر دین، شہ دیں تھے حضور	آپ تھے ملت حق کے سرتاج
کہئے یہ آپ کی تاریخ جمیل	گل ہوا ہائے چراغ دین آج

۱۲۷۰ھ ماہنامہ سرحد کراچی، جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۲۲ (تغییر قلم)

سید علی احمد شاہ گیلانی کھٹلی

آپ ۱۸۹۸ء میں کسٹیل ٹریف ضلع کرناں میں پیدا ہوئے۔

تحریک پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ جب قائد اعظم نے قومیت کی بنا پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیابی حاصل کی تو آپ نے بذریعہ تار مبارکباد بھیجی اور اس شاندار فتح پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے تمام مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ وطن کی آزادی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائیں کیونکہ جب تک مسلمانوں میں رشتہ محبت مستحکم نہیں ہوگا اس وقت تک بقائے دوام کی صورت پیدا نہ ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ قائد اعظم کی رہنمائی میں قوم کو بے پناہ توانائی حاصل ہوگی جس کی شد ضرورت ہے۔ قومی اتحاد کی آرزو کا تقاضا یہی ہے کہ ہم دشمن کے عزائم کو سمجھیں اور ہندو ذہنیت کی ہر چال پر نظر رکھیں۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر نواب سجاد علی خاں آف کرناں اور نوابزادہ ولایت علی

خاں (فرزند اکبر قائد ملت لیاقت علی خاں) قائد ملت کے فرمان پر قطب لاقطاب حضرت شاہ سکندر کھٹلی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے درخواست کی۔ اس سے قبل ۶ نومبر ۱۹۴۵ء کے نوئے وقت لاہور میں بھی مسلم لیگ کی حمایت میں آپ کا حسب ذیل بیان شائع ہوا تھا :-

برادران ملت !

اسلام علیکم : آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ نازک دور میں ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کس قدر اہم ہے اور تمام برادران اسلام کا اخوت اسلامی کی بنا پر اتفاق اور اتحاد کے ساتھ ایک جھنڈے تلے جمع ہونا کس قدر ضروری ہے

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اسلامی شیرازہ کو منتشر کرنے کے لئے کتنی مخالف قوتیں کام کر رہی ہیں، آپ جانتے ہیں کہ قومی اور ملی حقوق کی حفاظت کے لئے ایک منظم اور قوی جماعت مسلم لیگ ہے جس کا نصب العین ہندوستان میں ایک آزاد اسلامی حکومت قائم کرنا ہے جس کا نام پاکستان ہے جو اسلامی علوم و فنون، تمدن، معاشرت اور اسلامی دینی و دنیوی حقوق کی محافظ ہوگی، اسلامی اصولوں پر چلائی جائے گی اور مسلمانوں کے قلوب میں ایک اسلامی روح پھونک کر قوم کو زندہ اور تابندہ کرے گی، پس ہوشیار اور بیدار ہو جائیں، شبِ روز اپنی تحریروں، تقریروں اور دعاؤں سے، محبت اور اخلاص سے مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں اور اس کی آواز پر لبیک کہیں، اس کی امداد کریں اور پاکستانی حکومت قائم کرنے کا پختہ ارادہ اپنے دل میں کر لیں، اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے اور کامیابی نصیب کرے، آمین“ ۱۔

قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت فرما کر ڈیرہ غازیخان تشریف لے آئے اور ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء کو وہیں وصال فرمایا، مزارِ مقدس دربارِ قادریہ کے نام سے مرجعِ خلافت ہے۔

تاریخ وصال یہ ہے :

”جلسل المراتب مرشدِ کامل“

۱۳۵۸ھ

۱۔ مذکورہ کریہ از پروردگار کرم شاہ قادری مجددی سابق پروفیسر اسلامیات، ماہنامہ گنج بخش لاہور، مئی ۱۹۵۶ء۔

حضرت میاں علی محمد خاں

حضرت الحاج میاں علی محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۹ھ/۸۸۱ء میں بمقام بسی عمر خاں متصل ہریانہ ضلع ہوشیار پور، حضرت محمد عمر خاں (المتوفی ۱۳۳۵ھ) کے ہاں پیدا ہوئے۔ اپنے نانا حضرت میاں محمد خان المعروف بہ میاں محمد شاہ چشتی فخری نظامی کی دیر نگرانی و درس نظامی، طب و درفنون سپہ گری کی تربیت حاصل کی اور نانا جان سے بیعت کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

۱۹۱۲ء/۱۳۳۲ھ میں حضرت خواجہ میاں محمد شاہ نے وصال فرمایا تو مسند سجادگی آپ کے سپرد ہوئی اور سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے جانشینی کا حق ادا کر دیا اور اپنے روحانی فیضان سے لاکھوں انسانوں کو مستفیض فرمایا۔ ملک اشعرار مولانا غلام قادر گرامی نے آپ سے متعلق یہ خوب کہا ہے

مہم نکتہ خفی و حبلی جانشین محمد است علی

آفتاب آفتاب است دلیل درخور مسند ولی است ولی

تحریک پاکستان میں آپ نے بے پناہ کام کیا لیکن نام و نمود کی خواہش نہ تھی لہذا اخبارات میں بیان دینا پسند نہ فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت کے مرید باصفا اور راقم الحروف کے استاد گرامی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کے ذریعہ چند واقعات معلوم ہوئے جو درج ذیل ہیں :-

”حضرت میاں صاحب قبلہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے۔ اخبارات میں

بیان وغیرہ چھپوانے کو نا پسند فرماتے لہذا تحریک پاکستان میں اپنے نمائندوں کے

ذریعے اپنے مریدین کو تحریک پاکستان کی مکمل حمایت کے احکام بھیجتے رہے حضرت

پیر صاحب مانگی شریف ۱۹۴۵ء میں حضرت نجف شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سرس پر حاضر ہو کر

مشاورت کرام سے ملنا و تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے مشورے کرتے رہے۔ حضرت

پیر صاحب مانگی شریف نے حضرت میاں صاحب سے بھی ملاقات فرمائی اور تقریباً

ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ تک یہ دونوں بزرگ آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پیر صاحب مالکی شریف کا ایک معتمد نمائندہ سببی نو پہنچا اور علیحدگی میں بات کر کے فوراً روانہ ہو گیا۔ گفتگو کیا ہوئی؟ اس کا کسی کو علم نہیں، انتخابات بالکل قریب آگئے تو عقیدتمندوں اور تحریک کے قائدین نے اصرار کیا کہ آپ ایک بیان دیں کہ دوٹ مسلم لیگ کو دسے جائیں، چنانچہ حضرت میاں صاحب کا وہ بیان روزنامہ نوائے وقت لاہور میں چھپا تھا۔ مختصر یہ کہ میاں صاحب نے اپنے اصول کے مطابق تحریک پاکستان کی پوزور مدد فرمائی۔ میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ امرتسر کے حلقہ دیہات (تھیل امرتسر) سے چوہدری نسطرد خاں صاحب محض حضرت صاحب قبدہ کی وجہ سے منتخب ہوئے اور ہوشیار پور سے منتخب ہونے والے ہریانہ کے رانا نریشد خاں صاحب تو ان کے محض عقیدہ میں لدھیانہ سے حضرت کے ایک تعلقدار یونیورسٹی پارٹی کی طرف سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ میاں صاحب حمایت فرمائیں مگر ایسا نہ ہوا اور مسلم لیگ امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گیا۔

انبارہ سے پنجاب اسمبلی کے منتخب ہونے والے خواجہ غلام محمد انبالوی مرحوم و مغفور بھی آپ کے غلصین اور معتقدین میں سے تھے۔

جناب غلام محمد کی خدمات بجائے خود بڑی وسیع ہیں جن کا تذکرہ کتاب کے دوسرے حصے میں آئے گا۔

گو ناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے تین علمی سائل بھی لکھے جو آپ کے تجربہ علمی کی منہ بولتی تصویر ہیں :-

۱۔ ہفت روزہ الہام بہاولپور ۲۱ فروری ۱۹۷۵ء (مشائخ نمبر) ص ۳۱۔ روزنامہ دفاق لاہور ۶ مارچ ۱۹۷۵ء ص ۲۔

۱۔ راہِ فردا (فارسی)

۲۔ میلادِ نامہ ملقب بہ شرحِ آن و تقلم

۳۔ مکتوب در مسئلہ وعدۃ الوجود و الشہود

علاوہ ازیں بعض مخطوطات عربیہ کی تصحیح بھی کروائی۔

تقسیم ملک کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے، ڈیڑھ دو ماہ بعد پاکپتن تشریف تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔

آپ کی زینہ اولاد نہ تھی، نہ بیٹے نہ صاحبزادیاں تھیں جو صاحبِ اولاد ہیں۔ ایک صاحبزادی سے صاحبزادہ میاں تنویر احمد خاں صاحب ہیں اور دوسری کے دو صاحبزادے ہیں، جناب میاں محمود احمد خاں اور جناب الحاج میاں مسعود احمد خاں ایم اے۔

۲۸ جنوری ۱۹۷۵ء / ۱۵ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ بروز منگل بوقتِ مغرب آپ نے لاہور میں وصال فرمایا اور درگاہِ حضرت گنج شکر قدس سرہ میں دفن ہوئے۔ استاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسہری مدظلہ نے تاریخِ وصال کہی :

سلطان کشورِ طریقت

۹۵ ۳

آہ گل ہوا چرخِ چشت

۱۹ ۷۵

حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ نے طویل قطعہ تاریخ لکھا جس میں سے چند

اشعار درج ذیل ہیں ۷

علیٰ با محمد خان مشہور	ظہیر دین و فخرِ فخریاں بود
کہ در اقطارِ عالم بود مذکور	درخشاں آفتابِ ملکِ وحدت
بسی بود از ظہورِ شش جلوہ طور	بستجادہ نشینی شہرہ او
دش ز اسرارِ عرفاں بود مسموم	ز بانِ شش کاشفِ علمِ شریعت
ز نضرِ حق ہماں بود منصور	طریقت ہم حقیقت زینِ حاش

خدا رحمت کند بر جان پاکش بشر آب کوثر باد محسوس

شرافت جست سال ارتحالش

خرد گفتا " ولی پاک مغفور " ۱۳۰۵

اہل سنت کے عظیم الشان دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال میں فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی مدظلہ (مہتمم و شیخ الحدیث) نے چالیس دن تک بیسیوں علماء و حفاظ سے آپ کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرائی۔

جناب میاں محمد شفیع (م ش) نے حضرت میاں صاحب کی رحلت پر نوے وقت کے اپنے خصوصی کالم " لاہور کی ڈائری " میں ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے :-

" حضرت میاں علی محمد صاحب بستی شریف جن کا اگلے روز لاہور میں سال کی عمر میں وصال ہوا اور جن کی پاک پتن شریف میں تجہیز و تکفین عمل میں لائی گئی، لاکھوں انسانوں کے مرشد اور رہبر تھے، انہوں نے اپنی تمام زندگی سلسلہ حشمتیہ نظامیہ کی خدمت کے لئے وقف کئے رکھی اور بزرگانِ حشمت کی کتاب میں اپنے خرچ سے چھپوا کر لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کیں۔ وہ عابد شب زندہ دار تھے اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ یا تو لاہور میں انا صاحب کے قدموں میں بسر ہوتا تھا یا پاک پتن شریف میں پنجاب میں سلسلہ حشمتیہ کے مورث اعلیٰ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر گزارا تھا، حضرت کی کوئی زینہ اولاد نہیں تھی، ان کی جدی جائداد کی آمدنی کا شیر حصہ خدمتِ خلق کے لئے وقف تھا، ان کو ایک نظر دیکھ لینے سے انسان کو

خدا یاد آجاتا تھا ایسے عظیم روحانی انسان کا انتقال اہل دل لوگوں کیلئے
ایک بہت بڑا حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے انتہائی رحم
سے حضرت میاں علی محمد رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی درجات عرشِ بلند فرمادیں
اور ان کے روحانی فیوض کو تابد جاری فرمادیں، آمین ثم آمین“ ۱۷

علامہ محمد حسین عرشی نے آپ کے وصالِ بجزیہ قطعہ تاریخ کما ۱۷
آل پیر علی محمد ما رخ از نظر زمانہ نہفت
ہائفت در سال رحلت او ”محض شد صاحبِ کرم“ گفت
۱۳۰۹۵

دیگر

جمالِ کوکبِ اسلامیوں بود دنیا رفت و در فردوس آسود
چو سالِ فوتش از ہائفت بحستم ”دریغا کوکبِ اسلام فرمود
۱۳۰۹۵

میاں غلام اللہ ثانی لاثانی شرقپوری

حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب ۱۸۹۱ء میں شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہ العزیز کے چھوٹے بھائی تھے۔ چار پانچ سال کی عمر میں والد گرامی حضرت میاں عزیز الدین کا انتقال ہو گیا تو حضرت میاں شیر محمد صاحب نے آپ کی تربیت اپنے ذمہ لے لی ۱۹۰۶ء میں حضرت ثانی صاحب نے مڈل پاس کیا اور پھر میٹرک کرنے کے بعد حکیم حاذق کا امتحان طبیہ کالج لاہور سے پاس کیا۔

سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی کر دی گئی۔ ایک سال تک طبابت کی لیکن حضرت میاں صاحب نے اسے پسند نہ کیا۔ پھر منیوسپل کمیٹی میں بطور سیکریٹری ملازم ہو گئے مگر میاں صاحب نے اس سے بھی منع فرمادیا۔

حضرت میاں صاحب قدس سرہ کو آپ کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ایک مرتبہ عرس مبارک پر حکیم بابا اکرم خاں صاحب (جو حضرت خواجہ امیر الدین نور اللہ مرقدہ کے بھتیجے تھے اور اس وقت عارفوالہ میں مقیم ہیں) نے عرض کی کہ آپ کے بعد آپ کی مسند کون سنبھالے گا؟ تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا ”غلام اللہ جو ہے وہی مسند کو سنبھالے گا“ اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ وہ تو اس طرف آئے نہیں! میاں صاحب نے جوش میں آکر فرمایا ”اسی کو دوں گا، گوڈا مار کر دوں گا“ یعنی اس کے حوالے کر دوں گا۔

اس کے بعد حضرت میاں صاحب نے ثانی صاحب پر خصوصی توجہ فرمائی اور ترقی درجات سے نوازا، پھر آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ وفات کے وقت حاجی عبدالرحمن صاحب سے فرمایا کہ ہمارا قلم دان کون استعمال کرے گا؟ پھر خود ہی فرمایا ہمارا بھائی استعمال کرے گا! پھر فرمایا کہ ہماری جگہ جمعہ کون پڑھائے گا؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ ہمارا بھائی پڑھائے گا! پھر ارشاد ہوا کہ ہماری جگہ کون بیٹھے گا؟ خود ہی جواب دیا کہ ہمارا بھائی بیٹھے گا!

حضرت ثانی صاحب کو اشاعتِ دین کا بے حد شوق تھا چنانچہ ۱۹۴۴ء میں جامعہ میاں صاحب کی بنیاد رکھی۔ حضرت میاں صاحب نے جو کچی مساجد تعمیر کرائی تھیں ان سب کو پختہ کرایا۔ تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ تمام زندگی حضرت میاں صاحب کے نقشِ قدم پر چل کر گزاری اور صحیح معنوں میں میاں صاحب کا ثانی بن کر دکھایا۔

تحریکِ پاکستان شروع ہوئی تو دیگر مشائخِ اہل سنت کی طرح آپ نے بھی سردھڑ کی بازی لگا کر تحریک کا ہر طرح سے ساتھ دیا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت میاں جمیل احمد صاحب شر قیوہری ماوی ہیں کہ :

”شر قیوہر شریف کے علاقہ میں یونی نسٹوں کا زور تھا، ان کے خوف کی وجہ سے مسلم لیگ کے کارکن ادھر کا رخ نہیں کرتے تھے چنانچہ شر قیوہر شریف میں مسلم لیگ کا سب سے پہلا جلسہ حضرت ثانی صاحب ہی نے کرایا تھا۔ آپ نے ایک شخص کو جلسہ کے لئے جگہ دینے کو کہا تو وہ یونی نسٹوں کے ڈر سے انکار کرنے لگا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ ڈرو نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ جو گا کہ یونی نسٹ تمہیں شہید کر دیں گے، اگر تمہیں شہید کر دیا گیا تو اس سے بڑھ کر تمہاری خوش بختی کیا ہوگی؟ چنانچہ وہ جگہ دینے پر رضا مند ہو گیا اور مسلم لیگ کا جلسہ نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوا اور یونی نسٹوں کا زور ٹوٹ گیا اور مسلم لیگ کی مقبولیت عام ہو گئی۔ اس جلسہ کا تمام خرچ بمعہ خورد و نوش حضرت ثانی صاحب ہی نے برداشت کیا تھا اس کے بعد مسلم لیگ کا ہر جلسہ حضرت ہی کی صدارت میں ہوتا رہا اور تاقیام پاکستان حضرت ہر طرح سے مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے۔“

۱۷ شعبان ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۶۵ء

۱۸ یراقمیں میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ نے ۹ ستمبر ۱۹۶۵ء کو مکرئی حکیم محمد مونس صاحب کے مہذب پر بتائیں۔ (فقوری)

وفات سے پندرہ بیس برس پہلے ہی حضرت ثانی نے خوراک بہت کم کر دی تھی بلکہ ایک وقت کھانا کھاتے تھے۔ زیادہ تر وقت زہد و عبادت میں گزرتا تھا۔ شریعت کی پابندی میں پوری احتیاط برتتے تھے۔ تیس برس تک حضرت میاں صاحب قبلہ کی سجادگی اور خلافت کی ذمہ داری انجام دیکر، ربیع الاول ۱۳۷۷ھ / ۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء بروز بدھ بوقت ۳ بجے بعد دوپہر ۶ برس کی عمر پا کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کو حضرت میاں صاحب کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ اس وقت حضرت میاں غلام احمد اور میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری آپ کی یادگار ہیں۔

مولانا غلام بھیک نیرنگ انبالوی

حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ ۱۸۷۵-۷۶ء میں موضع دورانہ ضلع انبالہ میں پیدا ہوئے پرورش نہایت دیندارانہ ماحول میں ہوئی۔ ذرا ہوش سنبھالنے پر سکول داخل کروادے گئے، پونہا بروا کے چکنے چکنے پات “ کے مصداق آپ بہت جلد اپنی خداداد ذہانت کی بدولت سکول میں ہر ایک کی نگاہ محبت کا مرکز اور استادوں کی آنکھ کا تارا بن گئے سکول میں آپ کی شرافت، ذہانت اور قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ ۱۸۹۰ء میں انبالہ میں میٹرک کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا آپ کی اس نمایاں کامیابی نے اہل خاندان کو باور کرایا کہ یہ بچہ مستقبل کا بہت بڑا انسان ہوگا چنانچہ مزید تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرادے گئے۔

اسی سال حکیم الامت غلام اقبال بھی مرے کالج سیالکوٹ سے آکر یہاں تھوڑا سا عرصہ داخل ہوئے۔ بفضل حسین، میاں عبدالعزیز فلک پیم، بخشی سرٹیک چند اور مرزا اعجاز حسین اعجاز دہلوی بھی یہیں زیر تعلیم تھے۔ نیرنگ کا ان سب حضرات سے تعلقات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اقبال سے بھی تعلقات کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔

گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرنے کے بعد وکالت کا امتحان پاس کیا اور پھر انبالہ میں پریکٹس شروع کر دی۔ حکومت نے آپ کی محنت، ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر سرکاری وکیل کا عہدہ پیش کیا چنانچہ آپ چند سال تک بحیثیت سرکاری وکیل فرائض سرانجام دیتے رہے مگر غیور طبیعت نے زیادہ دیر تک یہ پائیدیاں برداشت نہ کیں اور استعفیٰ دیکر آپ نے پھر پریکٹس شروع کر دی۔

لے چند یادیں چند تاثرات، از ڈاکٹر عاشق حسین ثالوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء

نیرنگ شاعر بھی تھے اور نواب مرزا داروغہ دہلوی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ اقبال بھی آپ کی شاعری سے بہت متاثر تھے چنانچہ اقبال نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں اپنا نمونہ کلام ارسال کیا تھا۔

برسرِ زینتِ جو شمعِ محفلِ حسانہ ہے شانہ اس کی زلفِ بیچاں کا پر پروانہ ہے
پائے ساقی پر گرایا، جب گرایا ہے مجھے چال سے خالی کہاں یہ لغزشِ مستانہ ہے
جو ابا آپ نے جو نمونہ کلام حضرت حکیم الامت کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

حرم کو جانا جنابِ زاہد یہ ساری ظاہرِ رستیاں ہیں
میں اسکی رندی کو مانتا ہوں جو کام لے دیر سے حرم کا
حضرت نیرنگ کا یوں تو بہت سا کلام ہے مگر ہمیں صرف ایک غزل ہی دستیاب ہو سکی ہے جو پیشِ خدمت ہے۔

اب ہجومِ غم و کلفت ہے خدا خیر کرے جان پرنت نئی آفت ہے خدا خیر کرے
جائے ماندن ہمیں حاصل ہے نہ پائے فتن کچھ مصیبت سی مصیبت ہے خدا خیر کرے
آچلا اس بتِ عیار کی باتوں کا یقت میں سادگی اپنی قیامت ہے خدا خیر کرے
دل گیا جانے دو، کافر کی ہے ایماں پہ نظر آنکھ میں اپنی مروت ہے خدا خیر کرے
ابھی تشخیصِ مرض میں ہے طبیبو کو کلام جاں ادھر پیئے رخصت ہے خدا خیر کرے
رہنماؤں کو پتہ خود بھی نہیں رستے کا راہروں کی ہیرت ہے خدا خیر کرے

مولانا نیرنگ کو حکیم الامت اقبال سے بہت محبت تھی، اکثر و بیشتر اقبال کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، چنانچہ ۱۹۰۵ء میں جب اعلیٰ تعلیم کے لئے اقبال انگلستان گئے تو نیرنگ نے انہیں سے دلی تمکِ علامہ کی مشایعت کی۔ خواجہ حسن نظامی، ملا دادا دہلوی اور نیرنگ کی موجودگی میں اقبال نے ”التجائے مسافر“ کے عنوان سے ایک نظم حضرت سلطان المشائخ

خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پڑھی۔
 اقبال کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلمیٰ چیز ہے، نیزنگ نے بھی عشق رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم کی چاشنی بارگاہ اقبال سے حاصل کی۔ نیزنگ اقبال کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق
 رقمطراز ہیں :

” اقبال کا قلبی تعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی
 صفات سے اس قدر زیادہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتے ہی انکی حالت
 دگرگوں ہو جاتی۔۔۔۔۔ چونکہ میں بارہا ان کی کیفیت دیکھ چکا تھا اس لئے
 میں نے ان کے سامنے تو نہیں کہا مگر خاص لوگوں سے بطور راز ضرور کہا
 کہ اگر یہ حضور کے مرقد پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے،
 وہیں جاں بحق ہو جائیں گے۔“ ۱۷

۱۹۰۸ء میں جب اقبال یورپ سے واپس تشریف لائے تو نیزنگ کی اقبال سے پہلی
 ملاقات کا حال خود نیزنگ ہی کی زبانی سنئے،

” یورپ سے ان کی واپسی کے بعد ان سے میری پہلی ملاقات لاہور میں
 ہوئی، محرم کی تعطیل تھی، میں انہیں سے ملنے کی غرض سے لاہور گیا تھا۔ انہوں
 نے اپنے قیام کے لئے چنگی محلہ میں مکان لیا تھا۔ میں دن کے وقت لاہور
 پہنچا اور سیدھا ان کے ہاں گیا، ملازموں نے میری پذیرائی کی مگر معلوم ہوا
 کہ اقبال کہیں گھومنے گئے ہیں۔ میں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اقبال نے بھی
 گھر سے نکلنا سیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آئے تو میں نے دیکھا کہ وہ نہایت
 مستعلیق سوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے دوسرا شکر ادا کیا کہ اقبال نے

۱۷۔ مہلات اقبال ماہ اکتوبر، ۱۹۵۷ء ص ۳۰ بجوار ماہنامہ رضیائے حرم لاہور، سیرت النبیؐ نمبر، مئی ۱۹۷۳ء ص ۱۸۳۔

لباس پہنا سیکھا (اس سے پہلے وہ لباس کے بارے میں صرف سادہ نہیں بلکہ لاپرواہ تھے) خیر گلے ملے، مزاج پُرسی ہوئی، اس کے بعد سوٹ اُتر گیا، وہی ہمیشہ کا تہ بند بندھ گیا، وہی بنیان بدن پر رہ گیا، وہی کمبل شانوں پر سوار ہو گیا، ہم نفس (حُقّہ) حاضر ہو گیا، میں اور اقبال پہلے کی طرح فرش پر بیٹھ گئے، دنیا بھر کی باتیں چھڑ گئیں اور ہوتی رہیں، میرے قیام کے تین دن اسی ہیئت کذا فی میں گزر گئے، کہاں اقبال اور کہاں گھر سے نکلنا اور کس کا سوٹ، یورپ ہو آئے، دماغ گونا گوں فضائل علمی سے مالا مال کر لائے، سینے کو طرح طرح کی امنگوں اور آرزوؤں سے بھر لائے مگر رندی اور قلندری میں فرق نہ آیا۔ تین دن کی شبانہ روز صحبت کے بعد رخصت ہو کر انبا لے چلا آیا، لے

نیرنگ کو ادب سے بھی خاصی دلچسپی تھی۔ ۱۹۰۱ء میں جب شیخ نمر عبدالقادر نے رسالہ مخزن جاری کیا تو اس میں نیرنگ لکھنے والوں میں سرفہرست تھے۔ آپ کے مضامین نہایت شستہ، زور دار اور پُر اثر ہوا کرتے تھے، چنانچہ آپ جلد ہی ادبی دنیا میں جانے پہچانے گئے۔ ۱۹۰۴ء میں جب شیخ نمر عبدالقادر بیرسٹری کرنے کے لئے انگلستان گئے تو مخزن کی تمام تر ذمہ داری نیرنگ نے سنبھال لی اور شیخ صاحب کی واپسی تک پرچے میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دی بلکہ اس کا حلقہ خریداری بہت وسیع ہو گیا۔

آپ ادبی تحریکوں اور جلسوں میں بھی برابر حصہ لیتے رہتے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ دہلی میں جو سرِ آغا خاں کی زیرِ صدارت ہوا، دیگر مسلم اکابر راجہ صاحب محمود آباد، مولانا محمد علی جوہر، سر شیخ عبدالقادر، حکیم اجل خاں، مولوی نذیر احمد

دہلوی، خواجہ غلام الثقلین، مولانا ظفر علی خاں، بابائے اردو مولوی عبدالحق، شبلی نعمانی وغیرہ کے ساتھ نیرنگ نے بھی نمایاں حصہ لیا ہے۔

وکالت، شاعری اور ادبی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مذہبی، قومی اور سیاسی تحریکوں میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ مذہب و ملت کا بہت زیادہ درد رکھتے تھے۔ ۱۹۲۳-۲۴ء میں جب مذہبی تحریک آگرہ، مسقط اور بھرت پور وغیرہ میں شروع ہوئی تو مولانا نیرنگ نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا، چنانچہ یہ تحریک صفحہ بستی سے مٹ گئی۔ آپ نے انبار میں انجمن دعوت تبلیغ اسلام قائم کر کے مبلغین کی ایک بڑی جماعت تیار کی۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے تاریخی جلسوں میں ملک کے مشہور شریک ہو کر لوگوں کے دلوں کو گرمایا کرتے تھے، ان مشاہیر میں حضرت محدث علی پوری، پیر سید ظہور الحسن بٹالوی جیسے ہل دل مشائخ و اصفیاء کے علاوہ حالی، آزاد، اقبال، مرزا ارشد گورگانی اور آغا حشر کاشمیری جیسے جادو اثر کلام سنانے والے شعرا بھی شامل ہوتے تھے چنانچہ مولانا نیرنگ بھی ان جلسوں میں تشرف رکھ کر اپنی شعہ نوائیوں سے حاضرین کو تڑپاتے، رلاتے اور منسلاتے تھے۔ اپنی نظموں کو بھی ان جلسوں میں نہایت غور اور خصوصیت سے سناتا تھا۔

گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود آپ نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور ہمیشہ مسلمانوں کے حقوق کی خاطر لڑتے رہے۔ جب جمعیتہ علمائے ہند کی بنیاد پڑی تو اس سے وابستہ ہو گئے مگر گنہگار پورٹ کے مسئلہ پر جمعیتہ نے کانگریس کا ساتھ دیا تو آپ بھی مولانا محمد علی جوہر، شاہ محمد سلیمان پھولوی، شاہ عبدالحلیم صدیقی میرٹھی (والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی مظلوم) اور دیگر اکابر کے ساتھ جمعیتہ سے مستغفی ہو گئے اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے، انبار میں مسلم لیگ کا قیام آپ ہی کی وجہ سے ہوا۔ مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے ہر طرح کی سعی کی۔ متحدہ ہندوستان کی لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔

۱۹۳۸ء میں قائد اعظم نے مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی قائم کی تو نیرنگ اس کے ڈپٹی لیڈر بنے جبکہ

خود قائدِ اعظم لیڈر تھے۔ اس طرح آپ نے قائدِ اعظم کے قریب رہ کر کام کیا اور قائدِ اعظم آپ کی کارگزاریوں سے بہت متاثر ہوئے۔ اس زمانے میں آپ نے ایک مسودہ قانون پیش کیا جسے عرفِ عام میں "شریعت بل" کہا جاتا ہے، اس بل کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں وراثت اسلامی اصولوں کے مطابق تقسیم ہونی چاہئے۔ تحریکِ پاکستان شروع ہونے پر جابجا دورے کر کے عوام کو نظریہ پاکستان سے آگاہ کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان آگئے اور مجلسِ دستور ساز کے قیام پر اس کے رکن بنے۔ اسمبلی کے اندر اور باہر ملی مفادات کے لئے کوشاں رہے۔

آخر ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو لاہور میں انتقال فرمایا، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو میانی صفا کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

آپ کا مجموعہ کلام کلامِ نیرنگ اور غبارِ افق آپ کی یادگار ہے۔ لے
آپ شیخ المسیح حضرت سید علی حسین شاہ اشرفی کچھوچھوی سے سمیت تھے لے اور ان کا مجموعہ کلام تحائفِ اشرفی آپ ہی نے مرتب کر کے طبع کرایا تھا۔ اس مجموعہ کو دیکھنے سے نیرنگ کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت عیاں ہوتی ہے۔ حضرت اشرفی علیہ الرحمۃ نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا تھا۔

لے نقوش لاہور نمبر

لے ادبیائے حشمت لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۲

سچ سچ سچ سچ

خواجہ حافظ غلام سدید الدین تونسوی

آپ کا اسم گرامی غلام سدید الدین اور تخلص رضانقا والد گرامی کا اسم مبارک خواجہ محمد حامد بن خواجہ محمد موسیٰ بن خواجہ اللہ بخش تونسوی ہے۔ آپ ۸ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء بروز جمعہ اپنے نانا نواب نظام الدین والی ریاست ممدوٹ کے ہاں جلال آباد ضلع فیروز پور (پنجاب) میں متولد ہوئے۔ قاری عبدالحکیم ملتانی سے حفظ قرآن کے بعد شیخ غلام رسول صاحب شیخ الجامعہ سلیمانہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ شیخ الفاضل کی دستار بندی اپنے والد حضرت خواجہ محمد حامد رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس سے ہوئی۔ بعد ازاں جامعہ ازہر (مصر) سے نصاب منکوا کر تکمیل امتحان کے بعد سند حاصل کی۔ پھر اپنے والد ماجد سے بیعت ہو گئے۔ پھر اپنے والد گرامی ہی کے حکم سے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر عرصہ تک مجاہدات، چلہ کشی اور ریاضتیں کر کے تزکیہ نفس کرتے رہے اور اپنے شیخ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

۱۳۵۰ھ میں والد گرامی کی وفات کے بعد سند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ کے باقاعدہ رکن بنے، کسی عہدہ کی ذمہ داری کے بغیر شب و روز مسلم لیگ کے لئے کام کرنے میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اپنے ماموں زاد بھائی نواب افتخار حسین ممدوٹ، حضرت دیوان الی رسول سجادہ نشین اجمیر شریف، حضرت خواجہ محمد نمر الدین سیالوی مدظلہ اور حضرت پیر مکی شریف کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان میں ایک مجاہد کی حیثیت سے حصہ لیا۔ اور صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے دوران دورے کر کے اہم کردار ادا کیا۔

۱۔ آئینہ دولت مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۳ھ، ص ۶۶

۲۔ مکتوب گرامی خواجہ موسیٰ بن خواجہ اللہ بخش حضرت خواجہ بنام مرقوم، ۱۹۰۹ء بروز جمعہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ، ص ۶۶۔
۳۔ مکتوب گرامی مکتوب آفتاب محمد قمری، مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ، ص ۹۷۔

۱۹۴۶ء کے ضمنی الیکشن میں سردار عطا محمد خاں بزدار کو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر براہ مقابلہ منتخب کردار کر خضر وزارت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی خضر وزارت میں آپ کو مختلف پریشانیوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ ملک ملت کی خاطر خندہ پیشانی سے یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے کئی ہندو و ایوان ریاست اور مسلمان جاگیردار آپ کے مرید تھے۔ جمیر شریف میں آپ کی ذاتی جاگیر بھی تھی مگر حصول آزادی کی خاطر آپ نے کسی چیز کی پروا نہ کی اور اپنے مقصد سے ایک حقیقی مسلمان کی طرح وابستہ رہے۔

پاکستان کے ممتاز معانی اور تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد میاں محمد شفیع (م. ش) تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں :-

”یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ جب اس صدی کی پانچویں دہائی میں برصغیر میں معرکہ حق و باطل بپا ہوا اور مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلام کی سر بلندی کے لئے حق خود ارادیت کا علم بلند کیا تو پنجاب کے جن مشائخ نے تن من دھن سے قائد اعظم کا ساتھ دیا ان میں تونسہ شریف (خواجہ سدید الدین صاحب) سیال شریف (خواجہ قمر الدین صاحب مدظلہ) جلال پور شریف (پیر فضل شاہ صاحب) اور گولڑہ شریف (خواجہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب) پیش پیش تھے۔ انہوں نے اپنے لاکھوں مریدوں کو عام انتخابات کے موقع پر یونی نسٹ پارٹی کے مقابلے میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔“

تحریک پاکستان کے دور اور بعد میں آپ کے برادر خورد (حال سجادہ نشین) خواجہ

۱۔ ایضاً -

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور (لاہور کی ڈائری) مورخہ ۲۶ جون ۱۹۷۳ء ص ۲۔

محمد یوسف صاحب مدظلہ آپ کے ساتھ مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں برابر کے شریک رہے لہ آپ نے تحریک آزادی کشمیر میں بھی حصہ لیا اور نجم الحسن کا خطاب حاصل کیا۔ قائد اعظم کی رحلت کے بعد جب مسلم لیگ اپنے نظریات سے منحرف ہو گئی تو آپ ۱۹۵۰ء میں جناح عوامی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور عام انتخابات میں ڈیرہ غازی خان سے پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پھر قیام وحدت مغربی پاکستان کے بعد دوبارہ رکن اسمبلی منتخب ہوئے۔ اس دوران میں آپ نے لادینی سیاست کے خلاف جہاد جاری رکھا اور پاکستان میں اسلامی اقدار کے تحفظ اور احیاء کے لئے مسلسل کام کیا اور اپنے علاقہ کی ترقی کے لئے کوشش کرتے رہے۔

آپ بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محب اہل بیت تھے۔ اعلیٰ کلمۃ الحق ان کی رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ شرعی احکام و امور میں کسی مصلحت کے قائل نہ تھے۔ ایک دفعہ عرض حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے موقع پر سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب سے نماز کے وقت میں اختلاف کرتے ہوئے ٹھیک وقت پر علیحدہ جماعت کروائی لہ آپ نے چند ایک کتابیں بھی تحریر فرمائیں جو شائع نہ ہو سکیں۔

آپ ۱۳ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ / ۱۱ اپریل ۱۹۹۰ء بروز یکشنبہ گیارہ بجے دن دوران سفر رحلت فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی کے گنبد مزار کے اندر اپنے جد امجد حضرت خواجہ اللہ بخش کے پہلو میں سپرد خاک کر دے گئے ۵۔

حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات ان کے برادر خواجہ محمد یوسف صاحب پیر سیانی مدظلہ نے بہم پہنچائے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں

۱۔ ڈیرہ غازی خان کی شخصیات حصہ دوم، مطبوعہ ملتان ۱۹۰۳ء، ص ۷۰،

۲۔ آئینہ ولایت، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۳ھ، ص ۲۸

۳۔ ایضاً ص ۲۸-۲۹، ڈیرہ غازی خان کی شخصیات، ص ۷۰، ص ۷۱

مولانا غلام قادر اشرفی اف لالہ موئے

مولانا غلام قادر اشرفی مدظلہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء میں فریدکوٹ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی میاں بانغ علی چشتی تھا اور انہیں حضرت میاں محمد شاہ صاحب چشتی بستی نذولع ہوشیار پور سے شرف بیعت حاصل تھا۔ مولانا ابھی صغیر سن تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ۱۹۱۱ء میں سکول میں داخل ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں امتیازی حیثیت سے میٹرک کرنے کے بعد کالج میں داخلہ لیا مگر طبیعت مائل نہ ہوئی تو کالج کو خیر باد کہہ کر مذہبی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور درج ذیل اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا :

- ۱۔ حضرت مولانا محمد سعید صاحب شبلی فریدکوٹی۔
 - ۲۔ حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ صاحب امام و خطیب جامع مسجد فتحپوری دہلی (والد گرامی جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ)
 - ۳۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب چٹیاکوٹی۔
 - ۴۔ حضرت مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری اشرفی سہوانی۔
 - ۵۔ حضرت بابا خلیل داس صاحب ایم اے (سنسکرت) جیزویدی۔
 - ۶۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتحپوری۔
 - ۷۔ حضرت مدرسہ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔
- سند فراغت جامعہ نعیمیہ مراد آباد (یو۔ پی) سے حاصل کی اور اسی دوران مدرسہ عقداشاہ الحق گشتی مراد آباد کا تبعیضی کورس بھی مکمل کر لیا جس میں ہندی، بھاشا اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کی اس کے علاوہ گورکھنی اور گیانی پر بھی عبور حاصل کیا۔
- حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر

بیعت کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔ علاوہ ازیں حضرت میاں شاہ محبوب قادری فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدظلہ (مدینہ منورہ) سے بھی اجازت و خلافت حاصل کی۔

دوران طالب علمی مراد آباد کی کسٹی کانفرنس میں ایک رضا کار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ کانفرنس مارچ ۱۹۲۵ء میں ہوئی تھی۔ اس وقت ہندو اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے۔ کہیں فتنہ ارتداد برپا تھا تو کہیں قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ ان فتنوں کے سد باب کے لئے یہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں مشاہیر مشائخ اور علمائے شریعت کی تھی۔ آپ نے رضا کاروں کی ٹیم کے ساتھ کانفرنس کے انتظام و انصرام میں بہت دلچسپی اور شوق کا مظاہرہ کیا۔

تحصیل علم کے بعد ۲۸-۱۹۲۶ء (تین سال) تک مکتبہ ضلع فیروز پور میں تدریس و خطابت کے فرائض سرانجام دئے اور ساتھ ہی نواب شاہنواز ممدوٹ کی ہدایت پر سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں لاہور سے ضلع گجرات کے اسلامیہ ہائی سکول میں مدرس مقرر ہو گئے اور پھر مستقل طور پر یہیں رہائش اختیار کر لی اور اب تک مذہب و ملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شدھی تحریک میں بھی آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا بھیم چاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھرپور حصہ لیا اور مختلف بھیس بدل کر مثلاً معالج حیوانات، وید حکیم، گانے والی پارٹی اور سادھوں کی پارٹی وغیرہ بنا کر شدھی تحریک کو کیفر کردار تک پہنچایا اور اس طرح آپ نے لاکھوں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچا لیا۔

۱۹۲۵ء میں آپ نے سیاست میں مکمل طور پر دلچسپی لینا شروع کر دی۔ ضلع فیروز پور میں خطابت کے دوران نواب شاہنواز ممدوٹ کی نگرانی میں مسلم لیگ کے نصب العین و سامن کمیشن کے بائیکاٹ کے سلسلے میں کام کرتے رہے، شاردہ ایکٹ کو ناکام بنانے کے لئے بھی علماء و مشائخ کے شانہ بشانہ کام کیا۔

۱۹۲۹ء میں مولانا نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لیا، مغلیہ پورہ ایچی ٹنیشن میں بھرپور کام کیا۔ ۱۹۳۱ء میں تحریک کشمیر اور ۱۹۳۲ء میں مسلمانان ریاست الود، جب ریاستی مظالم کی تاب نہ لا کر اجمیر شریف، بھرت پور، گورڈگانواں اور دہلی کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ حضرت سید غلام بھیک نیرنگ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ (آپ کے پیر بھائی) سیکریٹری جنرل انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ کے زیرِ کمان کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں تحریک قادیان اور ۱۹۳۵ء میں تحریک شہید گنج میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۹۳۵ء میں ملک برکت علی بیرپٹر لاہور (مشہور مسلم لیگی لیڈر) کے حلقہ انتخاب قصور میں کام کرتے رہے اور ملک صاحب بفضلِ خدا کامیاب ہوئے۔ ۱۹۳۶-۳۷ء میں لاہور میں خان غلام رسول ایڈووکیٹ جنرل سیکریٹری صوبائی مسلم لیگ اور ملک برکت علی کے ایما پر مسلم لیگ کے لئے کام کیا اور لاہور کے مصنافات میں گلی گلی کوچہ کوچہ مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔

۱۹۳۸ء میں تحریک آریہ سماج جو نظام حیدر آباد کے خلاف جتھہ بندی کی صورت میں چلائی گئی تھی، کے انسداد کے لئے کافی خدمات سر انجام دیں اور یوم نظام منایا۔ ۱۹۳۹ء میں قائدِ اعظم کی ہدایت پر یوم نجات منایا گیا تو مولانا نے بھی مجلس تبلیغ الاسلام لاہور کے زیرِ اہتمام یہ دن منایا۔ بھرپور کوشش کر کے ضلع بھر میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں لائے اور جا بجا اس کی شاخیں قائم کیں۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں خضر وزارت میں مسلم لیگ کی مولانا قرمانی کی تحریک میں حصہ لیا اور قراردادِ پاکستان کے بعد مسلم لیگ کی پلسٹی کے لئے زندگی وقف کر دی حکیم سردار خاں، حال ممبیر قومی اسمبلی (پیسپلز پارٹی) اس وقت ضلع مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری تھے، ان کے ساتھ مولانا ضلع بھر کا دورہ فرماتے رہے اور انتخابات کے دوران سرفیروز خاں نون اور سردار شوکت حیات خاں کی معیت میں ضلع بھر کے اہم مقامات کا دورہ کیا مسلم لیگ کا سبز پرچم لہراتے ہوئے گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے :

”مہتر جھنڈے کی کون کونے گا؟“

پھر جواب دیتے ”اللہ پاک سنے گا“ بڑی بوڑھیاں مکانوں پر کھڑی ہو کر یوں دعا میں دیتیں
”ماں قربان جاوے پتر و اسدا جیو! اللہ ساوے جھنڈے دی لاج رکھے،

کلی والی سرکار داناں اچھا ہووے“ وغیرہ وغیرہ۔

یوں یہ سلسلہ صبح سے لے کر رات گئے تک جاری رہتا۔

۱۹۴۵ء میں ملک فیروز خان نون اور سردار شوکت حیات کے ساتھ مسلم لیگی امیدواروں

کے لئے شب و روز کام کیا اور اسی سال مولانا نے لالہ موسے کے مسلم لیگیوں کی طرف سے قائد اعظم
کو مسلم لیگ کے لئے تعیلی پیش کی، اس کی دلچسپ تفصیل مولانا بی کی زبانی سنئے :

”قائد اعظم بذریعہ کار کشمیر سے واپس لاہور تشریف لائے تھے اور راستہ

میں انہیں جا بجا جلسوں سے خطاب کرنا تھا۔ ہم نے بھی لالہ موسے میں استقبال

کی تیاریاں شروع کر دیں اور نذرانہ کی تعیلی کا بھی بندوبست کیا۔ جی ٹی روڈ

پر میل ڈیڑھ میل تک جھنڈیاں اور محرابیں بنوائیں، مسلم لیگ کے جھنڈے

لگائے اور تمام علاقہ میں آدمی دوڑا کر صبح تک ہزاروں آدمی جمع کر لئے، پنڈال

میں میلے کا سا سماں تھا، ہر طرف چیل پیل تھی، سیٹج تیار ہو چکا تھا، شامیانے

نصب تھے لیکن سطق کی بات یہ کہ نہ تو قائد اعظم کو اس کی اطلاع تھی اور نہ

ہی ان کے پردگراں میں لالہ موسے ٹھہرنے کا اندراج تھا۔

دوپہر کو قائد اعظم تشریف لائے تو فضا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر مسلم لیگ

زندہ باد، قائد اعظم زندہ باد، لے کے رہیں گے پاکستان، آنکھوں کا نور

پاکستان، دل کا سرور پاکستان، سے گونج اٹھی۔ لالہ موسیٰ کی فضا میں

انتہائی جوش و خروش تھا۔ قائد اعظم نے پوچھا یہ کونسی جگہ ہے؟ عرض کیا گیا

لالہ موسیٰ، فرمایا ہمارے پردگراں میں شامل نہیں ہم ہجرت کشمیر کے

سڑک پر استقبال کے لئے چوہدری غلام احمد قادری جنرل سیکریٹری۔
 مسلم لیگ لاء موسیٰ مع رفقا موجود تھے میری ڈیوٹی اسٹیج پر تھی۔ جب قائد اعظم
 نے ٹھہرنے سے انکار کر دیا اور کار سے نہ اترے تو چوہدری صاحب نے مجھے
 آواز دی ”وہ جا رہے ہیں، یہیں آکر مل لو“ میں نے فوراً آکر سلام عرض
 کر کے ہاتھ ملایا اور عرض کیا ”ذرا باہر آکر کھڑے ہو جائیں تاکہ لیگ کے کارکن
 جو دور دراز سے راتوں رات پیدل سفر کر کے یہاں پہنچے ہیں، اپنے محبوب
 قائد کو ایک نظر دیکھ سکیں“

یہ سنکر قائد اعظم موٹر کے پائیدان پر کھڑے ہو گئے۔ میں نے پھر
 عرض کیا ”آپ زمین سے فٹ ڈیڑھ فٹ بلندی پر کھڑے ہیں، اگرچہ
 سات فٹ اونچے کھڑے ہوں تو زیادہ لوگ دیکھ سکیں گے“ فرمانے
 لگے کیوں؟ میں نے عرض کیا ”اس لئے کہ میں مسلم لیگ کا جنم ساتھی ہوں
 اور آپ اس کے صدر ہیں“ فرمایا کیسے؟ میں نے کہا کہ میری پیدائش ۱۹۰۶ء
 میں ہوئی اور مسلم لیگ کا قیام بھی ۱۹۰۶ء میں ہوا، چونکہ میں اور مسلم لیگ اکٹھے
 پیدا ہوئے لہذا میں اس کا جنم ساتھی ہوں۔

اس پر قائد اعظم نے دفور جذبات سے مجھے گلے لگا لیا اور میرا ہاتھ
 پکڑ کر اسٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا ”حضرات! میرا مولانا سے لڑائی ہوا
 تو وہ لڑائی پیار اور محبت کا تھا، یہ سامنے انڈیا کا نقشہ ہے، میں اس پر
 پاکستان کو ابھرتا ہوا دیکھ رہا ہوں، منزل بالکل قریب ہے، آپ
 مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر میرے ہاتھ مضبوط کریں، اللہ ہمارا
 حامی و ناصر ہو۔“ اس دکھش اور وجد اور خطاب کے بعد مسلم لیگ زندہ باد
 اور قائد اعظم زندہ باد کے نعروں کی گونج میں میں نے نذرانہ کی تعمیلی

میش کی اور ان کا قافلہ شاداں و فرماں عازم گجرات ہوا۔
 ان مجاہدانہ سرگرمیوں کی بنا پر آپ نے مختلف اوقات میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت
 کیں۔ مجموعی طور پر آپ نے ملک و ملت کے لئے تقریباً چار سال کا عرصہ جیلوں کی نذر کیا، مگر آپ کے
 عزم و دلالت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہوئی اور آپ پوری دلچسپی کے ساتھ اپنے نصب العین کے حصول
 میں منہمک رہے۔

ہو ہے گو تندر و تیز لیکن چراغ اپنا جلاد ہلے

وہ مرد درویش حق نے جسکو دئے ہیں اندازِ خسروانہ

۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں مولانا اپنے بہت سے ساتھی لے کر
 شریک ہوئے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آگیا تو آپ نے زیادہ تر مذہبی امور کی طرف توجہ دینا
 شروع کی مگر سیاسی تحریکات سے دلچسپی میں فرق نہ آیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔
 ۱۹۶۰ء کے انتخابات میں جمعیتہ علمائے پاکستان کے لئے بھرپور کام کیا۔ ۱۹۶۴ء میں جب دوبارہ
 تحریک ختم نبوت چلی تو علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ کام کیا۔

آپ کی خدمات کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ملک و ملت کے سچے خادم، اسلام و
 مسلمانوں کے شیدائی اور تحریک پاکستان کے معماروں میں شامل ہیں۔

حضرت مولانا کے تفصیلی حالات کے لئے کتابچہ مولانا غلام قادر اثرفی سے ایک ملاقات
 مرتبہ محمد صادق قصوی، شائع کردہ مرکزی مجلسِ ضالہ ہور ملاحظہ فرمائیں۔

پیر غلام محب سربندی

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

آپ کا اسم گرامی غلام مجتہد لقب پیرزادہ (عطا شدہ از جد امجد) تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۶ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ بروز سوموار علی الصبح درگاہ شریف مجددیہ سربندیہ ٹیاری شریف ضلع حیدرآباد (سندھ) میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت خواجہ پیر الحاج عبدالحلیم بن حضرت خواجہ عبد الرحیم بن خواجہ شاہ محمد ضیاء الحق شہید بن خواجہ شاہ غلام نبی بن خواجہ شاہ غلام حسن بن خواجہ شاہ غلام محمد بن خواجہ شاہ غلام معصوم بن شاہ محمد اسماعیل بن خواجہ محمد صبغۃ الثدین شاہ محمد معصوم المعروف معصوم اول بن امام ربانی محب دالفت ثانی شیخ احمد فاروقی سربندی تھا (علیم الرضوان)

چار سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنے کے لئے بھٹائے گئے تو بسم اللہ شریف جیداً مجتہد نے پڑھائی۔ قرآن پاک قاری عبد الرحمن متعلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا فارسی تعلیم جناب عزیز اللہ خاں سلیمان خیل قندھاری اور عربی تعلیم علامہ الحاج محمد حسن اللہ پانڈا قادی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے درگاہ شریف ہی میں حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی حضرت جد امجد کے دست اقدس پر بیعت کی۔ سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ والد گرامی نے تین سو علماء کی موجودگی میں دستار فضیلت عطا فرمائی اور آپ نے ہزاروں کے اجتماع میں پہلی دفعہ تقریر فرمائی جس سے تمام حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

اکیس سال کی عمر میں آپ نے حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ اسی دوران حضرت سید علی تری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث پڑھیں اور سندیں حاصل کیں۔ مدینہ منورہ سے آپ نے اسی ہزار روپے کی کتب خریدیں۔ والد ماجد نے آپ کی واپسی

اجازت و خلافت سے نوازا۔

آپ کو انگریز کی حکومت سے سخت نفرت تھی۔ سوائے کسی اہم مجبوری کے کبھی کسی انگریز افسر کو نہ ملے۔ انگریز نے آپ کو رام کرنے کے لئے بڑے بڑے جتن کئے مگر یہ شاہین زیر دام نہ آیا حکومت نے آپ کو شمس العلماء کا خطاب دینا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اہم عہدہ دینا چاہا تو ٹھکرا دیا۔ لندون ریلوے اسٹیشن کو آپ کے خاندان کے نام پر سر ہندی آباد رکھنا چاہا تو آپ نے اس تجویز کو رد کر دیا۔ قندھار کی لڑائیوں میں آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے چھ سو ساتھیوں کے ساتھ بھرپور حصہ لیا تھا اس لئے انگریز آپ کے درپے آزار تھے۔

آپ نے تحریک ہجرت، تحریک خلافت، انجمن ہلال احمر، تحریک مسجد منزل گاہ، ترک موالات اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک ہجرت میں علماء و مشائخ کا بھرپور تعاون کیا۔ انجمن ہلال احمر کے لئے بے شمار چندہ جمع کر کے بھجوا دیا، صرف میاری قصبہ سے بارہ ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔ ترک موالات کے زمانہ میں آپ نے پورے جوش فاروقی کا مظاہرہ کیا اور سندھ کے اکناف و اطراف میں جلسے کر کے انگریزوں کے خلاف عوام کو خوب ابھارا۔ آپ نے جوشیلی تقاریر کر کے انگریزوں کی عیاریوں کا پردہ چاک کیا اور ان کے دام فریب کو تار تار کر دیا۔ کراچی کی عظیم کانفرنس جس میں انگریزوں کے خلاف فتوے صادر کیا گیا تھا اس میں علی برادران مولانا نثار احمد کانپوری وغیرہم کے علاوہ چھٹے دستخط آپ کے تھے اسی بنا پر خالق دینا ہال کراچی والا مشہور زمانہ کیس معرض وجود میں آیا۔

اس کیس کی کارروائی میں آپ کی دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں اور ہماری نئی نسل کے لئے خضر راہ ہیں۔ آپ نے فرمایا :-

”قبیلہ میرا تو ورثہ ہے کیونکہ میں غلام مجدد اور اولاد مجدد الف ثانی

ہوں جن کو جہانگیر بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا تھا۔“

پھر ارشاد فرمایا :-

”کاش آج مجھ پر یہ مقدمہ ہوتا کہ میں نے وقت کے انگریز بادشاہ جارج

پنجم کو قتل کیا ہے اور اس کے خون سے میرے ہاتھ رنگے ہوتے۔“

اس مقدمہ میں آپ کو دو سال کی سزا ہوئی جو آپ نے کمال تحمل و بردباری سے کاٹی اور اسی دوران قرآن کریم حفظ کر لیا۔

سزا کے دوران ایک انگریز جیلر نے آپ کے اس ہتھیار کو جس میں قرآن مجید تھا، ٹھوکر ماری تو آپ نے طیش میں آکر اس جیلر کو زوردار تھپڑ رسید کیا، قریب تھا کہ فساد ہو جاتا اور جیل میں ہی ہنگامہ ہو جاتا، آخر کار گورنر بمبئی نمود آیا اور آپ کی تکالیف سنیں، آپ نے بتایا کہ سڑی کی راتوں میں جیل والے میری کوٹھڑی میں پانی چھوڑ دیتے ہیں تاکہ تمام رات کھڑا ہو کر گزار دوں اور نماز نہ پڑھ سکوں، روشنی گل کر دیتے ہیں تاکہ قرآن کریم نہ پڑھ سکوں۔“

گورنر نے یہ سن کر جیل کے عملہ کو ————— تنبیہ کر دی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کی جائے اور پھر آپ کو نماز باجماعت و دیگر مسلمان قیدیوں سے ملاقات کرنے کی اجازت بھی دے دی گئی۔

اسی قید کے دوران لاڑکانہ کے ایک پیر جو خود اسی جیل میں قید تھے، ایک مرتبہ ادھی رات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر آپ نے معافی نہ مانگی تو حکومت آپ کو گولی مار دے گی۔ آپ نے فرمایا :-

”معلوم ہوتا ہے کہ تم نے معافی مانگ لی ہے اور اب مجھے بے ایمان بنانے

آئے ہو۔“

دوسرے دن معلوم ہوا کہ اس بناوٹی پیر صاحب نے معافی مانگ کر رہائی حاصل کر لی ہے۔

آپ نے بڑے استقلال سے دو سال کا عرصہ گزارا اور رہائی پر بڑی شان و شوکت سے آپ کو جلوس کی شکل میں لیجا یا گیا۔

تھریک خلافت میں آپ نے جو کام کیا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، مندرجہ

میں اگر علی برادران کی ہم پلہ کوئی شخصیت تھی تو حضرت کی ہی تھی۔

تحریک خلافت ہی کے دوران آپ بذریعہ ٹرین دوسرے پر جا رہے تھے کہ انگریز کلکٹر مسٹر گپسن (جو بعد میں کمشنر سندھ بنا) آپ کو دیکھ کر شربت منگوایا، آپ نے یہ کہتے ہوئے وہ شربت پینے سے انکار کر دیا کہ اگر اس گلاس میں شربت کی جگہ تمہارا خون ہوتا تو میں پی جاتا، اس لئے کہ تم ہمارے ترک بھائیوں کا خون بہا رہے ہو! یہ سن کر انگریز کلکٹر بھونچکا سا رہ گیا اور کہنے لگا کہ پیر صاحب کو کیا ہو گیا ہے؟ شاید ان پر مذہبی جنون غالب آ گیا ہے۔

فرنگی ٹوٹے سے نفرت کی بنا پر آپ نے وہ تمام زمینیں واپس کر دیں جو لٹہ ضلع نواب شاہ اور سدادہ نہر پر لنگر خانہ کے لئے ملی ہوئی تھیں۔ اسی طرح چوبیس بند و قوں کا ال اندیا لائنس بھی واپس کر دیا مگر بند و قیں واپس کرنے کے بجائے زیر زمین دفن کر دیں۔ آپ کے اس فعل سے گھبرا کر انگریز حکومت نے دومرتبہ چھاپہ مار کر آپ کے کتب خانہ کو خراب کر دیا۔ الزام یہ تھا کہ آپ کے پاس کابل سے خط وغیرہ آتے ہیں اور وہاں کی حکومت کے ساتھ آپ کا گٹھ جوڑ ہے، حالانکہ آپ کے پاس نہ کوئی کاغذ تھا نہ گٹھ جوڑ کا کوئی سلسلہ، البتہ یہ ضرور تھا کہ آپ کے خاندان کے اکثر افراد افغانستان میں رہتے تھے۔

علی برادران نے انجمن خدام کعبہ کی تحریک شروع کی تو آپ نے اس کا پورا پورا ساتھ دیا اور تمام سندھ سے چندہ جمع کر کے بمبئی بھجوا دیا۔ مسجد کانپور کا جھکڑا ہوا تو مولانا محمد علی جوہر نے تار دیکر آپ کو بلایا۔ آپ فوراً کانپور پہنچے اور فیصلہ ہونے تک وہیں رہے اور ڈٹ کر انگریز حکومت کی مخالفت کی۔

اسی طرح جب بہار دھڑ (سندھ) میں ————— نہر کی کھدائی کے وقت مسجد شریف نہر کے پیٹ میں آ رہی تھی اور بڑی دوڑ دھوپ کے باوجود انگریز حکومت نے نہر کا رخ موڑنے سے انکار کر دیا تو آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ فوراً وہاں پہنچے اور تنہا چار پائی ڈال کر قرآن خوانی میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ یہاں سے اٹھ جائیں ورنہ ابھی مشین

آپ کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ آپ نے فرمایا کہ جب مسجد ختم ہو جائے گی تو پھر ہمارے خستہ ہونے کا سوال غلط ہے، ہم یہاں سے نہیں اٹھیں گے بلکہ قربانی پیش کریں گے۔ چنانچہ آپ ڈٹ کر بیٹھے رہے اور حکومت کو نہر کا رخ موڑنا پڑا۔

۱۹۳۹ء میں مسجد منزل گاہ کا جھگڑا ہوا تو سب سے پہلے آپ تین سو تیرہ افراد کا لشکر لیکر جھنڈا اٹھا کر ہوئے پہنچے اور ایک ہفتہ تک قیام فرمایا اور اس وعدہ پر کہ یہ مسجد مسلمانوں کے حوالے کی جائے گی، آپ واپس حیدرآباد تشریف لے آئے۔

آپ کی ان سرگرمیوں سے تنگ آکر حکومت نے آپ کے جلسوں پر پابندی عائد کر دی رہائش گاہ پر پولیس کا پہرہ بٹھا دیا اور کراچی جانے سے روک دیا مگر آپ بڑی جرأت و مردانگی کے ساتھ کراچی پہنچے اور کراچی کی قدیمی عید گاہ میں بہت بڑے جلسہ عام سے بڑی گھن گرج کے ساتھ خطاب فرمایا، بعد ازاں تمام پابندیوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سیلاوٹ محلہ حیدرآباد میں جلسہ منعقد کیا۔ انگریز ایس پی مع ہندو کلکٹر طمر حیدر آبادی جلسہ گاہ میں پہنچا اور زبان بندی کا نوٹس دیا اور ایس پی نے ریوالور دکھا کر نوٹس کی تعمیل کے لئے کہا، رگ فاروقی پھر ک اٹھی، آپ نے ایس پی کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا :-

”اونگوئے تم مجھے تفسیر کرنے سے روکتے ہو؟“

اتنا سنتے ہی ایس پی اور کلکٹر دم سادھے چلے گئے، آپ نے پرجوش تقریر کی، عوام میں حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوا اور پھر روز بروز جلسے ہوتے رہے۔

آپ جمعیت علماء ہند کے سرکردہ رہنما بھی رہے مگر جب ہندو پورٹ پر حضرت شاہ محمد سلیمان بھلواری، میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی، مولانا عبدالمجید ابوبنی، مولانا محمد علی جوہر اور دیگر علمائے اہلسنت نے جمعیت سے استغفہ دے دیا تو آپ نے مستعفی ہو کر ان کا پورا پورا ساتھ دیا اور ہندوؤں سے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ ہندوؤں نے آپ کو طرح طرح کے لالچ دیئے، دھمکیاں دیں مگر آپ مرعوب نہ ہوئے۔ ہندوؤں کے کچھ قرضے آپ کے

ڈٹے تھے، انہوں نے کہا کہ اگر آپ کانگریس میں شامل ہو جائیں تو ہم تمام قرضے معاف کر دیں گے ورنہ ڈگری جاری کر دلائیں گے۔ اس کے جواب میں آپ نے اپنی زمین فروخت کر کے تمام قرضے ادا کر دئے مگر اپنے ایمان کا سودا نہ کیا۔

مسلم لیگ کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے اس کی دامنے، درمے، قدمے، قلمے اور سخمے مدد کی۔ آپ کے ساتھ حضرت پیر صاحب بھرچونڈی شریف پیر عبدالرحمن صاحب اور ان کے صاحبزادے پیر عبدالرحیم شہید نے بھرپور تعاون کیا بلکہ پورے سندھ کا دورہ بھی کیا۔ پیر صاحب بھرچونڈی شریف کے ساتھ علماء کی ایک جماعت دورہ کرتی تھی جس میں سے سید صدر الدین شاہ ایڈیٹر اخبار نقیب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جب مولانا عبدالقادر آزاد سبجانی نے جمعیت علماء ہند کے مقابلہ پر جمعیت علماء اسلام کی بنیاد رکھی تو آپ نے حیدرآباد میں اس کی شاخ قائم کی اور اس کے زیر اہتمام متعدد جلسے منعقد کرائے۔

ایک دفعہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا یہی شخص ہوا ہے، اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اس کے پیچھے لگ جاتے، جناح تو ایک مسلمان وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی وکالت کر رہا ہے کیا کافر کو وکیل نہیں بنایا جاتا، بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے۔“

جمعیت علماء ہند کے اشاروں پر سندھ کے رئیسوں اور امیروں نے آپ کو پریشان کرنے کی کوشش کی، سندھی اخبارات بھی آپ کی مخالفت کرتے رہے مگر آپ انہیں خاطر میں نہ لائے بلکہ ہر مرتبہ سزیم اور ولولہ سے آگے بڑھے۔ قاضی محمد اکبر دیگر مسلم لیگی کارکنوں کی کامیابی بھی آپ ہی کی مرہون منت تھی۔

آپ کی زندگی بہت سادہ تھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر آپ میں بھرا ہوا تھا

وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے جدِ امجد حضرت خواجہ شاہ ضیاء الحق شہید کے ایک قصیدہ کے یا شعر
وردِ زبان رہتے تھے ۛ

بصدّ لقیّت خریدارم عمر را دستِ مہیارم فدا سازم دل و جانِ البعثان یا رسول اللہ
چہارم حیدرِ صفدر کہ باشد ساقی کوثر اماں را شوم چاکر با یقاں یا رسول اللہ
آپ کی وفات حضرت آیات ۶۱ حجابی الثانیہ ۱۳۷۷ھ / ۸ جنوری ۱۹۵۸ء بروز منگل صبح
نوبے حیدر آباد میں ہوئی۔ پہلی نماز جنازہ حیدر آباد میں ہوئی اور دوسری مٹیاری میں، آپ کو
حسب وصیت گنبد کے شرقی دروازہ کے باہر ————— جنوبی جانب سپردِ خاک کیا گیا، انا اللہ
وانا الیہ راجعون ۛ

اس وقت آپ کے صاحبزادے پیر غلام رسول سرہندی مدظلہ سجادہ نشین ہیں، موصوف
ہر لحاظ سے اپنے والدِ ماجد کے مظہرِ اتم ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر سلامت رکھے، آمین۔

ۛ حضرت پیر صاحب کے حالات آپ کے صاحبزادے وجانشین پیر غلام رسول سرہندی مدظلہ نے ہم پہنچائے جس کے لئے ہم
ان کے تہ دل سے مشکور ہیں۔ (قصوی)

مولانا غلام محمد ترم امرتسری

آپ کی پیدائش ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۰ء میں امرتسر کے ایک غریب کشمیری گھرانے میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام جناب عبدالعزیز تھا۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے بہنوئی مولانا پروفیسر عبدالرحیم پروفیسر عربی خالصہ کالج امرتسر (۱۹۱۷ء) اور حضرت مولانا عبدالصمد خاں کشمیری (المتوفی ۱۹۱۸ء) سے حاصل کی۔ قالین بانی د شال بانی کافن بھی سیکھا۔ پھر حکیم فیروز الدین طغرائی (المتوفی ۱۹۳۱ء) سے منشی فاضل کا نصاب پڑھ کر امتحان دیا اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اگلے سال دیب فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ شاعری میں طغرائی سے اصلاح لیتے رہے۔

بعد ازاں عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مختلف اساتذہ سے اکتساب کے بعد حضرت مولانا محمد عالم آسی (۱۹۴۴ء) سے عربی کی کتابیں پڑھیں اور مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ پھر علم طب کے لئے حکیم علی محمد مستند طبیبہ کالج دہلی، حکیم محبوب عالم مرحوم، حکیم فتح چند اور لاہور کے نامور حکیم شہزادہ غلام محمد (۱۹۵۰ء) سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں گریجویٹ میں بھی اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی۔ پھر روحانی تربیت کے لئے پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور سید علی حسین کچھوچھوی سے بھی اکتساب فیض کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد امرتسر میں خطبہ جمعہ دیتے رہے اور اپنی اظہار بیاں کی صدائیں کی بدولت اطراف و اکناف ملک میں جلد ہی مشہر ہو گئے۔ مولانا ظفر علی خاں امرتسر گئے تو آپ کی مقبولیت دیکھ کر یہ شعر کہا ہے

ترم چاند ہے اس شہر میں علم اور حکمت کا

درخشاں اس کے ہالے میں سلمانان امرتسر

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے آپ نے امرتسر میں جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک

مدرسہ قائم کیا جہاں پر منشی فاضل کاکورس پڑھایا جانے لگا۔ مسلمانوں میں مذہبی بیداری کے لئے انجمن تبلیغ الاحناف سے معاونت کرتے رہے جس کے زیر اہتمام حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا عرس میں ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ شرکت کرتے تھے اور علم و عرفان کے دریا بہاتے تھے۔ ان تمام مصروفیتوں کے باوجود طبابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا، علاج تقریباً مفت ہی کرتے تھے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں مثالی کردار ادا کیا۔ اپنی جادو بیانی کے ذریعے دو قومی نظریہ مسلمانوں کے ذہنوں میں جاگزیں کیا، ملک گیر دورے کر کے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ ہر سال انجمن تبلیغ الاحناف کے جلسوں میں تحریک پاکستان کے موضوع پر تقاریر کی جاتیں۔ ۴۶-۱۹۴۵ء میں حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، حضرت محدث علی پوری اور حضرت محدث کچھو چھوی نے تحریک پاکستان کے حق میں ایسی مدلل اور پُر مغز تقاریر کیں کہ امرت سر میں کانگرس کی اور اصراری مولویوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور پھر طبابت شروع کر دی اور ساتھ ہی جامع مسجد سول سیکرٹریٹ میں خطابت شروع کر دی۔ آپ نے ہر تبلیغی کام فی سبیل اللہ کیا اور ہمیشہ حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ جہاد کشمیر میں مولانا ابوالحسنات قادری کے شانہ بشانہ کام کیا۔ مجاہدین کے لئے نقدی اور سامان کے علاوہ خود بہ نفس نفیس کشمیر کے محاذوں پر تشریف لے جا کر اگلے مورچوں پر تقاریر کر کے مجاہدین کے حوصلے بڑھائے۔

پاکستان بننے کے فوراً بعد پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور بورڈ آف سنڈیکیٹ کے رکن مقرر ہو گئے تھے۔ آپ نے یونیورسٹی میں اسلامی تعلیم کے لئے جو مساعی انجام دیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ جمعیت علماء پاکستان معرض وجود میں آئی تو آپ صوبہ پنجاب کے نائب صدر منتخب ہوئے اور پھر مرکزی نائب صدر چن لئے گئے۔ آپ نے جمعیت کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا، دستوری خاکہ مرتب کیا، تنظیم کو فعال بنایا۔ مولانا ابوالحسنات آپ کی خدمات جلیلہ کے بڑے معترف تھے۔

۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا اور ملک بھر میں قادیانیت کے خلاف

علماء کے شانہ بہ شانہ سرگرم عمل رہے اور دیگر قائدین کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے رہے۔ جذبہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا، آپ کی شاعری کا اکثر حصہ نقلیہ ہے۔

وفات سے اڑھائی تین سال قبل آپ ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے اور بالآخر، ار محرم الحرام ۱۳۷۹ھ / ۲۴ جولائی ۱۹۵۹ء کو رابہی ملک بقا ہو گئے۔ قبرستان میانی صاحب میں آپ کو دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ حضرت مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات مدظلہ نے پڑھائی۔

پیر غلام دستگیر نامی نے تاریخ وفات یوں کہی ہے

غلام محمد ہوئے آہ فوت وفات ان کی بے ایک عالم کی موت
جو تاریخ مطلوب نامی ہے تو ”ہو افوت عذب البیاء ہے“ کہو

نوٹ :- اس مضمون کی تیاری میں مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کے کتابچہ ”مولانا غلام محمد زرقم“ اور مختلف روزناموں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

پیر سید غلام محی الدین گولڑوی

حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا، آپ اپنے وقت کے جید عالم، ممتاز روحانی رہنما اور بلند پایہ مصنف تھے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو ہر میدان میں شکست فاش دی، حضرت سید غلام محی الدین گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ عالم ہی کے اکلوتے فرزند تھے۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین المعروف بابو جی دسمبر ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو جب آپ کی ولادت باسعادت کی خبر لفظ ”مبارک“ سے دی گئی تو آپ نے فرمایا ”مبارک کے لفظ سے میں یہ سمجھا کہ شاید مجھے خدا مل گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر شخص کو زینہ اولاد کے پیدا ہونے سے خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک اللہ اللہ کرنے والی روح کا ورود ہوا ہے۔

حضرت قبلہ عالم آپ کو پیار سے بابو جی کہا کرتے تھے۔ بابو جی کی تعلیم و تربیت قبلہ عالم نے اپنی خاص نگرانی میں فرمائی اور قابل ترین اساتذہ ان کے لئے مقرر کئے۔ زمانہ تعلیم میں قبلہ عالم نے انہیں چھ نصیحتیں فرمائیں :

- ۱۔ شغلِ سبق میں بحفظ اوقات سعی رہو۔
- ۲۔ رات کا سونا حسب ہدایت مکان پر میری آرام گاہ میں مع رفتار بالترام ماوجب آرام کرنا۔
- ۳۔ ختم معمود کو بدستور قائم رکھو۔
- ۴۔ بعد فراغت ہر روز ضرور گھر میں جایا کرو۔

۵۔ نماز باجماعت کو اہم المہمات سمجھو۔

۶۔ سب طلباء کے ہر طرح خبر گیر رہو۔ ۱۵

حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ ملک کے نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے مجاہد جناب میاں محمد شفیع (م۔ش) آپ کی تحریک پاکستان کے بارے میں خدمات کے متعلق رقمطراز ہیں :-

”یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ جب اس صدی کی پانچویں دہائی میں برصغیر میں معرکہ حق و باطل بپا ہوا اور مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلام کی سر بلندی کے لئے حق خود ارادیت کا علم بلند کیا تو پنجاب کے جن مجاہدوں نے تن من دھن سے قائد اعظم کا ساتھ دیا ان میں تو نسہ شریف (خواجہ سدید الدین صاحب)، سیال شریف (خواجہ قمر الدین صاحب مدظلہ) جلال پور شریف (پیر فضل شاہ صاحب) اور گولڑہ شریف (خواجہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب) پیش پیش تھے، انہوں نے اپنے لاکھوں مریدوں کو عام انتخابات کے موقع پر یونی نسٹ پارٹی کے مقابلہ پر مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔ ان لوگوں کے عظیم کردار کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگرچہ یونی نسٹ پارٹی کے اس وقت کے لیڈر ملک سر خضر حیات خاں ٹوانہ اور ان کے دست راست نواب سر اللہ بخش، گولڑہ شریف اور سیال شریف سے ارادت رکھتے تھے لیکن عظیم تربیتی مقاصد کے پیش نظر خواجہ قمر الدین صاحب مدظلہ اور خواجہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب نے پوری ہمت سے مسلم لیگ کے لئے کام کیا۔“ ۱۵

۱۵ سر منیر مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۲ء

۱۵ اہلاند رجوان اجنت کراچی جولائی ۱۹۷۲ء، ص ۶، میگزین لاہور جولائی ۱۹۷۲ء، نوائے وقت لاہور ۲۶ جون ۱۹۷۲ء، ص ۱۳، ۱۹۷۲ء

۱۵ لفظ نام نوائے وقت لاہور، ۲۶ جون ۱۹۷۲ء، ص ۲

خواجہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب ایک عظیم انسان تھے۔ آپ مسلم لیگ کے ساتھ پوری طرح حصول پاکستان کی تحریک میں شامل تھے جب پاکستان معرض وجود میں آگیا تو انہوں نے پاکستان کو دارالسلام قرار دے کر غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش کی یہ انہی کی مساعی کا نتیجہ تھا کہ قسمت راولپنڈی کے لاکھوں غیر مسلموں کو بحفاظت تمام ریوچی کمیوں میں پہنچایا گیا۔

پاکستان بننے پر خواجہ صاحب نے جہاد کشمیر اور تحریک ختم نبوت میں بھی پوری سرگرمی سے حصہ لیا اور پھر بقیہ تمام عمر سیاست سے الگ رہ کر یاد الہی اور مسلمانوں کی روحانی تربیت میں صرف کردی۔ اپنے والد محترم حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو پوری تن دہی سے جاری رکھا اور طویل علالت کے بعد ۲۲ جون ۱۹۷۴ء / یکم جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ بروز ہفتہ کبائٹنڈھری ہسپتال راولپنڈی میں انتقال فرما گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرے دن گولڑہ شریف میں اپنے والد محترم کے پہلو میں سپرد خاک کر دئے گئے۔ آپ کی وفات پر ملک کے تمام اخباروں اور رسالوں نے تعزیتی ادارے لکھے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :-

جناب شورش کاشمیری لکھتے ہیں :-

۲۲ جون کی شب کو گیارہ بجے کبائٹنڈھری ہسپتال راولپنڈی میں سیدنا

دورشدنا حضرت پیر مہر علی شاہ کے فرزند ارجمند حضرت سید محی الدین شاہ ۸۵ برس

کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ وہ کیا تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ

زبانِ قلم ان کے اوصاف و محامد اور کمالات و محاسن کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ راقم

نے اپنی لگ بھگ ساٹھ برس کی عمر میں بہت سے عظیم انسان دیکھے، قومی جد و

جہد، دیسی سحر، سیاسی جہاد، غرضیکہ ہر موڑ پر اپنے دور کی عظمتوں سے فیض

حاصل کیا، ان کے ساتھ رہا اور وہ ساتھ لے کر چلے، ان میں علم و نظر کے

ہمالہ بھی تھے اور عظمت و رفعت کے پہاڑ بھی صر
طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

لیکن حضرت سید محی الدین شاہ صاحب (گولڑہ شریف) رحمۃ اللہ علیہ قرن اول کا
اجالہ تھے اور ان تذکروں کا انسانی ورق تھے جو صحبت یافتگان رسالت
کی روداد ہیں۔ بسا اوقات فقر و استغفار کی داستانیں پڑھ کر طبیعت باور
کرتے ہوئے استغنامیہ ہو جاتی کہ اس قسم کے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔
گویا یہ محض داستان سرائی ہے یا الفاظ کی ندرت، مطالب کا بانکپن اور
عبارت کا مینا بازار! سید محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو مشاہدہ و
مطالعہ کی بدولت یہ احساس روز بروز نچتہ ہوتا گیا کہ وہ فقر و استغفار کا
پیکر، قدرت کا معجزہ اور عطیہ الہی ہیں۔ وہ محض فقر و استغفار کی تصویر ہی
نہ تھے، جو دو سخا کا آئینہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود کو اپنے انعامات
سے اس طرح نوازا تھا کہ الفاظ کی فردانی بھی بیان کرتے ہوئے عجز محسوس
کرتی ہے۔ ان الفاظ پر نہ جلیئے، ان کے معانی پر غور کیجئے اور ان میں ڈوب
جائیے۔ سید محی الدین شاہ کا وجود انہی کے آب و گل سے تیار ہوا تھا،
الفاظ ہیں، عظمت، رفعت، تقویٰ، دیانت، نگاہ، دین، معرفت، علم،
سخاوت، فقر، استغفار، زہد، ورع، طریقت، شریعت، بے نفسی، غیرت،
محبت، عشق، غرض فنا فی اللہ ہو کر سرور کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہر لحظہ
فدا ہونے کا نام سید محی الدین شاہ تھا صر

ہلے او موت تجھے موت ہی آتی ہوتی ۱

روزنامہ نوائے وقت کا ادارہ بھی ملاحظہ ہو :-

”پیر صاحب گولڑہ شریف سید غلام محی الدین ۸۴ برس کی عمر پاکر مغفرت کے روز
 وصل بحق ہو گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون، انہیں گزشتہ روزان کے والد اور
 برصغیر کے ممتاز اہل اللہ بزرگ پیر سید مہر علی شاہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔
 پیر سید غلام محی الدین اپنے فکر و عمل میں ایک عظیم انسان تھے۔ دینی حلقوں میں ان
 کا تبحر علمی مسلم تھا، وہ ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے جن کی زندگی رشد و ہدایت
 کے لئے وقف رہی۔ ان کے والد پیر مہر علی شاہ کی زندگی بھی اس عظیم مقصد کے
 لئے وقف رہی۔ جب مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اسی فقیر نے
 اس کا ابطال کیا۔۔۔۔۔ اپنے والد کی تقلید میں سید غلام محی الدین نے بھی
 دین اسلام کی سربلندی کیلئے فکر و عمل کی شمع روشن کئے رکھی۔۔۔۔۔“

علامہ محمد حسین عرشی امرتسری نے قطعہ تاریخ وصال کہا ہے
 عالی گویہ نیکو سیرت پیر غلام محی الدین سوی بقا از منزل فانی رفت و سلام خست
 فکر سخن در گوشہ خلوت جانب بافت باجمع شد سال غم آن نیکو سیرت حلت نیکو سیرت گفت
 ۱۳۹۳ھ

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۵ ۱/۴، ص ۳۔

۲۔ نقش ہائے رنگ رنگ از علامہ عرشی، مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۷۵ء، ص ۱۵۸

مولانا مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

آپ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مراد آباد (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام صوفی سید صابر اللہ شاہ چشتی نظامی اشرفی نعیمی ہے۔ آپ حضرت سید خدابخش صاحب مجددی چشتی فخری علیہ الرحمۃ کی اولادِ امجاد سے ہیں جو کا کا خیل سادات کے مشہور و معروف اور صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

والد گرامی کو حضرت صدر الافاضل مولانا سید سلیم الدین مراد آبادی قدس سرہ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ اپنے دینی و دنیاوی تمام امور کے لئے آپ صدر الافاضل ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی باقاعدہ تعلیم دس سال کی عمر میں (۱۹۳۳ء میں) حضرت صدر الافاضل ہی کے زیر سایہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں شروع کی گئی۔

تین سال میں آپ نے اردو اور فارسی کی تعلیم مکمل کر لی۔ ۱۹۳۶ء میں عربی تعلیم کا آغاز ہوا۔ آپ کی ہونہاری اور قابلیت دیکھ کر تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تعریف فرماتے اور نہایت شفقت سے پیش آتے مفتی صاحب اس وقت جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے۔

۱۹۴۰ء میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر خزائن العرفان کو دوبارہ چھپوانے کا ارادہ کیا تو ترجمہ و تفسیر کے اصل مسودات کی تصحیح کا کام مولانا غلام معین الدین کے سپرد فرمایا۔ اس اہم ذمہ داری سے آپ کی لیاقت و قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت صدر الافاضل کو ۱۹۴۱ء میں جب دوبارہ حبس بول کا عارضہ ہوا اور کافی علاج و معالجہ کے باوجود

۱۔ حیاتِ صدر الافاضل مطبوعہ لاہور، ص ۲۳۷

پورے تین دن افادہ نہ ہوا تو شدتِ مرض کے دوران آپ نے حضرت تاج العلماء اور اپنے تمام متعلقین کی موجودگی میں اپنے بڑے صاحبزادے حکیم سید ظفر الدین احمد صاحب سے فرمایا :-

”مولانا میاں! قرآن کریم کی طباعت مکمل نہیں ہوئی ہے تصحیح کا کام شاہ جی (مولانا غلام معین الدین) سے ہی مکمل کرنا۔ چونکہ یہ میری طرزِ تحریر اور رسم الخط سے خوب واقف ہو گئے ہیں، میں تو جوان کو دیتا تھا یہ اپنی سعادت مندی سے لے لیتے تھے، تم ان کو ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کرنا اور شاہ صاحب کے ساتھ گجرات (پنجاب) سے مفتی احمد یار خاں کو بلا لینا، یہ دونوں تفسیر کی طباعت کی تصحیح کر لیں گے“۔

دورانِ تعلیم آپ نے حضرت صدر الافاضل کے حکم سے علمِ طب بھی حاصل کیا اور ۱۹۴۲ء میں طبیبہ ہاجیہ کالج لکھنؤ سے الحکیم الفاضل کی سند حاصل کر لی۔ اس کے ساتھ ہی درسِ نظامی کی تکمیل بھی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد آپ سخت بیمار ہو گئے، موتی جھیرہ اور فالج کا شدید حملہ ہوا۔ دو سال صاحبِ فراش رہنے کے بعد غسلِ صحت فرمایا اور ۱۹۴۵ء میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

ان دنوں متحدہ ہندوستان میں تحریکِ پاکستان زوروں پر تھی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ جو اس نظریہ کے بہت بڑے مؤید اور سنی کانفرنس کے روحِ بواں تھے انہوں نے اپنی مساعی کو ان کی تقلید میں تیز کر دیا مفتی غلام معین الدین مرحوم سے اس سلسلے میں کیا کام لیا خود موصوف کی زبانی سینے :-

”اسی دوران تحریکِ پاکستان شروع ہو گئی، آپ نے سنی کانفرنس کی تنظیم تیز سے تیز تر فرمائی اور ملک میں دورے شروع کر دئے لہذا اس

خادم کو مرکزی دفتر آل انڈیائی کانسفرنس کا منصوبہ مقرر کیا۔ تمام مراسلات و
مواصلات، تحصیل و ترسیل ذرا اس خادم کے سپرد ہوئی اور جب ملک میں
حضرت کے دورے قیام پاکستان کے سلسلے میں شروع ہوئے تو اس خادم کو
اپنی خدمت میں ساتھ رکھا۔

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۸ء تک آپ آل انڈیائی کانسفرنس کے منصرم رہے۔
۱۹۵۰ء میں آپ پاکستان تشریف لے آئے اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ مولانا ابوالحسن
قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا نائب ناظم مقرر کیا۔ اسی دوران جمعیت علماء
پاکستان کے ترجمان اخبار مفت روزہ المجمعۃ کی اشاعت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔ کچھ
سرد بعد جب بعض مفاد پرست عناصر بھی جمعیت میں شامل ہو گئے تو آپ نے جمعیت سے علیحدگی
اختیار کر لی اور حضرت صدر الافاضل کی یاد میں مفت روزہ مواد اعظم جاری فرمایا جو آج تک
جاری و ساری ہے۔

آپ سچے عاشق رسول، بیباک و نڈر رہا اور باعمل عالم دین تھے مگر افسوس کہ قوم نے ان کی قدر
نہ کی، مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے سلسلہ طبابت بھی جاری رکھا، غریب کا علاج مفت کرتے
تھے۔ آپ کا وصال ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ / ۱۲ اگست ۱۹۷۱ء بروز بدھ دن کے تین بجے
تیس منٹ پر ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے چھوٹے بھائی غلام قطب الدین صاحب نے تاریخ وصال یہ لکھی :
منعم زمانہ حکیم سید غلام معین الدین نعیمی
ضیاء نعیمیٹ

آپ کے والد ماجد کے تاریخ وصال یوں کی ہے
ایں ندا از غیب صابر محزون بگو
قصر فردوسی باید آن معین الدین شاہ

لے حیات مد الافاضل، ص ۲۳۹، پندرہ روزہ مواد اعظم لاہور یکم تا پندرہ جولائی ۱۹۷۲ء، ص ۱۶۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مظلہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ کو سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ محمد ضیاء الدین بن خواجہ محمد الدین بن خواجہ شمس العارفین شمس الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) ہے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ کے مدرسہ ضیاء شمس العلوم کے سائذہ اور والد گرامی سے حاصل کی اس کے بعد ۱۳۲۶ھ میں اجمیر شریف پہنچے۔ دارالعلوم صوفیہ میں داخل ہو کر مولانا معین الدین اجمیری سے تلمذ حاصل کیا۔ ۱۳۲۶ھ ہی میں چند ماہ کے لئے والد ماجد نے مولانا اجمیری کو سیال شریف بلا لیا تو آپ بھی ساتھ آگئے اور پوری توجہ سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ۱۳۵۱ھ میں تکمیل درسیات و دورہ صحاح ستہ کے بعد سند فراغت پائی۔ ۱۳۵۶ھ میں حج بیت اللہ کے موقع پر علمائے صرہین سے بھی سندات حاصل کیں۔ خواجہ صاحب نے مسلمانوں کی روحانی تربیت کے علاوہ سیاسی رہنمائی بھی فرمائی۔ آپ نے علماء حق کے ساتھ مل کر آزادی وطن کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیائی کانفرنس میں شرکت کے بعد حصول آزادی کی منزل کو قریب تر لانے میں مصروف ہو گئے۔

انگریزوں نے آپ کو طرح طرح کے لالچ دے کر کلمہ حق سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر خواجہ صاحب ان کے دام تروییر میں نہ آ سکے۔ حکومت پنجاب کی سفارش پر ملک معظم نے خواجہ صاحب کو ہزاریہ نس کا اعلیٰ خطاب پیش کیا مگر آپ نے اس چٹھی ہی کو نذر آتش کر دیا جس میں یہ پیشکش کی گئی تھی۔

لے تذکرہ علمائے اہلسنت، مطبوعہ کانپور (انڈیا) ۱۳۹۱ھ، ص ۲۱۸۔

لے اہنامہ مینڈلا، نمبر ۱۹، ص ۹۹، دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی سوا سو سالہ خدمات از ڈاکٹر نسیم احمد، طبع اول۔

جب انگریز حکومت لالچ دے کر خواجہ صاحب کا ایمان نہ خرید سکی تو پھر آپ کو گرفتار کر کے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی گوتھڑی میں بند کر دیا جس میں نہ بیٹھا جاسکتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھی جاسکتی تھی، پھر آپ کی ساڑھے گیارہ مربع اراضی ضبط کر لی گئی جب اس پر بھی مرد حق نے سر نہ جھکایا تو طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں تاکہ آپ تحریک پاکستان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں لیکن آپ نے انگریز کی ساری کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے فرمایا :

”عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ

سوچا کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔“

سرگودھا کے ٹوانوں کے ساتھ آپ کے مراسم بہت اچھے تھے مگر ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر انہیں درطہ حیرت میں ڈال دیا، چنانچہ حکیم آفتاب احمد قرشی رقمطراز ہیں :

”مشائخ میں سیال شریف (سرگودھا) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی مدظلہ العالی نے تحریک پاکستان کی بڑی سرگرم حمایت کی سیال شریف سرگودھا کی مشہور گدی ہے جس کے عقیدت مند تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس خاندان کا سرگودھا میں بڑا اثر تھا، ٹوانے تو کئی پشتوں سے اس خاندان کے مرید چلے آ رہے تھے اور ان کے خواجہ صاحب سے بڑے گھر سے روابط ہیں، تحریک پاکستان کا دور آیا تو ٹوانے مسلم لیگ کے شدید مخالف تھے، یونیونسٹ پارٹی میں شریک تھے۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں ٹوانے یونیونسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر

الیکشن لڑ رہے تھے۔ خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی مدظلہ العالی کے ٹوانوں

سے ذاتی مراسم تھے مگر خواجہ صاحب نے ان ذاتی مراسم کی کوئی پروا نہ کی انہوں نے انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں کی پرزور حمایت کی اور صوبہ بھر کا دورہ کیا۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ دیں خواجہ صاحب کا یہ ایثار محض قومی جذبہ اور اسلام دوستی کا یہ بین منت تھا۔^۱

پاکستان بنا تو حضرت خواجہ صاحب نے قائدِ اعظم کو لکھا کہ پاکستان میں فی الفور اسلامی قوانین نافذ ہونے چاہئیں، اس پر قائدِ اعظم نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

”پاکستان کی تحریک میں مشائخِ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابلِ قدر ہیں، آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا“^۲

شہیدِ ملت خان لیاقت علی خان جب آپ سے ملنے سرگودھا تشریف لائے تو خواجہ صاحب نے دو گھنٹے تک ان سے اسلامی آئین کے بارے میں گفتگو کی اور اپنی بات چیت کے دوران ان سے استفسار کیا کہ اسلامی آئین کے نفاذ میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ اس پر لیاقت علی خاں مرحوم نے فرمایا:

”مشرقی اور مغربی پاکستان میں رابطہ اور تعلق اسلام ہی سے ہے، دنیا کے تمام مسلمان ایک لڑھی میں منسلک ہیں، ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر ہی حاصل کیا ہے اس لئے ہم اسلامی آئین میاں نافذ کر کے ہی دم لیں گے“^۳

لیکن افسوس قائدِ اعظم اور شہیدِ ملت لیاقت علی خاں یہ حسرت دل ہی میں لئے اس دابرِ فانی سے کوچ کر گئے۔

^۱ روزنامہ روز لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۷۱ء، ص ۵، بنیادِ تحریک آزادی کے روشن چراغ

^۲ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر ۱۹۷۱ء، ص ۵۹۔

^۳ ماہنامہ آئینہ لاہور، نومبر ۱۹۷۰ء، ص ۱۰۔

جمعیت علماء پاکستان نے آپ کی لیاقت بے پایاں کے پیش نظر آپ کو شیخ الاسلام مقرر کئے جانے کی سفارش کی مگر حکومت نے یہ عہدہ ہی ختم کر دیا مگر علامہ ابوالحسنات حضرت خواجہ صاحب کو شیخ الاسلام ہی لکھتے رہے اور آپ کے لئے یہ خطاب نہایت ہی موزوں ہے۔

جون ۱۹۷۰ء میں آل پاکستان سنی کانفرنس، ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں منعقد ہوئی اس تاریخی کانفرنس میں آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر چنا گیا۔ آپ کی قیادت میں جمعیت شاہراہ ترقی پر کامزن ہو گئی۔ آپ نے ملک میں طویل دورے کئے چنانچہ جمعیت اپنی بے شمار کامیابیوں کے باوجود مرکزی اسمبلی میں سات اور پنجاب اور سندھ اسمبلی میں باترتیب چار اور سات نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ ۱۹۷۳ء میں آپ ناگزیر وجود کی بناء پر صدارت سے مستعفی ہو گئے اور آپ کی جگہ مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی صدر ورلڈ اسلامک مشن، جمعیت علمائے پاکستان کے صدر منتخب ہو گئے جبکہ ضیغم اسلام مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی ایم۔ اے مدظلہ جنرل سیکریٹری چنے گئے، خواجہ صاحب جمعیت کے سرگرم رکن اور سرپرست ہیں، مولانا شاہ احمد نورانی کو آپ کی مکمل تائید و حمایت حاصل ہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی طرح خواجہ صاحب نے ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھی پیرائے سالی کے باوجود نمایاں حصہ لیا، جبکہ جبکہ دورے کئے، یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں کل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے عظیم الشان اجتماع میں ایمان افروز تقریر فرمائی۔ ۷

نوٹ : تحریک پاکستان میں خواجہ صاحب کی خدمات بہت زیادہ ہیں لیکن ہمیں فی الحال سعی بلیغ کے باوجود مواد نہیں مل سکا، انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۷۔ ذکرہ عللہ الطفت، مطبوعہ کانپور، ص ۲۱۹۔ ماہنامہ آئینہ لاہور، نومبر ۱۹۷۰ء، ص ۷۔

۸۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر ۱۹۷۴ء (ختم نبوت نمبر) ص ۴۸۔

مولانا حافظ کرم علی ملیح آبادی

حضرت مولانا حافظ کرم علی ولد حکیم محمد حامد علی بن محمد شاعر علی ملیح آباد ضلع کھنؤ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بہنوئی علامہ مفتی محمد وصی علی مرحوم (سابق ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) سے حاصل کرنے کے بعد قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر کانپور کی مشہور دینی درس گاہ مدرسہ جامع العلوم سے تعلیم مکمل کی۔ زمانہ خلافت میں آپ کی تعلیم آخری مراحل میں تھی۔ آپ نے حالات سے متاثر ہو کر سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ فنِ تقریر پر دسترس حاصل تھی لہذا بہت جلد مقبول ہو گئے آپ کی تقریر انتہائی مؤثر و نشیں اور دلچسپ ہوتی تھی۔

تحریک خلافت میں آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز فرمایا۔ مسلم کانفرنس، جمعیت علماء ہند (کانپور) کی ورکنگ کمیٹیوں کے رکن رہے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی کے گھر سے دوستوں میں سے تھے لہذا ان کے ساتھ ہی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور یوپی مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے۔ مولانا نے کانگریس کی تردید اور مسلم لیگ کی حمایت میں بھرپور دورے کئے، ہندوستان بھر میں مسلم لیگ کی رکن سازی اور تنظیم کے سلسلے میں مثالی کام کیا اور اس راہ میں جو بھی مشکلات آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا، پریس کے ذریعے خاص طور پر اپنے مسلم لیگ کی نشر و اشاعت کا کام کیا۔ آپ کی ان خدمات کا اعتراف حضرت قائد اعظم نے خود و مرتبہ مسلم لیگ کے جلسوں میں کیا اور چوہدری خلیق الزماں مرحوم نے بھی اپنی کتاب شاہراہ پاکستان میں آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان آنا چاہتے تھے مگر حجاز ادبھائی، بہنوئی اور استاد علامہ محمد وصی علی مرحوم نے اجازت نہ دی۔ بعد ازاں حکومت ہند نے پریشان کرنا شروع کر دیا

تو آپ حجاز مقدس روانہ ہو گئے اور تقریباً دس سال تک وہیں مقیم رہے اور اس عرصے میں ہندوپاک کے حجاج کے لئے حکومتِ سعودیہ سے سہولتیں فراہم کرتے رہے۔

آپ نہایت وجیہ، خوش لباس اور خوش اخلاق تھے، ہمیشہ لکھنوی لباس زیب تن فرماتے، صوم و صلوة کے پابند اور متبعِ شریعت تھے۔ آپ نے تقریباً ۳۰ حج کئے۔ اور آخر کار اسی سال کی عمر پا کر ۳ جنوری ۱۹۷۲ء مطابق ۱۵ رذی قعدہ ۱۳۹۱ھ بروز چہار شنبہ کانپور ریلوے اسٹیشن پر حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے۔ چنانچہ اپنے وطن مالوٹ ضلع آباد ضلع لکھنؤ میں سپردِ خاک کر دئے گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ انتقال کے وقت یوپی جج کمیٹی کے صدر اور سنی وقف بورڈ کے ممبر تھے۔

حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

آپ کے والد ماجد علیح آباد کے مشہور حکیم و بزرگ تھے اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے مرید تھے آپ بھی بچپن ہی میں حضرت سے بیعت ہو گئے تھے۔ جدی پیشہ زمینداری اور مشغلہ علم دوستی اور علم پروری رہا ہے۔

۱۔ مکتوب جناب پروفیسر محمد ایوب قادری بنام راقمِ محروف، محرمہ ۲۶، اکتوبر ۱۹۷۲ء کراچی، د مکتوب جناب عابدی محمد ارفعی

خواہر نادہ حضرت مولانا حافظ کریم علی بنام راقمِ محرمہ ۲، دسمبر ۱۹۷۲ء کراچی ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء

نوسط ۲۔ آپ نے قائدِ اعظم کے حکم پر مولانا عبدالحامد بوالوفی کے ساتھ سرحد کا دورہ کر کے سرخپوشوں کا زور توڑا۔

(بہ روایت قاضی حبیب الحق آف پرمولی ضلع مہران)

سید کعبادشاہ المعروف پیر کوہاٹی

آپ ۱۹۱۵ء میں صوبہ سرحد کے شہر کوہاٹ میں پیدا ہوئے۔ والدہ کی طرف سے حسنی اور والد کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ آپ کا شجرہ ۲۸ واسطوں سے حضرت سید جلال الدین بخاری اچوی سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباء واجداد تیموری عہد میں بغداد سے ماوراء النہر کے راستے کوہاٹ میں وارد ہوئے تھے جن کے مزارات کوہاٹ کی شمالی جانب پہاڑ کی چوٹی پر مرجع عقیدتمنداں ہیں۔ آپ نے تیرہ برس کی عمر میں ابتدائی کتب کوہاٹ کے معروف عالم دین مولانا شہقدار علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ اس کے علاوہ حدیث، ریاضی اور معقولات کی مزید تعلیم کے لئے میرٹھ، بلخ اور قندھار کا سفر بھی کیا۔ علوم کی تحصیل کے بعد آپ سلوک و تصوف کی طرف مائل ہوئے اور مسلسل ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ شیخ کامل کی تلاش میں طویل سفر کئے، بالآخر آپ کو روحانی طور پر کوڑھ خٹک پشاور کے حضرت سید مہربان علی شاہ کی خدمت میں جانے کا اشارہ ہوا، آپ مذکورہ مقام پر پہنچے اور سید مہربان علی شاہ علیہ الرحمۃ سے بیعت ہو گئے۔ انہوں نے کچھ عرصہ اپنے پاس رکھ کر تربیت کی اور خرقہ خلافت عطا کر کے میانوالی میں تلقین و ارشاد کے مقام پر فائز کیا۔ شیخ کے حکم پر آپ نے اپنے آبائی شہر کوہاٹ میں تمام جائداد، کاروبار اور متعلقین کو خیر باد کہا اور میانوالی شہر کی مغربی جانب آستانہ عوثیہ قادریہ قائم کیا جہاں آپ کے فیوضات سے عوام و خواص مستفیض ہوتے ہیں۔

آپ کا حلقہ ارادت خاصا وسیع ہے۔ پورے برصغیر میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین موجود ہیں۔ ہر سال آستانہ پر حضرت عوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا عرس مبارک بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

حضرت پیر صاحب کوہاٹی نے جنگ آزادی میں جو کردار انجام دیا اسے صوبہ سرحد

کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب ملک میں انگریزی استعمار کے خلاف علماء و مشائخ میدانِ عمل میں آئے تو آپ بھی ان میں پیش پیش تھے جب تک کانگریس کا مقصد فقط انگریزوں کو ملک سے باہر نکالنا تھا اس وقت تک آپ کانگریس میں شامل رہے اور پورے سرحد میں انگریزوں کو ناکوں چنے چبوائے مگر جب کانگریس کے عزائم متحدہ ہندوستان بنانے کے ہو گئے تو آپ نے کانگریس سے فوری طور پر علیحدگی اختیار کی اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

فرنگی راج کے زمانے میں جب انگریزی حکومت صوبہ سرحد کے مجاہدین آزادی پر ہر قسم کا ظلم و اداکھ اور لاتعداد پٹھانوں کو جیل میں ڈال دیا تو آپ راتوں رات قبائل کا دورہ کرتے اور اپنی ایمان افروز تعاریر سے ہزاروں مجاہدین آزادی کو انگریزوں کے خلاف لاکھڑا کرتے یہاں تک کہ کو باٹا مردان اور پشاور کی جلیوں کا نظام اس طرح درہم برہم ہو گیا کہ آپ نے تمام پٹھانوں کو گرفتاریاں پیش کرنے کا حکم دیا۔ الغرض صوبہ سرحد میں جن فائزین آزادی نے انگریزی استعمار کو تنگ اور ناکام کر رکھا تھا ان میں آپ کا نام سر فہرست ہے۔

جب انگریزوں نے یہ دیکھا کہ آپ کسی طرح بھی اپنی کوششوں سے باز نہیں آتے تو انہوں نے پہلے آپ کو جاگیروں، دولت اور عمارات کا لالچ دیا مگر جب آپ نے دوستِ آزادی کے مقابلے میں سیم و زر کے دھیروں کولات ماری تو آپ کا مکان جلا دیا گیا، صوبہ بدر کیا گیا مگر آپ نے جس کشنی کا چبڑو خٹا تھا اسے سہل مراد تک لے ہی گئے۔

آج کل آپ گوشہ نشین ہیں اور میانوالی میں آستانہ منغوثیہ پر اپنے فیوضات سے علوم و خواص کو مستفیض فرما رہے ہیں۔ آپ اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز بزرگ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور اسلاف کا حقیقی نمونہ ہیں۔

پیر سید محمد محمد کچھوچھوی

اسم گرامی آپ کا سید محمد تھا۔ والد ماجد کا نام نامی حکیم سید نذر اشرف تھا۔ آپ کی ولادت ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ کو قبل از نماز فجر موضع جالس ضلع رائے بریلی میں ہوئی تھی۔ تربیت و پرورش نانا جان حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ والد گرامی سے فارسی پڑھنے کے بعد حضرت مولانا عبدالباری فرنگی علی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ مولانا عبدالباری قدس سرہ آپ کے سید زادے ہونے کی بنا پر آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ بعد ازاں آٹھ سال تک حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے شرح تجرید اور افق البین کا درس لیا۔ مفتی صاحب نے سند فراغت کے ساتھ علامہ کا لفظ لکھا۔ پہلی بھیت میں مولانا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی میں مدرسۃ الحدیث قائم کر کے درس حدیث دینا شروع کیا اور اپنے نانا جان حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور خلق خدا کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے بھی تلمذ حاصل کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بھی آپ کو سید ہونے کی وجہ بہت محترم جانتے تھے اور بڑے ادب سے پیش آتے تھے یہاں تک کہ ہاتھ چوما کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا تھا۔ آپ کو بھی اعلیٰ حضرت

سہ تذکرہ علمائے اہلسنت از شاہ محمد احمد قادری مطبوعہ کانپور ص ۲۳۵

سہ ماہنامہ پاسبان الزماہد مئی جون ۱۹۶۲ء ص ۲۳

نور اللہ مرقدہ سے عقیدت و محبت تھی۔ عرس رضوی بیلی شریف میں ہر سال حاضر ہوتے تھے اور اعلیٰ حضرت
قدس سرہ کی قائم کردہ جماعتِ ضلّٰی مصطفیٰ کے تاحیات صدر رہے۔

آپ بیک وقت عالم، فاضل، ادیب، خطیب، صوفی، شاعر، پیر طریقت اور محدث تھے۔
تمام سال تبلیغی دوروں میں صرف ہوتا تھا۔ پانچ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست
پر اسلام قبول کیا تھا اور کئی لاکھ مسلمان شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ
وسلم تو آپ کی رگ دپے میں سما یا ہوا تھا۔ آپ کا مجموعہ کلام فرش پر عرش میرے دعویٰ کی تقدیر
کے لئے کافی ہے۔ آپ چار مرتبہ زیارتِ بحرین دروضہ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
مشرف ہوئے۔

مذہبی، تبلیغی اور سماجی کاموں کے علاوہ آپ نے سیاسی تحریکوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔
تحریکِ پاکستان میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے دیگر مشائخِ اہلسنت کے شانہ
بر شانہ مگر قائدانہ حیثیت سے کام کیا، تحریکِ پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کئے اور عوام
کو مسلم لیگ کے منشور سے آگاہ کر کے نظریہ پاکستان کا ہمنوا بنایا۔ بنارس کی آل انڈیائی کانفرنس
اور اجمیر سنی کانفرنس میں آپ کے خطبے تحریکِ پاکستان کی حمایت کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں بنارس
کی آل انڈیائی سنی کانفرنس میں آپ کے خطبہ صدارت سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:-

”میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرضداشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ
استعمال کیا ہے اور یہی سبب کئی جگہ پاکستان کا لفظ اچکھ ہے، ملک میں اس
لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے۔ درود یوار پر پاکستان زندہ باد، تاجادیز کی
زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے۔“ نعروں کی گونج میں ”پاکستان لے لے کے
رہیں گے“ مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ

”پاکستان“ لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونیونسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر مسلم لیگی لیڈر بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا، اور جو لفظ مختلف ذہنیاتوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے یونیونسٹ کا پاکستان وہ ہو گا جس کی مشیز می سردار جو گند سنگھ کے ہاتھ میں ہو گی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں جیتی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی بنائے اور جو بنائے وہ اسٹیلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بنائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو، جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امان دیا جائے، ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو، جس کو مختصر طور پر یوں کہئے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو، ہماری آرزو ہے کہ اس وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔“ لہ

۵۔ ۶۔ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ کو سنی کانفرنس اجمیر شریف میں آپ کے خطبہ صدارت

سے بھی اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

” اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ کے شکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے، اور تم کیوں روکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی، اب بحث کی لعنت چھوڑو، اب غفلت کے جرم سے باز آؤ، اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنا لو تو جا کر دم لو کہ یہ کام اے سنیو! سن لو کہ صرف تمہارا ہے۔“

حضرات ہیں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے، اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے اور نہ سنی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے، پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑھ ہے، اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے، اور اپنا وظیفہ کون مونسے جلاگتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا، اب رہا پاکستان کا رُسین است! یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوف و ہمت لازم کر دیا ہے، ”

آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف کیں، ہمیں جن چند ایک کے نام معلوم ہو سکے ان کا ذکر کیا

جاتا ہے :-

۱۔ ترجمہ قرآن پاک آپ نے اردو میں با محاورہ اور شستہ ترجمہ کیا تھا جس کے ابتدائی حصے کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ شہزادے! اردو میں قرآن بکھرتا تو

۱۵ خطبہ امیر سنی کانفرنس، مجموعہ لاہور، ص ۳۸۔

۱۶ تذکرہ علماء اہلسنت ۲۳۶۰

۲۔ تفسیر قرآن پاک آپ نے ترجمہ کے بعد تفسیر کا کام شروع کیا تھا مگر تین پارے اور چند رکوع کی تفسیر لکھنے کے بعد آپ کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

۳۔ فرش پر عرش یہ آپ کا منظوم مجموعہ کلام ہے اور آپ کی فصاحت و بلاغت اور تبحر علمی کی منہ بولتی تصویر ہے۔

۴۔ حیاتِ غوثِ العالم حضرت کے مورث اعلیٰ سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے۔

۵۔ اتمامِ محبت یہ کتاب وہابیہ اور دیوبندیہ کے رد میں لکھی گئی ہے۔

۶۔ تقویٰ القلوب یہ وہ عظیم الشان تصنیف ہے جو حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ انبلاوی (ایڈووکیٹ) رحمۃ اللہ علیہ کے ایک طویل سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

سعودی حکومت نے جب حجاز مقدس پر قبضہ کر کے آثار و برکات کے علاوہ تاریخی مساجد اور مزارات صحابہ کو اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا تو ہندوستان میں سعودی حکومت کے اس غلط کردار کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سید سلیمان ندوی، عبدالحی دہلوی اور مفتی کفایت اللہ دہلوی نے جب اپنی تاریخ، حدیث، اور فقہ دانی کے بڑے علم و خلیش جو ہر دکھائے تو حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اڑے ہاتھوں لیا اور ایسی گرفت فرمائی کہ مخالفین کے دانت کھٹے کر دے، چنانچہ آج تک کسی کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔

آپ کے شاگردوں میں سید محمد مدنی، فرزند ثالث اور مولانا محمد سلیمان بھگلپوری

مشہور ہیں۔

آخر طویل علالت کے بعد آپ نے ۱۶ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ / ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز دوشنبہ ساڑھے بارہ بجے دن لکھنؤ میں وفات پائی اور کچھوچھو شریف میں دفن ہو گئے۔

نماز جنازہ سید مختار اثرات سجادہ نشین سرکار کچھوچھو شریف نے پڑھائی۔ مادہ تاریخ وفات یہ ہے ع

آه الحق موت العالم موت العالم

۱۔ مابیند پاسبان الہ آباد (محدث اعظم نمبر) مئی جون ۱۹۶۲ء، ص ۸-۱۲-۱۹-۲۰-۵۱-۵۴-۵۹

نوٹ :- حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ اجمیر شریف (۶-۵ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ) میں جو خطبہ صدارت (الخطبة الائمة في الجمهورية الاسلامية) ارشاد فرمایا تھا، آئندہ صفحات میں اس تاریخی خطبے کا عکس پیش کیا جا رہا ہے، اور حضرت کا وہ تاریخی خطبہ (خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ) جو انہوں نے بنارس سنی کانفرنس میں ارشاد فرمایا تھا اس کا عکس (ان شاء اللہ تعالیٰ) اکابر تحریک پاکستان کے حصہ دوم کے آخر میں شامل کر دیا جائے گا۔

انزال الہام السحر

مخطبہ برائے جمہور الامت

ابوہ تھالی و کرمہ

اس سال ۵- اور ۶- جب جب ۶۵ سالہ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اسپنل اجلاس مسجد شاہجہانی واقع درگاہ معلیٰ اجمیر شریف میں حضرت عالی درجہ سراپا برکت مرجع المشائخ و الکبراء مامن شاہ و گدا دیوان سید شاہ آل رسول علی خاں صاحب (امت برکاتہم) سجادہ نشین درگاہ عالم پناہ خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی دعوت اور ہدایت کے ماتحت ہوئے جنکی ایک نشست میں خود حضرت ممدوح مظلہ نے منہ صدارت کو عزت بخشی، اُسی اجلاس میں فرزند رسول جگر گوشہ بتول عالم نبیل فاضل جلیل رئیس المتکلمین حضرت مولانا الحاج المولوی السید الشاہ مسیح محمد صاحب محدث کچھوچھوی مظلہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے یہ نفیس خطبہ ارشاد فرمایا اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اپنے مخصوص انداز میں سنایا

حسب فرمائش اراکین آل انڈیا سنی کانفرنس

(جناب المولوی ظفر الدین احمد صاحب دام مجدہم) نے اپنے

اہلسنت برقی پریس شیش محل مراد آباد میں چھاپ کر شائع فرمایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي من علينا اذ بعث فينا رسولا وجعنا على كلمته واحداً فكعبه
 واحد وقرا ن حد ودين واحد جعل لنا سعيامشكوا وعلامقبول الصلوة والسلام على
 من جيل الله المتين والعز الوثق باليقين وهو الذي الف بين قلوبنا اذ كنا اعداء فاصفنا
 بنعمته اخوانا وبالله مؤمنين وعلى اهل اصحابه وانزاجه الطيبين الطاهرين
 وعلى الائمة المجتهدين وعلماء ائمة واولياء ملتة وشهداء محبته و
 جميع المتسكين بسنته والمعتصمين وعلينا معهم وبهم وطم - اما بعد
 مشرئخ كرام، علمائے اعلام و برادران اسلام! اللہ اللہ کبھی مبارک گھڑی، اور کبسا
 مقدس مقام، اہر کس قدر بلند مقصد آج اہر اس وقت تیسرے کہ اگر اس ساعت حیات کی
 برکتیں تمام زندگی کے لمحات کو تقسیم کر دی جائیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے،
 یہ شاہجہانی مسجد ہے جسکی بنیاد سے لیکر چوٹی تک جہر نظر کیجئے تو اس عقیدہ بندی کی صاف
 شفاف و سفید جھلک موجود ہے، جو ہمارے تخت و تاج والے حکمرانوں کو دلق و غلیم والے
 فرمانرواؤں سے تھی۔ لال قلعہ دہلی کے تخت طاؤسی پر جو سر سب سے اونچا نظر آتا تھا، وہ سبکا
 زیادہ جھکنے والا، اور جھکنے والا خاک پاک آجمیر میں دکھائی پڑتا تھا۔ سلطان السلاطین شہنشاہ
 کا لقب خواجہ خواجگاں کی جاروب کشی نے بخشا تھا۔ خزانہ عامرہ والے محل و جواہر گردی والوں
 سے مانگ لیجاتے تھے۔ نیر و آزاؤں کی تلواریں گوشہ نشینوں کی چوکھٹ پر تیز کیجاتی تھیں، کلنی
 والوں کی کلغیاں ننگے تلوے والوں کے تلوے چوما کرتی تھیں۔ آنکھ والوں کے لئے سرمہ سوتا
 بصیرت والوں کی خاک پا ہوتی تھی۔ تدبیر والوں کی تقدیریں، دُعا والوں کی دُعاؤں سے سنواری
 جاتی تھیں۔ جاں بازوں اور خطرات کی توپوں کے دہانوں پر سینہ رکھ دینے والوں کی زیریں نصراً
 مِن اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ پڑھ کر مژدہ نصرت و فتح دینے والی بشارتوں سے ہمتی تھیں۔ عزم والوں
 کو آہنی عزائم، ذکرِ خدا دی ولے عطا فرماتے تھے۔ سرکوبیوں کے طریقے ذکرِ ارثہ والوں سے یکے
 جاتے تھے۔ پتیرے والوں کے پتیرے نظرِ بزم قدم اور قدم بر نظر والوں کے کنٹرول میں نہ تھے۔

ہوشیاری و باخبری کی تعلیم، پاس انفاس والوں کے سپرد تھی۔ ہمت و استقلال کی بھیک
دل والوں سے مانگی جاتی تھی۔ عواقب و نتائج کی باگ مدار بپ کشف و شہود کے ہاتھوں میں
رہتی تھی۔ جہانگیری ٹرک اور عالمگیری شہزادہ کا دار و مدار بوریا نشینوں پر تھا۔ اکبری پانچین
آئینِ ربانی والوں کی درباری کرتے تھے، اور شاہجہانی حوصلہ کی تعمیر، شاہ گریڈ ویشوں کے ہاتھ
میں تھی۔ مہرہ کے رسوائے عالم ٹاکو کے سرگزنیوالے ہاتھ میں فرقہ پوشوں کا دامن رات و دن
رہتا تھا۔ فقیروں کی خانقاہوں میں راعی اور رعایا ایک ہی پوزیشن رکھتے تھے۔ اخوت و مساوات
حرکت و مودت کا آخری فیصلہ مُرشدِ برحق کا ارشادِ حق تھا۔ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت تھی
کالوں میں سننے کی اہلیت تھی، گداؤں کو شاہوں کی معرفت تھی، محتاجوں نے حاجت روائی کے
دروازوں کو پہچان لیا تھا۔ شبیر و شیر کی تجنیسِ خطی سے دھوکا نہیں ہوتا تھا۔ اظہارِ کراہی کا
خواب بھی جرمِ عظیم تھا۔ دہلی و جہانگیری دراز مسافت اور شاہجہانی کی سنگلاخ زمین اور
پرتھو پہاڑیاں بھی حقیقت کو پردہ میں چھپا نہیں سکتی تھیں، اور دہلی کا قطب الاقطاب جہاں
سے اپنے بخت کی یاد دی، اور عالمِ غیب کے روحانی کاک "حاصل کر چکا تھا، وہیں سے متغزل
تاجدار، اپنی حکمرانیوں اور جہاں بانیوں کی سند پاتی تھی۔ اس شاہجہانی مسد کے سنگِ مرمر
سے پوچھو کہ شاہجہاں نے کس طرح مُرمر کر یہ سعادت حاصل کی کہ اسکی اس تعمیر پر شاہانہ رعد
سلطان الاولیاء کی نظر ہے، جسکی بدولت آن گنت عارفوں نے معبودِ برحق کے یہاں تعبدی
سجدے کیے اور بیشمار ملائکہ کی یہ ہر وقت گزر گاہ ہے۔ ایچ ایچ پر بادِ الہی کی یادگار ہیں ہیں۔ سچ
تو یہ ہے کہ مقام کے تقدیس کا خیال کر کے یہاں پاؤں رکھتے ہوئے کلبہ نمونہ ہے، اور سر کے بل
چلنے کو دل تڑپتا رہتا ہے۔ یہ تو خانہ خدا، اور مسجد گاہ اولیاء کا حال ہے۔

اور وہ سلسلے سلطانِ السلاطین کا دربار، اور خواجہ خواجگاہ کی سرکار ہے، آفتابِ ولایت
کی چہرہ باریاں ہیں، اور ماہتابِ کرامت کی نور پاشیاں ہیں، فیضِ حکم کا چشمہ آبِ پڑتا ہے۔
اور غریب نوازیوں کا سمندرِ موجیں مار رہا ہے۔ قصصِ ابنِ جریر اگر آنکھوں سے، اور جہلی ہیں، تو
سرستانِ زمین ہی کا میلادیکھ لیجیے۔ سبحان اللہ کیسی شمعِ ولایت ہے کہ، نہا پرمانہ وارِ خدا
ہو رہی ہے۔ کیسا مالکِ تخت و تاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے، جسکو ہم پامیر کہتے ہیں، وہ

یہاں کا فقیر ہے، اور جسکو ہم فقیر جانتے تھے وہ یہیں کا دامنگیر ہے۔ سلطان کا سلطان
پادشاہوں کا پادشاہ غریب نوازوں کا غریب نواز۔ خواجوں کا خواجہ۔ ساقیوں کا ساقی۔ یاروں کا
یار۔ پیوں کا پیا۔ محبوبوں کا محبوب۔ دیکھیے دیکھیے، شہنہری کس ہے کہ نور کا بُٹکا۔ قبتہ بیض ہے
کہ نور ظہور کا تر کا ہے۔ تجلیوں کے خواجہ تیری ایسی تجلیاں۔ اسے قدرت نامیوں کے داتا تیری
یہ کار فرمایاں۔ آنکھوں میں چکا چوند ہے، دل سرشار ہے، دماغ خدا جے کہاں پہنچا ہوا ہے،
آسمان کا مارا تارا، چمنستان دہر کا پتہ پتہ زمین کا ذرہ ذرہ، حاضرین کا ہر چھوٹا بڑا۔ میری
روح کی گہرائیوں کا گوشہ گوشہ۔ میرے جسم کا روٹھارو ٹکٹا کس مزے میں زبانِ حال سے گویا ہے کہ
مُعینا، ستگیر! پادشاہ مرشدِ خواجہ : طفیل رحمۃ للعالمین چشمِ کرم برما

آج رجب شریف کی چھٹی شب ہے ہندوستان بھر میں چشتی عید ہے، یارِ حقیقی سے وصالِ خواجہ
کی تاریخ ہے، غرض شریف کا دن ہے، خواجہ بزرگ کی یادگار ہے، قرآن کریم کی زبان
میں اَیَّامُ اللّٰہِ ہیں سے ایک ممتاز یوم ہے، وحی الہی کی شہادت ہے کہ خاندانِ حق و
مقبولانِ دگاہِ مطلق کا یوم ولادت و یوم وصال و یوم حشر، یقین تاریخ کے ساتھ لاہولی سلامتیوں
اور ربانی رحمتوں کی بارش لایا کرتے ہیں۔ ان تاریکوں میں آنے والے سنگین دامن کی ہمت آتی
ہے، بگڑیاں بنا دی جاتی ہیں، بیمار صحت پاتے ہیں، اسیرانِ نفس و عصیت کو ربانی روحانی پر
اپنے رب سے پانیوں لے کے حساب پاتے ہیں اور بے تحاشا بانٹتے ہیں۔ کمان والے زیادتی زیادہ
آجرتیں حاصل کیے اور اپنے وابستوں کو عطا فرماتے رہتے ہیں، ان بیشمار نعمتوں میں سے یہی
ایک کیا کم ہے کہ آنکھیں ملتی ہیں، آنکھوں کو مینائی ملتی ہے، بینائی کو تیزی بخشی جاتی ہے،
مَازِ اِنْعِ البَصَرِ وَمَا طَغَىٰ کا صدقہ ملتا ہے، اسلام کی بخشی ہوئی تیز نگاہی کی حفاظت کا سرمد
ملتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ قوموں نے اپنے گرو و پیش آگ پانی مٹی ہو کر لودھک تو
آنکھیں تنگ ہیں اور حقیقت تک باریاب نہ ہو سکیں، غفلتیں سوختہ ہو گئیں۔ بوشمندی ہو گئی
مرگئی، انسانی شرافت خاک میں مل گئی، اور فہم و فراست ہوا ہو گئی۔ آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں
تو چاند سورج اور ستاروں سے آگ نہ دیکھیں، اور چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ یہ آتش پرستی اور گنگا پوجا
یہ بت پرستی یہ بوائی اویام لگے ہوں کی کمزوریاں نہیں تو کیا ہاں ہیں؟ چند ما پوجا، سورج پوجا

گرچہ نوجوان اور ستاروں کی ہشت اندھاپن نہیں تو اور کونسی لعنت ہے۔ لیکن اسلام کی تیز نگاہی اللہ اکبر آثار کو دیکھا اور مؤثر کا یقین آیا۔ افعال سامنے آئے اور فعال لیا یوم کی قدریں نظر آنے لگیں، صفات کی تجلیات نے ذات کی طلب پیدا کر دی، اجرام فلکیہ کے پردے چاک کر دیے، استحالہ خرق و التیام کے نظریہ کا استحسانہ کر دیا۔ اور جاتے جاتے نگاہیں حقیقت تک پہنچ گئیں۔ شیدائے جمال کعبہ جسکے حجر میں آج تک سب پوش ہے، اور عرش اعظم کی پھنائیاں بسکی اب بھی جویاں ہیں، اسلامی آنکھ نے لذت دید میں سرشار ہو کر اسکو اپنے دل میں رکھ لیا۔

یہ اس اسلامی تیز نگاہی کی کرامت ہے کہ خواجہ خلوت کدہ قبر میں پردہ نشیں ہوئے، قبر کو تعویذ قبر نے چھپایا، تعویذ قبر نے غلاف کی چوندر اوڑھ لی، ان سب پر گنبد آکر چھایا۔ لیکن اسلامی آنکھ کیلئے کسی چھپانے والے نے خواجہ کو چھپالینے میں کامیابی حاصل کی۔ تعویذ قبر پر ہنسار رکھ دینے والوں اور غلاف قبر کو سر پر رکھنے والے آنکھ والوں سے پوچھو کہ ان سب کالائیں اور قبر کا مقبور کس کو پایا؟ اور اگر پیش نظر نہیں تو لباس میں کیا رکھا ہے، اور اگر مقبور پر نگاہ نہیں تو قبر میں کیا دھرا ہے۔ یہ وہابیت کا اندھاپن ہے کہ ٹٹولتے ٹٹولتے قبر تک پہنچی تو خاک تھمر کے سو اچھ ہاتھ نہ لگا، اور محروم ازلی ہو کر رہ گئی۔ اور یہ اسلام کی تیز نگاہی ہے کہ قبر کو مقبور سے نسبت بخشی۔ کفار کی قبروں کو اکھاڑ دینے کی اجازت دی کہ کفر و کفار کو کسی احترام کا حق نہیں۔ مومن کی قبر پر اس آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قدم پاک رکھنا گوارا نہ فرمایا، جسکے نالوں کے نیچے ایمان والوں کی جنتیں ہیں، تو پھر مقبولان بارگاہ کی قبروں کا کتنا بڑا رتبہ ہوا، یعنی وہابیت کہتی ہے کہ قبر کو دیکھو، اور اسلام کہتا ہے کہ مقبور کو دیکھو۔ یہ تو ہم مسلمانوں کا روزمرہ ہے کہ قرآن شریف کو تلاوت کے لیے لیا اور پہلے جزدان کو چوم لیا پھر جلد کو چوما اور پھر کھول کر تلاوت میں لگ گئے۔ یہ جزدان کے کپڑے کو نہیں چوما، یہ جلد کے چمڑے کو نہیں چوما، بلکہ جزدان کے اندر جلد میں چومنے کے قابل چیز ہو پہلے ہی سے نظر آگئی، اسکو چوم لیا، ڈال کو نہیں چوما مدلول کو چوما، یا مدلول سے ڈال کی جو نسبت ہے اسکو چوما۔ ہاں ہاں غلاف قبر کو کوئی نہیں چومتا، اسکی اس نسبت کو چومتا ہے جو مقبور سے اسکو حاصل ہے۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں کتنا مقدس مقام اور کتنا اہم ایوان اور کتنی خاص تاریخ میسر ہے زمان و مکان کی شرافت پوری پوری موجود ہے، اور بعونہ تعالیٰ اخوان کی شرط بھی موجود ہے۔ ہم یہ

نہیں کہتے کہ ہم گنہگار نہیں، سید کار نہیں، خطا شعار نہیں۔ لیکن ہاں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں ہم غدار نہیں۔

زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں، دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھند ابنا یا، گھلے بازار میں ملت فروش کی جارہی ہے، ضمیر فروش، قوم فروش کا لیک مار کیٹ قانون کی زد سے بھی آزاد ہے۔ نام دار العلوم رکھا اور کام و دیامتد کا کیا۔ نا اچھوتو احرار بتائیں، اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی برائیں۔ یا رسول اللہ شکر گھبراؤں اور بندے ماتم کو ترانہ گائیں۔ لغو تکبیر سے انجھیں اور اپنے پاؤں کی جے منائیں۔ مسلمانوں سے بیزار اور مشرکوں کے علمبردار ابوتہنڈ کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ بچا مناد شوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی ہیں۔ سب کچھ ہے مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک انج نہ ہٹے، جو وہ سوبرس کی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا، نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ اکثریت کی سرمایہ داری کا جال انکو پھانس سکا، یہ خواجہ کی دہائی دینے والے، یہ عرس و فاتحہ والے، یہ میلاد و قیام والے، یہ لغو تکبیر و لغو رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے ان کو کھڑا کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے ستہرے خواجہ والے، غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے۔ آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو پشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر ہی لا چکا ہے، جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے، جسکے لیے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہنچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اس دینداری کی آزادی ہے۔ ذرہ ذرہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے، انسان کو پاک کرنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ زمانہ اب روشنی کی اہلیت و استعداد کو نہیں، بلکہ کڑے کموروں کی کثرت تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر، پیشاب والوں کو پوتر اور اللہ کے پاک بندوں کو لچک کہا جاتا ہے جن غداروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں، انکو دیسی، اور جنکے لیے زمین پیدا کی گئی انکو بدیسی کا لقب دیا جاتا ہے۔ فلسطین میں ذلت کے ماروں اور بے مسکن آواروں کو مسلمانوں کے سینہ پر بلیا جارہا ہے۔

کعبہ میں فریضہ حج پر ایک ایک ہزار کانٹیکس لگایا جا رہا ہے۔ انڈونیشیا کے مسلمانوں پر بے رحمی بکڑ مائی جا رہی ہے، اور بڑا غضب یہ ہے خواجہ اکہ آپ کا پڑھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہوئے کچھ ملت فروشن دستار کے فتلوں کو چوٹیوں پر، شلواروں کو دھوتیوں پر، صرف چند ٹکوں کیلئے بچھاؤ کر چکے ہیں نہ تو انہوں نے دوبارہ لپٹا ایک نہرو بنا لیا ہے۔ اب ایک جیپال نہیں، بلکہ جیپالوں کی پلٹن ہو گئی ہے، بعد ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ داسے مسلمان یعنی سنی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

اے میرے خواجہ! آپ کے وفاداروں نے آپ کے اللہ اور آپ کے رسول اور آپ کے اخوان اولیاء کے خلاف آوازے سنے تو نگہتاخوں کے جھبہ و دستار سے ڈرے، اور نہ ریش کی آرائش سے متوجہ ہوئے اور صرف اسلئے انکو چھوڑ دیا کہ بے انکے چھوڑے اے خواجہ آپ کا دامن چھوٹا جاتا تھا، جو کسی طرح قابل برداشت نہ تھا، شاید ہماری یہی ایک نیکی کام آئی اور اسی وفاداری پر خواجہ کو رحم آگیا، کیونکہ بلاشبہ ہندوستان میں یہ ولی اللہ ہند ہی کی کریمت ہے کہ ہمارے ان رہنماؤں کو میدلری بخشی جنکو رہنمائی کی سند زبان وحی سے ملی ہے، اب انکی نظر ہماری کمزوریوں پر نہیں، بلکہ اپنے بازوؤں کی قوت پر پڑنے لگی۔ وہ رہنما کون ہیں؟ یہی ہمارے پیر ہمارے علماء و اہلسنت و جماعت۔ سارے پیر خانقاہ کی چار دیواری سے نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے۔ سارے علماء مدرسوں سے باہر بھی آکر کھڑے ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ تو کروستنیوں میں رہتے ہوؤں کو منا باجائے، انکو مبلغ بنا کر ذمہ داری دی جائے کہ مرنے سے پہلے فی کس دیش نہیں تو ایک غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہے، انکو تعلیم دین سے آراستہ کر کے، انکے علم کو اسکے عمل کو انکے اطلاق کو پاک کر دینا ہے، تاکہ جہاں وہ قدم رکھیں پاکستان ہو جائے۔ اب ایسے مدارس ناقابل برداشت ہیں جو سنتیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سنتیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں، اور سنتیوں میں انتشار پیدا کریں۔ اب تمام سنتی مدارس کو ایک نظام میں لا کر ان میں تعلیم و تربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے۔ دارالقضاء و دارالافتاء سب کو مرکز شان سے چلائے، خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے اور انہیں تبلیغ و تعلیم کی روح بچھونکنی ہے۔ المشائخ کلمہ کفنی واحد کر کے دکھانا ہے۔ ان پاکوں کا پاک عزم ہے کہ رفت و رفت ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھا دینا ہے۔

یہی علماء و مشائخ اور انکے برگزیدہ عظام اور ارادے ہیں جو کائنات آل انڈیا سنتی کانفرنس یا جہتہ اسلام

اور جسیں اس وقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے، اور اسی سنی کا نفرنس کا آج خواجہ کی چوکت پر طلبہ صرف اپنے خواجہ کے حضور حلف و فداوری اٹھانے کا ہے۔

میرے سنی بھائیو! اب ہم پر حجت الہیہ ختم ہو چکی اور اگر ہم ان رہبتاؤں سے بچنے کے لیے توبہ نہیں کرتے تو ہمیں ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ ہمارے بھائیو! لے لے لے لے ہمارے ہوشیار کرنے والے آواز دے رہے ہیں کہ سنیو ہوشیار، خبردار۔ ہمیں ترقی دینے والے بنا رہے ہیں کہ آؤ بڑھے چلے آؤ۔

اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رک کر اچلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی لعنت چھوڑو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اٹھو پھرتے ہو، چلے چلو۔ ایک منٹ بھی نہ رو۔ پاکستان بنا لو تو جا کر دم لو۔ کہ یہ کام اے سنیو، سن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نالیا ہے اور آئیں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیائی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ سنا لیں نہ شراعی ہے اور نہ سنی کانفرنس سے غلو کی بات ہے، پاکستان کا بار بار ایسا جھگڑنا پاؤں کو چڑھے اسی قدر پاؤں کا وظیفہ ہے، اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے بیٹھے بیٹھے کھاتے پیتے پوتے نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان کا مستقبل، یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کیلئے نہیں کہنا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے، جس کا اظہار بلا خوف و ہمت لازم کر دیا ہے۔ اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹوٹی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو، الکف ہلے واحد تو سارے ناپاؤں نے اپنے اندر مشار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا، اور کون لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف سنی ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات صاحبہ سجاد نشین، انکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے۔ اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں، تو کوئی مجھے بتاؤ کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائیگا۔ اس کا دفتر کہاں رہے گا، اور اس کا جمنڈا۔ سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟

اب عقائد میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے۔

(اس کے بعد حضرت محدث تھانوی صاحب نے فرمائش کی کہ حاضرین اس معرکہ الاہیہ صلیت کے چنداں تقابلات کئے جائیں انڈیائی کانفرنس کے اجلاس بتائیں میں مقول فاعل عام ہو چکا تھا اور فرمایا کہ)

میں اپنے سنی بھائیوں کو آخر میں پرزور دعوت دیتا ہوں کہ زندگی کی پوری قیمت میں سنی جنت کے نیچے آجائیں، جس کا سبز رنگ قیامہ خضر، کی سرسبزی سے ماخوذ ہے، اور جس کا ہلال بدھ کامل ہونے کی ٹرپ رکھتا ہے، اور جس کی چمک اپنے انوش میں اس بھر گندہ کوٹنے سے جس کے سایہ میں، بین احمدیہ کی بھلائی قدرت نے رکھی ہے۔ السلام علیک ورحمتہ وبرکاتہ

فقیر ابو المحامد سعید محمد حفتر لہ اشرفی جیلانی (میر آل انڈیائی کانفرنس)

مولانا محمد اسماعیل روشن پیر سہندی

آپ کا اسم گرامی محمد اسماعیل اور تخلص روشن تھا۔ والد گرامی کا نام مبارک حضرت مولانا محمد حسین سہندی ابن حضرت خواجہ عبدالرحمن سہندی تھا۔ آپ نسباً فاروقی مجددی، مسلکاً سحنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۳ جون ۱۸۹۰ء ہکھڑ تحصیل ٹنڈو محمد خاں ضلع حیدرآباد (سندھ) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا جان قدس سرہ سے حاصل کرنے کے بعد اساتذہ الوقت حافظ یوسف اور ان کے صاحبزادے حافظ ہارون المخلص دکنگیر و دیگر مشائیر عصر سے استفادہ کیا۔

حصولِ تعلیم کے بعد مسندِ علم و فضل و تقین پر فائز ہوئے۔ بچپن ہی میں حضرت دادا جان قدس سرہ سے بیعت کر لی تھی چنانچہ تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دینے لگے۔ پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ بغیر اجازت والد گرامی کے باغ سے کوئی پھل توڑنا گوارا نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اخبار ”سیح“ لکھنؤ میں یہ فتویٰ شائع ہوا کہ ولایتِ چینی میں ہڈیوں کی آمیزش اور دیگر ناپاک اشیاء کی ملاوٹ ہوتی ہے کیونکہ ان کے بغیر صفائی نہیں آتی تھی، آپ نے جب یہ سنا تو تین سال تک چینی کا استعمال نہ کیا حتیٰ کہ اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ چینی پاک چیزوں سے صاف کی جاتی ہے۔ سات سال کی عمر سے لیکر تادم واپس نماز تہجد سمیت کوئی نماز قصار نہ ہوئی جس کا ثبوت یہ ہے کہ وصال کے دن بھی فجر، ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں باقاعدگی سے ادا کیں اور ابھی غفار کا وقت نہیں ہوا تھا کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کی سماعت کا بھی بڑا شہرہ تھا، گھر میں جو کچھ ہوتا، حاجت مندوں کے خواہے کر دیتے تھے۔ مولانا پیر محمد اسحاق جان سہندی (آپ کے صاحبزادے) راوی ہیں کہ:-

”سحابت شیوہ الیشاں بود گا ہے درخانہ ہر چہ بود سے بہ کلام مستحق“

داوے۔ ما اصرار می کر دیم کہ بابا جان شما چرا داد دید، بعد از تحسری گفتند لیکن او
از من زیادہ محتاج بود۔ (الشخی حبیب اللہ) ۱

مزارعوں سے حساب کتاب میں بہت احتیاط فرماتے تاکہ کوئی منشی عمدًا و سہواً مزارع
کی حق تلفی نہ کرے۔ لوگ اپنے جھگڑے نبھانے کے لئے آپ کو ثالث چن لیتے آپ دقیق سے دقیق
مسائل کو بھی ان کی آن میں حل فرمادیتے اور لوگ انگشت بندہاں رہ جاتے اور کسی کو بھی آپ کے سامنے
دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی۔

مذہبی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا، جسار
مسجد منزل گاہ سکھوں میں مردانہ وار حصہ لیا، تحریک خلافت میں شاندار خدمات انجام دیں۔ ۱۳۴۵ھ
(۱۹۲۶ء) میں علی برادران کے ہمراہ موتمر عالم اسلامی کی کانفرنس میں شرکت کے لئے حجاز مقدس گئے
ترک موالات کے دور میں دلالتی کپڑے کے استعمال کو نہ صرف یہ کہ ترک کر دیا بلکہ اپنے گھر میں بیک
دھاگہ تک بھی نہ رہنے دیا۔ کئی سال تک سنی جمعیتہ العلماء و ضلع تھڑا کر کے صدر رہے۔ سندھ مسلم لیگ کے
آپ بانی رکن تھے اور سندھ مسلم لیگ کے صدر بھی رہے۔ ۲

۱۹۲۱ء میں جب برطانوی شہزادہ ویلیز ہندوستان کے دورے پر آیا اور ۱۲ نومبر کو ممبئی پہنچا
تو تحریک خلافت اور کانگریس کے رہنماؤں نے شہزادے کی آمد سے بیزاری و لاتعلقی کا اظہار کیا
جس کی پاداش میں ان رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا، اس موقع پر آپ نے فرمایا ہے

شعلہ جو برستمگر چوں با یقاد آمد حرف جاں بازی پروانہ مرا یاد آمد
آنچناں در سرم افتاد جنون اسلام گرد و سر زود آنچہ با یجاد آمد
آتش محبت چوں تیز کند صر جود چہ شود ظالم اگر بر سر بیداد آمد

۱ دیوان روشن مبدوعہ ۱۳۸۱/۱۹۶۱ء ص ۱۱۰

۲ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ذکر مغفور از حکیم محمد موسیٰ امرتسری مطبوعہ ۱۳۹۷ھ، عباد الرحمن (مذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف)
مطبوعہ لاہور، از سید مغفور قادری مرحوم۔ ۳ دیوان روشن مبدوعہ حیدرآباد ۱۹۶۱ء

بے گناہی ست دریں وقت گناہ و دلیز
ہست افسانہ کہ ویز زپئے امداد آمد
لردنوہست بہ پندارم سرکش ز قدیم
رفت نمود کنوں نوبت شداد آمد
اے عروس ستم برش اینک وقت است
حسد جس گزیت کنوں منزل مقصود خواں
حسد سیلے ست کہاں بر سر بنیاد آمد
گرچہ بنیاد گونہٹ قوی بہت ولے
گاہ از بیکسی دین رسول عربی
اشک یک قطرہ نہ در دیدہ زہاد آمد
گردش سچہ صوفی بہ قرار و حال است
غم دیں او نخورد دیں چو بہ فریاد آمد
غرض از درس چو مال است مدرس نکند
رحم بر خرمین اسلام کہ نہ باد آمد

اے خوش آنروز کہ گویند حرفیاں بکسر

روشن امروز بنڈاں چہ عجب شاد آمد

انگریزی حکومت نے جب ہر طرح سے ظلم و تشدد کا بازار گرم کیا اور نشانہ ستم نہایت تو
آپ بمقام ہو کر پکارا اٹھے

تا بکے ظالم پئے آزار مابندی کر
بر سر عشاق بے جہان ادا دی ضرر
عشق ماہر گز بہ چشم کم مبین کیں تو است
چیت جاتو کہ آن مغلوب نتواند لبشر
مہرہ احوال مسلم گر بہ صد ششہ رفت
ختم نہ خواہد کرد پیش از پئے تسلیم ہر

۱۹۲۶/۵۱۳۲۵ء میں جب آپ علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کی سرکردگی

میں علی باداران کے ہمراہ موتمر عالم اسلامی میں شرکت کے لئے حجاز گئے تو اس سال ابن سعود

۱۵ لارڈ

۱۶ دیوان روشن ، ص ۲۲

۱۷ ایضاً : ص ۲۸

نجدی نے جنت البقیع کے مزارات مقدسہ کو منہدم کر دیا تھا، اس پر حضرت مولانا نے ابنِ سعود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے

بے جرم و بے گناہ دہائی تو در بقیع آذر دہ برائے چہ اولادِ مصطفیٰ
بارد گرسان یزید اسے یزید نجد کردی بہ اہل بیت رسول این قدر جفا
در سرزمینِ یثرب کوئی ز ظلم تو آمد بجوش خون شہیدان کربلا
اہلِ زمین چہ بلکہ ملائک بر آسمان ہستند از جفائے تو در لوحِ وعزا
بے غم مشو ز کیفرِ کردارِ خود چو بہت رنجِ رسول باعثِ رنجیدنِ خدا
ایمن مشو کہ دستِ مکافاتِ آسمان ہموارہ از شفق نہ بود دست در حنا لہ
گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ جن
کتابوں کے نام ہمیں دستیاب ہو سکے ان کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ دیوانِ روشن : (فارسی) اس میں حمد و نعت، سیاسیات اور قطعات تواریخ شامل ہیں۔ ہمارے پیش نظر پہلا ایڈیشن ہے۔

۲۔ انشائے روشن و خطبہائے منظومہ و منثورہ (فارسی)

۳۔ نسیمِ حمین (فارسی) یہ کتاب نغمۃ ایمین کے قلم میں لکھی گئی ہے۔ حکایات کے آخر میں ضرب الامثال یا ایک دو اشعار اپنی طرف سے لکھے گئے ہیں، ضخامت دو صد صفحات ہیں۔

۴۔ جوابِ نفیسہ (فارسی) صفحات ۳۰۰۔ یہ کتاب نقوش اور کراماتِ اولیاء پر مشتمل ہے اور حضرت نے وصال سے ہفتہ عشر پہلے مکمل کی تھی۔

۵۔ دیوانِ روشن (سندھی) فارسی دیوان سے زیادہ ضخیم ہے، غزلیات و مناجات پر مشتمل ہے۔

۶۔ خطباتِ سندھی (منظوم) جمعہ اور عیدین کے خطاب پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں فارسی، سندھی، پشتو، اردو، عربی، ملتان (سرائیکی) زبانوں میں حضرت کی بہت سی مکمل و نامکمل کتابیں موجود ہیں۔

۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء میں آپ نے کراچی میں وفات پائی اور جسد مبارک کراچی سے تائوت میں لیجا کر ٹنڈو سائیں داد میں آپ کے جدِ امجد قدس سرہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا پیر محمد اسحاق جان مجددی سرمنبریؒ سجادہ نشین ہوئے جو اپنے دور میں علم و عمل کا ایک ایسا مینار تھے جس سے ہزاروں لوگ کسب فیض کرتے رہے۔

نہ پوچھان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھان کو
یدِ بیضیائے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

پیر محمد حسن جان سرہندی

آپ کی ولادت ۹ شوال المکرم ۱۲۷۸ھ میں قندھار (افغانستان) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت خواجہ عبدالرحمن بن خواجہ عبدالقیوم بن شاہ فضل اللہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی تک پہنچتا ہے۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت خواجہ عبدالرحمن افغانستان سے ہجرت فرما کر صوبہ سندھ میں آباد ہو گئے تھے۔

آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ والد ماجد سے حاصل کئے، مشاہیر علماء سے بھی استفادہ کیا۔ جب آپ کے والد ماجد حج کے لئے گئے تو آپ بھی ساتھ گئے۔ وہاں جا کر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ علیہ کے مدرسہ مولتیمیں داخل ہوئے اسی دوران آپ نے شیخ احمد دحلان اور شیخ الحدیث محمد ابونصر دمشقی سے اسناد حدیث حاصل کیں اور اپنے والد ماجد کے دست اقدس پر بیعت کی، پھر اپنے وطن واپس آکر مذہب و ملت کی خدمت میں مصروف ہو گئے تھے۔

تحریک آزادی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۲۹۶ھ میں جب افغانستان کے عوام نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تو آپ کے والد ماجد نے انگریزوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ کی عمر اس وقت صرف سترہ برس تھی، اس کم سنی کے باوجود آپ نے کارہائے نمایاں انجام دئے جنگ طرابلس میں مجاہدین کی بھرپور مالی امداد کی۔ تحریک خلافت میں سرگرمی سے حصہ لیا مگر ہندوؤں سے اتحاد کی سختی سے مخالفت کی۔ تحریک ہجرت کے مسئلہ پر آپ نے عوام کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود از پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۴۰۔

۲۔ مونس المصلحین از خواجہ عبداللہ جان المعروف شاہ آقا، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ۔ ۶۰۰۔ ۶۰۰۔

تحریکِ پاکستان شروع ہوئی تو صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت کی اور اپنے متوسلین کو بھی مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ سندھ اسمبلی کے الیکشن میں جب مسلم لیگ کے امیدواروں کے مقابلہ پر کانگریسی مسلمانوں نے انتخاب لڑا تو حضرت نے شب دروز دورے کر کے کانگریسی لیڈروں کی ریشہ دوانیوں کو خاک میں ملا دیا، اس دوران آپ نے اپنے مخلصین کو خطوط لکھے ایک خط بطور نمونہ درج ذیل ہے :

مخلصین مکرمین و ڈیرہ محمد قاسم و ڈیرہ عبداللہ و قاضی جان محمد سلمہم ہم
بعد از دعائے خیر نمایاں مخلصان را بطریق نصیحت تحریری می شود کہ در قصہ
الیکشن مددگار اسلام شوید و از رفاقت ہندو اں کفار دور شوید کہ ایں
قصہ خاص مقابلہ ہندو اں است با مسلمانان و سید علی اکبر شاہ را ٹکٹ
مسلم لیگ دادہ شدہ است، بنا برآں بر نمایاں لازم کہ از مخالفت او
دستبردار شوید و ہر قدر کہ بتوانید امداد بکنید۔ والسلام

۶ ماہ صفر ۱۳۶۵ فقیر محمد حسن عفی عنہ ۷

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل علمی تصانیف یا دگاہ چھپوئیں :-

- ۱۔ شفاء الامراض
- ۲۔ انیس المریدین
- ۳۔ انساب الانجاب
- ۴۔ الاصول الاربعہ فی تزدید الوہابیہ ۷
- ۵۔ طریق النجاة مع رسالہ التوہیدی فی اثبات التقدير
- ۶۔ العقائد الصغیر فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ

۷۔ مونس المخلصین ، ص ۱۹۸ تا ۲۰۳
۸۔ اب یہ کتاب ترک کی گئی ہے، مگر اس میں علمی شوق کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ (مضوی)

۷۔ رسالہ تہلیلیہ

۸۔ تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء

۹۔ شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری

۱۰۔ پنج گنج

۱۱۔ سفرنامہ بستان

۱۲۔ الاشارہ الی البشارہ

۱۳۔ رسالہ فی باب صحۃ الجمعۃ فی القرۃ

۱۴۔ لغات القرآن

۱۵۔ رسالہ در قواعد تجوید

آپ کی وفات حسرت آیات ۶۵ تا ۱۳۷ ٹنڈوسا میں داد (سندھ) میں ہوئی۔ مزار مقدس

مرجع خواص و عوام ہے، مولانا رشید احمد مجددی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ و قاسم

عارفِ کامل اٹھادنیسے کیسا ہائے ہائے طالبانِ دیں کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شوق

جس کے اک دنی اشارے ہوا کرتے تھے حل مسئلے علمِ طریقت کے ادق سے بھی ادق

ہو رہی ہے اہلِ عرفاں میں یہ باہم گفتگو ہو گیا کم اب کتابِ معرفت سے اک ورق

فکر ہے تاریخِ حرکت کی تو کھدوائے رشید مرشدِ کامل امیرِ ملک معنی قطبِ حق

پسماندگان میں چار صاحبزادے آپ کی یادگار بنے۔ ۱۳۶۵ھ

۱۔ خواجہ پیر عبد اللہ جان عرف شاہِ آغا مرحوم، مونس المخلصین آپ کی یادگار تصنیف ہے۔

۲۔ حضرت سید محمد ہاشم جان سرسبزیؒ،

۳۔ خواجہ عبدالستارؒ

۴۔ خواجہ محمد ضیف جانؒ

۵۔ مونس المخلصین، ص ۲۳۱۔

پیرزادہ محمد حسین عارف صدیقی

پیرزادہ محمد حسین بن ابوالحسن مولوی سیف الرحمن شہید، ۱۰ محرم الحرام ۱۲۷۳ھ / اکتوبر ۱۸۵۶ء کو قصبہ مہم شریف ضلع رتھک میں متولد ہوئے۔ دہلی سے میٹرک کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ بعد ازاں ہائی پروڈنسی ان آرٹس اور آنرز ان آرٹس کے امتحانات اعلیٰ پوزیشن میں پاس کئے۔ اس شاندار کامیابی پر آپ کو مالیر کولہ میکلورڈ میڈل ملنے کے علاوہ میکلورڈ پنجاب عربک فیلو بھی بنادیا گیا اور آپ اورینٹل کالج لاہور میں اسٹنٹ پروفیسر مقرر ہو گئے۔

اورینٹل کالج لاہور میں آپ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۵ء تک معلم رہے پنجاب یونیورسٹی ۱۸۸۲ء میں قائم ہوئی تو ۱۸۸۳ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے فارسی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ ایم اے کرنے کے بعد آپ کالج میں ریاضی اور فلسفہ بھی پڑھانے لگے۔ آپ پنجاب کی جماعت قانونی کے رکن اور اخبار انجمن پنجاب کے ایڈیٹر بھی تھے۔ نیز آپ دارالترجمہ کے بھی انچارج تھے۔ اس حیثیت سے آپ نے خود بھی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

۱۸۸۵ء میں ای اے سی کے امتحان میں امتیازی حیثیت سے کامیابی حاصل کر کے آپ سول سروس میں آ گئے۔ ۱۸۹۰ء میں ڈسٹرکٹ جج بنادئے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں ڈیپوٹیشن پر کشمیر چلے گئے اور وہاں نئے ہائیکورٹ کا اجراء کیا جس کے آپ واحد جج تھے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ ڈوئیزنل اینڈ سٹنز جج بنا کر حصار بھیجے گئے جہاں سے ۱۹۱۲ء میں ریٹائر ہو کر اپنے وطن آ گئے اور پھر کچھ مدت بعد دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

دہلی میں مقیم ہونے کے بعد آپ نے تعلیمی، علمی و ادبی، اصلاحی و تبلیغی اور سیاسی و انتظامی کاموں میں بھرپور حصہ لیا۔ بلدیہ دہلی کے نائب صدر رہے۔ جامع مسجد فتحپوری اور میکلورڈ کالج کی کمیٹیاں مسلمان دہلی

کی دینی اور دنیوی تعلیم کی ذمہ دار تھیں، آپ ان تینوں کمیٹیوں کے سیکرٹری رہے۔ دہلی یونیورسٹی ۱۹۲۳ء میں قائم ہوئی تو آپ اس کے محرکین میں سے تھے اور یونیورسٹی کورٹ، ایگزیکٹو کونسل، اکیڈمک کونسل اور فیکلٹی آف لاء کے ممبر تھے۔ تازیت دہلی یونیورسٹی لائبریری کے آئیری لائبریرین بھی رہے۔ اس یونیورسٹی نے آپ کو ایم اے کی اعزازی ڈگری بھی دی۔

طبیہ کالج دہلی کے قیام کے دوران آپ نے بہت خدمات انجام دیں۔ طبیہ کالج کمیٹی قائم ہوئی تو آپ جاسٹ سیکرٹری منتخب ہوئے جبکہ سیکرٹری مسیح الملک حکیم جمل خاں چنے گئے تھے۔ کالج کی عمارات آپ کی نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ کالج جاری ہونے پر تمام انتظام آپ کے ہاتھ میں تھا۔

شدھی تحریک میں بھی آپ نے مولانا غلام بھیک نیرنگ ناباوی رحمۃ اللہ علیہ کی مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام کے ساتھ بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں جمعیت کے زیر اہتمام وہ یادگار جلسہ ہوا جس کی صدارت نو مسلم انگریز الحاج لارڈ سیدے فاروق نے کی تھی۔ اس جلسہ کی مجلس استقبالیہ کے صدر پیرزادہ صاحب تھے۔ اس موقع پر آپ نے جو خطبہ صدارت پڑھا وہ آپ کے جذبہ حب اسلام کی منہ بولتی تصویر تھا۔

مسلم لیگ نے جب منظم ہو کر پاکستان کے خواب کو شرمندہ تعمیر کرنے کی تحریک چلائی تو پیرزادہ صاحب مسلم لیگ میں شریک ہو گئے۔ آپ کی قابلیت، خدمات اور حرارت کے پیش نظر دہلی مسلم لیگ (صوبائی) کا صدر چن لیا گیا۔ آپ نے تمام صوبہ کا دورہ کر کے لوگوں کو تحریک کا ہمنوا بنانے کے علاوہ جماعت کو مضبوط بنیادوں پر استوار بھی کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک سالانہ اجلاس کے صدر مجلس استقبالیہ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں اور کافی کتابوں کے ترجمے بھی کئے جن کتب کا علم ہوسکا

وہ درج ذیل ہیں :-

۱۔ رسالہ علم سکون سیالات

- ۲۔ مفتاح الافلاک یا علم ہیئت ، ۱۸۸۳ء میں انجمن پنجاب نے شائع کیا۔
- ۳۔ تشریحات قوانین انگلستان ، ۱۸۸۲ء میں مطبع گلزار محمدی لاہور میں چھپی۔
- ۴۔ اصول قانون ، یہ ترجمہ بھی مطبع گلزار محمدی لاہور میں طبع ہوا۔
- ۵۔ منطق استقرائی ، یہ کتاب ۱۸۸۲ء میں انجمن پنجاب نے شائع کی۔
- ۶۔ علم اصول قانون ، ۱۸۸۴ء میں مطبع انجمن پنجاب لاہور میں طبع ہوئی۔
- ۷۔ رسالہ سیاست مدن
- ۸۔ مرد ولیم ہملٹن صاحب کے فلسفہ کا خلاصہ
- ۹۔ رسالہ علم سیارات
- ۱۰۔ رسالہ اقسام حقیقت اراضی و طریقہائے مالگذاری مرد جہ ہند
- ۱۱۔ سفر نامہ ابن بطوطہ ، عجائب الاسفار کے اس حصہ کا ترجمہ جو ہندوستان سے متعلق ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۸۹۸ء میں دارالاشاعت پنجاب لاہور اور دوسری مرتبہ ۱۹۱۸ء میں شیخ نذیر حسین شریف حسین تاجر کتب جامع مسجد دہلی نے شائع کیا۔ تیسری مرتبہ ۱۹۶۴ء میں کراچی میں طبع ہوا۔
- ۱۲۔ خزینہ معارف یعنی مجموعہ نظم عارف ، شیخ نذیر حسین شریف حسین تاجر کتب دہلی نے دہانی پریس دہلی سے طبع کرا کر شائع کی۔
- آپ کی وفات حسرت آیات ، شوال المکرم ۱۳۴۶ھ / ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء کو ہوئی اور طبیہ کالج دہلی کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

نوٹ :- آپ کے علاوہ صدیقی خاندان کے مندرجہ ذیل حضرات نے بھی تحریک پاکستان

میں بڑا ہند اور منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۱۳۰، ۲۹۸۔

میں حصہ لیا تھا ہے

۱۔ الحاج ظہور اللہ شہید

۲۔ پیرزادہ صدیق احمد

۳۔ پیرزادہ مفتاح الدین

۴۔ الطاف الرحمن

۵۔ مآثر الامجداد از منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور

مولانا محمد ذاکر

مولانا محمد ذاکر صاحب ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء میں ضلع جھنگ کے معروف قصبہ محمدی شریف میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا عبدالغفور تھا جو اپنے علاقہ کے پیرانِ طریقت میں شمار ہوتے تھے۔ آپ محمدی شریف کی مشہور روحانی شخصیت حضرت مولانا امام الدین المعروف میاں محمدی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں جو سلسلہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر حضرت شیخ المشائخ ضیاء الملتہ والدین پیر خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے۔

۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء میں صنیوٹ سے اٹھارہ میل دور جامعہ محمدی شریف کی بنیاد رکھی اور دینی تعلیم کی خدمات سر انجام دینے لگے۔ تحریکِ خلافت چلی تو ہندوستان کے علماء و مشائخ اس میں پوری طرح شامل رہے چنانچہ آپ نے بھی اپنے شیخِ طریقت کے ساتھ اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انگریزی حکومت کی کھل کر مخالفت کی اپنی اس جرأت و بہادری کی پاداش میں آپ کو داخلِ زنداں ہونا پڑا لیکن آپ کے استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ جب بھی رہا ہوتے، انگریز حکومت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے۔

مسلم لیگ کا غلغلہ بلند ہوا تو اس میں شامل ہو گئے اور ڈٹ کر قائدِ اعظم اور تحریکِ پاکستان کی حمایت کی۔ اپنے سود و زیاں کی پروا کئے بغیر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے شب و روز کام کیا۔ اس دوران آپ کو جس قدر مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کا بیان یہاں ممکن نہیں مگر آخر میں اس مردِ قلندر کے ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔

پاکستان بننے کے بعد اپنی تمام تر توجہ اپنے دارالعلوم جامعہ محمدی شریف پر مرکوز کر دی۔

۱۹۴۸ء میں اسے رجسٹرڈ کرایا۔

جمعیت علمائے پاکستان سے آپ کا تعلق شروع ہی سے رہا۔ ۱۹۶۴ء میں صوبائی اسمبلی

مغربی پاکستان کے رکن منتخب ہوئے اور ۱۹۷۰ء میں جب جمعیت علمائے پاکستان نے سیاست میں حصہ لیا تو آپ جمعیت کے ٹکٹ پر بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی کسی سے جا کر دوڑ نہیں مانگے بلکہ اپنے جھونپڑے ہی میں بیٹھ رہے۔ عوام چونکہ آپ کے خلوص، زہد و تقویٰ اور جذبہ خدمت سے واقف ہیں اس لئے انہیں ہر بار بغیر کسی حیل و حجت سے کامیاب کیا۔

آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحفظ کے لئے کوششیں کیں۔ جامعہ محمدی شریف پاکستان کی عظیم دینی درس گاہوں میں سے ایک ہے جہاں طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ایم اے تک انگریزی تعلیم دینے کا بھی انتظام ہے۔ علاوہ ازیں ایک ماہنامہ الجامعہ بھی محمدی شریف سے نکلتا ہے جس میں عالم اسلام کے مسائل پر سیر حاصل تبصرہ ہوتا ہے۔

طویل علالت کے بعد ۲۵ نومبر ۱۹۷۶ء / ۳ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ بروز جمعرات ۹ بجے صبح آپ کی رحلت ہوئی۔ ۲۷ بجے سپر آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔
فانا للہ وانا الیہ راجعون

۱۰ تحریک جامعہ محمدی شریف از سید محمد تین ہاشمی ایم اے، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء
روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۶ نومبر ۱۹۷۶ء۔

مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی

حضرت مخدوم محمد رضا شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۶ء میں ملتان کے مشہور روحانی پیشوا حضرت سید صدر الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں متولد ہوئے۔ آپ اپنے والد ماجد کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کے تین بڑے بھائیوں کے نام یہ ہیں :

۱۔ مخدوم زادہ سید مختار حسین شاہ

۲۔ مخدوم زادہ سید غلام حسین شاہ

۳۔ مخدوم زادہ سید غلام مصطفیٰ شاہ

ابتدائی تعلیم ملتان میں حاصل کرنے کے بعد چیئرس کالج لاہور میں داخل ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں کالج میں نمایاں حیثیت سے ابھرائے۔ دورانِ تعلیم اس جرم کی پاداش میں کہ آپ مسجد میں جا کر طلباء کو ترکوں کی حمایت پر اکساتے ہیں، کالج سے خارج کر دئے گئے لیکن جب سر ایڈوارڈ کو علم ہوا تو اس نے آپ کو دوبارہ داخل کرا دیا لیکن اب آپ کا دل کالج سے اکتا چکا تھا، لہذا لائبریری پلوما حاصل کرنے کے بعد تعلیم چھوڑ دی اور ریونیو کی ٹریننگ لینا شروع کر دی ۵

۱۹۲۱ء میں آپ صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۲ء

میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں والد ماجد کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔ ۱۹۳۴ء

میں ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کے چیرمین کے عہدہ کے لئے پہلی بار سرکاری اور غیر سرکاری امیدوار کا

مقابلہ کیا اور مسٹری پی مون ڈپٹی کمشنر ملتان کو شکست فاش دیکر چیرمین کا اعزاز حاصل کیا۔

۱۔ آئینہ ملتان از غوثی عبدالرحمن خاں محبوب لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۳۶۰۔

۲۔ تاریخ ملتان جلد دوم از مولانا نور احمد فریدی مطبوعہ ملتان ۱۹۷۳ء، ص ۳۱۰، غوث الاکظم نقوی بن خورشید ملتان مطبوعہ ملتان، ص ۳۹۷، ۱۹۱۵ء

اس طرح آپ پورے ہندوستان میں پہلے غیر سرکاری چیرمین منتخب ہوئے اور تازلیست اس منصب پر فائز رہے، جس طنطنہ اور شوکت و جلال سے آپ نے اس عہدہ کو نبھایا اس کی مثال پنجاب بھر میں نہیں مل سکتی تھی۔

آپ دینی تعلیم پر خصوصی زور دیتے رہے، اکثر مساجد میں مکاتب قائم کئے، ضلع بھر کے رفاہی کام کرائے، سڑکیں بنوائیں، سکول بنوائے، عوام کے مفاد کی خاطر اپنے آرام و آسائش کو بھی خیر باد کہہ دیا کرتے تھے۔ آپ اکثر رفاہی اور مذہبی انجمنوں کے صدر تھے۔ قدرت نے آپ میں حسن اخلاق، انکسار، مروت، تواضع اور ہمدی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، گفتگو شائستہ ہوتی تھی اور مزاج شرافت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، نریبوں کی امداد کرنا فرضِ اولین سمجھتے تھے، ان کے دل میں یہی تمنا تھی کہ خلقِ خدا کی خدمت بڑھ چڑھ کر کریں۔

آپ ملتِ ان میں مسلم لیگ کے بانیوں میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے اثر و رسوخ کے باعث مسلم لیگ کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے مسلم لیگ سے جو تعاون کیا وہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ پنجاب اسمبلی میں صرف ایک رکن ملک برکت علی مسلم لیگ تھے اور بقیہ دو، آپ اور آپ کے بھتیجے مخدوم زادہ سید محمد ولایت حسین گیلانی تھے۔ خضر وزارت میں آپ کو وزارت کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے اسے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ کے پائے ثبات میں کبھی بغزش نہ آئی۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن اور صوبائی مسلم لیگ کونسل کے رکن ہونے کے علاوہ پنجاب لیگ کی مجلس عاملہ کے ممبر رہے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ تمام عمر غالب رہا۔ تحریکِ شہید گنج میں آپ نے فعال کردار ادا کیا اور حکومتِ وقت کی مخالفت کی بالکل پروا نہ کی۔

۱۹۳۸ء میں ملتان کے مسلم عوام کے بے تاج بادشاہ حضرت سید زین العابدین گیلانی

(صدر انجمن فدا یان اسلام و ڈسٹرکٹ مسلم لیگ) کو مہاسبہائیوں کے گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل بھیج دیا گیا تو شہر کے تمام مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کی احتجاجی جلسے منعقد کئے جلوس نکال کر دفعہ ۴ کو توڑ دیا اور حالات انتہائی نازک صورت اختیار کر گئے۔ اس وقت آپ نے گورنمنٹ کو متنبہ کیا کہ اگر پیر زین العابدین شاہ کو ۲ گھنٹے کے اندر رہا نہ کیا گیا تو وہ تحریک کی قیادت کے لئے میدان میں نکل آئیں گے اور اگر حالات زیادہ بگڑ گئے تو اس کی تمام تر ذمہ داری گورنمنٹ پر عائد ہوگی۔ اس پر انگریزی حکام کی اکثری ہوئی گردنیں سامنے جھک گئیں اور دوسرے روز شاہ صاحب کو باعزت طور پر رہا کر دیا۔

سکندر حیات خاں کے دورِ اقتدار میں آپ کی اس سے ٹھن گئی اور وہ کافی عرصہ تک آپ کے درپے آزار رہا۔ آپ کے سیاسی مخالفین کو کان بھرنے اور جلتی پرتیل ڈالنے کا موقع مل گیا مگر تملق، چالپوسی اور ریاکاری سے نفرت کرنے والے اس بطلِ جلیل اور صرف خدا سے قدوس پر بھروسہ کرنے والے عظیم انسان کی جبین پر شکن تک نمودار نہ ہوئی اور اپنے نقطہ نظر پر ڈٹے رہے، علامہ اقبال نے ایسے ہی مردانِ حرم کے متعلق کہا ہے :

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی !

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں دوباہی

آخر سکندر خود حاضر ہو کر صلح کا طالب ہوا۔

تحریک پاکستان میں آپ نے بے مثال کردار ادا کیا۔ آپ نواب افتخار حسین خاں محدث کے بے لوث ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے صوبہ بھر میں اپنے ذاتی اور خاندانی اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے مسلم لیگ کو ایک فعال اور عوامی جماعت بنانے

پہلے غیر سرکاری چئیرمین چنے گئے آپ نے اپنے لئے کبھی وزارت کا
 عہدہ قبول نہیں کیا تھا بلکہ آپ وزیر سائنس تھے آپ کی زندگی سادہ
 تھی، سر دیوں میں بھی ملل کا ہی کمرہ پہنتے تھے۔ آپ نے اپنے مریدوں
 میں تبلیغ کے ذریعے مسلم لیگ کو بہت مدد دی۔ آپ کے مرید صرف
 ملتان ڈویژن ہی میں نہیں تھے بلکہ افغانستان تک پھیلے ہوئے
 تھے۔“ لے

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ، ۱۰ مارچ ۱۹۴۹ء ، ص ۲

:

آپ کا اسم گرامی محمد شاہ، والد محترم کا نام حضرت پیر امیر شاہ قدس سرہ تھا۔ آپ ۱۸۹۰ء میں بحیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب حضرت شیخ الاسلام بہار الحق زکریا سہروردی ملتان رحمتہ اللہ علیہ سے ملتے ہیں۔ شعور کو پہنچے تو حفظ قرآن کے لئے مکتب میں بیٹھ گئے۔ حفظ قرآن کے بعد مسائل ضروریہ سیکھے اور تراویح میں ہر سال قرآن پاک سنانا شروع کر دیا۔ پروردگار عالم نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔

والد گرامی نے بڑی محنت اور توجہ سے آپ کی تربیت کی۔ در وقت مناسب آنے پر حضرت خواجہ ضیاء الملتہ والدین محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرا دیا۔ حضرت خواجہ نے آپ کو مختلف ریاضتیں کرنے کے بعد آپ کو خسرۃ خلافت عطا فرما دیا۔ در خلق خدا کی رہنمائی کا کام سپرد فرمایا۔

علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے آپ نے مدرسہ مدرس القرآن جاری کیا اس کے علاوہ آپ نے ایک پرنٹری سکول جاری کیا۔ ۱۹۲۵ء میں علوم دینیہ کی بہت بڑی درس گاہ دارالعلوم محمد غوثیہ کے نام سے جاری فرمائی اور اپنے دور کے مقتدر علماء و نویسندگان کے لئے مقرر کیا۔ ۱۹۵۰ء میں اس دارالعلوم کو آپ کے فرزند ارجمند پیر محمد کرم شاہ ایم اے جامعہ زیر منہ (مدیر اعلیٰ) بنانا مقصود ہے۔ حرم نے جدید بنیادوں پر استوار کیا اور اسے پاکستان کی ایک منفرد اور مثالی درس گاہ بنادیا۔

تحریک پاکستان میں آپ نے ہمیشہ با خدمات انجام دیں تحریک خلافت میں اپنے پیروں کے ساتھ شب و روز کام کیا قائم عظم کا ایسا ایک سوال ادا فی شاخ ہوئی مو آپ بھی اس میں رہے ہوئے اور تنید و بند کی سہولتیں برداشت کیں مسلم لیگ کا سید و حمایت برقی کریم علی ۱۹۴۷ء

ہموار کی مسلم لیگ کی حمایت میں اس قدر شدت اختیار کی کہ اگر کسی مرید نے مسلم لیگ کو ووٹ دینے میں پس و پیش کی تو اس سے تعلقات منقطع کر لئے۔

قیام پاکستان کے بعد جب آزادی کشمیر کی جنگ شروع ہوئی تو آپ نے اپنے پیچاس مریدین کے ساتھ جو سابق فوجی تھے، مردانہ وار میدان کارزار میں حصہ لیا۔ بولے وینس منلع سیالکوٹ کے محاذ پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اسی مقام پر آپ کے حکم سے آپ کے ایک مرید غلام حیدر نے رائفل کا فائر کر کے بھارتی جہاز مار گرایا۔ کچھ دنوں بعد آپ کو باجرہ گڑھی (آزاد کشمیر) کے محاذ پر مقرر کیا گیا۔ وہاں آپ نے تین ماہ رہ کر قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔ چنانچہ کرنل آئی جے کیانی نے آپ کی خدمات سے خوش ہو کر ایک سرٹیفکیٹ لکھ دیا جس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے :

” میں پیر محمد شاہ صاحب کا تعارف کراتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے اپنے پیچاس مریدین کے ساتھ تقریباً تین ماہ میرے سیکٹر میں کام کیا۔ پیرانہ سالی کے ہاوجود میدان کارزار میں نفس نفیس اپنے مجاہدین کی قیادت کی آپ سچے محب وطن اور سب کے لئے مشعل راہ ہیں۔ میری تمنا ہے کہ آپ جیسے مزید سپاہی ہماری میراث بنیں۔“

آئی جے کیانی (آزاد کشمیر فورسز)

۲۴ شعبان ۱۳۷۹ھ / ۲۶ مارچ ۱۹۵۷ء کو رات کے وقت آپ کا وصال ہوا عجیب اتفاق ہے کہ ۲۶ مارچ منگل کی صبح کو حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ تشریف لائے، خود دعا فرمائی اور حضرت سے دعا کرائی۔ ہر سال بھیرہ تشریف میں آپ کا عرس تشریف منایا جاتا ہے۔

مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی

حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ صاحب ۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ / ۲۱ اپریل ۱۸۸۶ء بروز چار شنبہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد سعید (م) ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۹ء اور جد ماجد کا اسم گرامی حضرت شاہ محمد مسعود (م) ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء تھا۔ سن مبارک ابھی چار سال کا ہوا تھا کہ والد مرحوم داغ مفارقت دے گئے۔ جد ماجد نے پرورش فرمائی، دو سال بعد وہ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے تو جدہ ماجدہ اور عم محترم حضرت مولانا عبد المجید (م) ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۲ء نے تعلیم و تربیت کا بار اٹھایا۔

آپ نے قاری حافظ صیبا اللہ سے قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد وقت کے معروف علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کئے اور چودہ برس کی عمر میں مشرقی پنجاب (بھارت) کے معروف روحانی سنا حضرت سید انام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م) ۱۸۶۵ء / ۱۲۸۲ھ کے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م) ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۹ء کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی۔ حضرت سید صاحب موصوف مکان شریف (ترچھتر ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ بیعت کے ایک سال بعد مرشد کامل کا وصال ہو گیا تو آپ کی روحانی تربیت جد ماجد کے خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین (م) ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء مصنف رسالہ کن دین نے فرمائی اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازا۔

۱۔ تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کانپور انڈیا (۱۳۹۱ھ ص ۲۲۲) - تذکرہ مظہر مسعود مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ ص ۱۴۹۔

۲۔ تذکرہ مظہر مسعود - ہندوستان لائبریری نمبر ۱۹۶ء

۳۔ خزینہ معرفت از دہلی محمد برہیم نقوی، مولوی نقشبند از سید امین الدین احمد، اولیٰ نقشبند از محمد اسحاق شہر قیہ - تذکرہ مظہر مسعود

شرعیات و طریقت کے منازل طے کرنے کے بعد آپ نے جامع مسجد فتحپوری میں امامت و خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور تازہ لیت جاری رکھا۔ جامع مسجد فتحپوری عشق و محبت کا منبع بنی رہی۔ یہاں علم و عرفان کا فیضان جاری ہوا اور لوگ اپنے اپنے دامن حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمایہ سے بھرتے رہے۔ غرض آپ نے اس مسجد سے جو روحانی اخلاقی اور مذہبی تحریک شروع کی تھی اس کے بیان کو کئی دفتر درکار میں مگر ہم یہاں صرف ان کے سیاسی کارناموں کا ذکر کریں گے۔

آپ نے تحریکِ خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور چھ ماہ تک تحریک کے سیکرٹری بھی رہے پھر علیحدہ ہو گئے۔ آپ نے ترکِ موالات کے خلاف فتویٰ دیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی بھی ترکِ موالات کے خلاف تھے۔

حصولِ آزادی کے لئے بعض مسلم زعماء مثلاً علی برادران اور حکیم اجل خاں وغیرہ نے ہندوؤں کا تعاون حاصل کرنے کی خاطر بعض اسلامی حدود کو توڑا، جامع مسجد دہلی کے منبر پر ہندو لیسٹروں کو بیٹھا دیا اور غیر اسلامی نعرے لگوائے مگر حضرت مفتی اعظم نے کماں جرات سے کام لیتے ہوئے جامع مسجد فتحپوری کے اندر کسی کو نہ آنے دیا۔ یوں تو مسجد فتحپوری میں تقریباً تمام مسلم سیاسی جماعتوں کے اجلاس ہوتے تھے (مثلاً مسلم لیگ، جمعیت علماء ہند، خاکسار، احرار، تحریکِ خلافت وغیرہ وغیرہ) مگر زیادہ تر اجلاس مسلم لیگ ہی کے ہوتے تھے۔ آپ نے کانگریس اور جمعیتہ علمائے ہند کے سیاسی طرزِ عمل کی شدید مخالفت

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی

۲۔ ایضاً ص : ۲۴۵

۳۔ فتاویٰ مظہری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء ص : ۳۲۹، ۳۳۴ - اوراقِ گم گشتہ از رئیس احمد جعفری، کراچی ۲۲۶، ۲۳۱۔

۴۔ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد، لاہور

فرمائی چنانچہ جب جمعیت علمائے ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر تحریک آزادی میں حصہ لیں اور بدیسی کپڑے کی جگہ کھدر پہنیں تو مفتی صاحب نے اس کی سختی سے مزاحمت فرمائی۔

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان میں بھی حصہ لیا اور مسلم لیگ کے موقف کی مکمل حمایت کی۔ شریعت اسلامیہ میں اصل چیز نظریاتی حدود ہیں جغرافیائی حدود نہیں، جغرافیائی حدود کی حفاظت بھی محض اس لئے ہے کہ نظریاتی حدود کی حفاظت ہو پاکستان کی اساس چونکہ قرآن و سنت قرار دی گئی ہے اس لئے آپ نے اس اساس کی حمایت کی جو دوسرے نغظوں میں پاکستان کی حمایت کہی جاسکتی ہے لیکن آپ مسلم لیگ کے ممبر نہ بنے غالباً اس لئے کہ اس صورت میں قائد کی پیروی لازم ہو جاتی خواہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور ایک عالم دین کے لئے شریعت کی پابندی مقدم ہے، نہ صرف یہ بلکہ شرعی معاملات میں مسلمان سیاسی قائدین کی رہنمائی کرنا بھی اس کا ایک اہم فریضہ ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک عظیم قیادت دے دی گئی۔

اب قیادتیں اسی ایک قیادت کے ماتحت ہوں گی اور وہ قیادت ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی! یہی وجہ ہے کہ جب قائد اعظم حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بڑی دلسوزی سے فرمایا:

”آپ قرآن و سنت کے نام سے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی طرف بلاتے ہیں مگر افسوس کہ آپ خود قرآن و سنت سے واقف نہیں ہیں۔“

یہ سن کر قائد اعظم نے کہا: ”دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن و سنت کے علوم سے آگاہ کر دے۔“ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی کہ

لے مکتوب مولانا سیدنا سلام بنام پرو فیسر محمد سعید احمد، محرمہ ۷ مئی ۱۹۷۲ء لاہور

مسلم لیگ کی حمایت کی وجہ سے بعض مخالفین آپ کے جانی دشمن ہو گئے مگر خدا کے فضل سے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کے روز جب تقریباً بیس ہزار مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جامع مسجد فتحپوری میں موجود تھے، ایک ہتھیار بند سکھ بھیس بدل کر محراب مسجد میں مصطلے کے بالکل سامنے بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔ خطبہ کا وقت قریب تھا۔ پچھلی صف میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کو شبہ گزرا چنانچہ اسی وقت تلاشی لینے پر اس سے کرپان و خنجر برآمد ہوا۔ تفتیش پر معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ جب آپ مسجد سے میں جائیں تو شہید کر دے۔

فسادات کے زمانے میں حضرت کے دو لنگرے میں ہم رکھا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ ایک اور سکھ نے شہید کرنے کا ارادہ کیا تو اس سے تلوار نہ اٹھائی جاسکی۔

دہلی میں علماء اہلسنت مثلاً حضرت مولانا ناصر جلالی، مولانا حامد جلالی، مولانا محمد شفیع، مولانا عبدالغفار، مولانا مسعود احمد بن حضرت شاہ کرامت اللہ، مولانا طاہر شرف، قاری عطاء الرحمن اور سیف الاسلام مولانا منور حسین صاحب نے مسلم لیگ کی حمایت میں جو کام کیا تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اس ٹیم کو ہر قسم کی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا مگر انہوں نے دشمن کے ہر وار کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اس گروہ سرفروشاں کے سالار اعلیٰ حضرت مفتی اعظم بی تھے۔

تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم اور لیاقت علی خاں آپ کے بہت قریب رہے اور انتہائی ادب و احترام سے پیش آتے رہے مگر یہ تعلقات حق گوئی میں سد راہ نہ بن سکے۔ مولانا ظفر احمد انصاری جو قائد ملت کے پرسنل سیکریٹری رہے ہیں، راوی ہیں کہ ایک دفعہ

عہ آپ آج کل لاہور میں قیام پذیر ہیں۔

آپ نے قائد ملت لیاقت علی خاں کو نماز کی تلقین کی جس سے قائد ملت بہت متاثر ہوئے اور نماز کی پابندی کا وعدہ کیا۔

حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمۃ (م ۱۹۷۱ء) نے مسلم لیگ میں عملی طور پر حصہ لیا تھا اور لیگ کے جلسوں سے خطاب فرماتے رہے۔ اسی طرح حضرت کے ایک جانشین عقیدت مند سیٹھ احمد مہین نے مسلم لیگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ موصوف حضرت ہی کے پروردہ تھے جو پاکستان بننے سے بہت پہلے پاکستانی بن گئے تھے۔ ان کے کاروبار ایک بہت بڑا بورڈ لگا ہوا تھا جس پر پاکستانی کالج لکھا ہوا تھا۔ قائد اعظم مرحوم سیٹھ موصوف کی بہت قدر کرتے تھے اور محبت سے ان کو چاہا کہہ کر پکارتے تھے۔

تحریک پاکستان کے دیگر مؤیدین علامہ و مشائخ اہلسنت حضرت مفتی اعظم سے خاص محبت تعلق رکھتے تھے اور قدم قدم پر انہیں حضرت مفتی اعظم کی رفاقت حاصل رہی۔ مولانا مظہر الدین شہید (مدیر الامان، وحدت دہلی) حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، میر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، ماسٹور بازار کابلی، مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدلعلم صدیقی میرٹھی، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری اور مولانا شاہ عارف اللہ قادری میرٹھی وغیرہم سے حضرت کے خاص تعلقات تھے، یہ سب آزادی حاصل کرنے کے لئے شریک سفر رہے اور حضرت محدث علی پوری قدس سرہ تو اوائل میں کہ شاہ جامع مسجد فتحپوری میں قرآن کریم بھی سنایا کرتے تھے۔

۱۔ مکتوب گرامی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب بنام مولف، مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۷۲ء، ڈیڑھ لکھنؤ (سندھ)

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ حیات مظہری از پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۵ء ص ۷۷

تقسیم ملک کے بعد حضرت نے دہلی جی میں رہنا پسند فرمایا۔ جب احباب اور عقیدتمندوں نے پاکستان تشریف لانے کے لئے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا آپ حضرات کو اجازت ہے جہاں چاہیں جا سکتے ہیں فقیر کو یہیں رہنے دیں، کل قیامت کے دن اگر مولا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تیرے سپرد کیا تھا، تو اس کو کس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلا گیا تو فقیر کیا جواب دے گا؟ ” اے

چنانچہ دہلی میں رہ کر ہی آپ مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت فرماتے رہے۔ دو مرتبہ آپ پاکستان بھی تشریف لائے اور پاکستانی علماء و مشائخ نے آپ کی بے حد قدر کی۔ آپ نے پورے پاکستان کا دورہ کیا اور ایمان افروز خطبے دئے۔

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ / ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء بروز پیر بوقت پانچ بج کر بیس منٹ اس نابغہ روزگار کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو جامع مسجد فتحپوری کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا جہاں آپ کا مزار شایان شان طریقے سے تعمیر ہوا۔
تاریخ وصال یہ نکالی گئی :

ہائے شمع تصوف اب ہے خاموش

۱۹

۶

۶۶

ہمارے مخدوم و محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ پرنسپل گورنمنٹ کالج سکرنہ ضلع فیروز شاہ (سندھ) آپ ہی کے صاحبزادے ہیں جو پاکستان میں آپ کی جانشینی کے فرائض انجام دے رہے ہیں، موصوف ملک کے نامور ماہر تعلیم، مؤرخ اور ادیب ہیں۔

۱۔ فاضل بریلوی اور ذکِ موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء ص ۶۹۰

سید محمود شاہ گجراتی

آفتاب ولایت حضرت پیر سید ولایت شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت محدث علی پوری نور اللہ مرقدہ کے نام نامی سے کون واقف نہیں ہے، صاحبزادہ سید محمود شاہ انہیں کے فرزندِ اکبر اور خلیفہ اول ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۹۲۲ء/۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی چونکہ حافظِ قرآن تھے اور ان کی زیرِ نگرانی مدرسہ تجوید و قراءت مسجد حاجی پیر بخش میں جاری تھا اس لئے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں پہلی بار نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنایا۔

بعد ازاں دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ علامہ عبد الغفور ہزاروی نے آپ کو بڑی محنت و کاوش سے پڑھانا شروع کیا۔ علامہ صاحب کی وزیر آباد آمد کے بعد آپ نے دارالعلوم حزبِ الاحیاء لاہور میں داخلہ لے لیا اور سید ابوالبرکات مظہر اور مفتی مہر الدین مدظلہ سے اکتسابِ علم کیا۔ حضرت محدث علی پوری سے آپ کو حد درجہ عقیدت ہے۔ سترہ برس کی عمر میں آپ نے حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور انہی کے ایما پر تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا اور حصوں پاکستان کے بے مسلم لیگ کے کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں تحریکِ سول نافرمانی میں سب سے پہلے حبش بیکر جیل گئے۔ یہ وہ دور تھا جب گجرات کے بڑے بڑے سیاسی لیڈر یونی سنٹ اور بڑے بڑے علماء اہلِ اور کاٹھکس میں شامل تھے۔ آپ جیل میں بھی تحریکِ پاکستان کے لئے کام کرتے رہے۔

۱۔ مابینار شجیب گجرات فروری ۱۹۷۱ء، چشمہ ہدایت حیات شاہ ولایت مطبوعہ گجرات ۱۳۹۲ھ ص ۴۵۔

۲۔ علامہ ہزاروی ان دنوں مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات میں مدرس تھے۔

۳۔ مابینار شجیب گجرات جنوری فروری ۱۹۷۱ء، رخائے صیب گجرات جنوری فروری ۱۹۷۱ء، روزنامہ نولنے وقت لاہور ۳ مارچ ۱۹۷۱ء۔

بانیس برس کی عمر میں آپ پنجاب مسلم لیگ کے ممبر منتخب ہوئے، شب و روز تحریک پاکستان کے لئے سرگرم عمل رہے، طویل دورے کر کے ہر جگہ نظریہ پاکستان کا پرچار کیا اور لوگوں تک مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ ۱۹۵۸ء تک مارشل لا دور میں آپ پنجاب مسلم لیگ اور آل پاکستان مسلم لیگ کے ممبر رہے، بعد میں مسلم لیگ میں انتشار اور دھڑے بندی کی بنا پر الگ ہو گئے اور جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی۔

ستائیس برس کی عمر میں آنریری ریکورڈنگ آفیسر مقرر ہوئے جہاں کشمیر میں پیر صاحب مانکی شریف، حضرت امین الحسنات کی قیادت میں مجاہدانہ کردار کا مظاہرہ کیا۔ ایوبی مارشل لا سے قبل گجرات میں خان عبدالقیوم خاں صدر آل پاکستان مسلم لیگ کے تینیس میل لمبے جلوس کی رہنمائی کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔

آپ بہت نڈر، حق گو اور بیباک عالم دین اور مقرر ہیں۔ ۱۹۶۲ء کے صدارتی الیکشن میں آپ نے محترمہ فاطمہ جناح کی ڈٹ کر حمایت کی اور الیکشن ایجنٹ بنے۔ اس سلسلے میں بے پناہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار ہوئے اور پھر ۱۹۷۴ء کی ختم نبوت تحریک میں بھی گرفتار ہوئے اور گجرات و میانوالی جیلوں میں تقریباً دو ماہ تک رہنے کے بعد ۹ اگست ۱۹۷۴ء کو ہائی کورٹ لاہور سے ضمانت پر رہا ہوئے تھے اور عملی طور پر رہائی ستمبر کو عمل میں آئی۔

جمعیت علماء پاکستان میں آپ ہمیشہ ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ آجکل جمعیت کے مرکزی نائب صدر ہیں جبکہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ صدر اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ جنرل سیکریٹری ہیں۔

۱۔ حیات شاہ ولایت، ص ۶۶، زمانے حبیب گجرات جنوری فروری ۱۹۷۱ء ص ۷۔

۲۔ زمانے دقت لاہور ۱۰ اگست ۱۹۷۴ء۔

مولانا رضی احمد خاں میکش

آپ کا اسم گرامی رضی احمد خاں اور تخلص میکش تھا۔ والد صاحب کا نام محمد مرید احمد خاں تھا۔ آپ کے جد امجد گل محمد خاں کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ محمد زئی درانی سے تھا۔ گل محمد خاں افغانستان سے ہجرت کر کے جالندھر کے مضافات میں بہدم یا پردم نامی قصبہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ یہیں سے اس خاندان نے علمی خدمات کا آغاز کیا۔

مولانا میکش ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۹ء بروایت دیگر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کرنے کے بعد جالندھر سے میٹرک پاس کیا اور پھر لاہور آکر کالج میں ایف کے لئے داخلہ لیا۔ ۱۹۲۰ء میں ابھی سال دوم میں پڑھ رہے تھے کہ تحریک ہجرت کے سلسلے میں کالج کو خیر باد کہہ کر قابل چلے گئے اور ایک برس کی مسلسل تکالیف برداشت کرنے کے بعد لاہور آئے۔ ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ علمی ادبی دراندازی کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ زمیندار اور انقلاب میں کام کرنے کے بعد اپنا ذاتی خیال ہفت روزہ افغانستان نکالا جو فارسی زبان میں شائع ہوتا تھا۔ اس میں انگریزوں کے خلاف مضامین لکھنے پر ۱۹۳۱ء میں ایک سال کے سے پابند سلاسل کر دیے گئے۔

قید سے رہائی پر احسان اور شہباز جیسے موقر روزناموں میں کام کیا۔ پھر خود روزنامہ انصاف نکالا پھر اسے بند کر کے نوائے پاکستان اور مغربی پاکستان میں ریسالتیہ کی حیثیت سے کام کیا۔ اپنے زمانے میں لاہور کی دنیا صحافت میں انہیں اہم مقام حاصل تھا۔ مفتی فریض کی ادائیگی میں تنہا سنگاپور، ملایا اور برما کا سفر کیا۔ پاکستان بنانے کے خیال کا اظہار ۱۹۲۸ء کے ادارے میں سب سے پہلے آپ نے کیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد ریڈیو پاکستان سے ”ندائے حق“ کے عنوان سے حق کی آواز بھی بند کرتے رہے۔

۱۸ جولائی ۱۹۷۴ء

تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت کے ساتھ مل کر خدمات سر انجام دیں۔ مولانا ابوالحسنات قادری آپ کے رفیق خاص تھے چنانچہ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں مولانا ابوالحسنات آپ کو خصوصی طور پر لے گئے تھے۔ آپ نے وہاں متعدد قراردادیں پیش کیں جو متفقہ طور پر پاس کر لی گئیں۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد جب جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ جمعیت کے قانونی مشیر مقرر ہوئے۔ تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا ابوالحسنات قادری کے ساتھ تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

آپ کا وصال لاہور میں ۲ جولائی ۱۹۵۹ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے ہوا۔ انا لشد وانا الیہ راجعون۔ گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

نماز جنازہ میں جن اصحاب نے شرکت کی ان میں مرحوم کے مداح چودھری محمد علی سابق وزیر اعظم پاکستان بھی شامل تھے۔

انتقال کے وقت آپ اردو اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے ایڈیٹوریل بورڈ کے رکن کی حیثیت سے کام کرتے تھے اور پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ صحافت میں لیکچرار تھے۔ آپ قادر الکلام شاعر اور بلند پایہ ادیب تھے۔ مادری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے اکثر کلام فارسی میں ہے۔ مندرجہ ذیل کتب یادگار ہیں:-

۱۔ الہامی افسانے ۶۔ اسلام اور معاشی اصلاحات

۲۔ المیزان شکن گمراہی مرزائی نامہ ۷۔ تاریخ اسلام (۴ جلدیں)

۳۔ اعجاز اسلام از ہند ۸۔ دور دل مجموعہ اردو کلام

۴۔ تقدیر و تدبیر ۹۔ مجموعہ کلام فارسی

۵۔ تاریخ اقوام عالم (۲ جلد) ۱۰۔ غیر مطبوعہ کتب وغیرہ

(ماہنامہ نقوش لاہور نمبر)

۱۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۹ جولائی ۱۹۵۹ء

آپ کے انتقال پر روزنامہ نوائے وقت نے یہ ادارہ قلمبند کیا :-
 ”مولانا تھنی احمد خاں میکیش کا انتقال اردو صحافت کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ مرحوم ایک پرانے اخبار نویس تھے اور زمیندار احسان شہباز، نوائے پاکستان، مغربی پاکستان وغیرہ اخبارات میں ایڈیٹر کی حیثیت سے مدتوں کام کرتے رہے تھے۔ احسان اور شہباز کو تو کامیاب ہی انہوں نے کیا تھا۔ ایک زمانہ لاہوری صحافت میں ان کا طوطی بولتا تھا۔

مرحوم ایک دیندار اور صوفی منش آدمی تھے اور گو تخلص میکیش تھا مگر شراب کو کبھی چھو ایک نہیں، اسلام اور پاکستان کے لئے دل میں جُردرد تھا، ان کے آخری چند سال بڑی عُسرت و تکلیف میں گزرے مگر چونکہ انتہائی خوددار، غیور اور درویش قسم کے آدمی تھے اس لئے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا یا وہ اپنی قومی خدمات اور اپنی ضرورت کے اعتبار سے اور صحافت میں اپنے مقام کے باعث فیشن و روظیفہ کے صحیح معنوں میں حقدار تھے مگر چونکہ دربار رس ہونے کی بجائے گوشہ نشین تھے اس لئے آخر وقت تک محنت مزدوری کر کے گزارہ کیا اور اس طرح خود دارانہ زندگی کی یک شاندار مثال قائم کر گئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوہر رحمت میں جگہ دیں :-

اردو، نوائے وقت، ۲۵ جولائی ۱۹۵۹ء

سید مغفور القادری

سندھ کے مشہور پیر نگار و خاندان نے تحریک پاکستان میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں ان کے ذکر کے بغیر پاکستان کی تاریخ نامکمل رہ جاتی ہے۔ اسی خاندان کے پیر و کاروں میں بھرچونڈی شریف ضلع سکھ کی خاندان بھی ہے۔ اس خاندان کے ہر فرد نے ملی، مذہبی و سیاسی خدمات میں پیر نگار و خاندان کی ہر طرح سے پیروی کی۔ بھرچونڈی شریف کی خاندان کے شیخ ثالث حضرت پیر عبدالرحمن کے خلیفہ خاص سید مغفور القادری نے (جن کا ذکر مطلوب ہے) اپنے مرشد کی معیت میں جو نمایاں خدمات سر انجام دیں ان سے انماض کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

حضرت سید مغفور القادری ۱۳۲۶ھ میں گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت سید سردار احمد قادری اور جد امجد کا نام حضرت سید محمد جعفر شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ سید عثمان مروندی المعروف بہ لعل شہباز قلندر سیون شریف (سندھ) تک پہنچتا ہے۔ قادری سلسلہ نسب اویچ شریف کے مشہور زمانہ بخاری خاندان سے منسلک ہے۔ آپ کے والد گرامی اپنے وقت کے مشہور ولی اللہ، مرجع خواص و عوام اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ متعدد زبانوں کے ماہر، جدید عالم دین، اعلیٰ درجہ کے خطاط، سندھی و سرائیکی، عربی اور فارسی زبان کے عمدہ شاعر تھے، عشق رسول کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

حضرت کے آباء و اجداد شکار پور سندھ سے نقل مکانی کر کے ریاست بہاولپور

سلسلہ یہ لفظ پاکارا ہے جس کے معنی سندھی زبان میں صاحب دستار (بگ والا) کہے جاتے ہیں قبلہ عالم سید محمد راشد علیہ الرحمۃ نے ایک صاحب زاد کو

جسٹاد علم (علم) عطا فرمایا اور وہ سکر کو دستار عنایت کی، جس نے دے دے کو صاحب العلم یا پیر جھنڈا کہا جاتا ہے اور دستار دے کو پاکارہ۔ پکار دیا
نثار انطافہ ہے۔

میں والد ہوئے اور بعد میں آپ کے جد امجد نوابین گڑھی کے اصراء پر یہاں آباد ہو گئے تھے اور حکومت بہاولپور کے ایک قاضی کی ایک دختر سے آپ کی نسبت طے ہو گئی، اس وقت سے لیکر آج تک یہ گھرانہ گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں ہی میں سکونت پذیر ہے اور یہاں کے لوگوں کی عقیدت کا مرکز ہے۔

حضرت کا تاریخی نام مغفور رکھا گیا تھا۔ ابھی بعد مشکل چنے پھرنے کے قابل ہوئے تھے کہ والد ماجدہ وفات پا گئیں، ذرا ہوش سنبھالا تو والد ماجد نے آپ کو قرآن مجید کی تعلیم کے لئے مکتب میں داخل کیا اور خود سفر حجاز پر روانہ ہو گئے۔ نو برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور پھر دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ کتب فارسی مولانا محمد حیات گڑھی والے اور جامع معقول و منقول مولانا عبدالحکیم ہزاروی ثم بھرچونڈوی سے پڑھ کر ریاست بہاولپور کی مشہور علمی درس گاہ مدرسہ شمس العلوم میں اور پھر سراج الفقہاء مولانا سراج احمد مکھن بیوی سے تکمیل علوم فرمائی۔ تقریباً بائیس برس کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر حضرت بھرچونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ حضرت بھرچونڈوی نے آپ کی پرورش و تربیت اپنے صاحبزادے کے ساتھ بالکل اسی طرح کی اور تھوڑی ہی مدت میں فقہ و سوک کی منزلیں طے کرادیں۔

اپنے مرشد کے حکم کے مطابق بھرچونڈی شریف کی درس گاہ میں تدریس و افتاء کی مسند سنبھالی اور اس طرح سندھ اور بیرون سندھ کے ہزاروں طلباء ان سے فیض یاب ہوئے۔ بھرچونڈی شریف کے چوتھے سجادہ نشین حضرت پیر عبد الرحیم شہید نے بھی آپ ہی سے تکمیل علوم فرمائی۔ علاوہ ازیں آپ پیر عبد الرحمن بھرچونڈوی کے ساتھ سندھ میں تبلیغی دوروں کے سلسلے میں ان کے رفیق سفر رہے۔

حضرت مغفور القادری نہ صرف مابہ تعلیم ہی تھے بلکہ بہت بڑے انشاء پرداز اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ نے جب ابوالحامد پیر سید محمد شاہ صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کو فارسی زبان میں خطوط لکھے تو حضرت محدث کچھوچھوی بہت متاثر ہوئے اور بھرچونڈی شریف آتے

بی حضرت سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور فرمایا حضرت! آپ کی ادبی تحریروں اور خوش نویسی کے بلند پایہ معیار نے تو متقدمین کی یاد تازہ کر دی ہے، میں نے آپ کے دو خطیہ فریم کروا کر اپنی لائبریری میں آویزاں کر رکھے ہیں۔“

اسی دوران آپ کو ایک سال تک سکھر میں مقیم رہ کر راشدی خاندان (خانوادہ پیر پگارہ) کے ایک صاحبزادے سید رحم شاہ کی تعلیم و تربیت کرنا پڑی۔ یہ انتظام حکومت کی طرف سے کیا گیا تھا اور کوئی مناسب آدمی نہ ملنے کی وجہ سے آپ کو بعد منت و سماجست رضا مند کیا گیا تھا۔ ایک سال بعد آپ دوبارہ بھرچونڈی شریعت واپس تشریف لے آئے۔ آپ کی زندگی بہت فعال اور مجاہدانہ تھی۔ آپ کی مشرت میں مجاہدانہ زندگی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، آپ حکیم الامت علامہ اقبال کے اس ارشاد کی عملی تصویہ تھے کہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو کانگریسی علماء (حسین احمد اور ابوالکلام وغیرہ) "ملت از وطن است" کا نعرہ لاپ رہے تھے ادھر علماء اہلسنت و قومی نظریہ کی تبلیغ و حمایت میں کمر بستہ ہو کر سر دھڑکی بازی لگانے پر آمادہ تھے۔ آپ نے اپنے مرشد پیر عبدالحق بھرچونڈوی کو آمادہ کیا کہ سندھ میں کانگریس کا زور توڑنے کے لئے مسلمانوں کی تنظیم کی جائے چنانچہ سندھ کے دردمند اصحاب کی میٹنگ بلا کر جماعت احیاء الاسلام کا اعلان کر دیا گیا دستور کو مستقل قومی حیثیت دے کر اسلامی ریاست کے حوالے پر ساری مساعی کا دار و مدار رکھا گیا۔ جماعت کے پردگرم اور تعارف کے لئے دھڑا دھڑ بھر بھر چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ اسی سلسلے میں سندھی پرنٹنگ پریس خریدی اور جماعت کا اخبار الجماعت کے نام سے شکار پور سے جاری کیا جس میں نہایت حکیمانہ انداز میں منہاجین لکھ کر اسے عامہ کو اندوہنی طور پر

مسلم لیگ کے حق میں ہمارا کرنا شروع کر دیا، پھر باقاعدہ پروگرام کے تحت جماعتی سطح پر کانفرنسوں کے انعقاد اور وفود کے ذریعہ نشر و اشاعت کا اہتمام کیا۔ جبکہ آباد سندھ میں ایک تاریخی کانفرنس ہوئی جس کی صدائے بازگشت اب بھی جبکہ آباد کے گلی کوچوں میں سنی جاتی ہے سکھر، لاہرکانہ، شکارپور ایسے مرکزی مقامات پر تاریخی جلسے کئے، ہزاروں کی تعداد میں مینفلٹ اور مینیڈیل تقسیم کئے۔ آپ کی ان کاوشوں اور سیاسی بصیرت نے سندھ کے عوام کو آپ کی جماعت کا گرویدہ بنادیا، ابھی تک جماعت کے ریکارڈ میں ایسے مینفلٹ وغیرہ موجود ہیں جو آپ کی حکمت عملی اور سیاسی موجد بوجھ کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

سندھ میں لوگ ابھی تک مسلم لیگ سے پوری طرح متعارف نہیں ہوئے تھے کہ محمد ایوب کھڑو، الحاج عبداللہ مارون اور مولانا عبدالحمید ابوبنی نے مسلم لیگ کی طرف سے کراچی میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا جس میں قائد اعظم، قائد ملت لیاقت علی خاں اور نواب اسماعیل خاں مرحوم کے علاوہ بہت سے اکابرین ملت شریک ہوئے۔ احیاء الاسلام کے نائب صدر کی حیثیت سے آپ کو بھی مدعو کیا گیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ :

”مسلم لیگ برصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہذا ہم اپنی تمام قوت و طاقت اور جماعت احیاء الاسلام کو مسلم لیگ میں مدغم کرتے ہیں اور احیاء الاسلام کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے پانچ ممبران اسمبلی بھی مسلم لیگ میں شامل ہوتے ہیں۔“

یہ اعلان آپ نے قائد اعظم کی اس یقین دہانی اور گفت و شنید کے بعد کیا تھا کہ ہمارا یہ پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست ہوگا جہاں صرف کتاب و سنت کی حکمرانی ہوگی۔

مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد آپ عملی طور پر مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے دے دے قدم قدمے قلم اور سخن میدان میں نکل آئے۔ آپ نے حیدرآباد کو اپنا مسکن بنایا اور تنظیم المشائخ کے نام سے مشائخ کی ایک جماعت بنائی تاکہ سندھ کے مشائخ کو اکٹھا کر کے مسلم لیگ کے

جھنڈے تلے لایا جاسکے۔ آخر کار ایک کنونشن میں سندھ کے تمام سجادہ نشین حضرات کو بلایا اور مسلم لیگ کا منشور پیش کیا چنانچہ آپ کی کوششوں سے اکثر سجادہ نشین مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

۱۹۴۶ء میں حضرت صدر الافاضل اور محدث کچھوچھوی کی کوششوں سے ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء

میں حضرت محدث علی پوری کی زیر صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس کا مقصد دو قومی نظریے اور مطالبہ پاکستان کی حمایت تھا۔ آپ حضرت پیر عبد الرحمن بھروچوندوی کے ساتھ ایک سو افراد کا وفد لے کر سندھ کی نمائندگی کے لئے کانفرنس میں شریک ہوئے، خصوصی میٹنگوں اور ضروری مشوروں میں شرکت فرمائی اور مفید تجاویز پیش کیں، بعد ازاں ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ فرمایا اور اسی دوران بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے آستانہ مبارکہ پر حاضری دی۔

قیام پاکستان سے قبل سکھر میں دریائے سندھ کے کنارے پر واقع مسجد منزل گاہ پر ہندوؤں نے قبضہ کرنا چاہا تو یہ مسئلہ آگ کی طرح پھیل گیا اور سیاسی کشیدگی نے فضا مزید خراب کر دی حکومت نے ہندوؤں کی حمایت میں مداخلت کرنا چاہی تو مجاہدین اسلام کے صفِ اول کے رہنما جن میں پیر عبد الرحمن بھروچوندوی اور سید معفور القادری شامل تھے، نے میدان میں آکر مردانہ وار انگریزی حکومت کا مقابلہ کیا۔ حکومت نے ہر طرح سختی سے کام لیا مگر حتیٰ پرستوں نے بھی سر نہ جھکایا اور پھر تنگ آکر حکومت نے ایک تحقیقاتی بورڈ قائم کیا جس نے رپورٹ دی کہ یہ مسجد سچا اور مسلمانوں کو ملنی چاہیے چنانچہ یہ مسجد مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔ یہ آپ کی دبیری، شجاعت اور فہم و فراست کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

انتہائی مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں، ان میں سے چند ایک

کا تعارف پیش ہے :

۱۔ عبد الرحمن (تذکرہ مشائخ بھروچوندوی شریف) یہ خانقاہ بھروچوندوی شریف کے مشائخ

پر مشتمل ہے اس کتاب میں جہاں علمی و ادبی چٹنارہ موجود ہے وہاں تصوف

کی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ نے

اس کا دیباچہ لکھا ہے۔

۲۔ تنویر العینین فی تقبیل الالبہامین (غیر مطبوعہ) سندھی زبان میں احادیث و اقوال سلف سے ثابت کیا گیا ہے کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب اور سنت صدیقی ہے۔ آپ نے مذکورہ مسئلے کے ثبوت میں قوی استدلال کے ذریعہ مخالفین کو جواب کر دیا ہے۔

۳۔ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) (غیر مطبوعہ) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام رسالت اور عظمت رسول پر ایک مجمل مگر مکمل رسالہ ہے۔

۴۔ کلام مغفور (غیر مطبوعہ) اس میں عربی، فارسی، اردو اور سریسکی زبانوں میں آپ کا منظوم کلام ہے۔

۵۔ اس کے علاوہ مختلف مضامین، بعض کتب پر حواشی، پسندیدہ شعرا کا منتخب کلام غیر مطبوعہ صورت میں آپ کے صاحبزادے کے پاس محفوظ ہے۔

آپ ایک جادو بیان خطیب بھی تھے۔ آپ کی تقریر کا موضوع عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتا تھا۔ مثنوی مولانا روم کے حافظ تھے اور مثنوی شریف پڑھتے وقت آپ پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی، تقریر میں ایسا سوز و گداز ہوتا تھا کہ سخت سے سخت دل انسان بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکتا تھا۔ ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے نزک و احتشام سے مناتے تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے شعر کہتے تھے، نعت گوئی کے لئے نہایت موزون طبع پائی تھی ابتدائی دور میں تخلص ساغر تھا پھر مغفور اور غیر تخلص فرماتے تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے جو سب کے سب باصلاحیت اور علوم دینیہ

سے بہرہ ور ہیں :-

۱۔ علامہ سید کاظمی القادری مدظلہ

۲۔ سید فاروق القادری ایم اے عربی، اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)

(موجودہ سجادہ نشین گزٹھی اختیار خاں)

۳۔ سید سرمد منصور واجبی تعلیم یافتہ، زمیندارہ کرتے ہیں۔

۴۔ سید ابو علی شبلی حفظہ قرآن کے بعد علوم عربیہ حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت کو وصال سے دس سال قبل ذیابیطس ایسا موذی مرض لاحق ہو گیا، علاج جاری رہا مگر آپ کی صحت بحال نہ ہو سکی اور بالآخر اسی مرض میں ۵ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء بروز اتوار پانچ بجکر سترہ منٹ پر آپ نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخری وقت چہرہ اقدس پر خاص قسم کی نورانیت تھی، تمام ضروری وصیتیں پہلے ہی فرمادی تھیں، زبان پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات کا ورد تھا اور چہرہ اقدس پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بلبِ اوست

آپ کی نماز جنازہ حضرت پیر عبد الرحیم شہید بھرچو ندوی علیہ الرحمۃ نے۔۔۔ پڑھائی اور آپ کو آپ کے والد گرامی سید سردار احمد قادری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ ۷ صفر المظفر ۱۳۹۰ھ/۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء کو بروز منگل رسمِ قل خوانی ہوئی اور اسی موقع پر حضرت کے صاحبزادے سید محمد فاروق القادری مدظلہ کی دستار بندی کی گئی رسم دستار بندی حضرت پیر عبد الرحیم شہید بھرچو ندوی نے فرمائی۔

بہت سے شعراء نے انجائے وصال کہیں، حضرت پیر سید شریف احمد شرافت نوشاہی قادری مدظلہ سجادہ نشین ماہن پال شریف ضلع گجرات نے حضرت کی تاریخ وصال یوں نکالی ہے

شرافت چوں پسند سال وصال
 بگو، ہادی عصر ستور شد
 جناب ابوطاہر فدائ حسین فدائے بھی تاریخ وصال کہی ہے
 سنِ حلت پہ ان کے بولا رضوان
 رقم کراے فدائ محبوب و مغفور
 ۱۳۹۰

نوٹ : اس مضمون کی تیاری میں ”ذکر مغفور“ از مخدومی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری
 مدظلہ مطبوعہ لاہور (۱۹۷۰ء) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

پیر محمد مرسل شاہ جلالپوری

آپ ضلع جہلم کے معروف گاوٹں جلالپور میں ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ / نومبر ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ نام نامی محمد فضل شاہ بن مظفر علی شاہ بن حضرت خواجہ سید حمید علی شاہ تھا (رحمہم اللہ تعالیٰ) یہی وہ پیر محمد فضل شاہ ہیں، جو بعد میں امیر حزب اللہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

ہوش سنبھالنے پر پیر حمید علی شاہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کا نہایت اعلیٰ طریقے سے بندوبست کیا۔ مولوی محمد عبدالرحیم ساکن کڑی سے درسی کتب، صرف و نحو اور فقہ وغیرہ پڑھیں۔ اکثر اوقات حضرت جد امجد خود بھی پڑھاتے تھے منطق، فلسفہ، ادب، عقائد، کلام اور علوم نقلیہ کی تعلیم مولوی فیض الحسن صاحب مولوی فاضل ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم سے حاصل کی۔ صحاح ستہ، فقہ اور باقی علوم فقہیہ مولوی قادر بخش ملتانی، حافظ جلال الدین ساکن کوٹ مومن ضلع سرگودھا اور مولوی محمد سعید سے پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت جد امجد کی صحبت میں رہنے لگے۔ ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ سیال شریف (سرگودھا) بھی گئے۔ ماہنامہ صوفی منڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات میں مضامین کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

۱۳۲۶ھ / ۱۹۲۷ء میں آپ نے حزب اللہ کی بنیاد رکھی جس کا مقصد مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے ساتھ ساتھ سیاسی آزادی بھی تھا چنانچہ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر مسلمانوں کے ملی شعور کو بیدار کیا۔ تحریک شہید گنج میں جماعتی حیثیت سے حصہ لیا، مسجد کلمہ اندام پر جامع مسجد کوہ مری میں ۱۹۳۵ء میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا جس میں محدث علی پوری بھی شریک تھے۔ آپ نے نہایت مؤثر تقریر کی جسے گورنمنٹ کے سنسر کی وجہ سے اخبارات میں جگہ نہ مل سکی۔ تحریک پاکستان شروع ہوئی تو آپ نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ حزب اللہ کے پندرہویں سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم کو یقین دلایا کہ ”حزب اللہ کی جماعت

باوجودیکہ وہ تاحال مسلم لیگ سے منسلک یا اس میں مدغم نہیں ہوئی اور نہ ہی ہم اس کی ضرورت سمجھتے ہیں مگر حصول پاکستان کے سلسلے میں وہ مسلم لیگ کے دائرہ کار سے جدا نہیں رہ سکتی۔ اور اس کے حصول کی خاطر مسلم لیگ جو اقدامات بھی کرے گی انہیں حزب اللہ کی جماعتی تائید حاصل ہوگی۔“

۲۱ رذوالحجہ ۱۳۶۴ھ / ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو آپ نے ایک اعلان جاری فرمایا کہ :

”آپ کا ووٹ ایک قومی امانت ہے جسے آپ کو اس کے سپرد کرنا چاہئے

جو اس کی صحیح اہلیت رکھنے والا ہو۔ اور مسلم لیگ پر ہمیں چونکہ اعتماد کامل ہے

اس لئے ووٹ اس امیدوار کو دینے چاہئیں جسے مسلم لیگ کی تائید حاصل ہو

ہمارے لئے یہ امر نہایت باعث مسرت ہے کہ اپنی مسلمہ فرض شناسی اور صحیح

رہنمائی کے حسب اعتبار ہندوستان کے بالعموم اور پنجاب کے بالخصوص مشائخ

عظام اور سجادہ نشین حضرات مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کر چکے ہیں اور

انشاء اللہ تعالیٰ ان کا یہ مبارک اتحاد ان کی کامیابی کا ضامن ہوگا۔“

اس اعلان کے بعد آپ نے ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کو جلال پور شریف میں پنجاب کے ایک ہزار

بائزر سربراہان اور وہ حضرات کو جمع کیا، ان میں سے ۲۴ انتخابی حلقوں کے مسلم اکابر تھے۔ ظاہر ہے کہ

یہ نمائندہ قسم کا ایک بے مثال اجتماع تھا۔ آپ نے مندرجہ بالا اعلان پڑھ کر سنایا۔ تمام نے

اس پر لبیک کہی اور عہد کیا کہ اپنے اپنے حلقوں میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنائیں گے۔

خود ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو پنجاب کے دورہ پر روانہ ہوئے پنجاب کے قریہ قریہ میں جا کر مسلم لیگ کا

پیغام پہنچایا۔ چنانچہ عوام نے مسلم لیگی لیڈروں کو خوش آمدید کہا اور مسلم لیگی نمائندوں ہی کو ووٹ

دئے، مسلم لیگ کو مستم بالشان کامیابی اور کانگریس کو شکست فاش ہوئی۔

۲۸ جولائی ۱۹۴۶ء کو جب بمبئی میں مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں قائد اعظم نے راست اقدام کا

اعلان کر کے کانگریس کے ایوان میں ایک ننگہ میا کر انگریز کو حیرت میں ڈال دیا تھا کہ جناح جیسا آئین پسند

انسان حکومت کے ساتھ براہ راست ٹکمر لینے پر کیسے آمادہ ہو گیا ہے۔ امیر حزب اللہ کے برادر اصغر نواب سر مہر شاہ بھی اس اجلاس میں شامل تھے چنانچہ انہوں نے بھی دیگر خطاب یافتگان کی طرح قائد اعظم کی اپیل پر تمام اعزازات و خطابات حکومت کو واپس کر دیے۔

جب خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی تو آپ نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا اور قید و بند کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ کی اتباع میں پوری جماعت حزب اللہ بھی میدان میں نکل آئی، چنانچہ ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو خضر وزارت کو مجبوراً مستعفی ہونا پڑا۔

پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں جب جہاد کشمیر ہوا تو جماعت حزب اللہ عملی طور پر اس میں شریک ہوئی۔ تقریباً ایک ہزار اولوالعزم رضا کار جو ریٹائرڈ فوجی تھے۔ آپ کے ایما پر میدان کشمیر میں پہنچ گئے اور کئی خونریز معرکوں میں داد شجاعت دی، کڑکڑاتی سردی اور شدید برف باری میں کرناہ، اوڑھی اور ٹیٹوال کے محاذ پر پورے چار ماہ تک لڑتے رہے۔ اس کے علاوہ پوچھ، میر پور اور مظفر آباد میں حزب اللہ کے رضا کار آخر دم تک لڑتے رہے۔

۲۴ صفر ۱۳۶۷ھ / ۷ جنوری ۱۹۴۸ء کو جمعیتہ المشائخ کی دارغ بیل ڈالی گئی تو حضرت دیوان آل رسول سجادہ نشین اجمیر شریف کو صدر اور آپ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ حضرت خواجہ محمد قسمر الدین سیالوی مدظلہ، خواجہ محمد یوسف تونسوی، خواجہ غلام محی الدین گولڑوی، امیرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، پیر امین الحسنات مانگی شریف اور سجادہ نشین پاکپتن شریف کو نائب صدر منتخب کیا گیا، نواب میاں محمد حیات قریشی آف سرگودھا (والد ماجد میاں محمد ذاکر قریشی ایم۔ این۔ اے سرگودھا) کو خازن مقرر کیا گیا۔

جمعیت المشائخ نے پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے کوششیں کیں۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ / ۲۱ مئی ۱۹۴۹ء کو لاہور میں جمعیتہ المشائخ کا شاندار اجلاس ہوا۔ تمام اخراجات امیر حزب اللہ و ناظم اعلیٰ جمعیت المشائخ نے برداشت کئے۔ اجلاس کی مفصل کارروائی ہفتہ وار الجماعت کراچی کی ۲۶ جون ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں شائع ہوئی۔ اس اجلاس میں حکومت سے

مطالبہ کیا گیا کہ ملک میں دینی یونیورسٹی کا قیام جلد از جلد عمل میں لایا جائے، لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان پر زور دیا گیا کہ قرارداد مقاصد کے مطابق پاکستان کا دستور مرتب کرنے کے لئے مشائخ و علماء کی ایک معقول تعداد کو دستور ساز اسمبلی میں شامل کریں تاکہ وہ قرآن و حدیث اور علوم فقہ کی روشنی میں استنباط و استخراج مسائل کر سکیں۔ نصاب تعلیم میں تبدیلی، عسکری تربیت فلسطین و کشمیر کے مسائل اور اسلامی ممالک کے اتحاد کے لئے بھی قراردادیں پاس کی گئیں۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو آپ بھی اس میں شامل ہوئے حضرت نے جہلم میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا، مسجد عید گاہ جہلم میں ایک پُر جوش تقریر فرمائی جس کی یاد ابھی تک لوگوں کے دلوں میں محفوظ ہے، مگر حکومت نے حضرت کو گرفتار نہ کیا کیونکہ اس طرح سے تحریک کے حق میں عوام کی ہمدردی بڑھ جانے اور حکومت کی مشکلات میں اضافے کا اندیشہ تھا۔ دوسرے دن دینہ، جہلم، سرسے عالمگیر و مصافاتی دیہات حزب اللہی رضا کار کثرت سے گرفتار ہوئے، چونکہ ناموس رسالت کا سوال تھا اس لئے ان فدایان اسلام نے جان کی بازی لگا دی۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشاے لب بام ابھی
۱۷ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ / یکم دسمبر ۱۹۶۶ء کو آپ کا وصال ہوا۔

نوٹ: یہ حالات آپ کی سوانح حیات "امیر حزب اللہ" از ڈاکٹر عبدالغنی ایم اے پی ایچ ڈی،
مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء سے ماخوذ ہیں۔

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

صدرالافاضل حضرت مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ / یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر پیدا ہوئے۔ تاجی نام غلام مصطفیٰ تجویز ہوا۔ والد ماجد کا نام مولانا محمد معین الدین نرہٹ (م ۱۳۳۹ھ) اور جد ماجد مولانا محمد امین الدین راسخ بن مولانا محمد کریم الدین آرزو اپنے اپنے دور میں اردو اور فارسی کے مسلم استاذ تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد اردو اور فارسی کی کتابیں والد بزرگوار سے پڑھیں۔ بعد ازاں کچھ کتابیں مولانا شاہ فضل احمد سے پڑھ کر مدرسہ امدادیہ میں مولانا سید گل محمد رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی اور دورہ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ نے اپنے استاذ گرامی حضرت شاہ گل محمد قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور اعلیٰ حضرت شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر آپ کو ان سے بہت زیادہ عقیدت ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ جو دھپور کے ادریس نامی ایک شخص نے اخبار نظام الملک میں اعلیٰ حضرت کے خلاف ایک مضمون لکھا جس میں انتہائی بدکلامی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ حضرت صدرالافاضل نے مضمون کو دیکھا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے اسی رات اس کے جواب کے لئے ایک مضمون لکھ کر نظام الملک میں شائع کرایا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو پتہ چلا تو اپنے غلصہ حاجی محمد اشرف شاذلی کو لکھا کہ سید محمد نعیم الدین کو ساتھ لے کر بریلی آئیں۔ اس ملاقات سے صدرالافاضل اعلیٰ حضرت کی شفقت و محبت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کے بعد ہر ماہ بریلی تشریف

حاضری دینے لگے لہ

اعلیٰ حضرت بریلوی کو آپ پر بے حد اعتماد تھا۔ جہاں کہیں مناظرہ ہوتا، آپ کو بھیج دیتے۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں خاصا عبور حاصل تھا۔ عیسائی، آریہ، روافض، خوارج، قادیانی اور غیر مقلدین کو آپ نے بارہا شکست فاش دی۔ ہر میدان میں بفضلِ خدا فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ ان کی آن میں آپ مد مقابل کو لا جواب کر دیا کرتے۔

دورِ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ ایک آریہ نے دورانِ مناظرہ اعتراض کیا کہ منہ بولا بیٹا یعنی متبنی بیٹا ہی ہوتا ہے اور تمہارے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا یہ کیونکر جائز تھا؟ آپ نے ہر چند دلائل عقلیہ سے ثابت کیا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا مگر وہ پنڈت نہ مانا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ابھی مان جاؤ گے جتنا بچہ مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ پنڈت میرا بیٹا ہے اور چونکہ یہ میرا بیٹا ہے لہذا اسی کے قول کے مطابق یہ میرا حقیقی بیٹا بن گیا اور حقیقی بیٹے کی بیوی باپ پر حرام اور اس کی ماں حلال ہوتی ہے تو ان پنڈت جی کی ماں مجھ پر حلال ہو گئی۔

پنڈت یہ سن کر چلا اٹھا کہ تم مجھے گالی دیتے ہو! حضرت صدر الافاضل نے فرمایا کہ اب تو ثابت ہو گیا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوا کرتا! پنڈت کہنے لگا کہ پہلے تمہارا مولوی چلا گیا تھا اور اب میں چلتا ہوں!

۱۳۲۸ھ میں مراد آباد میں مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت کی بنیاد رکھی گئی جس میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانے پر بندوبست کیا گیا۔ ۱۳۵۲ھ میں صدر الافاضل کی نسبت سے اس کا نام جامعہ نعیمیہ رکھا گیا۔ آپ نے درس نظامی پڑھانا شروع کیا۔ جلد ہی یہ مدرسہ یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا اور غیر مالک کے طلباء بھی یہاں آکر مستفیض ہوئے۔ آج برصغیر میں اکثر

لہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، جنوری ۱۹۷۷ء، ص: ۶۶، ۶۵۔

دینی مدارس کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی کے مدرسے سے ہے۔ پاکستان کے
مندرجہ ذیل مشہور علما آپ کے تلامذہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ ، لاہور
- ۲۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ ، لاہور
- ۳۔ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ ، کراچی
- ۴۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ ، گجرات
- ۵۔ مولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی مدظلہ ، بصیر پور (ضلع ساہیوال)
- ۶۔ مولانا پیر محمد کرم شاہ ایم۔ اے (ڈپلومہ) مدینہ منورہ مدینہ منورہ
- ۷۔ مولانا غلام قادر اشرفی مدظلہ ، لاہور
- ۸۔ مفتی محمد امین الدین رحمۃ اللہ علیہ کاموٹی (گویرا نوالہ)
- ۹۔ مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ ، لاہور
- ۱۰۔ مولانا فخر الدین گانگوی ، میانوالی
- ۱۱۔ مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ ، لاہور وغیرہ وغیرہ

آپ کو شعر گوئی کا بھی پاکیزہ ذوق تھا عربی، فارسی اور اردو میں روانی کے ساتھ
شعر کہتے تھے۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ آپ کا مجموعہ
کلام چھپ چکا ہے۔

۱۹۲۰ء میں جب سلطنت ترکی کے تحفظ اور حمایت میں خلافت کمیٹی قائم ہوئی تو مشترکہ
ہندو مسلم جدوجہد کا آغاز ہوا تا کہ ترکی کے مقبوضات واپس دلائے جائیں۔ ہندو مسلم تعلقاً
اس حد تک پہنچ گئے کہ ہندو مقتدا اور مسلمان لیڈر مقتدی بن گئے۔ ہندوؤں کی خوشنودی
کی خاطر شاعر اسلام کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ ایسے نازک موقع پر صدر الافاضل خاموش نہ
رہ سکے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا :-

”سلطنتِ اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقاماتِ مقدسہ بلکہ مقبوضاتِ اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدتر جہازِ زیادہ شاق اور گراں بے دوا اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو، کم ہے سلطنتِ اسلامیہ کی اعانت و حمایت، خادمِ الحرمین کی نصرت و مدد مسلمانوں پر فرض ہے لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقصدِ انبیا جائے اور دینِ دایمان کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر بجایا ہے، درست ہے“ پکارتے، مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بے جا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعارِ مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر تشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریڑیاں چڑھا کر توحید کی دوست برباد کی جاتی ہے، کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر خدا کی جائیں مگر دین کو کسی سلطنت کی طرح پر برباد نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا سید سلیمان انٹرف نے بہت خوب فرمایا ہے کہ لعنت ہے

اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے“۔

۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک چلی جس کا مقصد مسلمانوں کو مرتد کرنا یا قتل کرنا تھا۔

بریلی شریف میں جماعتِ رضاؒ مصطفیٰ قائم کی گئی جس کے تحت آپ نے دیگر علماء اہلسنت کے ساتھ فتنہ ارتداد کا بھرپور مقابلہ کیا۔ اگرہ، مستفرا، بھرت پور، گورگاواں، گوبند گڑھ، حوالی اجیر، جے پور اور کشن گڑھ تک طوفانی دورے کئے۔ اگرہ میں ہیڈ کوارٹر قائم کر کے ایک مدت تک قیام کیا اور مسلسل تبلیغی وفد بھیجے، آخر کار اللہ کے فضل و کرم سے شر دھانند کا فتنہ ختم ہو گیا۔ ہزاروں مرتد دوبارہ داخلِ اسلام ہوئے اور لاکھوں مسلمان آریوں کے جنگل سے بچ گئے۔

۱۹۲۲/۵۱۳۲۳ء میں آپ نے مراد آباد سے ماہنامہ السواد اعظم جاری کیا۔ اس پرچے میں دینی نظریہ کی بھرپور حمایت کی اور مبذوؤں کی عیاریوں کی خوب قلمی کھولی۔ ربیع الآخر، ۱۳۴ھ کے شمارہ میں مدرسہ اہل سنت مراد آباد میں ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں پاس ہونے والی قرارداد کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "یہ جلسہ ہندو کمیٹی رپورٹ کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھ کر اس سے ناراضی کا اظہار کرتا ہے" لہ

یاد رہے کہ اس کانفرنس کی صدارت بھی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی اور آپ کا خطبہ صدارت ایک تاریخی شاہکار ہے۔

۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد میں ان افکار کا اظہار کیا جو ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے اور اسی موڑ سے تحریک کا قافلہ اس شاہراہ پر آگیا جس پر گامزن ہو کر یہ قافلہ قیام پاکستان کی منزل تک پہنچ گیا، تاہم اس دور میں جب علامہ اقبال اپنے افکار کا اظہار کر رہے تھے، ان کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری علیق الزماں "خود الہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور تعلق کی کیفیت پائی جاتی تھی"۔ تاہم علماء اہل سنت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی ضمانت پاتے

۱۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، اگست ۱۹۷۱ء، ص ۱۰۰

۲۔ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی، اگست ۱۹۷۱ء، ص ۱۰۰

تھے اس لئے انہوں نے اقبال کی واضح طور پر تائید کی۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک خطبے میں کہا تھا:

” ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں دینی مرکزیت قائم کر سکے۔ اس طرح نہ صرف ہندوؤں کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساسِ ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبہ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔“

حضرت حکیم الامت علامہ اقبال کے انہی افکار پر جہاں دیگر مسلمان لیڈر تعلق اور غامض تھے وہاں دوسری طرف ہندو لیڈروں و اخبارات نے اقبال کے خلاف اپنے بعض کا اظہار شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت صدر الافاضل نے ”السواد اعظم“ شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ / جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارے میں اقبال کے افکار کی تائید کرتے ہوئے لکھا:

” ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ ہندوؤں کے زیرِ اقتدار ہو دوسرا مسلمانوں کے، ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا، یہ ہندو اخبارات دیکھنے سے ظاہر ہو گا۔ کیا یہ کوئی نا انصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا۔۔۔۔۔ اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہو گا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا؟ لیکن ہندو اس وقت غالی بات بھی نوک زبان پر لانے کو تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پر ممتی ہے اور اپنی اس پانی فرمودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس کا ش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام

کر لینے دیں؟“ لے

تحریک پاکستان کا آپ نے دل و جان سے ساتھ دیا۔ ۱۹۴۰ء میں جب فٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو علماء اہلسنت نے اس کی پرزور تائید و حمایت کی ان میں سے ایک حضرت صدر الافاضل بھی تھے۔

۱۹۴۶ء/۱۳۶۵ھ میں بندرس کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ اس کے ناظم اعلیٰ تھے اس میں تقریباً پانچزار علماء و مشائخ کا اجتماع اور ڈیڑھ لاکھ سامعین کا جمگھٹا تھا، اس میں آپ کی بھرپور کوششوں سے یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی :-

” آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکافی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو،“ لے

اس کانفرنس کے بعد اس کی غرض و غایت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور نظریہ پاکستان کی اہمیت واضح کرنے کے لئے آپ نے صوبہ جات مدراس، گجرات، کاٹھیاواڑ، جونا گڑھ، راجپوتانا، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، کلکتہ، مہلی، چوہیس پرگنہ، ڈھاکہ، کرناٹکی، چٹاگانگ اور سلہٹ کے مسلسل دورے کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔ تحریک پاکستان سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا، چنانچہ مولانا ابوالحسنات قادری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :

” پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اس کے حامی

لے ترجمان اہلسنت کراچی، اگست ۱۹۷۱ء ص ۳۳

لے حضرت صدر الافاضل ص : ۱۸۹-۱۹۰

رمیں یا نہ رہیں۔“ لے

بالآخر علماء اہل سنت کی مساعی سے پاکستان معرض وجود میں آگیا اور ۱۹۴۸ء میں آپ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا مفتی محمد عمر نعیمی اور مفتی غلام معین الدین نعیمی کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے لاہور پہنچے۔ مقامی علماء و ذمہ داروں سے اسلامی دستور کے بارے میں گفتگو کے بعد کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں علماء سے گفتگو کرنے کے بعد اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنے کا قرضہ آپ کے نام پڑا۔ آپ نے وعدہ کیا کہ مراد آباد واپس جا کر اسلامی دستور کا خاکہ بھیج دوں گا۔ مگر آپ کراچی ہی میں علیل ہو گئے اور اپنے قیام کو مختصر کر کے براستہ لاہور، مراد آباد پہنچے اور علالت کے باوجود خاکہ کی تیاری شروع کر دی۔ بھی چند دفعات ہی تیار کی محض کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں رحم جہد کر دیا۔

قسمت کی بد نصیبی کہاں ٹوٹی ہے کس قدر!

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئیں

اگر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو خاکہ مرتب کرنے کی مہلت مل جاتی تو پاکستان میں دستور سازی کا کام کبھی کا مکمل ہو چکا ہوتا اور غرض ایک پرنا دینیٹ، سوشلزم و کمیونزم کے نعرے بلند نہ ہوتے۔ یہ صورت علماء اہل سنت کے لئے ایک زبردست پہنچ ہے انہیں ب خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہئے ورنہ۔

ڈرے کہیں یہ نام بھی مسٹ جائے نہ آٹھ

دست سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی مندرجہ ذیل کتب یادگار ہیں:

۳۔ زاد المحرمین

۱۔ تفسیر خزائن العرفان

۴۔ آداب الخیار

۲۔ اطمینان برباد تقویۃ الایمان

۵۔ حیات صدر الافاضل، ص ۱۰۰

- ۵۔ الکلمۃ العلیا
۶۔ سیرت صحابہ (وسیلہ حبلیہ)
۷۔ سوانح کر بلا
۸۔ التحقیقات لدفع التلبیسات
۹۔ کتاب العقائد
۱۰۔ کشف المحجوب
۱۱۔ اسواط العذاب
۱۲۔ گلبن غریب نواز
۱۳۔ ہدایت کاملہ برقنوت نازلہ
۱۴۔ دیوان اردو وغیرہ وغیرہ

۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز جمعۃ المبارکہ بارہ بجکت پچیس منٹ پر آپ کی روح مقدس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، انا اللہ وانا الیہ راجعون، مزار مبارک مسجد مراد آباد کے بائیں گوشے میں مرجع خواص و عوام ہے۔

جناب پر وفیسر حامد حسن قادری نے تازیخ وصال کہی :
سب بے سرد یا ہو گئے ایسا تقامولنا کا غم
فصل و سخا، رشد و ہدای، علم و دیا، عدل و کرم
اے قادری خستہ جگر تازیخِ رحلت کر رقم
ہیں رونما ابے رد و غم، تہر و جفا، نسج و الم لے

۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی

استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۸۷ء کو بندیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے والد ماجد کا اسم گرامی میاں محمد سلطان اور دادا جان کا اسم شریف میاں شاہنواز تھا۔ میاں شاہنواز بہت خدا رسیدہ بزرگ تھے اور علاقہ میں ان کی عظمت و ارادت کافی وسیع تھی وہ ایک صاحب حال بزرگ تھے، ان کی کرامات زبان زد عام ہیں۔

چھ برس کی عمر میں حفظ قرآن کے لئے موضع پکھ ضلع میانوالی میں بھیجے گئے۔ بعد ازاں مولانا محمد امیر دامانی، مولانا غلام احمد حافظ آبادی اور مولانا ثناء اللہ سے علوم مروجہ حاصل کئے اور پھر جامع مسجد فتحپوری ہلی کی درگاہ میں داخل ہو گئے۔ اہل یہیں سے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا شہرہ سنا تو عازم بریلی ہوئے لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی علالت کے باعث استفادہ کا موقع نہ مل سکا، انہوں نے آپ کے اشتیاق کو دیکھ کر مولانا بدایت اللہ خاں رامپوری دشاگرد خاص مجاہد اعظم مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچنے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے سات آٹھ سال تک مولانا کی خدمت میں رہ کر کتاب علم کیا۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی مصنف بہار شریعت آپ کے جمد رس تھے لہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد استاذ گرامی کے مدرسہ ہی میں تعلیمی خدمات سر انجام دینے لگے اور اپنے استاذ گرامی کے انتقال کے بعد ان کے جانشین مقرر ہو گئے۔

علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد روحانی علوم کی جستجو ہوئی چنانچہ مولانا حاجی امداد اللہ بیہڑی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی (المتوفی ۱۹۰۴ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر

۱۔ جامع مسجد فتحپوری دہلی میں خطابت کا شرف کمی پیشوں سے ختم جناب پروفیسر محمد امجد علی صاحب ان لوہا حاصل ہے

۲۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری ایم۔ این۔ اے (کراچی) حضرت صدر الشریعہ کے صاحبزادے ہیں

سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہو گئے اور اڑھائی تین سال مرشدِ کامل کی بارگاہ میں رہ کر تصوف کی اکثر کتابیں سبقاً پڑھیں اور سلوک کے منازل و مراتب طے کئے اور پھر خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ مرشدِ کامل کی آپ پر خصوصی نظر تھی، آپ نے بھی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

الہ آباد، رام پور، بھوپال اور نواب ٹانک اور دیگر مقامات پر پائیس سال تک درس تدریس کی زندگی گزارنے کے بعد آپ اپنے وطن بنڈیال تشریف لائے اور جامعہ ادریہ مظہریہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت علاقہ میں غیر مقلدوں کا بہت زور تھا۔ آپ نے باطل کا زور توڑنے اور لوگوں کا دل عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمادینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے مولوی حسین علی آن واں بھجراں، مولوی غلام اللہ خاں راولپنڈی، مولوی اشرف علی تھانوی و دیگر علماء دیوبند و دہلیہ کو مناظروں میں شکست دی۔

تحریکِ پاکستان کا آغاز ہوا تو آپ بھی دیگر سنی علماء کی طرح میدانِ سیاست کی طرف بڑھے۔ اس وقت ضلع سرگودھا کے اکثر امراء یونینسٹ تحریک کے حامی تھے اور مسلم لیگ کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ ادھر اس علاقہ کے دیوبندی مولوی بھی بوجہ کانگریسی ہونے کے نیز ملکِ خضریات ٹوانہ کے زرخیز ہونے کی وجہ سے پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیا کرتے اور قائدِ اعظم کو گالیاں دیا کرتے تھے۔

اس نازک موقع پر استاذِ العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے بیانگِ دہل اعلان فرمایا کہ مسلم لیگ کی امداد کرنا نہایت ضروری ہے۔ امراء کے طبقہ نے جب یہ بات سنی تو بہت برا لکھتے ہوئے لیکن آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے اور دوسری طرف کفر کا چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس لئے اس سے کٹنا اسلام سے کٹنا ہے۔ آپ ہر جمعہ پر اسی سلسلہ

میں تقاریر فرماتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہزار ہا آدمی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔
 پچاس سال تک آپ نے دینی خدمات سر انجام دیں۔ آخر آپ کی صحت بہت گر گئی۔ وفات سے
 دس سال قبل دردمشکم کا عارضہ لاحق ہو گیا جس سے صحت پر مزید اثر پڑا اور پھر آپ کے بڑے صاحبزادے
 مولانا محمد عبداللہ مرحوم کی وفات نے تو آپ کی ہی صحت کو بھی متاثر کیا اور پھر ۲۲ محرم الحرام
 ۱۳۶۷ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو علم و عرفان کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، انا للہ
 وانا الیہ راجعون۔

آپ نے بے پچھے دردِ صاحبزادے مولانا عبداللہ الحق اور مولانا فضل الحق چھوڑے جو آپ کے
 قائم کردہ دارالعلوم امدادیہ مظہریہ میں منصب درس و تدریس پر فائز ہیں، یہ مدرسہ پاکستان بھر
 میں علوم عقلیہ کا مثالی ادارہ ہے۔ حضرت کے مایہ ناز و شہرہ آفاق تلمیذ راس المذہبین مولانا
 حافظ عطا محمد حشتی مدظلہ اسی مدرسہ میں تعلیم دے رہے ہیں۔

۱۔ حیاتِ استادِ العلماء، ص ۳۲۔ ماہنامہ ترجمانِ ہفت کراچی، مارچ ۱۹۷۵ء، ص ۶۴، صفحہ ۱۱، بندہ شاہ معبود لاہور، ص ۳۳۔

۲۔ ماہنامہ ترجمانِ ہفت کراچی، مارچ ۱۹۷۵ء، ص ۶۵۔

نوری بک ڈپو لاہور کی بلند پایہ کتابیں

۲۲ - کشف الحجب حضرت داماد	۳۳ - تذکرہ مشائخ نقشبندیہ علامہ نور بخش دہلی
کشف الحجب عکسی قلمی نسخہ قدیم	۵۰ - سیرت سیدنا عوث اعظم
۲۱ - شمس شیبان خاں اقبال احمد دہلی	۱۸ - تحفہ شیعہ (۱۰۰)
۵۰ - حکایات کنج بخش بشیر حسین خاں	۵۰ - شرح قصیدہ بردہ
۹ - تذکرہ داماد کنج بخش میاں محمد دین کیم	۱۳۵ - شرح قصیدہ عوثیہ مولانا عبد اللہ
۹ - ارشادات کنج بخش پیر معصوم شاہ	۲۰ - تذکرہ عوثیہ شاہ کل حق دہلی
۱۵ - فتوح الغیب سیدنا عوث اعظم	۱۵ - تاریخ مدینہ شیخ عبد الحی محمد
۱۰ - ذکر حبیب شاہ عبد العظیم میرٹھی	۱۶ - تقریریں میر تقی میر
۱۵ - انصاف العارفین شاہ ولی اللہ	۱۵ - تاریخی مناظرہ ہالپور علامہ شمس الدین
۱۲ - سخی حکایات رضا مصطفیٰ چشتی	۳ - کفریات ابی ولہبیہ علیہ السلام
۱۳ - مجموعہ نعت سید محمد عثمان پیرزادہ	۵/۲۵ - مسئلہ نور و بشر غایت چشتی
۴ - نماز حنفی علامہ نسیم البتوی	۵۰ - حرمت سجدہ تعظیم اعلیٰ حضرت
۵/۲۵ - کتاب الحج اعلیٰ حضرت بریلوی	۳ - تذکرہ وزیدیہ علامہ شمس الدین
۱۰ - یزید تاریخ کے آئینہ میں ابو نعیم	۴ - جماعت اسلامی؟ ارشد القلوی
بزرگان لاہور پیغمبر سیکرانی (ذیر طبع)	۱۵ - مواعظ القرآن احدث پیر معصوم شاہ
شرح رسالہ رحمی حضرت سلطان بو (ذیر طبع)	۱۵ - ام الکتاب (تفسیر و فہم) علامہ نور بخش دہلی

مکمل تراجم، عمدہ کاغذ، مضبوط جلد، آفت طبعات، سے مشتمل کتب آپ کے مطالعہ کی منتظر ہیں

نوری بک ڈپو زیر سایہ داتا گنج بخش لاہور

ماخذ و مراجع

بزرگانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مستند تاریخ

مشائخ نقشبندیہ

۹۶ ج ۱۳

علامہ غوث بخش توحیدی

مکملہ

از محمد صبا الحق قصوری

۳۳/-

نوری بک ڈپو زیر سایہ و آماج بخش لاہور

ماخذ و مراجع

کتب

نمبر شمار	نام کتب	مؤلفین	سن و مقام اشاعت
۱	الخطبات الاشرافیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ	سید محمد محدث کچھوچھوی	مراد آباد ۱۹۴۶ء
۲	امیر حزب اللہ	ڈاکٹر عبد الغنی پی ایچ ڈی	لاہور ۱۹۶۶ء
۳	امیر ملت کے قومی کارنامے	عبد المجید قصوری	آگرہ ۱۹۲۵ء
۴	اوراقِ گم گشتہ	رئیس احمد جعفری	لاہور ۱۹۶۸ء
۵	اعمال نامہ	سر رضا علی	دہلی ۱۹۳۹ء
۶	اطیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ	سید ابوالحسنات قادری	لاہور ۱۹۴۳ء
۷	آئینہ ملتان	منشی عبدالرحمان خان	لاہور ۱۹۴۲ء
۸	آئینہ ولایت	سید عبد العزیز اجیری	۱۳۹۳ھ
۹	اعظم صرت بریلوی کی سیاسی بصیرت	سید نور محمد قادری	گجرات ۱۹۴۵ء
۱۰	اعجاز التواریخ	سید شرافت نوشاہی	راولپنڈی ۱۹۴۶ء
۱۱	آزادی کی ان کہی کہانی	گل محمد فیضی بی اے	سرگودھا ۱۹۴۴ء
۱۲	اولیاءِ چشت لاہور	محمد بن کلیم بی اے	لاہور ۱۹۶۸ء
۱۳	باغی ہندوستان	عبد الشاہ خاں شروانی	لاہور ۱۹۴۳ء
۱۵	برکات علی پور	پیر محبوب احمد شاہ امرتسری	راولپنڈی ۱۹۶۷ء
۱۶	پنج گنج علی پوری	محمد وائس خاں غوری	لاہور
۱۷	تاریخ جدید	پیر غلام دستگیر نامی	۱۹۶۰ء

۱۸	تحریک پاکستان	شمیم احمد	لاہور	۱۹۶۵ء
۱۹	تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	لاہور	۱۹۶۶ء
۲۰	تحریک جامعہ محمدی شریف	سید محمد متین ہاشمی ایم۔ اے	لاہور	۱۹۶۳ء
۲۱	تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور	علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے	"	۱۹۶۵ء
۲۲	تاریخ ملتان جلد دوم	مولانا نور احمد خاں فریدی	ملتان	۱۹۶۳ء
۲۳	تذکرہ علماء اہلسنت	شاہ محمود احمد قادری	کانپور	۱۹۶۱ء
۲۴	تذکرہ مشائخ قادریہ	جناب محمد دین کلیر پی۔ اے	لاہور	۱۹۶۵ء
۲۵	تذکرہ کرمیہ	پروفیسر کرم شاہ	ملتان	۱۹۶۶ء
۲۶	" منظر مسعود	" محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی	کراچی	۱۹۶۹ء
۲۷	چند محسن چند دوست	سید الطاف علی بریلوی	"	"
۲۸	چند یادیں چند تاثرات	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	لاہور	"
۲۹	حسرت کی سیاسی زندگی	عبدالقوی دسنوی	بمبئی	۱۹۵۶ء
۳۰	حضرت شیخ القرآن	رانا منظور احمد خاں ایم۔ اے	وزیر آباد	۱۹۶۱ء
۳۱	حیات استاد العلماء	غلام رسول سعیدی	لاہور	۱۳۸۹ھ
۳۲	حیات شاہ ولایت	محمد یونس شاہ کاظمی	گجرات	۱۳۹۲ھ
۳۳	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی	اعظم گڑھ	۱۹۶۳ء
۳۴	حیات صدر الافاضل	مولانا غلام معین الدین نعیمی	لاہور	بار دوم
۳۵	حیات مظہری	پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی	کراچی	۱۹۶۵ء
۳۶	خزائن العرفان فی تفسیر القرآن	مولانا نعیم الدین مراد آبادی	مراد آباد	
۳۷	خزینہ معرفت	صوفی محمد براہیم قصوی	لاہور	
۳۸	دارالعلوم ضیاء الشمس اسلام سیال شریف	ڈاکٹر تنخیر احمد	سیال شریف	
۳۹	کی سو اسو سالہ خدمات			

۱۹۴۸ء	لاہور	رئیس احمد جعفری	دید و شنید	۳۸
۱۹۶۱ء	حیدر آباد	پیر محمد اسماعیل روشن سرہندی	دیوان روشن	۳۹
۱۹۶۴ء	مٹان	اسے ڈی تبسم قریشی	ڈیرہ غازی خاں کی شخصیات (جلد ۱)	۴۰
۱۹۶۰ء	کلکتہ	عبدالرزاق ملیح آبادی	ذکر آزاد	۴۱
	کراچی	مولانا عبد العظیم صدیقی	ذکر حبیب (حصہ دوم)	۴۲
۱۹۶۲ء	لاہور	حکیم محمد موسیٰ امرتسری	ذکر مغفور	۴۳
۱۹۶۶ء	"	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	سیرت اقبال	۴۴
۱۹۶۵ء	"	سید اختر حسین علی پوری	سیرت امیر ملت	۴۵
۱۹۶۳ء	گوجرانوالہ	مولانا ابوداؤد محمد صادق	شاہ احمد نورانی	۴۶
۱۹۶۶ء	کراچی	چوہدری خلیق الزماں	شاہراہ پاکستان	۴۷
۱۹۶۴ء	لاہور	میاں غلام احمد شرقپوری	شجرہ نقشبندیہ مجددیہ	۴۸
۱۹۶۳ء		حکیم امین الدین احمد	صوفیہ نقشبند	۴۹
۱۹۶۹ء		سید مغفور القادری	عباد الرحمن	۵۰
۱۹۶۳ء	الہ آباد	سید مسعود حسن مسعود	عندلیب تواریح	۵۱
۱۹۱۵ء	مٹان	قاضی برخوردار مٹانی	غوث الاعظم	۵۲
۱۹۶۱ء	لاہور	پروفیسر محمد مسعود احمد	فاضل بریلوی اور ترک موالات	۵۳
۱۹۶۰ء	کراچی	"	فتویٰ مظہری	۵۴
۱۹۵۹ء	حیدر آباد دکن	مرزا ذوالفقار علی بیگ	فیضانِ امیر ملت	۵۵
۱۹۶۶ء	لاہور	رئیس احمد جعفری	قائد اعظم اور ان کا عہد	۵۶
۱۹۶۱ء	کراچی		کاروانِ گم گشتہ	۵۷
۱۹۶۴ء	لاہور	پروفیسر منظور الحق صدیقی	ماثر الاحباد	۵۸

۱۰	پاسبان	ماہنامہ	الہ آباد	مئی جون ۱۹۶۲ء
۱۱	ترجمانِ اہلسنت	"	کراچی	۱۹۶۱ء اگست ۱۹۶۳ء مارچ، اگست ۱۹۶۳ء اپریل، اکتوبر، جولائی تا دسمبر مارچ، اپریل، دسمبر ۱۹۶۵ء
۱۲	رضائے حبیب	"	گجرات	جنوری فروری ۱۹۶۱ء
۱۳	رضائے مصطفیٰ	"	گوجرانوالہ	۱۹۶۲ء دسمبر، جنوری جون ستمبر ۱۹۶۳ء
۱۴	سرحد	"	کراچی	مئی ۱۹۶۴ء
۱۵	ضیائے حرم	"	لاہور	جولائی ۱۹۶۴ء اپریل مئی نومبر ۱۹۶۳ء جنوری فروری جولائی، اگست ستمبر ۱۹۶۳ء مئی جون ۱۹۶۵ء
۱۶	عارف	"	"	اکتوبر ۱۹۶۰ء
۱۷	قومی زبان	پندرہ روزہ	کراچی	۱۶ جولائی یکم اگست ۱۹۵۷ء
۱۸	گنج بخش	ماہنامہ	لاہور	مئی ۱۹۵۶ء
۱۹	نقوش	"	"	فروری ۱۹۶۲ء

اخبارات

۱	ہفت روزہ اخبار جہاں	کراچی	۲۳ اگست ۱۹۶۷ء
۲	" المدینہ	"	۲۷ اگست ۱۹۶۱ء ۳۰ فروری ۱۹۶۲ء
۳	" الہام	بہاولپور	۲۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء ۲۱ فروری ۱۹۶۵ء
۴	" پاک جمہوریت	لاہور	۵ جون ۱۹۶۲ء
۵	" تعمیر وطن	"	۹ مارچ ۱۹۶۳ء
۶	" چٹان	"	۲۰ مئی یکم جولائی ۱۹۶۴ء

۱۵ جنوری ۱۹۶۰ء	لاہور	۷	سبقت روزہ سوادِ اعظم
یکم تا ۱۵ جولائی ۱۹۶۲ء	"	۸	پندرہ روزہ "
۳ اگست ۱۹۶۲ء	"	۹	روزنامہ انقلاب
۲۳ مارچ ۱۹۶۴ء	"	۱۰	" امروز
۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء . ۶ نومبر ۱۹۶۱ء	"	۱۱	" جاوداں
۱۲ نومبر ۱۹۶۲ء	کراچی	۱۲	" جسارت
۲۴ جولائی ۱۹۶۰ء . ۲۹ مارچ ۱۹۶۲ء، جون ۱۹۶۴ء	"	۱۳	" جنگ
۱۰ مارچ ۱۹۶۱ء	لاہور	۱۴	" زمیندار
۸ مارچ ۱۹۶۵ء	ملتان	۱۵	" شگِ میل
۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء	"	۱۶	" کوہستان
۱۲ مئی ۱۹۶۶ء . ۱۳ جولائی ۱۹۶۰ء	لاہور	۱۷	" "
مقتدرہ شہزادے	لاہور	۱۸	" نوائے وقت

سید الشہداء

قطعہ تاریخ طاعت

اکابر تحریک پاکستان

نتیجہ فکر ابوالطاهر فدا حسین فدا، مدیر اعلیٰ مہروماہ ۱۳۹۶
لاہور

فدایانِ تحریک ملت کی عظمت ہے لافانی و حسن بے عیب شے
سوانح ہیں اُن بامرادوں کے اس میں جو قرباں وطن پر ہوئے پئے بہ پئے
چمن ہے یہ آزادی و حریت کا کہ نعماتِ حب وطن کی ہے نے
کہاں ہیں وہ اب عاشقانِ وطن گئے منزلِ عشق جو کر کے طے
کہاں ہیں وہ پیرِ میناں اور ساقی؟ پلاتے تھے حب وطن کی جوئے

فدا سالِ تالیف صادق یہ کہہ کے

کہ ”صبح تاریخ و تحقیق“ ہے

۱۹۷۴

تجربے

شخصیات

جناب ڈاکٹر محمد باقر صاحب، پروفیسر ایمیرٹس پنجاب یونیورسٹی لاہور

اپنی اور دوسروں کی تاریخ مرتب کرنا مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے، ہندوستان میں ہندو مشاہیر کی تاریخ کے منابع صرف مسلمان مؤرخوں کے آثار ہیں لیکن تاسیس پاکستان کے بعد انگریزوں کے زمانے کا دیا ہوا تساہل اس طرح کار فرما ہے کہ ہم ۱۶ صدی گزرنے کے بعد ابھی تک تحریک پاکستان کے تار و پود کے اذکار کو اپنی تاریخ مرتب کرنے کے لئے جمع ہی نہیں کر سکے، نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان پر لکھی جانے والی سو کتابوں میں سے تقریباً ۵۰ غیر مسلموں اور غیر ملکیوں کی ہیں اور ان لوگوں نے عداً یا سوجھ بوجھ کی کمی کی وجہ سے ہماری تاریخ میں اس قدر گھپلا کیا ہے کہ آج وہ نسل اپنے ذہن میں پاکستان کی صحیح، واضح اور تصویر یہی نہیں بنا سکتی جس نے اس مہر زمین پر :
”پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ“

کے نعرے گتے ہوئے اپنے کانوں سے نہیں سنے۔ ان لوگوں کے اذہان ان کی قسموں کے رازموں کی چکا چوند سے متاثر ہو رہے ہیں جن کی نشر و اشاعت وسیع پیمانے پر ہمارے اپنے ذرائع ابلاغ عوامی مشنوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔

ایسے میں ”اکابر تحریک پاکستان“ (کہ یہی اس کتاب کا نام ہے) پر نیک نیتی سے کسی ادارے کا کام کرنے کی ٹھان لینا بڑا ہی مبارک اقدام ہے کیونکہ یہی وہ نقوش ہیں جن کو اجاگر کرنے سے ہم حال مستقبل کی نسلوں کے ذہن سے وہ جا لے تا رہیں گے جو تاریخ سے ہمارے اہل برتن کی وجہ سے پھلتے ہی جا رہے ہیں۔ مکتبہ رضویہ گجرات

نے ان اکابر پر پہلی جلد شائع کر کے ملک و ملت پر بڑا احسان کیا ہے جن علمائے کرام کا ذکر اس مختصر سی کتاب میں آیا ہے ان میں سے بیشتر ابھی زندہ ہیں اور ان کے افکار و اعمال نمونے کے طور پر ہمارے سامنے ہیں جن سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے مقاصد تھے، اس وقت کئی لوگ اس کوشش میں ہیں کہ ہم اپنے اسلامی ماضی اور اسلامی روایات بالخصوص اسلامی فکر کو فراموش کر دیں۔ راقم سب سے واضح طور پر ایک ازم کے حامی نے کہا: ”اس بات کو بھول جائیے کہ پاکستان کیوں اور کیسے بنا تھا سوچنے کی بات یہ ہے کہ میرا ازم کی پیری کر کے آئندہ کیسے چلایا جاسکتا ہے؟

میں نے بڑے ادب سے عرض کیا آپ مجھے یہ فراموش کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں کہ میرے آبا و اجداد نے خدا کے احکامات اور رسول کے ارشادات کو کیوں اور کیسے قبول کیا؟ میری اور میری آئندہ نسلوں کی دنیوی و اخروی فلاح و بہبود صرف ایک بات سے متعلق ہے اور وہ ہے ادا و انوایہ کی پابندی اور پاکستان کا استحکام اولہ سلامتی ہی صرف اسی ایک بات سے متعلق ہے۔ اس ازم کے شیدائی نے فوراً پلٹ کر کہا ”معاف کیجئے مجھے اسلام اور قرآن کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا اور مجھے کتنا پڑا، پھر آپ سے پاکستان کی بات بھی نہیں ہو سکتی۔

سو عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ تحریک پاکستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے اور اس کی صحیح جڑیں تلاش کرنے کے لئے آپ کو ان اکابر کے احوال و آثار اور آراء و افکار کا مطالعہ کرنا پڑے گا جنہوں نے سردھڑ کی بازی لگا کر اس مملکت کی تاسیس کی اور یہی کوشش کرتے کرتے یا حکم الحاکمین کے حضور پیش ہو گئے یا ابھی تک پاس دنیا میں قید و بند کی اذیتیں برداشت کر رہے ہیں، یہی لوگ حقیقی معنوں میں اکابر تحریک ہیں اور ان کی زندگیاں ہمارے لئے عظیم مشاغل راہ ہیں۔

یہ درویش مکتبہ رضویہ گجرات کو ایسی عمدہ کتاب شائع کرنے پر مبارکباد

پیش کرتا ہے اور ان سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو جاری رکھ کر بقیہ جلدیں بھی شائع کریں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔

محمد باقر

جناب ڈاکٹر وحید قریشی صاحب پنجاب یونیورسٹی لاہور

محرم صادق قصوری صاحب کی یہ کتاب تحریک پاکستان کے ایک ایسے گوشے سے تعلق رکھتی ہے جسے عام طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ حلقہ علماء میں اگر کبھی تحریک پاکستان کے سلسلے میں ذکر آیا بھی ہے تو مولانا ظفر علی خاں، مولانا شبیر احمد عثمانی کے نام نامی کے سوا کچھ یوں تاثر دیا جاتا ہے گویا علمائے دین کا اس تحریک سے کچھ زیادہ واسطہ نہ تھا۔ نیشنلسٹ علماء کا محور کانگریس کی امداد و اعانت تھا۔ اس سے یہ خیال عام ہوتا تھا کہ علماء نے من حیث الجماعۃ پاکستان کی کبھی تائید نہیں کی حالانکہ تحریک پاکستان میں جہاں تعلیم یافتہ طبقے نے حصول پاکستان کے لئے قربانیاں دیں وہاں اس آواز کو مسلمانانِ برصغیر کے دلوں میں جاگزیں کرنے کا سہرا ان دینی رہنماؤں کے سر ہے جنہوں نے شہرِ شہرِ قریہ قریہ مسلم لیگ کے پیغام کو پہنچایا اور مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ الگ مملکت کا مطالبہ دراصل ان کے دلوں کی آواز ہے۔

دیوبند کے مقابلے میں علماء کی یہ آوازیں مؤثر اور دور رس نتائج کی حامل رہی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اسی احساس کا ایک عملی ثبوت ہے۔ اس میں ان علمائے دین کے حالات بیان ہوئے ہیں جنہوں نے جدوجہدِ حصولِ پاکستان کے لئے قید و بند کے صدمے بھی اٹھائے اور اعلیٰ کلمۃ الحق کے لئے حکومت و قوت کی مخالفت کی پروا بھی نہیں کی۔ مولانا آزاد سمجھانی، مولانا ابوالحسنات قادری، پیر امین الحسنات، پیر جماعت علی شاہ،

حکیم شمس الاسلام صدیقی، مولانا ظہور الحسن صدیقی، شاہ عارف اللہ میرٹھی، مولانا عبدالحامد بدایونی کی خدمات کا اعتراف غالباً پہلی دفعہ اسی کتاب کے ذریعہ ہوا ہے۔ ان علمائے دین نے حصول پاکستان کے لئے جو خدمات انجام دیں ان کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ فاضل مورخ نے اس داستان کی مختلف کڑیاں یکجا کرنے کے لئے جن کٹھن مراحل سے گزر کر اور اخبارات و کتب کے ہزاروں صفحات کی درق گردانی کے بعد یہ اڑھائی سو صفحات مرتب کئے ہیں اس سے ان کی دیدہ ریزی اور ذرّت نگاہی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

”اکابر تحریک پاکستان“ اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس میں بعض غلطیاں بھی ہیں اور کہیں کہیں واقعات کی تعبیر میں مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے تاہم مجموعی اعتبار سے قابل قدر کوشش ہے، امید ہے نقشِ ثانی میں مصنف کتابت و طباعت کی اغلاط کے علاوہ بعض مقامات پر سنین و واقعات کی غلطیوں کی تصحیح کر کے اسے زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد بنالیں گے (نوٹ: موجودہ ایڈیشن میں تصحیح کی پوری سعی کی گئی ہے۔ قصوری)

موجودہ حالت میں بھی پاکستان کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے قارئین اور مورخین پاکستان کے لئے یہ کتاب ایک اہم دستاویز ہے۔
(وحید قریشی)

جناب پروفیسر اکٹر محمد طاہر فاروقی صاحب سابق صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی پشاور

آپ نے یہ کتاب خوب مرتب کی ہے، بہت اچھا کیا، جزاک اللہ۔ دوسرے حصے کے بعد غالباً تیسرے کے لئے بھی انشاء اللہ مواد فراہم ہو جائے گا۔ اچھا ہے اس طرح ان بزرگوں کے نام اور کام محفوظ ہو جائیں گے۔ خوب سوچا اور خوب

ترتیب دی سبحان اللہ!

(بنام مؤلف محرمہ ۱۶ فروری ۱۹۷۶ء)

جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی صاحب، کیڈٹ کالج حسن ابدال

”اکابر تحریک پاکستان“ ملی، دیکھ کر ہی دل خوش ہو گیا کہ کتابت، کاغذ، جملہ ہر چیز اچھی، پھر موضوع اس سے بھی زیادہ پرکشش، فوراً کتاب کو جستہ جستہ پڑھا۔ لطف آگیا، انشاء اللہ کل تک ختم کر لوں گا۔

(مکتوب بنام مؤلف محرمہ ۱۱ فروری ۱۹۷۶ء)

جناب پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب، اردو کالج کراچی

صوری و معنوی دونوں اعتبار سے قصوری صاحب کی یہ تالیف نہایت قابل قدر ہے اور تحریک پاکستان کے لٹریچر میں ایک گر انقدر اضافہ ہے۔

(مکتوب بنام مؤلف محرمہ ۲۵ فروری ۱۹۷۶ء)

جناب پروفیسر سید خورشید حسین بخاری صاحب، گورنمنٹ گورنمنٹ کالج ننگرہ صاحب ضلع شیخوپورہ

”اکابر تحریک پاکستان“ ہم سرسری نظر سے مطالعہ کی ہے، مؤلف کی معلومات کی داد دینا پڑتی ہے، انہوں نے تو کونزے میں دریا بند کر دیا ہے اور مواد کو نہایت ہی عمدگی اور نفاست سے ترتیب دیا ہے، امید ہے نقش ثانی نقش اول سے بہتر ہو گا کیونکہ ویسے بھی مشہور

ہے ۛ نقاش نقشبث ثانی بہتر شد ز اول۔

(مکتوب بنام حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مظلمہ، محرمہ ۱۶ مارچ ۱۹۶۶ء)

جناب خواجہ عبدالکریم قاصف صاحب ایڈوکیٹ ملتان

طباعت و کتابت عمدہ اور مجموعی طور پر کتاب بڑی دیدہ زیب ہے۔ آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لے کر ملک و قوم کی خدمت کا فریضہ ادا کیا ہے۔ ان کا برین میں بعض ایسی شخصیتیں بھی ہیں جنہوں نے پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں شاندار خدمات انجام دیں مگر جن کا تذکرہ کسی کتاب یا اخبار میں نہیں ملتا، آپ نے یہ کمی پوری کر دی ہے یقیناً ان کے بغیر تحریک پاکستان کی تاریخ ادھوری رہتی۔

(مکتوب بنام مؤلف محرمہ ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء)

جناب پیدمقبول محی الدین گیلانی صاحب سجادہ نشین ڈیرہ غازی خاں

کتاب "اکابر تحریک پاکستان" نہ صرف ایک صوبہ بلکہ برصغیر کی ایک جامع و مانع تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے جس میں تحریک پاکستان کے لئے علماء و مشائخ کے بے لوث کام کرنے کا پورا پورا حال درج ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو شہرت عام اور بقلے دوام کی صورت بخشے آمین۔

(مکتوب بنام مؤلف محرمہ ۲ مئی ۱۹۶۶ء)

زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قرشی صاحب لاہور

آپ کی قابل قدر و تعریف کتاب "اکابر تحریک پاکستان" کا مطالعہ کیا۔ آپ نے جس محنت سے یہ کتاب لکھی ہے، بڑی قابل ستائش ہے۔ پاکستان میں ایک ایسا گروہ ہے

جو علماء و مشائخ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے اور پاکستان میں علماء کے شاندار کردار کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آپ کی یہ کوشش بڑی قابلِ داد ہے۔ آپ اس جانب زیادہ توجہ دیں اور تمام تر علماء و مشائخ کے حالات مرتب کریں۔

(مکتوب بنام مولف محرمہ ۹ مارچ ۱۹۷۷ء)

جناب الانام محمد بشیر صاحب، صدر ورلڈ اسلامک مشن آزاد کشمیر برائنج، میرپور آزاد کشمیر

”اکابر تحریک پاکستان“ دیکھتے ہی مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی کہ الحمد للہ تحریک پاکستان کے جانبازوں و سرفروشنوں کے دینی و مذہبی قائدین علمائے کرام و مشائخ عظام کے مجاہدانہ کردار کو دبیز پردوں سے نکال کر منصفہ شہود پر لایا جا رہا ہے۔
اللہ کرے زورِ تسلیم اور زیادہ

(مکتوب بنام مولف محرمہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ)

جناب ملک محمد اکبر ساقی صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان (پنجاب)

آپ کی کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر بازار میں کیا آئی ہے کہ چار سو ٹکے بچ گئے ہیں، اس خوبصورت کتاب کی اشاعت پر مبارک قبول فرمائیے۔

(مکتوب بنام مولف محرمہ ۳۰ مارچ ۱۹۷۶ء)

جناب سید محمد مسعود شاہ صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت علماء پاکستان، بہاولپور ڈویژن

آپ کی مجاہدانہ کاوش پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ آپ کی مساعی کو قبول و منظور فرمائے۔ آپ نے اس تاریخی کتاب کو لکھ کر اہل سنت پر احسان کیا ہے۔ (مکتوب بنام مولف محرمہ ۱۸ مئی ۱۹۷۶ء)

جناب مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب، خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس کی ضرورت آج ہی نہیں بلکہ قیام پاکستان کے بعد سے محسوس کی جا رہی تھی، بہر حال دیر آید درست آید کے مصداق یا یوں کہیں کہ کُلُّ اَمْرِ مَرْهُونٌ بِاَوَّلَتِہَا تھا۔

آپ نے اس سلسلہ میں جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ یقیناً قابل تحسین و مبارکباد ہے۔

(مکتوب بنام مؤلف محررہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء)

مولانا شاہ محمد چشتی سیالوی، قصور

زبہ قسمت کہ مجھے اس کتاب محسود کی کتابت کا موقع ملا، فاضل مؤلف کی لیاقت کی داد دینا پڑتی ہے۔ برادر محمد صادق قصوری چونکہ سب سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے میں خوب جانتا ہوں کہ انہیں اس کتاب کی تدوین میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سینکڑوں روڈ ڈاک پر خرچ کئے، سینکڑوں شخصیات سے بار بار رابطہ کرنا پڑا اور گم گشتہ گوشے شاید انہوں نے کیسے ڈھونڈ نکالے؟ یہ ایک طویل داستان ہے۔

بہر کیف فرزند ان ملت اور مورخین مستقبل کے لئے انہوں نے اپنے کو مشکلات میں ڈال کر، بیٹھ بھاگام کیا ہے۔ انشاء اللہ اس موضوع میں ان کی اولیت بدستور مسلم رہے گی۔ خدائے لم یزل سے ان کی اس محنت ثناء کی قبولیت کی دعا ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسے کاموں کے لئے عمر طویل عطا فرمائے۔ آمین۔

اخباراتِ سائل

روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۷۶ء

اس کتاب میں سچاس کے قریب ایسے حضرات کے حالات درج کئے گئے ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ شروع میں سید محمد فاروق القادری کا مبسوط مقدمہ ہے، آخر میں ماخذ کی فہرست درج کر دی گئی ہے۔ (تبصرہ از محمد قیوم اعظمی)

روزنامہ 'مشرق' لاہور، ۱۴ مئی ۱۹۷۶ء

زیر نظر کتاب ان مذہبی علماء کا تذکرہ ہے جنہوں نے علمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی قومی جدوجہد میں بھی حصہ لیا۔ تذکرہ نگار نے ان علماء کو ان دیوبندی علماء سے ممیز کیا ہے جو جدوجہد آزادی کی تاریخ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ تذکرہ نگار نے دیوبندی علماء کے سیاسی طریق کو غلط ثابت کر کے ان علماء کے طریق کو سراہا ہے اور انہیں اکابر تحریک پاکستان شمار کیا ہے اور اس سلسلہ میں تذکرہ نگار نے بریلوی اور دیوبندی کی بحث کو بھی چھیڑا ہے اس موقف اور اس بحث سے قطع نظر یہ کتاب اس حیثیت سے مفید ہے کہ وہ علماء کے ایک گروہ کا اچھا بھلا تذکرہ ہے۔ کتاب ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت و طباعت خوشگوار ہے۔

روزنامہ 'امروز' لاہور، ۱۱ اپریل ۱۹۷۶ء

زیر تبصرہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ان اکابر کے حالات پر مشتمل

ہے جنہوں نے اپنے وسیع اثر و رسوخ کی بدولت تحریک پاکستان کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ پچاس اکابر کی طویل فہرست مولانا مستور موہانی، حافظ سید جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا ابوالحسن قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا غلام بھیک نیرنگ، پیر امین الحسنات مانجھی شریف اور مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ اس میں تمام شخصیات سے متعلق ضروری معلومات اور ان کی خدمات کا اجمالی تذکرہ اچھے انداز میں آگیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ایک تاریخی ماخذ کا کام دے گی۔

تحریک پاکستان کے ان اکابر کے حالات بعض وجوہ کی بنا پر عوام کے سامنے نہیں تھے، اس کتاب کے ذریعہ ان کی نقاب کشائی اس لحاظ سے بھی اہم خدمت ہے کہ ان حضرات نے زندگی کے دوسرے شعبوں میں جو کارہائے نمایاں کئے اور سیاسی خدمات کے علاوہ جو ناقابل فراموش دینی، تبلیغی، علمی، ادبی اور سماجی خدمات انجام دیں، عام قارئین ان سے بھی باخبر ہو سکیں گے۔

کتاب کے آخر میں ان کتابوں، رسالوں اور اخباروں کی فہرست بھی دی گئی ہے جو اس کتاب کے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں اور جن کی مدد سے قارئین کسی شخصیت کے بارے میں حسب خواہش مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ کتابت و طباعت اور جلد بندی بھی معیاری ہے۔ (و۔ک)

ہفت روزہ الہام، بہاولپور، ۲۹ فروری ۱۹۷۶ء

برصغیر میں جب بھی کوئی تحریک مسلمان قوم کے مفاد میں اٹھی تو علمائے حق اور مشائخ کلام نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس تحریک کے لئے وقف کر دیں اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے کسی بھی امکانات سے دریغ نہ کیا۔

اسی طرح تحریک پاکستان کے زمانہ میں علماء و مشائخ نے اس صدی کے

رحمٰل عظیم حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اہم کردار ادا کیا اور اس وقت تک اپنے رفقاء اور معتقدین کے ساتھ بھرپور حصہ لیتے رہے جب تک پاکستان قائم نہ ہو گیا اور یہ سب کچھ ان مردان حق نے بغیر کسی مادی لالچ کے محض اسلامی فرض سمجھتے ہوئے کیا حالانکہ تحریک پاکستان کے زمانہ ہی میں ایک بہت بڑے علمی اور مذہبی ادارہ نے جس کے لائق ارکان تبلیغ اور پروپیگنڈہ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے صرف اس وجہ سے مسلم لیگ کا ساتھ چھوڑ دیا کہ وہ ان کی ہوس زر لپوری نہ کر سکی اور کانگریس کی اس لئے مدد کی کہ اس نے ان کے سامنے اپنی تجویروں کے منہ کھول دئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "قائد اعظم میری نظر میں" اصفہانی، شاہکار ایڈیشن لاہور ص ۱) لیکن ایک وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت قائد اعظم اور مسلم لیگ کی مخالفت کو فرض عین جانا تحریک آزادی کے مجاہدین سرفروش کے القاب سے نوازے گئے لیکن وہ بزرگ جنہوں نے اعلیٰ کلمۃ الحق کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا ان کے عظیم کارنامے ان کے پیروں اور ان کے اسلاف کی روایتی سہل پسندی اور غفلت کی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہونے لگے۔ اب سجد اللہ اور حنیف سالوں سے سواد اعظم میں بھی گرمی کے آثار پیدا ہو چکے ہیں اور ایسا لٹریچر آہستہ آہستہ منظر عام پر آ رہا ہے جس میں اہلسنت کے علماء اور مشائخ کے وہ کارنامے اجاگر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو انہوں نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں سرانجام دئے تھے

زیر تبصرہ کتاب "اکابر تحریک پاکستان" بھی اسی سلسلہ کی ایک نہایت اہم کڑی اور بڑی کامیاب کوشش ہے۔ یہ کتاب حصہ اول ہے اور اس میں سچاس کے قریب تحریک آزادی کے مشاہیر اور محسنین کا تذکرہ ہے، ان میں مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر امین الحسنات مانچی شریف، علامہ ابوالحسنات، پیر جماعت علی شاہ، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی جیسی عظیم ہستیاں شامل ہیں،

مرتب نے ان کے مفصل تذکروں کے ساتھ ساتھ اپنے محسنین کا بھی دل نشیں اور جامع انداز میں تعارف کرایا ہے جنہیں لوگ آہستہ آہستہ بھولتے جا رہے ہیں حالانکہ ان کا شمار اپنے زمانہ کی عظیم اور محسن شخصیتوں میں ہوتا تھا، مثلاً پیر عبدالرشید پانی پتی، مولانا کریم علی طبع آبادی اور مولانا پیر محمد اسماعیل روشن سرہندی وغیرہم۔

کتاب تیار کرنے پر مصنف نے محنت شاقہ سے کام لیا ہے اور کتاب کے آخر میں شامل اشاریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کتاب کی ترتیب میں مشاہر کتب اور اخبارات و رسائل سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا بدایونی، مولانا ابراہیم علی چشتی اور مولانا نیازی دام ظلہ کے حالات بڑے شرح و بسط سے مصنف نے دئے ہیں لیکن مولانا احمد سعید کاظمی دام ظلہ، مولانا عارف اللہ اور مولانا محمود شاہ کے حالات بہت تشذہ ہیں۔ اگر مصنف تھوڑی سی اور زحمت کرتے تو ان حضرات سے تفصیلی حالات بھی مہیا ہو سکتے تھے۔ بہر حال یہ معمولی سی کمی ہے جو اگلے ایڈیشن میں پوری ہو سکتی ہے۔ کتاب بہت مفید اور جامع ہے، تاریخ کا کوئی طالب علم بھی اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

کاغذ، کتابت، طباعت اور جلد کو دیکھتے ہوئے قیمت بہت ہی مناسب ہے۔
(سید نور محمد قادری)

ماہنامہ سناریہ ڈائجسٹ، لاہور، جولائی ۱۹۷۶ء

یہ ہماری قیمتی ہے یا بے حسی کہ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے کتنے ہی ایسے گوشے ہیں جن پر کسی نے قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یوں اس عظیم جدوجہد کے خدوخال پوری طرح واضح نہیں ہو سکے جو ہمارے بے بہا ورثہ ہے اور جس کے طفیل ہمیں پاکستان نصیب ہوا۔

یہ تلخ سہی لیکن حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کی برصغیر کے کتنے ہی علماء اور اکابر نے شدید مخالفت کی تھی لیکن دوسری طرف برصغیر میں ایسے علمائے دین اور اکابرین بھی تھے جنہوں نے پاکستان کے حق میں راہ ہموار کی اور قیام پاکستان کو حقیقت بنانے کیلئے کارہائے نمایاں انجام دئے، زیر تبصرہ کتاب انہی اکابرین سے متعلق ہے جنہوں نے قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کی تھی۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب ہر لائبریری اور ہر گھر میں ہونی چاہئے۔ کتاب کے مصنف محمد صادق قصوری صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مطالعہ پاکستان کے ایک پہلو کو پہلی بار نمایاں کیا ہے، اکابر تحریک پاکستان کا یہ حصہ اول ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی جلد ہی شائع کر دیا جائے گا۔ مکتبہ رضویہ کجرات اس کتاب کی اشاعت پر فخر کر سکتا ہے۔

ماہنامہ کتاب لاہور، مئی جون ۱۹۷۶ء

خود شناسی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اکابر اور ان کے کارناموں کو سامنے رکھا جائے اور زندہ قومیں اس بات پر ہمیشہ عمل پیرا رہ کر اپنی راہ عمل متعین کرتی ہیں لیکن ہم اس قدر ادا کردہ ہو گئے ہیں کہ اکابر کا تذکرہ تو دور کی بات ہے، خود اپنے آپ کو بھی فراموش کر چکے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ ادبار کی آندھی چھٹی جا رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اب اس بارے میں کئی طرف سے خجیہ اقدامات کرنے کی اطلاعات مل رہی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے محمد صادق قصوری نے بڑی محنت سے مدقن کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ان اکابر اہل سنت کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ زیر تبصرہ کتاب اس سلسلہ کا پہلا حصہ ہے جس میں ۳۶ اکابرین اہل سنت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان شخصیات میں مولانا آزاد، سبجانی، محمد ابراہیم علی حسینی

مولانا ابوالحسنات، پیر مائیکل شریف، پیر جماعت علی شاہ، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالحمید بدایونی، پیر عبدالرحیم بھرچوڑوی، مولانا غلام بھیک نیرنگ، مولانا غلام محمد زہنم، سید غلام محی الدین گولڑوی، مولانا محمد ذاکر، مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکیش وغیرہ کا ذکر ہے۔
مؤلف نے ان حضرات کے چیدہ چیدہ واقعات کو مختلف منابع اور ماخذوں سے حسبِ خواہش مرتب کیا ہے جو خاصا مشکل کام ہے اور اس دور میں تو اسے فردِ واحد کا کام قرار ہی نہیں دیا جاسکتا جو محض صادقِ تصور میں قلیل مدت میں کر دکھایا ہے اور کافی وقتِ نظر سے کام لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب ڈائی وار جلد میں مزین ہے، کتابت بھی بہتر ہے، یہی وجہ ہے آفسٹ پیپر پر اس کی اشاعت کا رزلٹ بہت اچھا رہا ہے جس کی وجہ سے کتاب کی جاذبیت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب کو ہماری تحریکِ آزادی پر لکھے جانے والے لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافہ قرار دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس موضوع میں دلچسپی والے قاری کو اس کتاب کے مطالعہ کی سفارش کریں گے۔

(تبصرہ نگار: سبط الحسن ضنیغم)

ماہنامہ رُضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، مارچ ۱۹۷۶ء

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس میں تحریکِ پاکستان کے اکابر و ستی علماء و مشائخ کے کردار، علم و فضل، دینی ملی خدمات اور تحریکِ آزادی میں تاریخی جدوجہد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب محبِ اہل سنت جناب محمد صادق قصوری کی تالیف ہے اور مفہم سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے نے تحریر کیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ یہ کتاب خود مطالعہ کرتے وقت اور احباب و اغیار کو پیش کرتے وقت آپ

بڑی مسرت محسوس کریں گے۔

خوشنما مضبوط جلد، کاغذ کتابت، طباعت عمدہ، صفحات ۲۸۸،

قیمت پندرہ روپے ۷۵ پیسے ہے۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، اپریل ۱۹۶۶ء

مختار پاکستان میں علماء اہلسنت کے کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے انبیاء کی غلامی کو کبھی تسلیم ہی نہیں کیا۔ ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کی تاریخ ذرا سامنے لائیے۔ آپ کو علمائے اہلسنت کی عظیم خدمات اور قربانیوں کا حال معلوم ہو جائے گا۔ مخالفوں نے ان قربانیوں کو بہت چھپانا چاہا، لیکن یہ سب کچھ آہستہ آہستہ سامنے آ رہا ہے۔ گل محمد فیضی کی کتاب آزادی کی ان کہی کہانی، اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اب برادر محمد صادق قصوری نے مولانا آزاد سبحانی سے لیکر مولانا یار محمد بندیا لوی تک تقریباً ۶۷ علماء و مشائخ کے حالات و کارنامے مرتب کر دیئے ہیں جنہیں اکابر تحریک پاکستان کے نام سے مکتبہ رضویہ گجرات نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ سفید کاغذ، آفٹ طباعت، ریکسین کی عمدہ جلد۔ ۲۸۸ صفحات کی یہ کتاب قارئین ضیائے حرم کو ضرور مطالعہ کرنی چاہیے

(خورشید احمد شیخ)

اکابر تحریک پاکستان

(حصہ دوم)

از:
مجلد صدارۃ قصوری

نشر
نوری بکسٹونڈیو، لاہور

(حملہ حقوق محفوظ ہیں)

اکابر تحریک پاکستان، حصہ دوم	نام کتاب
محمد صادق قصوری نقشبندی مجددی جماعتی	مؤلف
سید محمد فاروق القادری	مقدمہ
جسٹس سید شمیم حسین قادری	دیباچہ
حکیم آفتاب احمد قرشی	پیش لفظ
شاہ محمد حشمتی، محلہ محمد پورہ قصور	کتابت
اعظم فاروق	پروف ریڈنگ
۱۹۸۹ء	طباعت باراول
افتخار افضال پرنٹرز	مطبع
نوری بک ڈپو، لاہور	ناشر
۲۰۰	صفحات

ملنے کا پتہ

نوری بک ڈپو، لاہور

انتساب

عاشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حکیم الامت ^{حقیقت} ترجمان
مفکرِ پاکستان علامہ سر محمد اقبال ^{رحمۃ اللہ علیہ}

کے نام

جنہوں نے بزرگِ غیر میں سب سے پہلے ایک زاوِ اسلامی ^{ست} ریا
کا تصور پیش کیا !

۵ یہی کچھ ہے ساقیِ مستعارِ فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

محمد صادق قصوی

۲

فہرست

شمار	شخصیت	صفحہ
۱	عرضِ مولف	۹
۲	مقدمہ	۱۱
۳	دیباچہ	۲۰
۴	پیش لفظ	۲۵
۵	پیر نور علی ہاشمیؒ	۵۴
۶	پیر الہی بخشؒ	۵۷
۷	سید امیر الدین قدوائیؒ	۶۲
۸	مفتی اعجاز ولی خاںؒ	۶۴
۹	دیوان آل رسول علی خاں اجمیریؒ	۶۹
۱۰	پیر محمد اسحاق جان سرہندیؒ	۷۳
۱۱	پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ	۷۹
۱۲	الہ بخش یوسفیؒ	۸۵
۱۳	خواجہ اشرف احمد	۹۳
۱۴	نواب افتخار حسین ممدوٹؒ	۹۵
۱۵	مولانا بشیر احمد انجمؒ	۱۰۱
۱۶	سید بشیر احمد سوہدرویؒ	۱۰۳

۱۰۷	۱۷	تاج الدین زریں دستم
۱۰۸	۱۸	چوہدری حبیب احمد
۱۱۳	۱۹	قاضی حبیب الحق پرمولی
۱۱۵	۲۰	مخدوم راجن شاہ گیلانی
۱۱۹	۲۱	سید محمد یاض حسن گیلانی
۱۲۲	۲۲	مولانا شوکت علی
۱۳۲	۲۳	میاں شہاب الدین قادری
۱۳۵	۲۴	مخدوم شیر شاہ گیلانی
۱۳۹	۲۵	مولانا شائستہ گل
۱۴۳	۲۶	مولانا صابر حسین
۱۴۴	۲۷	خواجہ عبدالکریم قاصف
۱۴۸	۲۸	رانا عبدالحمید خاں
۱۵۱	۲۹	مولانا عبدالصمد مقتدری
۱۵۵	۳۰	پیر عبداللہ جان سرہندی
۱۵۹	۳۱	سردار عبدالرب نشتر
۱۷۱	۳۲	خواجہ عبدالرحیم
۱۷۹	۳۳	مولانا عبدالشکور شیوہ
۱۸۱	۳۴	مولانا محمد علم الدین فرید کوٹی
۱۸۵	۳۵	میاں عبدالباری
۱۹۵	۳۶	غازی عبدالرحمن شہید پشاور
۲۰۰	۳۷	قاضی محمد عیسیٰ

۲۰۶	۳۸	مخدوم عہدار حسین گیلانیؒ
۲۱۰	۳۹	چوہدری غلام عباسؒ
۲۱۷	۴۰	سید محمد عثمان کلکتویؒ
۲۲۵	۴۱	سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانیؒ
۲۳۸	۴۲	مولانا فقیر اللہ نیازیؒ
۲۴۰	۴۳	شیریں گال مولوی فضل الحقؒ
۲۵۰	۴۴	ڈاکٹر فرید بخشؒ
۲۵۵	۴۵	سید قاسم رضویؒ
۲۶۱	۴۶	پیر محمد قاسم مشوریؒ
۲۶۵	۴۷	مولانا قاری احمد سیلی بھٹیؒ
۲۷۰	۴۸	ملک لال خاںؒ
۲۷۸	۴۹	خواجہ محمد رفیقؒ
۲۸۸	۵۰	سردار محمد حسین گنجیانوالہؒ
۲۹۲	۵۱	مفتی سید مسعود علی قادریؒ
۲۹۵	۵۲	سراج الملة پیر سید محمد حسین علی پوریؒ
۲۹۸	۵۳	مولانا بخش خضر مہتمیؒ
۳۰۵	۵۴	محمد مالک شہیدؒ
۳۰۸	۵۵	سید منظور احمد مکان شریفیؒ
۳۱۱	۵۶	غازی محمد بخش کپستان
۳۱۶	۵۷	پیر محمد ہاشم جان سرہندیؒ
۳۲۲	۵۸	پیر محمد حسین جان سرہندیؒ

۳۳۰	۵۹	ملاشور بازار کابلی
۳۲۵	۶۰	پروفیسر منظور الحق صدیقی
۳۲۵	۶۱	نوابزادہ ہمدی علی خاں
۳۲۷	۶۲	سرمیاں محمد شفیع
۳۵۱	۶۳	مولانا محمد علی جوہر
۳۶۳	۶۴	سید مظہر گیلانی
۳۷۳	۶۵	مولانا مصلح الدین
۳۷۶	۶۶	پروفیسر چوہدری محمد صادق
۳۷۸	۶۷	رانا نصر اللہ خاں
۳۸۰	۶۸	جناب نور الامین
۳۹۱	۶۹	چوہدری نصر اللہ خاں

ماخذ و مراجع ۳۹۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ مؤلف

”اکابر تحریک پاکستان“ کا پہلا حصہ دو سال قبل شائع ہوا تھا۔ اس حقیر کوشش کو اس قدر قبولیت عامہ حاصل ہوگی یہ بات میرے ذہن و گمان میں بھی نہیں تھی مگر حصہ اول کی اشاعت اور پذیرائی نے حوصلہ دیا اور میں کتاب کے حصہ دوم کی ترتیب میں مصروف ہو گیا۔

اور اب ————— میری شبانہ روز کوششوں کا حاصل اکابر تحریک پاکستان حصہ دوم

کی صورت میں حاضر ہے۔

”تحریک پاکستان“ ایک وسیع موضوع ہے اور اس موضوع پر قلم اٹھانے والوں کی بھی کمی نہیں مگر میں نے ان شخصیات کا انتخاب کیا ہے جنہوں نے حصول پاکستان کی راہ میں قربانیاں دیں، زندگی کے بہترین ایام نذر زندان کیے، اپنے غیر متسرزل لقیں اور اسمبلی عزم و استقلال کے ساتھ انگریز کی طاقت اور مہذو کی شاطرانہ سیاست کا مقابلہ کیا مگر اپنوں کی بے توجہی اور غیروں کی قلمی مڈیانتی نے ان کی خدمات سے عوام کو روشناس نہ ہونے دیا۔

حصہ دوم میں جن حضرات پر قلم اٹھایا گیا ہے ان میں علماء و مشائخ، دانشور، سیاستدان بھی شامل ہیں ان میں سے ہر ایک کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور ربط و تعلق کا مختصر پاکستان میں ان کے کردار کا جائزہ کرنے کی سعی تبلیغ کی گئی ہے مگر ان حضرات کے احوال و کوائف کو تفصیلی انداز میں پیش کرنے کی میری خواہش پوری نہیں ہو سکی اس کا مجھے افسوس ہے۔ اس میں جہاں میری بے سروسامانی اور علمی کم مائیگی کو دخل ہے وہاں متعلقہ حضرات کے درناستے بھی میرے ساتھ تعاون نہ کر کے مجھے مایوس کیا ہے۔

زیادتی ہوگی اگر میں ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی سرپرستی، تعاون اور رہنمائی کے

طفیل کتاب تکمیل پذیر ہو سکی ہے۔

مخدومی حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب اس تسری کی قدم قدم پر رہنمائی حاصل نہ ہوتی تو اس دشت کی صحراوردی میرے بس کا روگ نہ تھا۔ حضرت سید محمد فاروق القادری ایم اے نے حصہ اول کی طرح حصہ زیر نظر پر فاضلانہ مقدمہ لکھ کر کتاب کی اہمیت کو دوچند کیا۔ عالیجناب جس سید شمیم حسین قادری اور حکیم آفتاب احمد قرشی نے جامع دیباچہ پیش نظر تحریر فرمایا۔ صلیہ افزائی فرمائی جناب پروفیسر محمد مسعود احمد قبلہ، پروفیسر منظور الحق صدیقی (حسن ابدال)، پروفیسر پرنسٹن احمد جان سرسندی، پروفیسر فیاض احمد خان کاوش (میرپور خاص، سندھ)، پروفیسر محمد الوب قادری (کراچی)، خواجہ عبد الکریم قاضی (ایڈووکیٹ، ملتان)، جناب محمد عبدالستار گوجر (الذوالہ)، مولانا عبدالحکیم شرف قادری (لاہور)، مولانا احمد میاں برکاتی رحیدر آباد سندھ۔ مولانا شاہ محمد قصوری کا شکر گزار ہوں کہ ان تمام حضرات نے میری مقدور بھر امداد کی۔

محمد صادق قصوری
برج کلاں ضلع قصور

۲۵ فروری ۱۹۶۸ء

مقدمہ

جناب سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے

بہ آں گروہ کہ از ساغر دفامستند

سلام مابرسانید ہر کجاستند

قیام پاکستان کے اصل محرکات اور اسباب کیا تھے؟ اس سوال کے جواب میں آج بھانٹ بھانٹ کی بولیاں بولی جا رہی ہیں پاکستان کے مخالف تو اپنی جگہ رہے خود پاکستان کے ذمہ دار افراد اور نئی نسل کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اکثریت کے ذہن بھی اس بارے میں صاف نہیں ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ قومی سطح پر ان باتوں کے فروغ کا ہم آج تک صحیح انتظام نہیں کر پائے کوئی اُسے ہندو استحصال کا نتیجہ قرار دیتا ہے تو کوئی معاشی مجبوری، کوئی پاکستان کو قائد اعظم کی ذاتی انا کا مسئلہ سمجھتا ہے تو کوئی دوسرا اسے انگریز کی سازش، آئین دہی، فکری اور ذہنی طوائف الملوک کا نتیجہ یہ سب کچھ ہے کہ اصل منزل کے بارے میں ہم خود شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے ہیں گویا۔ ع

شد یریشاں خواب من از کثرت تعبیر

صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ پاکستان کا مطالبہ ہم نے کسی مجبوری، باور یا انا کے تحت نہیں کیا بلکہ یہ ہمارا دینی اور اسلامی تقاضا تھا ہمیں اسلامی احکام، روایات اور اپنی علیحدہ تہذیب و تمدن کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے ایک الگ خطہ زمین کی ضرورت تھی جس کا ہم نے مطالبہ کیا، یہ بات تصور پاکستان کے خالق علامہ اقبال اور پاکستان کے بانی قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنے بیانات، تنابیر اور تحریری دستاویز کی شکل میں ہمیشہ واضح کثافت اور کھلے الفاظ میں بیان کی ہے۔

۱۹۴۷ء کی تحریک آزادی کے خاتمے کے بعد اگرچہ کچھ کمیتا مسلمان قوم میں آزادی

کے شرارے ختم نہیں ہوئے تھے تاہم مسلمانان برصغیر کی اجتماعی لیڈر شپ انتہائی بحران کا شکار تھی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب کبھی مسلمان قوم منزل و اخطاط کی انتہائی پستیوں میں جانے لگی ہے تو قدرت نے اپنی فیاضی سے ضرور کوئی نہ کوئی ایسا صاحب دل و دماغ پیدا کر دیا ہے جس نے اس میں نئی روح پھونک دی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد بظاہر اُمید کی کوئی ایسی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی مگر اس آخری دور میں بھی قدرت نے علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح ایسی شخصیتیں پیدا کر دیں ممکن ہے ہمارے مذہبی طبقے کو یہ بات ناگوار محسوس ہو مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس پچھلے دور میں مسلمانان برصغیر کی فکری و عملی قیادت و سیادت کی جو صلاحیتیں اور توفیق علامہ اقبال اور قائد اعظم کو نصیب ہوئیں وہ دوسرے حضرات کے حصے میں نہ آسکیں از اہل نہ وضع قطع اور دیگر اخلاقی و ضائل اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں مگر زوال پذیر قوموں کی قیادت یا ان کی نشاۃ ثانیہ ایسے عظیم کاموں کیلئے صرف باتیں کافی نہیں ہوتیں۔ قیام پاکستان تاریخ کا کوئی معمولی واقعہ نہیں اور نہ ہی وہ لوگ کچھ کم اہمیت کے حامل ہیں جنہوں نے اس تحریک کو پروان چڑھایا اور منزل مقصود تک پہنچایا۔ یہ تحریک کیوں اُبھی؟ کن کن مراحل سے گزری؟ اس میں کس نے کیا کردار ادا کیا، یہ وہ سوال ہیں جن کے جوابات صرف ہماری تاریخ ہی کا حصہ نہیں بلکہ پاکستان کی نشو و نما، اس کے تہذیبی ارتقاء اور اسے فلاحی مملکت میں تبدیل کرنے کے عزائم سے بھی ان کا گہرا ربط ہے۔

ثبت یا منفی طور پر ہیں ایسی تمام شخصیات یا جماعتوں کا ذکر لازماً کرنا پڑتا ہے جن کا کسی نہ کسی طرح تحریک پاکستان سے تعلق رہا ہے اس میں چپیں بچیں ہونے اور جواب الحجاب کی مناظرہ بازی کی بجائے ہمیں اپنے اپنے کردار کی تصویب و تغلیط کا اپنے اندر اندر منہ آ حوصلہ پیدا کرنا چاہئے۔ ^{۸۵} تحریک آزادی کے خاتمے کے بعد ہمارا کوئی منظم مذہبی سرگز باقی نہیں رہا تھا البتہ دارالعلوم دیوبند جو بعد میں قائم ہوا اچھی مرکزیت اختیار کر گیا تھا۔ اس وقت ہمارا جو مذہبی طبقہ آزادی وطن کی تحریک میں سرگرمی دکھا رہا تھا زیادہ تر اسی مرکز سے

وابستہ تھا۔ تحریک آزادی وطن کی حد تک وہ یقیناً مخلص تھا مگر کیا اس تحریک سے اس کا مقصد برصغیر میں کسی اسلامی سلطنت کا قیام تھا؟ اس کا جواب نفی میں ہے، اگر بے جا جبارت نہ بھی جائے تو مجھے یہ کہنے میں کچھ باک نہیں کہ اسلامی سیاست اور اصول حکمرانی کے تقاضوں کے بارے میں خود اس کا ذہن صاف نہیں تھا، ہمارے علماء کا یہ طبقہ صرف انگریزوں سے آزادی کو ہی عین اسلامی فریضہ سمجھ رہا تھا۔ اس کی جگہ ہندو لے لے یا سیکولر اسٹیٹ بنے وہ اس بارے میں کچھ کہنے سننے کو تیار نہ تھا، جناب سید احمد بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل کی تحریک کو ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کی پہلی کوشش قرار دیا جاتا ہے مگر اس کے بارے میں مولانا سید حسین احمد دیوبندی کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو۔

”سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو مسلمان دونوں پریشان تھے اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پر دیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔“

ممکن ہے بعض حضرات مولانا کو سید صاحب کا غلط ترجمان قرار دیں تو انہیں ریاست گوالیار کے مدارالمہام اور مہاراج دولت رائے سیندھیا کے وزیر اور برادر نسبتی راجہ ہندو راؤ کے نام سید صاحب کے طویل گرامی نامے کا یہ اقتباس غور سے پڑھنا چاہیے:

”وقتے کہ میدان ہندوستان از بیگانگان دشمنان خالی گردیدہ و تیر سخی ایشان بر حذف مراد رسیدہ آئندہ مناصب ریاست و سیاست بہ طالبین اہل مسلم

باد و ببح شوکت و سطوت ایشان محکم شود و این ضعفا را از دوسا رو کبار و عظماء عالی
مقدار ہیں قدر مطلوب است کہ خدمت اسلام بجان و دل کنند و بر مسند مملکت
متمکن شوند۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے بر صغیر میں اسلامی ریاست قائم کرنے والی پہلی تحریک کا منشور اور
لائحہ عمل، غالباً یہی وہ نقطہ نظر ہے جس کے بارے میں علامہ مرحوم نے فرمایا تھا۔
ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

قیام پاکستان کے اسباب، محرکات اور اقبال و جنتح کے عظیم الشان کارنامے کو سمجھنے
کے لیے آپ کو اس تحریک کا سارا پس منظر دیکھنا ہوگا اس لیے میں معذرت کے ساتھ مختصر
جائزہ پیش کرتا ہوں ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے بعد مسلمانوں کا جو علمی مرکز یعنی دارالعلوم دیوبند
وجود میں آیا، اس نے جو اجتماعی ذہن پیدا کیا اسلامی سیاست کے بارے میں وہ عجیب طرح
کی براگندگی اور انتشار کا شکار تھا، اس نے براہ راست ٹکڑ کی پالیسی کے برعکس مفاہمت اور
موافقت کا طریقہ اختیار کیا یہ مفاہمت کبھی انگریز سے ہونی تو کبھی ہندو سے!
پروفیسر محمد سرور کا بیان ہے!

مد تقسیم بنگال کی تیج کیلئے ہندو ہنگامی دہشت پسندوں نے جو زبردست
جدوجہد شروع کر رکھی تھی اس سے تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان بھی کافی متاثر تھے
دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ ہردو میں انگریز دشمنی کے باغیانہ جذبات ابھر رہے تھے
لیکن اتفاق سے دونوں درس گاہوں کے ارباب اہتمام اور اصحاب اختیار سرکار
پرست تھے اب یہ کتنا بڑا المیہ تھا کہ مولانا محمد قاسم جو انگریزوں کے خلاف

۱۰ نقش حیات :

۸۵۱ء میں لڑے ان کے صاحبزادے حافظ محمد احمد جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے شمس العلماء کا خطاب قبول کرتے ہیں اور انگریزی حکومت کی طرف سے اڑھائی سو روپہ ماہانہ بطور وظیفہ مقرر ہوتا ہے اسی سلسلہ میں گورنر یوپی دارالعلوم میں گیا ۱۷۱۰ء اس کے ساتھ ہی لگے ہاتھوں دارالعلوم دیوبند کے سرکاری ترجمان ماہنامہ القاسم ۱۳۲۵ھ سے دارالعلوم کے سالانہ جلسہ کی رپورٹ بھی ملاحظہ فرمایا لیجئے،

یہ مسلمانوں کو ان کے مذہب میں وفاداری کی تعلیم دی گئی ہے ادھر گورنمنٹ کے بے حد احسانات اس کو مقتضی ہیں کہ مسلمان جان و دل سے ان کا شکریہ ادا کریں اور ایک ایسے کثیر التعداد مجمع میں جس میں ملک کے اعلیٰ و ادنیٰ طبقات کے مسلمان موجود ہیں علماء کی جانب سے جن کی تعلیم کو ہر فرد مسلمان مانتا ہے وفاداری و شکر گزاری گورنمنٹ کا اعتراف و اعلان ضرور امر تھا۔ اقل مہتمم صاحب نے اپنی مطبوعہ تقریر میں نہایت خوبی سے سامعین کے ذہن نشین کیا اور پھر اس کی تائید میں مولانا احمد سن صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، مولوی ظہور علی احمد صاحب نے مدلل و پر مغز تقریریں کیں اور با اتفاق رائے حضور و السرائے بہادر اور لفٹیننٹ گورنر بہاؤ کی خدمت میں تار دیئے گئے۔ ۱۷۱۱ء

رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق متحدہ ہندوستان کی سی آئی ڈی کے الفاظ کچھ یوں ہیں :-
 ”ریشمی خطوط میں جو نام آئے ہیں ان میں سے کچھ ناموں کو ہم اس وقت پوری طرح نہیں سمجھ سکے تھے جب ہم نے انڈکس تیار کی تھی اب صوبہ جات کی سی آئی ڈی کی مدد سے ہم نے ان میں سے بعض ناموں کے بارے میں تفصیل حاصل

۱۷۱۱ افلویت و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی : ۳۸۷

۱۷۱۲ رسالہ اقام سال ۱۳۲۵ھ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند۔

کرنی ہے چنانچہ حکیم جمیل اور امیر شاہ جنہیں عبید اللہ نے خدام کے خلاف بدگوئی
کا بگلیچی قرار دیا ہے ان دونوں سے صوبہ جات متحدہ کی سی آئی ڈی بخوبی
واقف ہے یہ دارالعلوم دیوبند کے وفادار پرنسپل کے وابستگان میں سے ہیں۔
دستخط سی، آر، کلونینڈ ۱۶/۹

ہم یہ باتیں کسی مخالفت یا مخالفت کے جذبے سے نہیں لکھ رہے، یہ ہماری تاریخ ہے اس
کو گڈ مڈ کیا جا رہا ہے اور اس کے ذریعے اقبال اور جناح کے کارناموں کو بتدریج بے وقعت بنایا
جا رہا ہے ہمارا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ اس دور کے تمام مذہبی و سیاسی طبقوں اور
جماعتوں کے نقطہ ہائے نظر آپ کے سامنے وضاحت سے پیش کریں اور اس کے ساتھ جناح
واقبال کے فکر پر مختصر سی روشنی ڈالیں تاکہ ہمیں پاکستان کی تحریک سے مکمل آگہی حاصل ہو سکے۔
مولانا سید مناظر احسن کیلانی نے ”احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن“ کے عنوان سے
مدرسہ دیوبند کے سرکاری ترجمان ماہنامہ ”دارالعلوم“ میں قسط وار ایک طویل مضمون لکھا تھا، وہ
رقم طراز ہیں۔ ”میری رائے یہ ہے کہ ارباب دارالعلوم اس تحریک (آزادی وطن) کو سب سے
زیادہ ناپسند کرتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے حضرت مولانا سندھی (مولانا عبید اللہ)
کو دارالعلوم سے نکالنے کیلئے مہمانے تلاش کئے تھے۔ ۱۰ آگے چل کر لکھتے ہیں :-
”دیوبند مدرسہ کے کارکنان مولانا سندھی سے خوش نہ تھے کیونکہ یہ انگریزوں کا دشمن حضرت شیخ الہند کا
صحیح تابع اور پیروکار تھا۔ ان کے خیال میں مولانا شیخ الہند کو اس نے بگاڑ دیا تھا۔ وہ آگے چل کر لکھتے ہیں
”مولانا سندھی کو دارالعلوم کی چار دیواری سے نکالنے کیلئے مولانا عزیز الرحمن کے الفاظ میں یہ چال چلی گئی
چنانچہ ارباب اہتمام نے چند سال کھڑے کئے اور مولانا کشمیری اور علامہ عثمانی کی ٹکر علامہ سندھی سے
کرا دی۔ دیوبند میں ان سے حضرات کے درمیان مناظرہ ہوا جو حقیقت میں مولانا سندھی کے نکالنے
کے لئے ایک بہانہ تھا۔“

۱۔ تحریک شیخ الہند انگریزی سرکار کی زبان میں مرتبہ مولانا محمد میاں ۲۱۰ مکتبہ رشیدیہ
۲۔ ماہنامہ ”دارالعلوم“ جلدی ثانی ۱۳۳۵ھ قسط ۱: احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن۔

چنانچہ علامہ سندھی کے خلاف ایک ملٹری بازی کھڑی کر دی گئی اور ان کی یونٹیں ملک میں مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۱۷

مولانا عبید اللہ سندھی کا جرم کیا تھا؟ جس کی وجہ سے انہیں یہ سزا دی جا رہی تھی ظاہر بتا ہے کہ وہ انگریز کے دشمن اور تحریک آزادی کے سرگرم کارکن تھے، اگر خود دارالعلوم بھی آزادی وطن کے مجاہدین کی جھاوٹی تھا تو مولانا سندھی پر یہ خفگی کیسی؟ اس کے ساتھ رولٹ کیسی کی رپورٹ کے یہ الفاظ غور سے پڑھیے، صحیح حقائق آپ کے سامنے آجائیں گے!

”مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں سرکشی کا آغاز عبید اللہ سے ہوتا ہے یہ شخص نو مسلم سمجھے ہے اس نے ۱۸۸۱ء کے درمیان مدرسہ میں تعلیم پائی ۱۹۰۹ء میں استاذ بن کر مدرسہ میں غلامی پیدا کرنے کے ارادہ سے شامل ہوا ۱۹۱۳ء میں غیر ملکی مال کا بائیکاٹ کرنے کی تلقین پر اس کو برطرف کر دیا گیا لیکن اس دوران اس نے صدر مدرس محمود حسن کو اپنا ہم عقیدہ بنالیا۔ ۱۷

دارالعلوم دیوبند میں تحریک آزادی وطن کی اسپرٹ مولانا سندھی نے پیدا کرنے کی کوشش کی جس میں کسی حد تک انہیں کامیابی بھی ہوئی اور کچھ لوگ جن میں مولانا محمود حسن صاحب مولانا حسین احمد مدنی وغیرہم کا حلقہ شامل ہے انہوں نے ہم خیال بھی ہوئی مگر مجموعی حیثیت سے دارالعلوم کے ارباب بست و کشاد نے اس تحریک کو ناپسند کرتے ہوئے خود مولانا سندھی کو دارالعلوم میں بگاڑ اور انتشار کا باعث قرار دے کر دارالعلوم سے نکال دیا۔ دارالعلوم دیوبند کی تحریک آزادی وطن کے گڑھ کی حیثیت سے جو تشہیر کی گئی ہے وہ ساری مولانا سندھی کی رہنمائی سے ہے مگر مولانا کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی معمولی سی جھجک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ تاریخی

۱۷ ماسنامہ ”دارالعلوم“ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ قسط: ۱: ۱۱۱ مطالعہ دارالعلوم میں جتنے بڑے دن

۱۷ تحریک شیخ الہند انگریزی سرکار کی زبان میں ص ۲۰۸۔

خاتون کو مسخ کرنا ہمارے علماء کی عادت بن گئی ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ مولانا سندھی حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ہی سندھ کے معروف بزرگ اور اسلام کے جلیل القدر سپاہی حضرت حافظ محمد صدیقی بھرچوندی کے زیر تربیت آگئے تھے، حافظ صاحب نے اس آخری دور میں اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مولانا تاج محمود اہروٹی ایسے مجاہد مولانا غلام محمد دین پوری ایسے عابد و زاہد آدمی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی جماعت سمیت تین منارہ کے مقام پر ہندو بھکشو و جوبز بدستی مسلمانوں کو ہندو بنارہا تھا، کے ساتھ جہاد اور اندرون سندھ و شرک و بدعات کے خلاف عملی مہم ایسے انقلابی اقدامات کئے انہوں نے اپنی پوری جماعت میں جہاد و حریت کی روح پھونکی یہی وجہ ہے کہ مسجد منزل گاہ سکھر کا معاملہ ہو یا تحریک پاکستان کا جہاد ان کی جماعت نے اسلامیان سندھ کی ہمیشہ قیادت کی۔ مولانا سندھی اس فضا میں رہ کر کافی سے زیادہ متاثر ہو گئے تھے، بھرچوندی شریف سے جب وہ تعلیم کیلئے دیوبند پہنچے تو انہوں نے وہی فضا وہاں بھی پیدا کرنے کی کوشش کی جو وہ اپنے مرشد کی خانقاہ میں دیکھ کر گئے تھے اس میں پورے طور پر انہیں کامیابی نہ ہوئی بلکہ اس فضا کے اثرات الطاف مولانا سندھی پر پڑے جس کی وجہ سے آخر عمر میں وہ متحدہ قومیت کے علمبردار بن کر کھلے بندوں سیکولر حکومت کی باتیں کرنے لگے!

آگے چل کر مولانا عابدی اللہ سندھی نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی سرکردگی جو تحریک چلانی وہ ساری کی ساری متحدہ ہندوستان میں ایک سیکولر حکومت کی ناکام کوشش تھی اس کے تمام پروگراموں میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس حکومت کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ حکومت موقتہ ہند کے نام سے افغانستان میں جو متوازی حکومت قائم کی گئی اس کے لائف پریذیڈنٹ معروف متعصب سکھ لیڈر راجہ ہندو پرتاب مقرر ہوئے۔ یہ وہی ہندو پرتاب ہیں جن کے متعلق ان کے رفیق کار ظفر حسن ایبک کا بیان ہے کہ وہ ہندوستان کے آزاد ہونے پر وہاں ایک ہندو حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔

۱۔ آپ مئی ظفر حسن ایبک حصہ اول : ۱۰۰

اور یہی وہ راجہ صاحب ہیں جنہوں نے ۱۹۵۰ء میں اپنی قوم کو مشورہ دیا کہ :-
 ”جب تک پاکستان کا وجود ختم نہیں ہو جاتا ہمارا ملک کوئی ترقی نہیں کر سکتا حالانکہ
 اس طرح بدل رہے ہیں کہ مجھے یقین ہوتا چلا جا رہا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان
 میں جنگ لاینفک ہو گئی ہے بنا بریں میں حکومت ہند کو مشورہ دوں گا کہ وہ
 افغانستان کو اپنے ساتھ ملا کر پاکستان کو ختم کر دے“ ۱۰

یہ مسلمانانِ برصغیر کی بدقسمتی ہے کہ ۱۹۵۰ء کی تحریک آزادی کے بعد ان کا جو مضبوط علمی
 مرکز سبیلِ پرا بھرا اُس نے اسلامی حکومت کے قیام میں ان کی رہنمائی کی بجائے اسٹا مخالف شروع
 کر دی۔ انگریز اور ہندو تو مخالف تھے ہی لیکن گھر کی یہ مخالفت مسلمانوں کو زیادہ ہنگامی پڑی۔

۱۱ کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی
 ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آ سکی کہ ایک الگ خطہ زمین کے بغیر متحدہ ہندوستان میں
 ہندو اکثریت کے علی الرغم ہمارے یہ علماء کس طرح اسلامی حکومت قائم کرتے؟ یا ہندوؤں کے ساتھ
 ملکر جو حکومت بنتی جس میں ظاہر ہے اکثریت ہندوؤں کی ہوتی، کس نوعیت سے اسلامی حکومت
 قرار دی جاسکتی؟ بہر حال یہ بات مسلم ہے کہ متحدہ قومیت کا لغو شاید اپنے اندر کوئی ایسی عاجزیت
 رکھتا تھا جس نے اس مرکز کے بیشتر علماء کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ :-

”اس زمانہ میں قومیتیں اوطان سے بنتی ہیں“

ایک مرکزی دینی ادارے کے اہم رکن کی جانب سے یہ اعلان کوئی معمولی بات نہ تھی،
 علامہ اقبال اس وقت بسترِ مرگ پر تھے مگر وہ تڑپ اٹھے اور فرمایا :-

عجم ہنوز نداندر موز دیں ورنہ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بواجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است سچے خبرز مقام محمد عربی است
 بمصطفیٰ بر سال خویش را کہ دیں ہمہ دوست اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است
 اس عالمانہ تنقید پر مولانا مدنی نے اپنے بیان کی جو توضیح کی وہ اس سے بھی زیادہ مغالطہ آمیز
 گمراہ کن اور عذر گناہ بدتر از گناہ کا مکمل نمونہ تھی۔ آپ نے فرمایا:۔

”موجودہ زمانہ میں قومیتیں اوطان سے بنتی ہیں نہ کہ نسل اور مذہب سے۔ قوم کا
 اطلاق ایسی جماعت پر کیا جاتا ہے جس میں کوئی وجہ جامعیت ہو خواہ وہ مذہب
 ہو یا وطنیت یا نسل یا پیشہ یا رنگت یا کوئی اور صفت معنوی یا مادی وغیرہ۔ یہ
 دعویٰ کہ اسلام کی تعلیم قومیت کی بنیاد جغرافیائی حدود یا نسلی وحدت یا رنگ کی
 یکسانی کی بجائے شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھتی ہے مجھے معلوم نہیں کہ
 کون سی نص قطعی یا ظنی سے ثابت ہے۔“

حضرت علامہ مرحوم کی صحبت میں بیٹھنے والے افراد کا بیان ہے کہ مولانا مدنی کے اس
 بیان کو پڑھ کر حضرت علامہ بچوں کی طرح ہلک ہلک کر روتے تھے اور کہتے تھے:۔
 ”واللہ العالمین! اس ہندوستان میں تیرے اس پیغام ازلی کا کیا انجام ہونے
 والا ہے؟ جہاں کے مفتیان دین متین اور حامیان شرع مبین کی کیفیت
 ہے کہ وہ اس نظریہ کو اسلامی قرار دے رہے ہیں جس باطل نظریہ کو مٹانے
 کیلئے اسلام آیا اور جب تک عملاً اُسے فنا نہیں کر دیا گیا دین کی تکمیل اور انعام
 نعمت کا اعلان نہیں ہوا۔“

۱۔ ارمغان حجاز

۲۔ مدینہ بجنور ۲۱ فروری ۱۹۳۸ء

۳۔ مستندہ قومیت اور اسلام: ۳: ۴۱

علامہ اقبال کی وفات کے بعد جب مولانا مدنی نے دوبارہ اپنے موقع پر اصرار کیا تو جناب غلام احمد پرویز جو قائد اعظم کے معتمد اور شروع ہی سے تحریک پاکستان کے زبردست حامی اور کارکن تھے، میدان میں آئے اور مولانا مدنی کی تردید میں متحدہ قومیت اور اسلام کے نام سے مدلل مضمون لکھا۔

ایک اور موقع پر مولانا مدنی نے فرمایا :-

” ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کیلئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیئے اور ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے“ لہ

دوسری طرف علامہ اقبال نے فرمایا کہ :-

” اسلام ایک ایسا نظام خداوندی ہے جو اپنے ساتھ کسی غیر خداوندی نظام کو گوارا نہیں کر سکتا، غالباً اسی موقع پر علامہ نے فرمایا تھا ہے

ہاں قوم از توئے خواہم کشادے نقبش بے یقینے کم سوادے
بے نادیدنی را دیدہ ام من مرا لے کا شکے مادر نہ زادے
مولانا ابوالکلام آزاد نے لاہور میں فرمایا :-

” مسٹر جناح کا یہ نظریہ کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو جدا گانہ قومیں

ہیں غلط فہمی پر مبنی ہے میں اس باب میں ان سے متفق نہیں“ لہ

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :-

لہ زسزم ۷ جولائی ۱۹۳۸ء

STATES MAN DATED 19-2-40 لہ

”میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں میں ہندوستان کی

ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا عنصر ہوں“

مولانا سندھی آخر دم تک اپنا یہ نظریہ ان الفاظ میں دہراتے رہے :-

”میں سندھی پہلے ہوں اور مسلمان بعد میں“

اس کے علاوہ مجلس احرار، جمعیتہ الانصار، جمعیتہ علماء ہند، خاکسار، سرخپوش اور فدائی خدمتگار کے قافلے کے قافلے اسی نظریے کی تائید میں پاکستان کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے اگر بات صرف نظریات کے اختلافات کی ہوتی تو خیر تھی یہاں تو پوزیشن یہ تھی کہ ہم پاکستان نہیں بننے دیں گے! ان حالات میں قائد اعظم محمد علی جناح کو جو چومکھی لڑائی لڑنا پڑی آپ بخوبی اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جل رہا ہے

وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

اسلامی حکومت کے بارے میں علامہ کے اس طبقے کی ژولیدہ فکری کے ساتھ ساتھ اگر آپ تحریک ریشمی رد مال، تحریک ہجرت افغانستان، حکومت موقتہ ہند پر نظر غائر ڈالیں تو آپ کو ان حضرات کی سادہ لوحی پر تعجب ہو گا۔ اپنی نیت میں آزادی وطن کی حد تک وہ یقیناً مخلص ہوں گے مگر علی طو پر ان تحریکوں کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں سوائے نقصان مایہ و شہادت ہمساہی، کے اور کچھ نہ نکلا۔ ترکی میں پاکستان کے ایک سابق پریس اتاشی جناب شریف الحسن نے مولانا سندھی کے دیرینہ رفیق کار جناب ظفر حسن ایبک کی آپ بیعتی پر مقدمہ لکھتے ہوئے بڑی پستے کی بات کہی ہے۔ اُن کا کہنا ہے :-

”حیرت و حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے زعماء اور علماء اس وقت کے افغانستان سے

کس قدر دور از کار حسن ظن اور لاطائل امید رکھتے تھے بھلا جس ملک کی آبادی اس

وقت ۸۰ لاکھ بمشکل ہو، سواد اعظم جاہل و مفلس ہو، فوج غیر منظم بلکہ بے سری اور

سکرش ہو، سرداران فوج حتیٰ کہ ان کے سپہ سالار ایک کے سوا سب کے سب
 فوجی تربیت سے عاری اور علم سوق الحیش سے نا بلد ہوں، خزانہ تہی ہو اور توپ و
 تفنگ و جدید اسلحہ جنگ نیز گولہ بارود قریب قریب مفقود ہو وہ کس طرح بیس کر ڈر نفوس
 پر شتمل ہندوستان جیسے وسیع و عریض برصغیر کو برطانوی جیسی جہاں گیر و جہاں دار قوت
 کے چنگل سے پھڑا سکتا تھا چڑیا کا پھندا تو تھا نہیں جو کوئی ایسا سکھی و لیا سکھی پھڑا
 دیتا، تحریک ہجرت کا سانحہ ہائلہ الگ عبرتناک ہے اور ہندی مسلمانوں کی سادہ لوحی
 و خود فریبی کی آپ مثال ہے، محل استعجاب ہے کہ ہمارے پڑھے لکھے لوگ اور
 نام نہاد قائدین ملت اور زعمائے امت بین الملل سیاست سے کس درجہ نا آشنا اور
 ممالک اسلامی کے حق میں کس قدر خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔

ان کنت تدری فتک مصیبة
 وان کنت لاتدری فالمصیبة اعظم ۱

یہ ہیں ہمارے اس مذہبی طبقے کے مختصر نظریات جو اس وقت مسلمانوں کا علمی و سیاسی قیادت
 کا مدعی تھا اس کے مقابلے میں سواد اعظم تھا جس میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے اگرچہ ان کی کوئی باقاعدہ
 تنظیم نہ تھی تاہم ایک آدھ آدمی کو چھوڑ کر وہ قدیم تنفیخی خیال کا پروردہ و دونوں نظریے کا علمبردار اور اقبال و جناح
 کا جہان و دل سے شیدائی تھا۔ نظریہ پاکستان اس کا ایمان اور قیام پاکستان اس کی واضح منزل تھی۔
 ممکن ہے آپ کو یہ خیال ہو کہ برصغیر میں متحدہ حکومت کو اسلامی نہ ہوتی تاہم شاید وہ اس
 ملک کے باشندوں کیلئے زیادہ مفید ثابت ہوتی جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے اور حال ہی میں
 مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے وقت بعض سرکردہ لیڈروں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ہم پاکستان بنانے کے جرم
 میں شریک نہیں تھے، تو آپ ہندو مذہبیت اور ضمیر پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال لیں اور خود ہی فیصلہ کر لیں

۱۔ مقدمہ آپ بیتی، ظفر حسن ایک

کہ اگر خدا نخواستہ پاکستان نہ بنتا تو برصغیر میں مسلمانوں کے مستقبل کا حشر کیا ہوتا؟
مہاتما گاندھی نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ۔

”میں اپنے آپ کو سناتنی ہندو کہتا ہوں کیوں کہ میں ویدوں، اپنشدوں
پرانوں اور ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں کو مانتا ہوں، اوتاروں کا قائل ہوں اور
تناسخ کے عقیدہ پر یقین رکھتا ہوں، میں گاؤ رکھشا کو اپنے مذہب کا جندو
سمجھتا ہوں اور بت پرستی سے انکار نہیں کرتا، میرے جسم کا رواں رواں
ہندو ہے“ ۱۵

گاؤ رکھشا کے بارے میں ۱۹۱۸ء میں انہوں نے کہا،
”یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یورپین کے لیے گاؤ کشی جاری رکھنے کی
بابت ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے ہیں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس خوف کے
نیچے دب رہا ہے جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے مگر ایک ہندو بھی
ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں جو ایک دن اپنی سرزمین کو گاؤ کشی
سے آزاد کرنے کی امید نہ رکھتا ہو ہندو مت، عیسائی یا مسلمان کو تلوار کے
زور سے بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کریں“ ۱۶
پنڈت جواہر لال نہرو نے آل انڈیا نیشنل کانگریس منعقدہ ۱۹۳۱ء کے خطبہ صدارت میں
کہا :-

”یہ ایسے لوگ بھی زندہ ہیں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں گویا
دو ملتوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے جدید دنیا میں اس دقیانوسی

۱۵ اکابر تحریک پاکستان حصہ اول : ۱۴۔

۱۶ الفضل ۳۸/۹ بحوالہ اسٹیشنیں۔

خیال کی کوئی گنجائش نہیں“ ۱

ڈاکٹر ادھاکر جی نائب صدر ہندو مہا سبھا و صدر کانگریس بنگال نے کہا:-

”ہندوستان کو نظریہ اور عمل کے لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے

جس کا مذہب ہندو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو“ ۲

کانگریس نے اپنے پہلے اجلاس منعقدہ ۱۸۸۵ء میں اپنا پہلا اور ضروری مقصد ان الفاظ میں

ظاہر کیا:-

”ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متضاد عناصر سے مرکب ہے ان سب

کو متحد و متفق کر کے ایک قوم بنانا“ ۳

پنڈت جواہر لال نہرو مذہب کے بارے میں یوں گویا ہوئے،

”جس چیز کو مذہب یا منظم مذہب کہتے ہیں اُسے ہندوستان یا دوسری جگہ دیکھ

کر میرا دل ہیبت زدہ ہو گیا ہے میں نے اکثر مذہب کی مذمت کی ہے اور یکسر

مٹا دینے کی آرزو کی ہے، قریب قریب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندھے یقین

اور ترقی دشمنی کا بے دلیل عقیدت اور تعصب کا توہم پرستی اور لوگوں سے بے جا

فائدہ اٹھانے کا قائم شدہ حقوق اور مستقل حقوق کی بقا کا حامی ہے ۴

۱۵ دسمبر ۱۹۴۴ء کو مہاتما گاندھی نے قائد اعظم کے نام ایک خط میں لکھا:-

”میں تاریخ میں اس کی مثال نہیں پاتا کہ کچھ لوگ جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد

کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب قبول کر لیا ہو وہ اور ان کی اولاد یہ دعویٰ کرے

۱ میری کہانی : ۲: ۲۳۲ ۵ طلوع اسلام دسمبر ۱۹۳۸ء

۵ متحدہ قومیت اور اسلام : ۶

۵ میری کہانی : ۱۶۱ -

کہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے الگ قوم بن گئے ہیں اگر ہندوستان اسلام کی آمد سے پہلے ایک قوم تھا تو اسلام کے بعد بھی اسے ایک قوم رہنا چاہیے خواہ اس کے سپوتوں میں سے ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کر لیا ہو۔

یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ ہم نے ہندو لیڈروں کے صرف ان بیانات کے نمونے پیش کئے ہیں جو بریس میں آئے ہندو کی یہی وہ منافقانہ پالیسی تھی جس کے بارے میں حضرت علامہ نے فرمایا تھا کہ

در صدتہ را بر خود کشادی دو گامے رفتی و از پافتادی
برہمن از بتاں طاق خود آراست تو قرآن را سر طاقے منہادی
اگر متحدہ حکومت قائم ہو جاتی تو مسلمانوں پر کیا گزرتی؟ اس سلسلے میں خود جمعیتہ العلماء
ہند کے سابق سیکرٹری مولانا احمد سعید کی رائے ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں :-
” اسلامی حکومت کے زوال پر اگر اس ملک میں ہندوؤں کی حکومت قائم
ہو جاتی تو مسلمانوں کو چھٹی کا کھایا یاد آ جاتا جو قوم موجودہ غلامی کی حالت میں
یہ شتم ڈھارہی ہے حکمران بن کر خدا جانے وہ مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتی؟“
ان حالات کو دیکھ کر دردمند مسلمان بے چین اور مضطرب تھے۔ دیوبند کے پورے مکتبہ
فکر میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے نظریاتی طور پر اپنے گروہ سے اختلاف کیا تو انہیں
فوراً انگریز دوستی کا خطاب عطا کر دیا گیا۔ ملاحظہ ہو :-

” مولانا سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور ارشاد و سلوک
میں انہیں جو بلند مقام حاصل تھا، اُس کے تو قائل تھے لیکن تحریک آزادی ہند
کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مویدانہ

روش رہی اس سے وہ بہت خفا تھے ۱۔

مولانا تھانوی کے حلقے کے ایک اور عالم مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا تھانوی کی ہمنوائی کی تو انہیں بالوجہ تک کہہ ڈالا گیا، ان کا جنازہ نکالا گیا، ان کے کارٹون دیواروں پر چسپاں کئے گئے ۲۔ یہ سب کچھ کہیں باہر نہیں خود دارالعلوم دیوبند میں ہوا۔ ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کا یہی وہ جرم ہے جس کا ارتکاب مولانا احمد رضا بریلوی نے کیا: انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے آزادی اور اس کے بعد متحدہ حکومت کو مسلمانان برصغیر کے یکساں ہلاکت کے پر دلنے پر دستخط کرنا قرار دیا، انہوں نے بابتنگ دہل اس اتحاد کو غلط قرار دیا، چنانچہ مولانا محمد علی (جوہر) اور مولانا شوکت علی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو انہوں نے صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا، مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں پھر فرمایا، مولانا! میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں جب ان حضرات نے گاندھی جی کو جامع مسجد شیخ

خیر الدین کو امرتسر میں منبر پر بٹھایا تو مولانا بریلوی چیخ اٹھے اور فرمایا:-

”جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کہاں کی خودداری۔ وہ تمہیں پیچھا نہیں چھوڑے گی مائیں تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے سودا بچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں۔۔۔۔۔ حالانکہ حکم قرآن خود وہی نجس ہے اور تم نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ۔۔۔۔۔ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا محبت مشرکین نے اندھا بہرا کر دیا۔ الخ ۳۔

۱۔ افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی: ۳۸۲

۲۔ مکالمۃ الصدرین: ۳۲: ۴۴ -

۳۔ الحجۃ المومنہ: ۸۴

اس گناہیست کہ در شہر شہانیز کنند | فیلسف علماء نے جس طرح ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کے جرم میں مولانا عثمانی اور مولانا تھانوی کو انگریز دوستی کی تہمت سے نواز ا بالکل ایسی گناہ میں نہ صرف فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان بلکہ حکیم الامت علامہ اقبال اور قائد اعظم ایسی بے لچک اور بے داغ شخصیتوں کو بھی داغدار کرنے کی کوشش کی گئی حالانکہ شاہ محمد اسماعیل اور سید احمد بریلوی سے نیکر اکابر دیوبند و اہل حدیث تک ہر قابل ذکر شخصیت نے نہ صرف ہندو مسلم اتحاد کا علم بلند کیا بلکہ انگریزی حکومت سے الجھنے کی بجائے کئی کتر کر نکلنے کی راہ اختیار کی ہے، شاید نہیں بلکہ یقیناً ضمیر کی اس خلش کو دور کرنے کیلئے اب یہ حضرات اپنے ”روشن چہروں“ کو اجاگر کرنے کی بجائے علمائے اہلسنت اور مسلم لیگ کے تابناک ماضی کو دھندلانے کی سعی نام میں مصروف ہیں مگر سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ۵

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خسرو
جو چاہے آپ کا حسن کمر شمع ساز کرے

۵ علامہ اقبال

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالہ حیات
تا بزم عشق یک دانائے راز آید برون

انہی حالات میں قدرت نے علامہ اقبال کو مسلمانان برصغیر کی نشاۃ ثانیہ کا معمار اول کے طور پر پیدا کیا۔ آپ نے مسلمان قوم کو خودی کا درس دے کر خواب غفلت سے جگایا اور حکیمانہ انداز سے اسے فراموش کردہ سبق دوبارہ یاد دلایا۔ یہ اس دانائے راز کی بصیرت تھی جس نے میدان جنگ و تاز میں مسلمانوں کی قیادت کے لیے جناح کا انتخاب کیا، آپ نے اپنے ایک خط میں جناح کو لکھا:۔

در میں جانتا ہوں کہ آپ بہت مصروف ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ میرا بار بار آپ کو لکھنا گراں نہیں گزرتا ہوگا، میری لگا ہوں میں اس وقت ہندوستان بھر میں

آپ ہی واحد مسلمان ہیں جس کے ساتھ ملت اسلامیہ کو اپنی یہ امیدیں وابستہ کرنے کا حق ہے کہ آپ اس طوفان میں جو یہاں آنے والا ہے اس کی کشتی کو ثابت و مسلم بہ امن و عافیت ساحلِ مراد تک لے جائیں گے۔

حکیم الامت کا انتخاب کس قدر صحیح تھا بعد کے حالات سے اس کا اندازہ لگا لیجئے ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں حکیم الامت نے اعلان کیا۔

”اگر آج اپنے تمام تصورات اور تنجیلات کو اسلام اور صرف اسلام کے نقطہٴ ماسک پر مرکوز کر دیں اور اس زندہ و پائندہ اور قائم و دائم نظریہٴ حیات سے جو وہ

پیش کرتا ہے نور بصیرت حاصل کریں تو اس سے آپ اپنی منتشر قوتوں کو پھر سے مجتمع اور گم گشتہ مرکزیت کو از سر نو حاصل کر لیں گے اور یوں اپنے آپ کو

تباہی اور بربادی کے مہیب جہنم سے بچالیں گے۔۔۔ میری آرزو ہے کہ

پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد ریاست قائم کی جائے

ہندوستان کو حکومت خود اختیاری زیر سایہ برطانیہ ملے یا اس سے باہر کچھ بھی ہو

مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں ایک متحدہ اسلامی ریاست

کا قیام کم از کم اس علاقے کے مسلمانوں کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔۔۔۔

اس ملک میں اسلام بہ حیثیت ایک تمدنی قوت کے اسی صورت میں زندہ رہ

سکتا ہے کہ اسے ایک علاقہ میں مرکوز کر دیا جائے۔۔۔ اگر یوں ایک

مرکزیت قائم کر دی جائے تو اس سے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام ایشیا کی

گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ یہ مطالبہ مسلمانوں کی اس خواہش پر مبنی ہے کہ انہیں بھی

کہیں اپنے نشو و ارتقاء کا موقع ملے کہ اس قسم کے مواقع کا حاصل ہونا اس

وحدتِ قومی کے نظامِ حکومت میں قریب قریب ناممکن ہے جس کا نقشہ

ہندو دارباب سیاست اپنے ذہن میں ایسے بیٹھے ہیں اور جس سے ان کا

مقصد وحید یہ ہے کہ ملک میں مستقل طور پر امنی کا غلبہ اور تسط ہو۔
سیاسی افراتفری، ذہنی انتشار اور رد و لید فکری کے دشت میں یہ آواز آوازِ سحر ثابت ہوئی
مسلمانوں کی واضح اکثریت نے حکیم الامت کے الفاظ کو نشانِ منزل قرار دیا۔

قائد اعظم محمد علی جناح

مت سہل ہمیں سمجھو پھر تا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پرے سے انسان نکلتا ہے

یہاں سے قائد اعظم محمد علی جناح اپنا محاذ سنبھال لیتے ہیں اس بات کا غیروں کو بھی اعتراف
ہے کہ قائد اعظم با اصول، بات کے پختے، قول کے سچے، ظاہر و باطن کے اُجلے اور کسی قیمت پر نہ بکنے
والے شخص تھے۔ انہوں نے جس تدبیر جو صلے اور مستقل مزاجی سے مسلمانوں کے حقوق کی خاطر یہ
چومکھی لڑائی لڑی اور جیتی، اس کی نظیر تاریخ میں بہت کم ملتی ہے، توڑ پھوڑ، ہنگامے، فسادات اور
خونریزیوں سے ایسے مسائل حل ہوتے آئے ہیں مگر اصولوں اور دلائل سے مینر نیلایسی اہم لڑائی
جیتنا جناح کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر تاریخ انگشت بندنا ہے۔ ع

ایں کار از تو آمد و مرداں چنیں کنند

انہوں نے انگریزوں سے کبھی مفاہمت اور موافقت کا راستہ اختیار نہیں کیا، دسمبر ۱۹۱۶ء میں
آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں آپ نے انگریزوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-
”ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ نے ہمارے اختیارات و اقتدار چھین کر ان کی جوا جاہ
داری لے رکھی ہے اور ہمیں جن حقوق سے محروم کر دیا ہے وہ ہمیں واپس دے
دیں آپ کو اس اجارہ داری کا ہرگز کوئی حق نہیں ہے۔“ لے
ایک دوسرے موقع پر فرمایا:-

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور، مضمون قائد اعظم بحیثیت سیاستدان از مرغوب صدیقی ۱۶ جنوری ۱۹۶۶ء

”میں بڑی خوشی سے یہ تسلیم کرتا ہوں کہ برطانیہ نے ہند کو ترقی دے کر کچھ سے کچھ بنادیا ہے مگر میں پوری شدت سے یہ دلیل ماننے سے انکاری ہوں کہ چونکہ انگریزوں نے ہند میں تعمیر و ترقی کا کام کیا ہے اس لیے انہیں ہند پر حکمرانی کی ہمیشہ اجارہ داری ملی رہے“ لے

آخر گاندھی اور نہرو اس سے زیادہ انگریزوں سے اور کون سی بات کہہ سکتے تھے۔ پاکستان سے متعلق قائد اعظم کے نظریات و اساسات کو آج جس طرح بگاڑا جا رہا ہے اور شعوری طور پر جس قسم کی فضا بنائی جا رہی ہے اس سے اصل پاکستان کو ذرا بھی واسطہ نہیں ہے۔ گویا پاکستان سے قائد اعظم کا مقصد کسی اسلامی حکومت کا قیام نہیں بلکہ صرف مسلمانوں کی آزاد حکومت تھا؛ یا یہ کہ خود قائد اعظم کا ذہن اسلامی حکومت کے بارے میں صاف نہیں تھا۔ یہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ قائد اعظم، قرآن مجید اور اسلام کے بارے میں بیشتر نام نہاد علماء سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک اعلیٰ قانون دان اور سرکار کی حیثیت سے قرآن مجید کا مطالعہ کیا تھا، اسلامی قوانین اور اصولوں کی برتری، جامعیت اور عالمگیری پر وہ صدقِ دل سے یقین رکھتے تھے۔ مولانا غلام مرشد سابق خطیب شاہی مسجد لاہور اور جناب غلام احمد پرویز نے قائد اعظم کے قرآن مجید کے ساتھ شغف کے بارے میں جو ذاتی واقعات بیان کئے ہیں، ان کی سو فیصد تصدیق ہمیں اس وقت ہوتی ہے جب کسی اہم دستوری مسئلے پر قائد اعظم اسلامی یا قرآنی نقطہ نگاہ بیان کرتے ہیں۔ پاکستان سے ان مقصد کیا تھا لیجئے خود ان کی زبانی سنئے،

۱۹۴۵ء میں فرنٹیر مسلم سٹوڈنٹس کے نام اپنے پیغام میں فرمایا :-

”پاکستان سے مطلب یہی نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں اس

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور، مضمون قائد اعظم بحیثیت سیاست دان از مرغوب صدیقی ۱۶ جنوری ۱۹۷۶ء۔

سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے، جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے ہم نے صرف آزادی حاصل نہیں کرنی ہم نے اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت بھی کر سکیں اور اسلامی تصورات اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔“

۲۶ نومبر ۱۹۷۵ء کو ایڈووکیٹس کالج پشاور میں فرمایا:-

”ہم دونوں قوموں میں صرف مذہب کا فرق نہیں، ہمارا کلچر ایک دوسرے سے الگ ہے۔ ہمارا دین ہمیں ایک ضابطہ حیات دیتا ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے ہم اس ضابطہ کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔“

۸ نومبر ۱۹۷۵ء کو ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا

”پاکستان ایک مسلم اسٹیٹ ہوگی۔“

۱۹۷۱ء میں حیدرآباد دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء نے قائداعظم سے ملاقات کی اور بڑی اہم نوعیت کے سوالات پوچھے۔ اور نیٹ پرپس کے نمائندے نے اس کی رپورٹ مرتب کی اس ملاقات میں قائداعظم سے پوچھا گیا کہ اسلامی حکومت کے تصور کی امتیازی خصوصیت کیا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلانہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص یا ادارہ کی، قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لیے آپکولا محالہ علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے۔

کیا اسلامی آئین جہان بینی اور اصول حکمرانی کی اس سے بہتر توضیح ممکن ہے؟ اس کے بعد

بھی مگر کوئی شخص قائد اعظم کے ذہن کو اسلامی حکومت کے تصور کے بارے میں صاف نہیں سمجھتا
تو وہ جہل مرکب میں مبتلا ہے؟ یہ نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی اسلام کا کوئی قاعدہ و کلیہ ہے کہ قرآن
اور اسلامی سیاست کو سمجھنے کیلئے علماء کی وضع قطع بھی ہونی چاہئے۔

یہ بزم ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر ہاتھ میں لے لے مینا اسی کا ہے

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقد دہلی ۲۴ اپریل ۱۹۴۳ء میں قائد اعظم نے کہا:-
”ہمارے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلانی جارہی ہیں، بہت سے فتنے برپا
کئے جارہے ہیں۔ پوچھنا یہ جاتا ہے کہ کیا پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہوگی
ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کیا یہ بھی کوئی ایسی بات ہے جس کے متعلق کچھ
پوچھنے کی ضرورت پیش آئے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا سوال کرنے والے ہمارے
خلاف VOTE OF CENSURE پاس کرتے ہیں۔“

۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء کو قوم کے نام پیغام عیدِ نشر کرتے ہوئے فرمایا:-

”معاشی احیاء و سیاسی آزادی اسے آخرالامر زندگی کے کسی گہرے مفہوم پر مبنی
ہونا چاہیئے اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہمارے نزدیک زندگی کا وہ گہرا
مفہوم اسلام اور روحِ اسلام ہے۔“

پاکستان کا جذبہ فخر کہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو:-

”مسلمان اس لیے پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اس مملکت میں وہ اپنے ضابطہ
زندگی اپنے ثقافتی نشوونما اور آیات اور اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔“

۱۔ تقاریر جناب جلد اول: ۵۵۵ مطبوعہ شیخ محمد اشرف لاہور

۲۔ ایضاً: ۱۰۸ ۳۔ تقاریر جناب جلد دوم: ۳۳۳۔

اپریل ۱۹۴۳ء میں صوبہ سرحد کی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے قائد اعظم سے ایک پیغام کے لیے درخواست کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا:-

”تم نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تمہیں کوئی پیغام دوں، میں تمہیں کیا پیغام دوں ہمارے پاس پہلے ہی ایک عظیم پیغام موجود ہے جو ہماری رہنمائی اور بصیرت افزائی کیلئے کافی ہے، وہ پیغام ہے خدا کی کتاب عظیم قرآن کریم“۔

جو لوگ قائد اعظم کے ساتھ اس تاریخی جدوجہد میں شریک رہے ہیں مخالف ہوں یا موافق سب کی متفقہ رائے ہے کہ قائد اعظم کی سیاست کا سب سے بڑا اصول یہی تھا کہ وہ اپنے ظاہر و باطن میں قطعاً فرق نہیں رکھتے تھے۔ دورنگی، منافقت، اندر کچھ باہر کچھ، اسے وہ ساری زندگی بلند ہے اس کردار کے آدمی کے بازے میں یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی معقول آدمی یہ کہہ سکے کہ وہ پاکستان سے ایک اسلامی حکومت نہیں بلکہ مسلمانوں کی ایک سیکولر یا کسی ازم پر مبنی کوئی حکومت بنانا چاہتے تھے اور ہر جگہ اسلام اسلام کا نعرہ انہوں نے محض دکھاوے کی خاطر بلند کیا تھا اور اگر کسی شخص کا نظریہ اور خیال ہے تو وہ علمی زبان میں تفسیر القول بالایرجحی بہ قائمہ کا ترکیب ہے۔ میں آخر میں پاکستان کے ممتاز صحافی اور قائد اعظم کے معتد ساتھی جناب زید اے سلیری کے مضمون ”ہم نے پاکستان کی قدر نہ جانی“ کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں اگرچہ اقتباس طویل ہے لیکن اس کی اہمیت دن بدن بڑھ رہی ہے، لکھتے ہیں:-

”تحریک پاکستان کا انوکھا اور منفرد وقار تو مسلم قومیت کے ساتھ وابستہ تھا جب مسلم قومیت ختم ہو گئی تو پاکستان کے اقدار کا کیا ذکر؟ چنانچہ متعدد قومیتوں کا غلغلہ بلند ہونے لگا اور کمیونسٹ ماسکوسے آئندہ کتابوں کا درس پڑھانے لگا کہ نگالیوں، بلوچیوں سندھیوں پنجابیوں اور پٹھانوں کی کیا تاریخی و نسلی و لسانی خصوصیات ہیں اور

وہ کس قدر ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متضاد ہیں پاکستان ایک فکری تحریک کے نتیجے میں وجود میں آیا تھا فکر جا بجز نہیں ہوتا کہ بیٹھ گیا تو بیٹھ گیا فکر بدل بھی سکتا ہے اور فکر بدلنے کے ہزار طریقے ہوتے ہیں پاکستان میں ہوا یہ ہے کہ یہاں فکری خلا نہ تو ہم نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے لیکن اس خلا کو اغیار نے اپنے مقصد کیلئے استعمال کیا اب یہاں سوشلسٹ انقلاب کی باتیں ہونے لگی ہیں۔

اگر ہم ظہور پاکستان کے منطقی نتیجے یعنی نظام اسلام کے نفاذ کو بروئے کار نہیں لائے تو ہم ایک اور اہم جہت میں بھی تغافل کے مجرم بنے اور یہ تغافل ہم نے خود قائد اعظم کی ذات کے متعلق برتا کر ہم نے اقدار کے فدائی ہونے کا ثبوت نہیں دیا تو کم از کم ایک محبوب ایک محسن کے شیدائی تو ثابت ہوتے کیوں کہ اگر ہم قائد کے وفادار ہوتے رہتے تو بھی ہم اپنی منزل سے دور نہ جاسکتے تھے کیونکہ ان کا پیغام ہی اسلام اور وحدت کا تھا لیکن ہم نے اور بد اکثر قائد اعظم کی یاد بھلائی تاکہ ہماری گمراہی میں کوئی رکاوٹ حاصل نہ ہو اب اگر ہمارے سامنے قائد کی حیات ہوتی تو تحریک پاکستان کی تاریخ کو مسخ نہیں کیا جاسکتا تھا ہم قرار داد لاہور کو دو مملکتوں کے مطالبے سے تعبیر کر سکتے اور مسلم قوم کو مختلف النوع عناصر کا ملغوبہ نہ قرار دیتے قائد اعظم کی زندگی کو پردہ ہستیا میں دیکھ کر ہم نے جہاں داخلی طور پر فکری انتشار کی راہ ہموار کی کہ ہر مکتبہ فکر نے تحریک پاکستان کی جو چاہی تفسیر کی وہاں خارجی طور پر اپنے دشمنوں کو جدوجہد آزادی کی تصویر کو بگاڑنے کیلئے صلاحات عام دی چونکہ ہماری طرف سے قائد کی کوئی ایسی سوانح نہیں لکھی گئی جس میں ہر مرحلے اور اقدام کی دستاویزی سند دی گئی ہو اس لئے مائٹ بیٹن اور دوسرے مخالفین کو ہر قسم کا جھوٹ بولنے کی آسانی ہو گئی اگر ملک کے اندر غفار خان نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے ہمارے لئے آزادی حاصل کی اور اسلام کے ہندو وزیر اعلیٰ برہمدی نے پاکستان بنایا تو انگریز امریکی اور ہندو مصنفین نے پاکستان کو خالص قائد کی ذاتی ہیٹ اور انا کا نتیجہ بتایا جس کی کوئی مثبت

بنیاد نہیں، ہمارے ہاں فکری طوائف الملوکی کا یہ حال ہے کہ اب ایسی شہادتیں بھی پیش کی جانے لگی ہیں کہ مولانا ابوالکلام پاکستان کے حامی تھے۔۔۔ اگر قائد کا صحیح نقشہ ہمارے دل پر کندہ ہوتا تو ہم اپنے اندر پاکستان کی اقدار سے وہی وابستگی پیدا کرتے جو ان کے کردار کا خاصا تھی اگر انہوں نے مسلم قومیت کے نظریے پر انگریزوں اور ہندوؤں سے کسی قسم کی منافہمت نہ کی تو وہ ان بنگالیوں سے بھی نہ دے جو اردو کی قومی حلیت کو زہری بنا نا چاہتے تھے۔ محب الوطنی کے اس ماحول میں کسی پاکستان مخالف جماعت کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی۔۔۔ ملک کی اہمیت کو کم کرنے میں اگر مسلم لیگی اور غیر مسلم لیگی حکومتوں نے کام کیا تو جماعت اسلامی نے بھی اس ضمن میں اہم کردار ادا کیا پاکستان بننے ہی اس نے نظام اسلام کے نفاذ کا پرزور مطالبہ کر دیا اب مطالبہ بجائے خویش غلط نہ تھا لیکن جماعت کے حوالے سے اس کی خصوصی نوعیت ہو گئی تھی جماعت نے نظام اسلام کے نفاذ کو ہی برعکس میں پیش نظر رکھا تھا لیکن اس کے لئے انہوں نے کسی آزاد اور مسلم ملک کی ضرورت محسوس نہ کی تھی معلوم ہوتا تھا کہ ان کے معنوں میں نظام اسلام متحدہ ہندوستان میں ہی قائم ہو سکتا تھا خواہ اس ملک کا حکمران انگریز ہو یا ہندو۔ مولانا مودودی مسلمانوں کے ہندوؤں سے الگ قومی شخص کے ضرورت فائل تھے لیکن ان کیلئے وہ کسی قومی ملک کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے، اس لئے انہوں نے نہ خود کسی آزاد ملک کا مطالبہ کیا اور نہ تحریک پاکستان سے کوئی دلچسپی ظاہر کی لیکن پاکستان میں نظام اسلام نافذ کرنے میں انہوں نے بہت جلد حائل انداز عمل اختیار کیا اور براہ راست مسلم لیگ سے ٹڈ بھڑکی اور اپنے اس ادعا کو ثابت کرنے پر تلے کہ اس کے لیڈر نظام اسلام نافذ کرنے کے اہل نہیں۔ یہ انداز عمل اس موقف سے بالکل مختلف تھا جو جماعت نے متحدہ ہندوستان میں اختیار کیا تھا اور جو مبلغانہ اور صلح جو یا نہ تھا: تو سوال یہ ہے کہ جماعت نے یہ انداز عمل کیوں اختیار کیا اس کے دو ہی وجوہ ہو سکتے ہیں یا یہ کہ ایک نو مسلم

ملکت میں ہی نظام اسلام کے نفاذ کا مقصد شرمندہ معنی ہو سکتا تھا اور پاکستان بننے کے بعد جماعت کو جو صلہ ملا کہ وہ اب اپنے مشن کو بروئے کار لا سکتی ہے اب اگر یہ صورت تھی کہ جماعت نے خود بخود از خود ملک کا مطالبہ نہیں کیا تھا تو تحریک پاکستان کی کامیابی میں کوئی پوچھی کیوں نہ لی؟ اور اس کی مدد کیوں نہ کی اور اس سے الگ تھلگ کیوں نہ دی؟ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جب پاکستان بن گیا تو سیاست کا یہ تقاضا تھا کہ مسلم لیگ کو پاکستان کی تخلیق کا کوئی کمریڈ نہ ملے اور اسے دفاعی و انفعالی پوزیشن میں ڈالنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ نظام اسلام کے نفاذ کے مطالبے کو بزور پیش کیا جائے کیونکہ اس کی مزاحمت خود اس کے اپنے عقیدے اور موقف کی روشنی میں مسلم لیگ کے لئے محال ہو گی کچھ اس قسم کی چال غفار خان نے سرحد میں استدھواب رائے کے خلاف اختیار کی تھی انہوں نے کہا کہ وہ پختونستان میں قرآنی حکومت قائم کریں گے کہیں غفار خاں اکھڑ بھارت اور متحدہ قومیت کے علمبردار اور کہاں وہ پٹھان قومیت اور قرآنی حکومت کے داعی بن گئے۔ مقصد مسلم لیگ کی مخالفت اور پاکستان کی تخریب تھی اب جماعت مسلم لیگ کو گرانے میں تو کامیاب ہوئی لیکن ساتھ ہی وہ پاکستان کی اہمیت کو کم کرنے میں بھی کامیاب ہوئی جماعت نے پاکستان بنانے کیلئے مسلم لیگ کی خدمات کو کبھی نہیں سراہا بلکہ جب بھی اس کا ذکر کیا طعن و تشنیع کے لئے کیا اس سے یہ نتیجہ بھی ناگزیر ہو گیا کہ پاکستان کا بننا بہت معمولی واقعہ قرار پایا۔ پاکستان بنانے کے لئے کوئی تعریف و تحسین کا مستحق نہ تھا خواہ وہ قائد ہو یا مسلم لیگ، اصل چیز تو نظام اسلام کا نفاذ تھا جو نہ ہوا۔ اس طرح پاکستان کی تخلیق کا عظیم المثل معرکہ سیاست کی نذر ہو گیا حالانکہ پاکستان کے بغیر نظام اسلام کے نفاذ کا تصور بھی محال تھا چلو مسلم لیگ نے نظام اسلام قائم نہیں کیا اور اس کے لئے وہ مودعہ الزام سہی لیکن اس کے قیام کا عملی امکان تو پیدا کر دیا۔ اس کے بعد ہی جماعت پاکستان میں اس قدر جوش و خروش سے اس مقصد کے لئے جہاد کر

سکی ہے جب کہ متحدہ ہندوستان میں وہ منقاد زیر رہنے پر مجبور تھی جیسے وہ آج تجارت
میں مجبور ہے! ۱۵

یہ طویل اقتباس ہم نے اس لئے نقل کیا ہے کہ پاکستان اور اس کے بانی کے ساتھ ہم نے
جو تغافل برتا ہے اور قومی سطح پر اس سے ہمیں جو نقصان اٹھانا پڑا۔ تحریک پاکستان کے ایک کارکن
اور قائد کے رفیق کار کے قلم سے اس کا مختصر جائزہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ اس اقتباس سے ہمارے لئے
غور و فکر اور تاملی افات کی بہت سی راہیں کھل سکتی ہیں۔

اکابر تحریک پاکستان حصہ اول کے بعد دوسرے حصے کی اس قدر جلد پیشکش پر ہم جناب محمد صادق صاحب
قصور کی شکر گزار ہیں۔ اکابر تحریک پاکستان کے صفحے صفحے پر آپ کو ایسا عالم رجال سے واسطہ پڑے
گا جو قرونِ اولیٰ کی تصویر اور جہد و عمل کا پیکر نظر آتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان اکابر تحریک پاکستان کی
تاریخ جہاد و حریت اور تحریک آزادی کے طالب علموں کیلئے سرمہ چشم ہے اور ان مردانِ احرار کی زندگی
کا ایک ایک لمحہ نظیری کے اس شعر کی تفسیر نظر آتا ہے۔ ۱۶

کے کہ کشتہ زندہ شد از قبیلہ مانہست

گر نیرد از صف ماہر کہ مرد غوغا نیست

جناب محمد صادق قصوری نے اپنی بساط کے مطابق پوری تندہی، جانفشانی اور خلوص سے تحریک پاکستان
کے اکابرین کی مرقع نگاری کی ہے اور اس کے لئے وہ نہ صرف اہل سنت کی طرف سے بلکہ تمام اہل
پاکستان کی جانب سے لائقِ تحسین و آفریں ہیں۔ اپنے محدود مالی وسائل کے باوجود ملک کے کونے کونے
میں پھیلے ہوئے حضرات کا تذکرہ مرتب کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی پاکستان اور نظریہ پاکستان سے محبت اور
گہری وابستگی ہی نے ان سے یہ کام کرایا ہے۔ اس کتاب میں جن حضرات کا ذکر آیا ہے یہ وہ عظیم المرتبت لوگ

۱۵۔ نامہ نوائے وقت لاہور، مؤرخہ ۹ دسمبر ۱۹۶۶ء، مضمون۔

”ہم نے پاکستان کی قدر نہ کی۔ جناب زید اے سلیری۔“

ہیں جنہوں نے تالش اور صلی کی تمنا کے بغیر اپنے قائد کے ساتھ پاکستان کی جنگ لڑی۔ انہی کے دم قدم سے تحریک پاکستان کا قافلہ رواں دواں رہا۔ انہی مردانِ احرار کے ولولہ انگیز تذکروں سے ہم اپنی نئی نسل کے دلوں میں پاکستان کی قدروں و منزلت اور ان کے قومی و ملی تشخص کو اجاگر اور ثبت کر سکتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی اس قافلہ کے ہزاروں ماہِ درختانِ گنجامی کے اندھیروں میں مزید کسی اہل قلم کی راہیں تک رہے ہیں۔
گو یا بقول اقبال۔ ۷

گماں مبرکہ بیاں رسید کارِ منیاں
ہزارہ بادۂ ناخوردہ درِ رگِ تاک است

پاکستان پائندہ باد
سید محمد فاروق قادری ایم اے
آستانہ عالیہ شاہ آباد شریف گڑھی ختیار خان بہاول پور ڈویژن ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۹۸ھ

دیس باب

جناب جسٹس شمیم حسین قادری، جج لاہور ہائیکورٹ، لاہور

تقسیم برصغیر کی کہانی کے علل و اسباب کی تفصیل کو اس طرح مرکوز کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان فرمانرواؤں کی ہزار سالہ حکومت نے اگرچہ اپنے اثرات پیدا کئے لیکن مختلف طور طریقے اپنائے، جلیجیوں، لودھیوں اور مغلوں کے دور اپنے اپنے حالات و واقعات کی عکاسی کرتے ہیں ان سلاطین نے ہندو رعایہ سے جس حسن سلوک کا اظہار کیا وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے حکومت کے ہر شعبہ میں اعلیٰ منصبوں پر ہندوؤں کی تقرری، جاگیروں کی عنایات، مذہب کی آزادی، مندروں اور دیگر عبادت گاہوں کو ہر طرح کی سہولتیں دی گئیں لیکن ان سب مراعات کے باوجود ہندو نے صرف ظاہر اسی حکومت وقت کا ساتھ دیا اور اپنے دلوں کو مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد سے پاک نہ کیا حالانکہ اکبری دور میں جنگادری راجپوت خاندانوں کی لڑکیاں بھی حرم شاہی میں پیش کی گئیں۔ درون خانہ یہ لوگ اسی تاک میں رہے کہ جب بھی موقع ملے حکومت وقت کا تختہ الٹ دیں چنانچہ بے شمار شورشیں ہوئیں، بغاوتیں ابھریں ہنگامے ہوئے لیکن مسلمانوں کے زور بازو کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی لیکن جب مغل سلطنت کو زوال آنا شروع ہو گیا تو ہندوؤں نے انگریزوں سے ملکر مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کی کوششوں کو تیز کر دیا۔

مسلمانوں نے سلطنت چھین جانے کے بعد انگریزی تعلیم کا بائیکاٹ کیا اور کفر و الحاد کے خلاف مصروف جہاد رہے ہندوؤں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ملازمتوں پر قبضہ کر لیا مگر مسلمانوں کو ان کے بائیکاٹ نے انہیں کہیں کا بھی نہ رکھا۔ ہندو اپنی شاطرانہ چالوں کے باعث اپنے مفاد کی خاطر جب چاہتے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا لیتے مگر جب مسلمانوں کا مفاد ہوتا تو یہ لوگ بات تک نہ سننے لگتے تھے کی جنگ آزادی کی ہی مثال لے لیجئے کہ اس میں مسلمانوں نے

ہی سب سے زیادہ قربانیاں دیں۔ مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی اور ان کے ساتھیوں نے جرات و مردانگی کے ایسے کارنامے رقم کئے کہ تاریخ ان کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ لیکن شاطر ہند نے اس جنگ کی وقتی ناکامی کے فوراً بعد فرنگی سے رشتہ جوڑ لیا اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے انگلش گورنمنٹ کے گلشنے بن گئے۔ آخر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو مسلمانوں کو ہوش آیا اور سرسید پر ہزار لعنت و ملامت کے بعد انگریزی زبان پڑھنے پر رضامند ہوئے۔ دوسری طرف ہمارے دینی مدارس کی حالت اتنی پست تھی کہ انہیں دنیاوی معاملہ میں کوئی دسترس نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ انگریز کی نفخیک کا نشانہ بنے رہے۔

کانگریس میں مسلمان اس مقصد کے لیے شامل ہوئے تھے کہ وہ ہندو کے ساتھ مل کر رہیں اور اپنی مشکلات و مصائب کو باہم مل کر حل کریں۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی اس مشن کی تکمیل کے لیے بھرپور سعی کی مگر ہندو کی شاطرانہ چالوں اور مسلم دشمن سازشوں کے سبب ہندو مسلم اتحاد کی بلبل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ اور آخر کار مسلمانوں کو بالو سی کامنڈیکھنا پڑا۔ تحریک خلافت کا دور آیا تو مسلمانوں نے اپنے ترک بھائیوں کیلئے بے مثال قربانیاں دیں علی برادران اور مولانا حسرت موہانی جیسے مبارک لیڈروں نے بڑی ہمت سے کام کیا لیکن اس تحریک میں بھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی روانتی سازش سے گریز نہ کیا۔ یہی وہ دور تھا جب سید جمال الدین افغانی میں اسلام ازم کے لیے بیشتر ممالک میں سرگرم عمل تھے۔

اگرچہ سرکار انگلشیہ سے منسلک کچھ مسلمانوں مثلاً سر سلطان احمد جسٹس سید امیر علی، میر فضل حسین، سرمیاں محمد شفیع اور نواب ذوالفقار علی خاں آف مالیر کو ملکہ نے اپنے طور پر مسلمانوں کے لیے کچھ کام کیا لیکن وہ بہت ناکافی تھا۔ انہوں نے ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے کوٹے اور تعلیمی درس گاہوں و خصوصاً لاء کاجوں اور میڈیکل کاجوں میں مسلمان طالب علموں کے داخلے کا تعین کرایا جس سے مسلمانوں میں تعلیم پھیلی لیکن تنگ نظر ہندوؤں نے اپنے علیحدہ کاج کھول لیے اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی جاری رکھی۔

آخر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اہل اہلسنیس میں حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں مسلم لیگ کا رنگ بدلا اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے نظریے کو پیش کیا۔ محمد علی جناح جو ملکی حالات سے بد دل ہو کر انگلستان کی پریوی کونسل میں بریکٹس کا جادو جگا رہے تھے، انہیں مجبور کر کے واپس بلایا تاکہ وہ پریشان حال قوم کی سیرازہ بندی کریں۔ چنانچہ قوم نے محمد علی جناح کو مسٹر سے قائد اعظم بنایا اور وہ ملت کی کشتی کے ناخدا بن کر منزل کے حصول کے لیے جہت گئے۔ اور ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو منٹوپارک (اقبال پارک) لاہور میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی تو حکیم الامت کے خواب کی تعبیر کا سہرا ان کے سر بندھا اس سال میں بی اے (رسالہ آخر) کا طالب علم تھا اور ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے اس تاریخی اجلاس میں شامل تھا۔ ہمارے ذمے نعرے لگانے، پنڈال سجالے اور جوش و خروش سے عوام اور قائدین کا استقبال کرنے کا فریضہ تھا۔ جسے ہم نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

برطانوی دارالعوام نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی رو سے برصغیر میں ایکٹیشن بنانے کی کوشش کی۔ ۱۹۳۵ء کے انتخابات میں صوبائی حکومتیں تو قائم ہو گئیں لیکن مرکز میں فیڈریشن نہ بن سکی۔ اگرچہ سنٹرل اسمبلی موجود تھی پنجاب میں سرسکند ر حیات مرحوم نے یونیونسٹ حکومت قائم کی۔ سرسکند ربیک وقت مسلم لیگی بھی تھے اور یونیونسٹ بھی۔ ان کی یہی دورنگی قائد اعظم اور اور ان کے درمیان وجہ نزاع بنی۔ کانگریس نے اکثر صوبوں میں عنان حکومت سنبھالی اور مسلمانوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ جس خدشے کا اظہار مسلمانان ہند بر ملا کیا کرتے تھے وہ ہو کر رہا۔ دوسری جنگ عظیم میں سرسکند ر حیات خاں نے انگریزوں کی دل کھول کر مدد کی اور العالمین میں مٹر چرچل کے ساتھ ملاقات بھی کر کانگریس نے عدم تعاون کی تحریک چلائی اور حکومت سے دست بردار ہو گئی اس سے مسلمانوں نے ان صوبوں میں سکھ کا سانس لیا۔ دریں اثنا سرسکند ر حیات خاں کا انتقال ہو گیا اور غفر حیات خاں لوانہ نے پنجاب کی پرامن مٹی بھائی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد سرسکند ر کو پس ہندوستان آئے اور حلقہ میں کانفرنس ہوئی۔ اس وقت تک مسلم لیگ ایک ہمہ گیر جماعت بن چکی تھی۔

مشر جو اہر لعل ہندو کہتے تھے کہ:-

”حصول آزادی کی گفتگو کے مذاکرات کیلئے صرف دو فریق ہیں۔ ایک کانگریس

اور دوسری سرکار انگلیشہ“

۱۹۴۶ء میں ایکشن ہوئے تو پورے برصغیر نے حضرت قائد اعظم کی اس للکار کو سچ کر دکھایا کہ

”تیسرا فریق مسلم لیگ بھی ہے جو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔“ پنجاب میں

خضر حیات نے یونیونسٹ ممبروں (میاں محمد ابراہیم برقی علی پور ضلع مظفر گڑھ اور محمد رفیق

صاحب جولاہور سے کامیاب ہوئے) چارپانچ دیگر مسلمان ممبروں، ہندو کانگریس اور

اکالی دل پارٹی کی مدد سے حکومت بنائی جس میں بھیم سین سچر اور سردار بلدیو سنگھ وغیرہ وزراء

کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ اگرچہ اسمبلی میں سب سے بڑی پارٹی مسلم لیگ تھی جس کے لیڈر نواب

افتخار حسین ممدوٹ تھے مگر کانگریس اور ملت فروش عناصر کی سازشوں کی وجہ سے وہ حکومت

نہ بنا سکی۔ حالانکہ آسام میں سرسعد اللہ، سندھ میں غلام حسین ہدایت اللہ، بنگال میں سید حسین شہید

سہروردی نے مسلم لیگی وزارتیں قائم کیں صوبہ سرحد میں ڈاکٹر خان صاحب نے کانگریس کی حکومت

بنائی چونکہ انڈین انڈپینڈنس ایکٹ کی رو سے دو ڈومینین، ہندوستان اور پاکستان معرض وجود

میں آنے تھے اس لیے صوبہ سرحد اور آسام کے علاقہ سلہٹ میں رائے شماری کرائی گئی۔

مرکز میں عبوری حکومت بنی تو جو اہر لعل ہندو کو پرائم منسٹر بنادیا گیا۔ قائد اعظم نے مسلم لیگ

کے بمبئی سیشن میں عدم تعاون کا فیصلہ کیا تو تمام قائدین نے اپنے اپنے خطابات واپس کر دیئے

لیکن نواب صاحب بھوپال (جو نہایت جہانگیر اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے) نے

قائد اعظم کو حکومت میں شرکت کے لیے آمادہ کر لیا اور مسلم لیگ کے نمائندے جناب نوابزادہ

لیاقت علی خان، ابراہیم سمیل چندریگر، راجہ غنصفر علی خان، سردار عبدالرب شتر اور مسٹر جوگندر

ناٹھ منڈل سرچن لیڈر کو مرکزی حکومت میں شامل کیا گیا یہ حکومت قیام پاکستان تک قائم رہی

بہار میں ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا پھر یہ آگ پنجاب میں بھی پھیلی

مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی کے باعث خضر حیات کو مستعفی ہونا پڑا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان ایک آزاد مسلم حکومت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ مسلم لیگ کے مرکزی قائدین میں سے نواب محمد اسماعیل خان، جناب ظہیر الحسن لاری، چوہدری خلیق الزمان اور سید حسین شہید سہروردی، ہندوستان میں ہی رہے۔ اولاً ذکر ہندوستان میں پہلے ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ باقی حضرات کچھ عرصہ بعد پاکستان چلے گئے۔

جناب محمد صادق قصوری صاحب نے خوب عرق ریزی کر کے تحریک پاکستان کے رنگین ستاروں کو ڈھونڈا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنی سعی کو جاری رکھیں گے اور مزید گہرے نایاب تلاش کریں گے۔

سید شمیم حسین تالاری

پیش لفظ

زبدۃ الحکماء جناب حکیم آفتاب احمد قریشی صاحب، صدر مؤثر علم اسلامی پنجاب

تحریک پاکستان کا شمار دنیا کی عظیم ترین انقلابی تحریکات میں ہوتا ہے۔ یہ تحریک برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی آرزوؤں اور امنگوں کا مظہر اور مسلمانوں کے مسلسل جہاد آزادی کا ثمر تھی۔ تحریک پاکستان علامہ اقبال کی فکر روشن کا ایک گوشہ اور ان کے سنہرے خوابوں کی دلکش تعبیر اور ہماری تعلیمی، ادبی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی بساط پر نختہ رنگین تھا۔

قائد اعظم کی قیادت میں تحریک پاکستان کا ایک درخشاں پہلو یہ تھا کہ پوری قوم ملی جذبات سے سرشار تھی، ہر کوئی اخلاص و ایثار کی متاع سے بہرہ مند تھا، قائد اعظم نے ایسا دلولہ تازہ دلوں کو دیا تھا کہ نہتی مسلمان قوم برطانوی سامراج سے ٹکرا رہی تھی، یہ ہماری تاریخ آنہ ادی کا روشن ترین باب ہے۔

جب تک قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح حاصل رہی اور قومی احتساب اس قدر قوی تھا کہ بیٹا باپ کو قوم فروش پر لعن طعن کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ قوم ایثار و سربلندی کی معراج پر تھی، پوری قوم درد مندی اور خلوص کے جذبات سے سرشار تھی، یہ قومی جذبات کا ارتعاع تھا۔ اس دور میں خلوص و ایثار کے ہزاروں حیات افروز واقعات ظہور پذیر ہوئے، جن سے ہمارے قومی چمن کا گوشہ گوشہ آراستہ ہوا۔ یہ واقعات افسانے سے بھی زیادہ دلکش اور رومان آفرین ہیں ان کا تذکرہ آج بھی عجیب لذت اور کیفیت پیدا کرتا ہے اور روح کو بالبدگی بخشتا ہے۔

اخلاص و ایثار کے یہ واقعات وطن عزیز کے طلباء کے لئے مینارِ نور کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی روشنی میں نوجوانوں کا قافلہ اپنی منزل متعین کر سکتا ہے۔ یہ واقعات نوجوانوں کے لئے ہمیںز کا کام دیں گے اور ان میں وہ ولولہ کا پیدا کریں گے جو کسی زندہ قوم کا دستور ہے۔ کہ اقم الحروف کو اس دور میں ایک حقیر کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ تحریک پاکستان میں زندگی کے جو لمحات گزارے وہ میری زندگی کا بیش قیمت سرمایہ ہیں اور ان لمحات کی یاد آج بھی میری زندگی کی متاعِ عزیز ہے، خود غرضی، خوشامد اور غمیر فروشی کے ماحول سے جب گھبراتا ہوں تو ان لمحات کی دلکشی یاد میں پناہ لیتا ہوں اور اس طرح سکون حاصل کرتا ہوں۔

تحریک پاکستان کا سب سے بڑا سرمایہ قائدِ اعظم کی فقید المثال قیادت اور کارکن تھے۔ تحریک پاکستان میں کارکنوں نے خلوص و ایثار کی مشعلیں روشن کیں جن سے آج بھی ہماری قومی زندگی کا شعلہ فروزاں ہے، سینکڑوں کارکنوں نے جامِ شہادت نوش کیا، ہزاروں کارکن بے گھر ہو گئے، انہوں نے اپنے خونِ جگر سے پاکستان کی داستان تاریخِ عالم کے صفحات پر رقم کی، ان کارکنوں کی جدوجہد سے پاکستان معرض وجود میں آیا، تحریک پاکستان کے کارکن ہر طبقہ اور ہر مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور اسی اتحادِ عمل کا ثمر پاکستان تھا۔

ہماری تاریخ شاید ہے کہ جب بھی مسلمان متحد ہو کر سرگرم عمل ہوئے کامیابی نے ہمارے قدم چومے اور جب ہم منتشر اور پراگندہ ہو گئے تو ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مرہٹوں نے ہندوستان میں مسلمانوں پر یلغار کی تو حضرت شاہ ولی اللہ کی مساعی جمیلہ سے مسلمان متحد ہوئے اور ہر مسلک اور طبقہ کے مسلمان مرہٹوں کے خلاف صف آرا ہوئے اور اس طرح مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

تحریک پاکستان میں بھی مسلمان متحد تھے اور اسی اتحاد کے بل بوتے پر

مسلمانوں نے انگریز اور کانگریس جیسی طاقتوں کو شکست دی۔ ہمارے سامنے ۱۹۶۵ء کی مثال ہے کہ جب ہم متحد تھے تو ہم نے ہندوستان کو ناکوں سے چنے چبوا دئے، جب ہماری صفوں میں انتشار پیدا ہوا تو ہمیں منقوط ڈھاکہ جیسے حادثہ سے دوچار ہونا پڑا جس کی نظیر اسلامی تاریخ میں ناپید ہے۔

قومی رہنماؤں اور کارکنوں کے حالات کو ہم اسی لئے جمع کرتے ہیں کہ اس سے نوجوانوں اور عوام میں وہ جذبہ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے جو کہ ان رہنماؤں کا طرہ امتیاز ہے۔

ہماری نوجوان نسل تحریک پاکستان اور اس کے کارکنوں کے کل ناموں سے پوری طرح واقف نہیں ہے، ہمیں ایسے لٹریچر کی شدید ضرورت ہے جو کہ ان عظیم کارکنوں کے حالات پر مشتمل ہو جس سے ہمارے نوجوانوں کو یہ اندازہ ہو اور اس حقیقت کا احساس ہو کہ ہمارے رہنماؤں نے کس قدر عظیم قربانیاں دیں۔ یہ حقیقت بڑی تلخ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد کارکنوں کو نظر انداز کر دیا گیا، اس سے قومی خدمت کا جذبہ سرد ہو کر رہ گیا۔

ہمارے فاضل دوست محمد صادق قصوری کے دل میں یہ لگن پیدا پیدا ہوئی کہ تحریک پاکستان کے کارکنوں کے حالات جمع کریں، وہ کوئی سرمایہ دار نہیں ہیں مگر دولت ایمان سے ان کا سینہ روشن ہے، قصور کے ایک قصبہ بُرج کلال میں آباد ہونے کے باوجود اپنی کاوش کو جاری رکھا، وہ مسلسل سعی کرتے رہے اور بالآخر انہوں نے محض اپنے خلوص اور محنت سے اس منزلِ بہت خواں کو سر کر لیا، انہوں نے اکابر تحریک پاکستان (حصہ اول) لکھی جس کی بڑی پذیرائی ہوئی، اب انہوں نے اکابر تحریک پاکستان کی دوسری جلد پیش کی ہے۔

کارکنوں کے حالات اپنے قومی چمن کے گوشہ گوشہ میں بکھرے ہوئے تھے، فاضل مولف نے بڑی کاوش سے ان پھولوں کو جمع کر کے ایک گلہ سستہ تیار کیا ہے جس کی خوشبو ارباب ذوق کے لئے فرحت و انبساط کا باعث ہوگی۔

اکابر تحریک پاکستان پر ہم نظر ڈالیں تو ان میں مشائخ کے حالات بھی ہیں،
نوجوان رہنماؤں کا تذکرہ بھی ہے اور صحافی کارکنوں کا ذکر بھی، ان میں سے اکثر حضرات
سے مجھے نیاز مندی کا شرف حاصل رہا ہے اور میں ان کے کارناموں سے خوب
واقف ہوں، اس بنا پر یہ کتاب میرے لئے بڑی گراں قدر حیثیت کی حامل ہے۔

تحریک پاکستان میں سرہندی خاندان نے تاریخی خدمات سرانجام دی ہیں،
آخر کیوں نہ ہو وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد اور ان کی عظیم روایات کے
علیہ دار ہیں، حضرت مجدد الف ثانی برصغیر پاک و ہند کی سب سے بڑی اسلامی
شخصیت تھے، اکبر نے اپنے عہد میں جو دین الہی کا ثبت تراشا تھا حضرت مجدد
قدس سرہ نے اسے پاش پاش کر دیا۔ اکبر کے دور میں متحدہ قومیت کا جال بچھایا گیا
تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنی فراست ایمان سے اس عظیم خطرے کو
بھانپ لیا اور اس کے خلاف جہاد کیا، حضرت اس عظیم برصغیر پاک و ہند میں دوقومی
نظریہ کے بانی تھے، ان کی رائے میں اسلام اور کفر دو متضاد قومی تھیں جن میں
کبھی اتحاد نہیں ہوا، اسی بنا پر اہل علم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو نظریہ پاکستان
کا بانی قرار دیتے تھے۔

کانگریس نے موجودہ صدی میں متحدہ قومیت کا جال بچھایا تو اس کا
تار و پود بکھیرنے کے لئے سرہندی خاندان کے افراد سرگرم عمل ہوئے اور حضرت
مجدد قدس سرہ کی روایات کی تجدید کی، اس خاندان کو پاکستان کی تحریک سے
اس قدر لگاؤ تھا کہ حکومت افغانستان کے معاندانہ رویہ کے باوجود سرہندی
خاندان کے علیہ القدر پیشوا حضرت نور المشائخ ملا شورو بازار نے پاکستان کی
پروجوش حمایت کی جن کا دلائل و بیہ تذکرہ اس کتاب کی زینت ہے۔

اکابر تحریک پاکستان کی پہلی جلد میں ہم پیر غلام مجدد سرہندی، پیر محمد حسن جان
سرہندی اور پیر محمد اسماعیل جان سرہندی کا ذکر پاتے ہیں تو دوسری جلد میں حضرت
نور المشائخ ملا شورو بازار، پیر محمد ہاشم جان سرہندی، پیر محمد حسین جان سرہندی

پیر محمد اسحاق جان سرہندی اور پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کا تذکرہ ہے۔ اس یادگار کتاب میں تحریک پاکستان کے طالب علم کارکنوں کے حالات بڑی تفصیل سے درج ہیں، تحریک پاکستان میں طلباء نے جو کارنامے سرانجام دے وہ ہماری متاعِ فخر و ناز ہیں، قائدِ اعظم طلباء کو اپنا دست و بازو سمجھا کرتے تھے، جب وہ طلباء کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی شفیق باپ اپنے بیٹوں سے محبت بھری گفتگو کر رہا ہو، ان بیٹوں نے بھی اپنے باپ پر جان نثار کر دی۔

اس کتاب میں چوہدری نصر اللہ خاں، چوہدری محمد صادق، سید قاسم رضوی پروفیسر منظور الحق صدیقی، خواجہ اشرف احمد، خواجہ محمد رفیق اور مولانا بشیر احمد خٹک کا دلنشیں تذکرہ ہے۔ چوہدری نصر اللہ خاں مرحوم تو نوجوانوں کے ہیرو تھے اور ان سے بڑا کارکن تحریک پاکستان میں پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنی زندگی ملت پر بچھاؤ کر دی۔ چوہدری محمد صادق، پروفیسر منظور الحق صدیقی، مولانا بشیر احمد خٹک اور خواجہ اشرف احمد نوجوانوں کے ہراول دستہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ پنجاب میں تحریک کا نقیب تھے، بعد ازاں چوہدری محمد صادق نے سرحد اور پروفیسر منظور الحق صدیقی نے مشرقی پنجاب میں بڑا کام کیا۔ مولانا بشیر احمد خٹک کی آتش بیانی نے لوگوں کے دلوں کو گرمایا اور خواجہ اشرف احمد کے خلوص و ایثار نے کارکنوں کا حوصلہ بڑھایا۔

اس کتاب میں حضرت دیوان آل رسول سجادہ نشین، حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی درج ہیں۔ دیوان صاحب ہندوستان میں بلند ترین حیثیت کے حامل تھے مگر انہوں نے اسلام اور پاکستان کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔ انہوں نے تحریک پاکستان کی پرجوش حمایت کی اور اس طرح انہیں ہجرت کرنا پڑی۔ حضرت دیوان صاحب کی خدمت میں مجھے شرفِ نیاز حاصل ہے، وہ بڑے منکسر المزاج اور پاکیزہ کردار کے

حامل تھے۔

تحریک پاکستان میں ملتان کے گیلانی خاندان کا ذکر ضروری ہے۔ گیلانی خاندان ابتداء ہی سے ملی تحریکات سے وابستہ رہا اور مسلم لیگ اور پاکستان کے پرچم کو ہمیشہ سر بلند کیا۔ برطانوی سامراج سے یہ خاندان ہمیشہ نبرد آزما رہا۔ اس خاندان کا تحریک پاکستان سے گہرا رابطہ رہا ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت سید عبدالرزاق شاہ گیلانی کے دستِ حق پرست پر قائدِ اعظم کے آباؤ اجداد نے اسلام قبول کیا۔ سید عبدالرزاق شاہ، شیخ سید عبدالقادر گیلانی، اوچ شریف کے فرزند تھے۔

فاضل مولف نے علی برادران کا بھی ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی اسلامی غیرت اور حمیت کا پیکر تھے، انہوں نے ملتِ اسلامیہ کو بیدار کرنے کے لئے بڑا اہم حصہ لیا اور قافلہ اسلام کو جادہ پیمایا یہی قافلہ پاکستان کی منزل کی طرف رواں دواں ہوا۔ علی برادران شیر دل مجاہد تھے، انہوں نے مسلمانوں کے حقوق کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا، علامہ اقبال نے علی برادران کی سنالشی میں شعر کہے اور جب مولانا محمد علی کا انتقال ہوا تو بڑا دردناک مرثیہ لکھا۔ قائدِ اعظم کا دہلی میں عظیم الشان جلوس نکلا، جب وہ مولانا شوکت علی کی قبر کے پاس سے گزرے تو انہوں نے قبر کو سلامی دی۔ اس سے مولانا شوکت علی سے ان کی عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

میرے کرم فرما سید غلام مصطفیٰ گیلانی خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہیں، ان کی زندگی قوم کی خدمت میں گزری، ان کی وولہ انگیز خطابت نے قائدِ اعظم سے بھی داد پائی، آج بھی یہ شیرِ بشتیہ حریت آوازہ حق و صداقت بلند کر رہا ہے۔

سردار محمد حسین مرحوم کا ذکر آتے ہی دل پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ایسا مخلص، ایثار پیشہ اور بلند کردار انسان میری نظروں سے بہت کم گزرا ہے۔

وہ سالہا سال اسمبلی کے رکن رہے مگر اپنی جائداد بیچ کر کھاتے رہے، وہ شمع لیگ کے پروانے تھے۔ ایسے بلند کردار کے حامل انسان ہمیں کم ہی نصیب ہوتے ہیں۔ تحریک پاکستان کے جن رہنماؤں سے میں متاثر ہوا ہوں ان میں انا عبدالحمد بھی تھے خاموش طبع، منکسر المزاج اور شریف النفس انسان تھے۔ ان کی ذات ہر قسم کے شبہ سے بالاتر تھی، اس خاندان نے تحریک پاکستان کی گرفتار خدمات سرانجام دیں۔ رانا خداداد خان اور رانا اللہ داد خان اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

قائد ملت چوہدری غلام عباس کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ شمع پاکستان کے پروانے اور قائد اعظم کے فدائی تھے۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں بیش از بیش حصہ لیا۔ چوہدری غلام عباس مرحوم کے کارنامے غیر فانی ہیں، مجھے ان کی خدمت میں شرفِ نیاز حاصل تھا۔ وہ ہمیشہ مجھے اپنے لطف و کرم سے نوازتے تھے، ان کے انکسار، عظمت، اخلاص اور جرأت مندی کے نقوش میرے دل و دماغ پر ثبت ہیں۔

حبیب گرامی سید قاسم رضوی کا تذکرہ میرے دل میں عجب کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ میرے بھائی، دوست، رفیق اور غمگسار تھے۔ ان کی وفات میں زندگی کے جو لمحات گزرے وہ میری زندگی کا سرمایہ عزیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قیادت کی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ قائد اعظم بھی انہیں بے حد پسند کرتے تھے۔

خواجہ محمد رفیق مرحوم بڑے جرأت مند، بہادر اور مخلص انسان تھے، وہ امرتسر کے ایک دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ امرتسر ہی سے قومی زندگی کا آغاز کیا اور مسلم سٹوڈنٹس فدریشن کے رہنما تھے۔ لاہور میں مالی آسودگی نہ رہی مگر یہ غیرت مند انسان اپنے لہو سے چراغ جلاتا رہا اور بالآخر اپنی جان جمہوریت پر قربان کر دی، ان کا خونِ ناحق نہ ایسے جگائے گا۔

پشاور کے ادیب، شاعر اور قومی رہنما سید مظہر گیلانی اپنے کمالات اور
محسن کی بنا پر یگانہ حیثیت کے حامل تھے، گاہے وہ اپنے مکتوب سے سرفراز
فرماتے۔ انہوں نے اپنی زندگی قومی خدمات کے لئے وقف کر رکھی تھی مگر اپنوں
کے ستم سے انہیں ایسی کوفت پہنچی کہ دل کا عارضہ ہو گیا اور اسی عارضہ میں یہ صاحب
دل ہم سے رخصت ہو گیا اور پشاور کا گلستان اس بکبل کی خوشنوائیوں سے
محروم ہو گیا۔

ڈاکٹر فرید بخش کی یاد جب آتی ہے تو میری آنکھوں کے سامنے فیصل آباد
مسلم لیگ کے اجلاس سلسلہ کا منظر آ جاتا ہے جس کا افتتاح قائد اعظم نے کیا تھا۔
عالی شان پنڈال میں لاکھوں فرزند ان توحید کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ ڈاکٹر
فرید بخش، مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے سالار کی حیثیت سے اس جلسے کے منتظم تھے،
بڑے باغ و بہار انسان تھے۔ انہوں نے نہ صرف سیاسی کام کیا بلکہ تعلیمی میدان
میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی کی، اپنے گاؤں میں کالج قائم کیا اور اس طرح سیاسی
رہنماؤں کو خدمت کی ایک نئی راہ کا تصور پیش کیا۔

جناب محمد صادق قصوری کی سعی و کاوش آپ کے سامنے ہے،
ان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تحقیق کو پیش نظر رکھتے ہیں، حوالوں سے گفتگو
کرتے ہیں۔ انہوں نے جس خلوص و لگن سے یہ کام کیا ہے، قابل ستائش
ہے۔

میں بھی کئی سال سے اس موضوع پر کام کر رہا ہوں، تحریک پاکستان
کا کارکن اور لاہور میں رہنے کی وجہ سے مجھے بہت سی سہولتیں حاصل ہیں،
مگر اس کے باوجود مجھے دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، صادق صاحب تو
ایک دور افتادہ گاؤں میں رہتے ہیں اور ان کے وسائل محدود ہیں مگر حوصلے
بلند ہیں، اس عظیم ہمت کی بنا پر انہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے جسے مرتب
کرنے کے لئے کئی اداروں اور رہنماؤں کی ضرورت تھی۔

صادق قصوری صاحب نے تن تنہا یہ کام سرانجام دیا ہے اور وہ دوسری جلد کے بعد تیسری جلد پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں تحریکِ پاکستان کے کارکنوں کی جانب سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس مفید تالیف سے تحریکِ پاکستان کے جانثاروں کے حالات اور خدمات محفوظ کر دئے ہیں، ان کا اندازِ تحریر بڑا دلآویز ہے، اس طرح یہ کتاب نہ صرف تاریخ بلکہ ادب کے میدان میں بھی بیش بہا اضافہ ہے۔

حکیم افتاب احمد قرشی ایم۔ اے

پیرانور علی ہاشمی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۱۸ء میں ضلع شیخوپورہ کے قصبہ ملک پور میں ہوئی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۱۶ء میں نارمل اور ۱۹۱۸ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے سینئر ورنیکلر کا امتحان پاس کیا۔ پچھلے علم کے بعد آپ نے تعلیم و تدریس کا شغل اختیار کیا، جو ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۰ء تک جاری رہا۔ اس دوران آپ نے مختلف مدارس میں خدمات انجام دیں۔

پیر صاحب کو شعر کہنے کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ تحریک خلافت کے دنوں میں آپ نے کئی قومی اور انقلابی نظمیں لکھیں۔ یہ انقلابی نظمیں روزنامہ زمیندار لاہور اور اس زمانے کے دیگر کئی ہفتہ و اس اخبارات میں شائع ہو کر نوجوانوں کے خون میں حرارت پیدا کرتی رہیں۔ آپ کے عم زاد بھائی افتخار احمد ہاشمی (برادر سر غلام دستگیر نامی) نے جوانی میں روزنامہ زمیندار سے وابستہ تھے۔ پیرانور علی شاہ صاحب کا وجاہت حسین جھنجھانوی مدیر آفتاب زمیندار سے تعارف کرایا، پیرانور علی شاہ شروع شروع میں اپنا کلام انہی کو دکھاتے رہے اور انہی سے اصلاح لیتے رہے لیکن بعد میں میاں عبدالمجید ازل دہلوی حضرت دارغ دہلوی کی شاگردی اختیار کی۔

پیر صاحب نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلم لیگ کانفرنس ٹینٹہ میں شرکت کی اس کے علاوہ قائد اعظم کی معیت میں کئی اجلاسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کی۔ جب قرار داد پاکستان پاس ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ لاہور کے اس تاریخی جلسہ عام میں موجود تھے۔ ایک مرتبہ جب قائد اعظم سیکوٹ شریف لیجا رہے تھے تو پیر صاحب نے مرید کے ضلع شیخوپورہ میں ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا اور ہزاروں کی تعداد میں دیہی عوام کو قائد اعظم کی تقریر سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا، اس موقع پر صدر استقبالیہ کی حیثیت سے انہوں نے

جو سپنا میر پیش کیا وہ اتنا جامع تھا قائد اعظم اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہوں نے اپنی جوانی تقریریں ان کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کی شخصیت اور کردار پر پورا پورا اعتماد کرتے ہوئے سیالکوٹ کے جلسہ عام میں عوام سے ان کا تعارف کرایا اور اپنی طرف سے بھی مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

آزادی وطن کے بعد جب مسلمان پناہ گزین ہو کر پاکستان آ رہے تھے تو آپ نے مرید کے مندی مہاجر کٹی کے صدر کی حیثیت سے مہاجرین کی آباد کاری کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ ضلع شیخوپورہ مسلم لیگ کے صدر بھی رہے اور زمیندار لیگ کے صدر کی حیثیت سے بھی زمینداروں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے رہے۔ تحریک پاکستان کے دوران اور اس کے بعد جو بھی کام کیا بے لوث اور قومی خدمت کے جذبہ سے کیا۔

پیر صاحب نے حضرت مولانا صوفی محمد یار بٹل فریدی رحمۃ اللہ علیہ گٹرھی اختیار خان ضلع جیم یار خان کے ہاتھ پر بیعت کی جن دنوں مرید کے ایک جنگل نما علاقہ تھا اور اس علاقہ میں سانپ کثرت سے پائے جاتے تھے۔ آپ بذریعہ دم سانپ کے کاٹے کا علاج کرتے چنانچہ علاج کی غرض سے دُور دراز سے آنے والے لوگوں کی رہائش اور ان کی خوراک کا خرچ بھی خود ہی برداشت کرتے۔

آپ نے تمام عمر اپنے خون جگر سے علم و ادب کی آبیاری کی۔ اردو، فارسی اور عربی پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اردو زبان سے محبت کا انداز اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے پٹنہ کانفرنس میں ایک قرارداد پیش کی جس میں اردو کو قومی زبان قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی۔ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے کتاب عبدہ کا ترجمہ سعودی عرب میں بھی شائع ہوا۔

آپ ۸ جون ۱۹۶۵ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۳۹۵ھ بروز الزوار شام چھ بج کر پچاس منٹ پر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے مگر آپ کی شخصیت و کردار ہمارے لیے روشنی کا مینار ہے جس

کی خوشحالی سے دلوں کی دنیا ہمیشہ روشن رہے گی، مرید کے ضلع شیخوپورہ میں مزارہ ہرج عام و خاص ہے
آخر میں آپ کے نعتیہ کلام سے ایک نعت پیش کی جا رہی ہے جس سے آپ کے ذوق دروں
اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق خاطر کا باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اجڑا ہوا دیار ہے دنیا تیرے بغیر	دیران جہان محشر و عقبے تیرے بغیر
اپنا میں درد دل بھلا کس سے بیان کروں	کوئی نہیں جہاں میں سہارا تیرے بغیر
تاریک ہو رہی ہے شب زندگی میری!	ممکن نہیں ہے اس میں اجلا تیرے بغیر
مہرِ لفظ میرے دل میں رہے تیری آرزو	سر میں نہ اور ہو کوئی سودا تیرے بغیر
تو ہے جہاں میں باعثِ تکوینِ دو جہاں	کیوں کر ہو وصلِ بندہ و مولا تیرے بغیر
پیمانِ ازل میں بندہ و آقا کے درمیاں	اس راز کا ہے کون شناسا تیرے بغیر
دیکھا ہے تو نے چشمِ مبارک سے بڑلا	دربارِ حق میں کون ہے پہنچا تیرے بغیر
بس اک شعاعِ نور سے ہی طو حُل گیا	کس کو ہے اس کی تاب یار تیرے بغیر

اہل جہان کو مشکلیں آنور جو پیش ہیں
کوئی نہیں ہے ان کا مدد ا تیرے بغیر ۱۷

۱۷ عقیدت کے پھول مرتبہ پیر عبد الغفور ہاشمی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۱۷ تا ۱۱۸۔

پیر الہی بخش

سندھ کے ہر ولعز نے سیاستدان پیر الہی بخشؒ ۱۸۸۵ء میں پیر گوٹھ ضلع داد میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد علیگڑھ چلے گئے اور وہیں سے ۱۹۲۱ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا۔ دوران طالب علمی علی برادران کے ساتھ تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ۱۹۲۲ء کے بعد جب اس تحریک کا زور کم ہونے لگا۔ تو آپ نے اس کے وقار کو برقرار رکھنے کی بھرپور سعی کی۔ اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی اس سے علیحدگی اختیار نہ کی بلکہ ۱۹۳۱ء میں جب گول میز کانفرنس لندن میں مولانا محمد علی جوہر کا انتقال ہو گیا، تو آپ نے سندھ میں ایک نئی تحریک کی بنیاد رکھی جو سندھ یونائیٹڈ فرنٹ کے نام سے مشہور ہوئی۔ ہندوؤں نے اس تحریک کی شدید مخالفت کی، کیوں کہ اس کا بنیادی مقصد "سندھ" کو صوبہ بمبئی سے علیحدہ کرنا تھا۔ ہندو یہ سمجھتے تھے کہ اگر سندھ الگ ہو گیا تو ہندوؤں کی سندھ میں اکثریت ختم ہو جائیگی کیوں کہ سندھ ذات خود ایک مسلم صوبہ بن جائے گا۔ اس مخالفت کے باوجود آپ نے اپنی تحریک جاری رکھی اور ۱۹۳۸ء میں بمبئی سے الگ صوبہ سندھ بنوا کر دم لیا اور اس وقت سے مسلمانوں کے بنیادی حقوق کا بیڑا اٹھایا۔ اور مسلمانوں کو ملازمتوں میں ان کے حقوق دلانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ ۲

اس معرکہ کو سر کرنے کے بعد ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے اور سندھ میں اس عہد کو مقبول بنانے کی انتہائی جدوجہد کی۔ گو بعض میٹس مسلمانوں نے ان کی مخالفت کی، مگر انہیں

۱۔ مدت نامہ مساوت لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء۔
۲۔ ایضاً۔

نے دوسرے محب وطن مسلمان لیڈروں کے ساتھ کام کر کے مسلم لیگ کا اقتدار قائم کیا قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں سندھ کے وزیر تعلیم و مالیات بنائے گئے۔ اس وقت آپ نے مہاجرین کی آباد کاری کے لیے بے پناہ کام کیا۔ اور اس کے بعد ۱۹۴۸ء کو وزیر اعلیٰ بنادیے گئے۔ تو کراچی میں مہاجرین کی آباد کاری کے لیے پرائیویٹ بخش کالونی تعمیر کرائی اور اپنی رہائش گاہ بھی وہیں بنوائی۔ ۱۔

آپ کو تعلیمی امور سے بہت دلچسپی تھی۔ آپ نے سندھ میں کاسرس کالج اگر لنگ کالج انجینئرنگ کالج اور بہت سے اسکول کھلوائے۔ سندھ یونیورسٹی کا قیام بھی آپ کا ہی رہنمائی میں ہوا۔ شہر قائد میں تعلیم پرنسپل اے بی اے علی گڑھ سے کراچی لانے کا شرف بھی آپ کو ہی حاصل ہے۔ اور کالج کراچی کے قیام میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ غرض آپ نے زندگی بھر تعلیمی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان خدمات کی بنا پر آپ کو سر سید سندھ بھی کہا جاتا ہے۔ ۲۔

۱۹۴۹ء میں آپ نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران کچھ ایسے اقدامات کئے جس کی وجہ سے مسلم لیگ اور اس کی قیادت کو آپ سے اختلاف پیدا ہو گیا اور آپ نے استعفیٰ دے کر عوامی لیگ میں شرکت کر لی۔ یہ جماعت ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو قائم کی گئی تھی پیر صاحب اس کے روحِ درواں تھے جب اس کا پہلا اجلاس سید حسین شہید سہروردی کی صدارت میں ہوا تو آپ نے اس جماعت کو مضبوط بنانے کے لیے بہت سے لیڈروں کو جمع کیا۔ ان میں حضرت پیر صاحب نانکی شریف اور نواب افتخار حسین ممدوٹ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ۳۔

وزارت سے علیحدگی کے بعد آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر قومی لو کیلئے گرانقدر خدمات انجام دیں جب دن یونٹ کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے ڈٹ کر مخالفت کی جو حکومت وقت کی ناراضگی کا

۱۔ روزنامہ مساوات لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء مسلم لیگ کا دورہ حکومت از صفدر محمود مطبوعہ

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۶ء۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۹۰، ۱۹۳

۲۔ روزنامہ مساوات ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء، روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۶ء

سبب بنی مگر آپ نے اس ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا یہ سیاسی کام یعنی ون یونٹ کو ختم کرنا برابر جاری رکھا۔ ۱۹۵۸ء میں جب نام نہاد اصلاحات کا دور شروع ہوا تو آپ نے یہ محسوس کیا کہ یہ اصلاحات کسی خاص مقصد کی تکمیل کے لیے اختیار کی گئی ہیں آپ نے اس صورت حال سے دل برداشتہ ہو کر سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی۔

۱۹۶۳ء میں مولانا محمد عمر چھپروی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جمعیت المسلمین“ کی بنا ڈالی تو آپ اس میں شریک ہو گئے اور مذہب و ملت کی خدمت کا عزم کیا مگر یہ تنظیم جلد ہی دم توڑ گئی۔ اس کے بعد آپ تازہ نئی تعلیمی و ملی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں جی ایم سٹیڈ کی نصابی کتب کے حوالوں سے ایک کتابچہ ”ادب کی آڑ میں“ شائع کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ آخر کار مختصر علامت کے بعد معدہ کے عارضہ میں ۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو سو اگیارہ بجے سول ہسپتال کراچی میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ انالٹو دانا السیرہ راجعون۔ ۱۷

آپ کی وفات حسرت آیات پر تمام ملک میں گہرے رنج و الم کا اظہار کیا گیا۔ ملک بھر کے اخبارات نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ ذیل میں روزنامہ نوائے وقت ”لاہور کا ادارہ یہ نقل کیا جاتا ہے،

”پیر الہی بخش نے عید الفطر سے اگلے روز داعی اجل کو لبیک کہا۔ انالٹو دانا السیرہ راجعون۔ پیر الہی بخش سندھ کے سربراہ اور دہشتگردوں میں سے تھے۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت میں شمولیت سے ہوا۔ وہ اس تحریک کے بڑے سرگرم کارکن رہے۔ سندھ پہلا صوبہ تھا جس کی صوبائی مقننہ نے پاکستان کی حمایت میں قرارداد منظور کی۔ اگرچہ سر غلام حسین ہدایت اللہ کی وزارت کو خان بہادر اللہ بخش (کانچا سسی) نے برطرف کر دیا تھا تاہم پیر الہی بخش سرگرمی کے ساتھ مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے اور قیام پاکستان کے بعد وہ نہ صرف مسلم لیگ کا بے

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء روزنامہ مساوات لاہور، ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء

میں شامل ہوئے بلکہ سندھ کے وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ چونکہ وہ مغربی پاکستان کی وحدت کے قائل نہ تھے، اس لیے مارشل لا کے دوران سیاست سے کنارہ کش رہے۔ تاہم انہوں نے پاکستان اور نظریہ پاکستان کی حمایت سے کبھی ہاتھ نہ اٹھایا۔ مارشل لا ختم ہوا تو وہ عمر کی اس منزل میں تھے، جہاں ضعف و تقاہت کی وجہ سے آدمی گوشہ گیری کے سوا کسی کام کا نہیں رہتا۔ پیر الہی بخش کی خدمات کے اعتراف کے طور پر کراچی میں ایک کالونی ان کے نام کو قبائلی نام بخشنے کے لیے کافی ہے۔ یوں بھی پیر صاحب کی تمام زندگی ان لوگوں کے لیے نمونہ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور سپاہندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ پیر الہی بخش کی موت سے سندھ کی سیاست کا ایک باب ختم ہوتا ہے۔ خدا سندھ کی سیاست کو ان کا ایسا نغمہ البدل عطا فرمائے جس کے دل میں پاکستان اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کے وہی جذبات ہوں جو مرحوم کے دل میں تھے۔ ۱۰

۳ نومبر کو سندھ اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا، تو آپ کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی۔ قرارداد میں آپ کی تحریک پاکستان بے گھروں کی آباد کاری اور تعلیم کے شعبہ میں خدمات کو سراہا گیا اور سپاہندگان سے اظہار تعزیت کیا گیا۔ جمعیت علماء پاکستان کے رکن ابی سمبلی مولانا محمد حسن حقانی مدظلہ نے فاتحہ پڑھائی۔ ۱۰ روزنامہ مشرق لاہور نے اپنے ادارے میں یوں خراج عقیدت پیش کیا:-

”سندھ کے سابق وزیر اعلیٰ پیر الہی بخش کا انتقال بلاشبہ ایک قومی سانحہ ہے، مرحوم نے تحریک خلافت اور تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، انہوں نے خاص طور پر سندھ میں علی گڑھ تحریک کے مقاصد کو تقویت پہنچانے کے لیے جو عظیم کردار ادا کیا ہے، اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ علی گڑھ تحریک کی طرح ممبئی سے سندھ کی علیحدگی کی تحریک کو بھی قیام پاکستان کی جدوجہد سے الگ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تحریک پاکستان کی جڑیں مہنی میں بہت دور

۱۰ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء ۱۰ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۰ نومبر ۱۹۷۵ء۔

ایک پھیلی ہوئی ہیں اور سندھ کی علیحدگی کی تحریک بھی اسی سلسلے کی ایک مؤثر کڑی تھی۔ جسے برصغیر کی ملی تاریخ میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ اس تحریک میں بھی مرحوم نے امتیازی کردار ادا کیا تھا انہوں نے سندھ میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لیے جدوجہد میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا علی گڑھ کی تعلیم اور ماحول نے ان کے مزاج پر جو رنگ چڑھایا تھا۔ وہ ان کی قومی زندگی میں ہر مرحلے میں نمایاں رہا۔

سندھ کی ابتدائی کابینہ میں انہوں نے وزیر تعلیم کی حیثیت سے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ایک عرصہ تک سندھ کے وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ ۱۹۴۸ء کا دور تھا جب بھارت کے لاکھوں مسلمان گھربار سے محروم ہو کر پاکستان آ رہے تھے اور ان کی آباد کاری وقت کا نازک ترین مسئلہ بن کر رہ گئی تھی۔ مرحوم نے مہاجرین کی بحالی کی جدوجہد میں انتہائی عرق ریزی سے کام لیا۔ پیر الہی بخش کالونی تو ان کے نام سے آباد ہوئی۔ اس کے علاوہ گولیمار، پیر آباد، بہار کالونی اور منگودوسری بستیوں کو بھی ان کے عہد ہی میں بسایا گیا۔ وہ ایک خاموش لیکن پتھک قومی کارکن بھی تھے۔ اور خود کی خواہش سے بے نیاز ہو کر ضرورت مندوں کے کام آنا اپنی زندگی کا مقصد اولیٰ تصور کرتے تھے۔ وہ سچے پاکستانی اور وسیع النظر انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کی جدائی وسیع تر حلقوں میں پوری شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ لے

لے روزنامہ مشرق دہرہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء

سید امیر الدین قدوائی

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما سید امیر الدین قدوائی ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد علی گڑھ لاء کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ ڈاکٹر مر ضیاء الدین اور آپ نے یونیورسٹی کو ہندو غنڈی گردی کی آماجگاہ بننے سے روکنے کے لئے مثالی کام کیا تحریک خلافت سے سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ اور علی برادران کے ساتھ بڑی محنت اور لگن سے کام کرتے رہے۔ اسی دوران آل انڈیا مسلم یوتھ کانفرنس کے سیکریٹری جنرل منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں سر راس مسعود کے پرسنل اعزازی سیکریٹری مقرر ہوئے اور مسلم یونیورسٹی کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرتے رہے۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سیکریٹری جنرل بھی رہے۔ اس کانفرنس کے صدر مر آغا حسان نائب صدر عبداللہ مارون اور علامہ اقبال تھے۔

تحریک پاکستان میں علی گڑھ یونیورسٹی کیم میں شامل رہے اور علی گڑھ میں پاکستان کی سکیم تیار کی جس کو بنیاد بنا کر قائد اعظم نے ۱۹۴۰ء کی قرارداد تیار کی۔ یوپی مسلم لیگ میں کئی جھینڈوں سے کام کرتے رہے اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔ ۱۹۴۶ء میں پاکستان کے جھنڈے کا ڈیزائن تجویز کر کے قائد اعظم کو پیش کیا جسے قائد اعظم نے منظور کر لیا۔

پاکستان بننے پر ۱۹۴۷ء میں پاکستان آکر لاہور لاء کالج میں پروفیسر مقرر ہو گئے پھر پیکٹس شروع کی۔ جمعیت علماء پاکستان کے سرگرم رکن رہے اور اس کے نائب صدر بھی منتخب ہوئے تھے ۱۹۵۵ء میں آل پاکستان سنی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لاہور میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور کئی تجویزیں اور قراردادیں پیش کیں، سپریم کورٹ کے جینرل ایڈووکیٹ بھی رہے۔

۱۹۷۲ء
۱۷ اگست ۱۹۷۲ء - روزنامہ کے وقت ۲۲ - روزنامہ لاہور ۱۷ اگست ۱۹۷۲ء - روزنامہ لاہور ۱۷ اگست ۱۹۷۲ء

۱۷ اگست

آپ اکثر اوقات عبادت الہی میں مصروف رہتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو بے پناہ
عشق تھا، داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ سے بہت عقیدت تھی۔ آخری دنوں میں کراچی میں مقیم ان کے عزیزوں
(لڑکے اور بیگم صاحبہ) نے بہت کوشش کی کہ آپ کراچی چلے آئیں مگر انہوں نے داتا گنج بخش کے دوبار سے
دوری قبول نہ کی۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد بہت غمگین رہتے تھے آپ نے دعا کرنے والوں کا ایک حلقہ بنایا تھا
جس میں ہر اس آدمی کا نام رجسٹرڈ کر لیتے جو پاکستان کی سلامتی کے لئے دعا کرنے کا اقرار کر لیتا۔
آپ فرماتے بھی: دعا میں یہ الفاظ بھی شامل کر لیں کہ اے اللہ! سارے ہندوستان کو پاکستان
بنادے۔“ لے

آخر آپ سقوطِ ڈھاکہ کے غم کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے اور ۲۱ رجب ۱۳۹۳ھ
مطابق ۲۱ اگست ۱۹۷۳ء بروز منگل خاتونِ حقیقی سے جا ملے۔ ۲۲ اگست ۱۹۷۳ء کو ۹۷ ڈی
گلیز II نزد مسجد غوثیہ سے جنازہ اٹھایا گیا۔ نماز جنازہ میں کثیر التعداد لوگوں نے شرکت کی اور
گلیز کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دئے گئے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور کے سٹاف رپورٹر سید انور قدوائی آپ کے صاحبزادے
میں۔ آپ حضرت میاں علی محمد صاحب چشتی نظامی آن بسی شریف سے معیت تھے لے

لے ایضاً

لے روزنامہ دفاق لاہور ۶۰ مارچ ۱۹۷۵ء

مفتی اعجاز ولی خاں

ہندوستان میں بریلی نام کے دو مشہور شہر ہیں۔ ایک رائے بریلی اور دوسرا بانس بریلی، بانس بریلی کو زیادہ تر شہرت علی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ علی حضرت قدس سرہ نے مذہب و ملت کی جو عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں اس صدی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ ہی کے خالوادے میں ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء کو ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد اعجاز ولی خاں رکھا گیا۔ اس بچے کا سلسلہ نسب تین واسطوں کے بعد علی حضرت قدس سرہ کے نسب سے مل جاتا ہے جو اس طرح ہے۔

محمد اعجاز ولی خاں بن سردار ولی خاں بن ہادی علیخان بن لفتی علیخان بن رضا علیخان بن کاظم علیخان۔ علی حضرت قدس سرہ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ احمد رضا خان بن لفتی علیخان بن رضا علی خان کاظم علی خان۔ ۲

ہوش نبھانے کے بعد حضرت مفتی صاحب کو مکتب میں داخل کروا دیا گیا۔ ۱۵۔ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ کو علی حضرت بریلوی قدس سرہ کے حضور قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ بعد ازاں حافظ عبدالکریم قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد درجہ متوسط کی کتابیں اپنے برادر اکبر مولانا تقدس علی خان مدظلہ ۳ سے علامہ مختار احمد خان سلطانپوری بریلوی

۱۔ تذکرہ علماء ہند از مولانا رحمت علی (اردو ترجمہ از پروفیسر محمد ایوب قادری) مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص

۲۔ پندرہ روزہ سوادِ انعام ۱۱ مورخہ ۵ اربسمبر ۱۹۴۵ء ص ۱۱

۳۔ حال صدر مدرس جامعہ راشدیہ سیرگودھا، سندھ

مولانا حسین رضا خان مدظلہ اور خلف الرشید مولانا حسن رضا خان سے پڑھیں شرح جامی مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان مدظلہ اور تفسیر حلالین حضرت محدث پاکستان مولانا سراج احمد لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں ۱۳۵۲ھ میں مفتی اعظم ہند مدظلہ سے سند حدیث حاصل کی پھر الہ آباد یونیورسٹی سے فاضل دینیات اور دوسری مرتبہ ۸ ذوالحجہ ۱۳۵۲ھ کو حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی اور حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی پھر باقی ماندہ علوم کی دارالعلوم سعیدیہ دادوں ضلع علیگر لکھنؤ میں تکمیل کر کے سند فراغت حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی والد گرامی علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم سعیدیہ سے حاصل کی ہے

حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان مدظلہ نے حضرت خواجہ غریب نواز اجپوری کے مزار پر سلسلہ قادریہ میں آپ کو اجازت و خلافت عطا کی مختلف دینی مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دینے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی و مدرسہ مظہر اسلام بریلی میں علم و عرفان کے گہر لٹاتے رہے ۱۹۴۵ء میں پانی پت میں حضرت غوث علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مدرسہ ہندج العلوم میں منصب تدریس سنبھالی ایک سال بعد پھر بریلی واپس چلے گئے اور ایک برس تک دارالعلوم منظر اسلام میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۵ء

۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ کی حمایت میں تقریریں کرنا شروع کیں اور کانگریس کا ڈک کر مقابلہ کیا ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی اس میں دیگر ہزاروں علماء کے ساتھ حضرت مفتی صاحب

۱۔ پندرہ روزہ سواد اعظم لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۱۱۔

۲۔ تذکرہ علماء اہل سنت لاہور از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبعہ لاہور ۱۹۴۵ء ص ۶۹۔ پندرہ روزہ سواد اعظم لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۱۱۔ روزنامہ نواسے وقت لاہور ۲۴، ۲۵ دسمبر ۱۹۴۵ء۔

بھی شریک ہوئے کانفرنس کی کامیابی کے بعد حصول پاکستان کی منزل کو پانے کے لیے سر بکھن میدان میں کودے جگہ جگہ مسلم لیگ کی حمایت میں دورے کئے۔ پنجاب کے اکثر اضلاع میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ ۱۹۴۷ء میں ہی بریلی سے پاکستان کی حمایت میں فتویٰ جاری کیا اور تمام مسلمانوں پر پاکستان کی حقیقت واضح کی اور پھر حصول آزادی تک ڈٹ کر انگریز اور ہندو کی مخالفت کرتے رہے۔ ۱۰

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہجرت فرما کر یہاں تشریف لے آئے اور ۱۹۵۱ء تک جامعہ محمدی شریف (جھنگ) میں نائب شیخ الحدیث کے عہدہ پر خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد دارالعلوم اہلسنت و جماعت حہلم میں منصب تدریس پر فائز رہے جون ۱۹۵۲ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں شیخ الحدیث والفقہ کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۶۱ء تک تشنگان علم دین کی پیاس بجھاتے رہے اسی دوران ۱۹۵۶ء میں مزار اقدس حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے متصل جامعہ گنج بخش کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ساتھ کمرش نگر د اسلام پورہ کی جامع مسجد میں جامعہ حامدیر رضویہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ ایک عرصہ تک دونوں مدارس کے ہستم کی خنیت سے کام کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد کمرش نگر میں امام و خطیب کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ ۱۱

۱۹۶۱ء میں دارالعلوم نعمانیہ اندرون گیسٹ لاہور کی انتظامیہ کے اصرار پر یہاں تشریف لے آئے اور شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہو کر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے مفقود رجسٹریشن کر کے رہے

۱۰ تذکرہ علماء اہلسنت لاہور از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء ص ۳۶۹۔ پندرہ روزہ سواد اعظم

لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۵ء ص ۱۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۲، ۲۳، ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء۔

۱۱ تذکرہ علماء اہلسنت لاہور ص ۳۶۸۔ پندرہ روزہ سواد اعظم لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۵ء ص ۱۱۔

شعبان ۱۳۹۳ھ (۱۹، ۳) میں انجمن نعمانیہ کے صدر ڈاکٹر دلاور علی نے آپ کو لوٹس دیا کہ آپ یا تو مدرسہ کے شیخ الحدیث رہیں یا جمعیت علماء پاکستان سے تعلق رکھیں۔ آپ نے مدرسہ سے استعفیٰ دے دیا لیکن جمعیت سے تعلق تو رٹنا گوارا نہ کیا۔ ۱۔

سوادِ اعظم کی ترجمان جمعیت علماء پاکستان سے آپ کی وابستگی شروع سے ہی بھٹی تہا ریتِ مقدور بھر خلوص و محنت سے اس کی خدمت کرتے رہے ۱۹۶۲ء جمعیت کے ملتان کنوینشن میں مجاہد مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ کو پنجاب جمعیت کا صدر اور آپ کو نائب صدر چن لیا گیا ۱۹۶۳ء میں خانیوال کنوینشن میں حضرت نیازی صاحب کو مرکزی جمعیت کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا تو پنجاب جمعیت کی صدارت کی ذمہ داریاں آپ کو سونپ دی گئیں۔ آپ جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ کے بھی رکن تھے منفی سیاست سے متنفر اور تعمیری تنقید کے حامی تھے۔ ۲۔

آپ کو فقہ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ فتویٰ میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا تھا اور رفقیہ العصر کے خدب سے نوازے گئے تھے۔ بزرگانِ دین سے بہت عقیدت بھٹی یہی وجہ تھی کہ صوفیائے کرام کے حالات بیان کرنے میں انہیں خاصا عبور حاصل تھا آپ کا دل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھا بے حد مہین، محنتی، صالح، خوش اخلاق، ملنسار، غیور، خود دار اور جہانی طور پر سندرست و توانا تھے۔ اپنے لواپنے بیگانے بھی ان کے کمالات کے معترف تھے۔ ۳۔

جداجدا جو وصف دیگر علماء میں تھے

وہ سب کے سب اس عاشقِ خدا میں تھے

۱۔ تسخیر الواضح، ۲، قالون میراث، ۳، تنویر القرآن و تفسیر قرآن، ۴، ترجمہ مکاتیب

۱۔ تذکرہ علماء اہل سنت لاہور ص ۳۶۸ پندرہ روزہ سوادِ اعظم لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۵ء ص ۱۱۔

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸، ۱۹، ستمبر ۱۹۶۲ء، ۲۰، مئی ۱۹۶۳ء۔

ورسائل شیخ عبدالحق (۵)، ترجمہ کشف الاسرار و اتانگنج بخش، وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں آپ کے شاگردوں کی تعداد قریباً پانچ ہزار ہے جو اس وقت آزاد کشمیر، مشرقی پاکستان، بھارت، انڈونیشیا، افریقہ، بھارت، ایران، افغانستان، امریکہ، کویت، عربی اورد انگریز میں دین اسلام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور سے مستعفی ہونے کے بعد کثیت شیخ اسی بیٹ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور آپ کا تقرر ہوا لیکن قدرت کو شاید یہ تقرر ہی منظور نہیں تھی کہ چونکہ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۷۳ء بروز پیر سوموار ۱۴/۱۰ بجے شب میوہسپتال لاہور میں چند دن بیمار رہ کر آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ نمازہ جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوبکر کات سید احمد مدظلہ نے پڑھائی اور میانہ صاحب کے قبرستان میں حضرت مولانا غلام محمد ترم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
 بڑی مشکل سے ہوتا ہے چین میں دیدہ و دیدار
 مختلف روزناموں نے آپ کی رحلت پر اداروں کے ذریعے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا۔ روزنامہ جمہور لاہور کا ادارہ نذر قارئین ہے :-
 گذشتہ روز ایک محقق عالم دین، عظیم فقیہ اور صاحب الرائے مفتی — مفتی اعجاز ولی خان انتقال کر گئے۔ مرحوم جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کے صدر تھے مفتی اعجاز ولی خان ان اہل دین میں سے تھے جو دینی خودداری، غیرت اور کردار کے پیکر ہوتے ہیں مفتی اعجاز ولی خان کا وصال معمولی حادثہ نہیں، یہ پہلے سے موجود قحط الرجال میں مزید خوفناک اضافہ ہے لیکن رب العالمین کا حکم ہی فیصلہ کن ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو اپنی بے پایاں رحمت سے نوازے اور ان کے پسندیدگان کو قلبی اطمینان اور سکون عطا فرمائے۔

۱۔ تذکرہ علماء اہلسنت لاہور ص ۲۶۹۔ سواد اعظم لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۱۱۔

۲۔ روزنامہ جمہور لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء۔

دیوان آل رسول اجمیری

آپ سلطان المہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے سجادہ نشین تھے تحریک پاکستان میں آپ نے بے مثال خدمات انجام دیں مشہور صحافی جناب ممتاز لیاقت تحریک پاکستان میں علما کا حصہ کے زیر عنوان رقم طراز ہیں :-

”مشائخ بھی اس میدان میں پیچھے نہ رہتے۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب نانکی شریف کی دعوت پر پشاور میں سرحد اور پنجاب کے مشائخ کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا خواجہ معین الدین چشتی کے سجادہ نشین دیوان آل رسول خواجہ حسن نظامی، متولی درگاہ حضرت بوعلی قلندر خواجہ عبدالرشید، پیر جماعت شاہ علی پوری، اہل پیر فضل شاہ، حلال پوری، وغیرہم نے اپنے مریدوں کو پاکستان کی حمایت کا حکم دیا۔“

۱۹۴۶ء میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی نے بنارس میں تمام زعمائے ملت کی آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کر کے مطالبہ پاکستان کی تحریک کو کامرانی کے آخری مراحل میں داخل کر دیا۔ کانفرنس میں سات ہزار مستند علما کرام و مشائخ عظام نے شرکت فرمائی اور اعلان کیا کہ :-

”آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے۔“

یہ اجلاس حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کی صدارت میں منعقد ہوا اور ملک بھر میں تمام اہل سنت کو پاکستان کی حمایت میں ووٹ دینے کے لئے تبلیغی دُورے کرنے کے لئے جن بارہ ممتاز علماء و مشائخ کی کمیٹی تشکیل کی گئی ان میں حضرت دیوان آل رسول اجمیری

۱۵ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۶۶ء ص ۳۱۔

رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ ۱۵

اس کے بعد آپ نے پاکستان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے اپنی تمام تر مساعی کو صرف کر دیا۔ ۱۵، ۶ رجب ۱۳۶۵ھ (جون ۱۹۴۶ء) میں آپ کی صدارت میں مسجد شامیہ میں واقع درگاہ معالیٰ اجمیر شریف میں ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ کانگریس اور پاکستان دشمن طاقتوں کے سروں پر پانی پڑ گیا۔ اسی کانفرنس میں محدث اعظم ہند چھوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے در الخطبہ الاشرفیہ للجمہوریہ الاسلامیہ کے نام سے اپنا معرکتہ الآرا خطبہ پڑھا جس کا ایک ایک لفظ آپ ذر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس خطبہ نے پاکستان کے حامیوں کو ایک نیا جوش، دلولہ اور عزم بخشا اور اسی جذبہ کے تحت ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے ابھرا۔ ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مشائخ کرام نے اپنے اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کے حلقوں میں مسلم لیگ کی حمایت کے سلسلے میں اعلان کیا۔ اپنے بھی ایک اہم اعلان فرمایا جو درج ذیل ہے:

”اس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ ضروری اور ہم سب کی توجہ کے قابل یہ مسئلہ ہے کہ مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کے دعوے میں ہم پورے اتر جاتے ہیں اور قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت قائم و برقرار رہ جائے، اغیار اور معاندین اسلام ہماری اس واحد نمائندگی اور قیادت کی دھجیاں فضا سے آسمانی میں اڑا دینا چاہتے ہیں ہم کو بڑے استقلال و پامردی کے ساتھ اس دعوے کو ثابت کرنا ہے اور اس کی قیادت کے قیام و بقا کے لیے کام کرنا ہے، میں اپنے اس سلسلہ کی خالقانوں کے سجادگان سے اپنے جد امجد حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی گدیوں کو چھوڑ کر اس نازک وقت میں اسلام کی خدمت کے لیے نکل

۱۵ ماہنامہ الحبیب لاہور، اکتوبر ۱۹۶۷ء ص ۱۵۱۱۲ -

۱۶ اکابر تحریک پاکستان حصہ اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۲۱۴ -

پڑیں اور مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کے لیے کمر باندھ کر میدان میں آجائیں۔ ۱۵

۱۹۴۷ء کی تقسیم کے بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ اگرچہ ہندوستان کی حکومت نے آپ کو اجیر شریف قیام فرمانے پر رٹا اور دیا اور منہ مانگی مراعات دینے کی پیشکش کی مگر آپ نے وہاں ٹھہرنا گوارا نہ کیا۔ پہلے چک نمبر ۱۲ سرگودھا میں قیام فرمایا اور بعد ازاں مستقل طور پر پشاور کو اپنا مسکن بنا کر خلق خدا کی روحانی تربیت دینے لگے۔

آپ کو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ سے بہت محبت تھی بلکہ تو دونوں حضرات کے تعلقات شروع سے ہی بہت گہرے تھے لیکن تحریک پاکستان نے انہیں مزید مستحکم کر دیا حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ۱۹۴۷ء میں وصال فرمایا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا جیسا کہ حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (فرزند اکبر حضرت امیر ملت قدس سرہ) کے نام آپ کے تعزیت نامے سے ظاہر ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

”بخدمت جناب الحاج مولانا محمد حسین صاحب دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

حضرت محترم الحاج پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا۔ موصوف کے وجود گرامی سے بڑی تقویت قلبی رہتی تھی تمام سلاسل کے لیے آپ کی منفذ ذات مایہ صدف تھی۔ یہ گردشِ دوزخ و کارِ صدیوں میں ایسی گرامی ہستیاں پیدا کرتی ہے۔ انہوں نے کہ فلک کے بے درد ہاتھوں کی گرفتِ خلقِ اللہ کو ایسی برکاتِ جاریہ سے محروم کر دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ظاہری طور پر آنکھوں سے اوجھل ہونے کا احساس رنج و غم کی صورت میں تلوے پر مستطاب ہو رہا ہے۔ ورنہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو دائمی اور حقیقی زندگی اب حاصل ہوئی ہے اور وہ اہل محبت کے درمیان ہمہ وقت تشریف فرما ہیں۔

۱۵ قائمہ اعظم اہل ان کا عہداز رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۳۴

میں بیمار تھا۔ بہت تاخیر سے تعزیت پیش کر رہا ہوں بمعذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ
حضرات کو ایسی غیر ترقبہ نعمت کے چھٹ جانے پر صبر و شکیب عطا فرمائے۔ اور حضرت موصوف
رحمۃ اللہ علیہ کو وہ درجات عالیہ عطا فرمائے جن کے آپ مستحق ہیں۔ اور ہمیں تاقیامت برکتیں حاصل
ہوئی رہیں۔ میرے برادران مکرم اور تمام خاندان کی طرف سے دلی عذر خواہی اور ہمدردانہ تعزیت
قبول فرمائیں۔ والسلام۔

خیر اندیش :-

دیوان سید آل رسول علی خان۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ

اجمیر شریف (حال سرگودھا) جک نمبر ۱۲ - ۱۵

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۹ جون ۱۹۷۶ء بروز اتوار
پشاور میں ہوئی۔ اور "بیری باغ بیرون یکم لوت دروازہ" پشاور میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

آسماں تری لحد یہ شبسم افشانی کرے

سبزہ لوزستانہ اس گھر کی نگہبانی کرے

۱۵ سیرت امیر ملت از سید اختر حسین پروفیسر محمد طاہر فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۵۱۳، ۵۱۴

۱۶ مکتوب گرامی جناب ڈاکٹر بشیر احمد خان ایم بی بی ایس چوک ناصر خان پشاور شہر بنام حکیم محمد موسیٰ

امرتسری مدظلہ، محررہ ۱۱ نومبر ۱۹۷۵ء۔

پیر محمد اسحق جان سہرندی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۳ھ میں حیدر آباد سندھ میں ہوئی والد گرامی پیر محمد اسماعیل روشن سہرندی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخ ولادت کہی ہے۔

سن تولد اوچوں چراغ دین نبی است
چراغ دین نبی نام روشن بن ساد

ابتدائی تعلیم عہد امجد حضرت پیر محمد حسین سہرندی اور والد گرامی سے حاصل کرنے کے بعد ممتاز علماء عصر سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں اپنے ماموں پیر محمد شمس جان سہرندی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے سہرندی حضرات کی طرح اجمیر شریف میں مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کتاب علم کیا۔ آپ چونکہ دائم الریض تھے اس لیے تعلیم کے دوران مولانا حکیم نظام الدین کے زیر علاج رہے مرض کی زیادتی اور امتداد کی وجہ سے یکسوئی سے تعلیم حاصل نہ کر سکے کچھ دن اجمیر شریف رہ کر سہرندی شریف چلے جاتے، آخر تنگ آ کر علاج ترک کر کے سہرندی شریف میں رہائش اختیار کر لی چنانچہ یہاں محمد دالاف ثانی کی دعا و نگاہ سے شفا کے کام لے نصیب ہو گئی اور آپ کی صحت ایسی قابل رشک بن گئی کہ لوگ حیران رہ گئے۔

آپ نے صغر سنی کے باوجود والد گرامی کے ساتھ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ مسجد منزل گاہ سکھر کی تحریک میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ لیکن غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے عہد امجد اور والد گرامی کے ساتھ ڈٹ کر کام کیا۔ جب قائد اعظم میرپور خاص تشریف لائے تو آپ نے استقبال کے لیے نوجوانوں کے گروپ تیار کئے۔ ان نوجوان گروپوں کے قائد بھی آپ ہی تھے۔ قائد اعظم نے ازراہ محبت آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر اظہار خوشنودی کیا۔ اور آپ کے جوش و دلولہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

یہ وہ دور تھا جب کانگریسی مولوی شد و مد سے مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ وہ سندھ میں کسی قیمت پر بھی مسلم لیگ کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ یہ لوگ روپیہ پیسہ کے زور پر پورے پورے پرچھا چکے تھے۔ ان پر آشوب حالات میں آپ کے نانا اور مرشد حضرت خواجہ پیر محمد حسن سرہندی نے ایک اخبار "الحنیف" جاری کیا جو ایک طرف تو مسلم لیگ اور مسلم عوام کی ترجمانی کرتا تھا اور دوسری طرف کانگریسی علماء کی بھی خبر لیتا تھا، اس اخبار میں آپ کی چند سیاسی نظمیں "ساقی" کے نام سے شائع ہو کر مقبول ہوئیں۔

علماء حق کی کوششوں کی بدولت آزادی کی منزل قریب پہنچ چکی تھی اور وہ سحر طلوع ہونے والی تھی جس کے بعد مسلمان اپنا آزاد وطن حاصل کر کے اپنے مذہب اور رسم و رواج کے مطابق زندگی بسر کر سکیں مگر کانگریسی سچے جمہوروں کو یہ بات کسی طرح بھی گوارا نہ تھی، انہوں نے اس جذبہ کو ختم کرنے کے لیے اڑی چوٹی کا زور لگایا، مسلمانوں میں فستراق و اختلاف پھیلانے کی ہر ممکن سعی نامشکور کی اور خوف و ہراس پھیلانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی مگر اللہ کے فضل و کرم سے علماء اہلسنت نے ان کے تمام ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ پیر صاحب (آپ) نے ان حالات میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ اب زرد سے لکھنے کے قابل ہیں آپ نے تحریک خلافت کے دوران علی برادران اور فخر سندھ پر غلام مجید دسرہندی سے جو فیض پایا تھا، اس کی بدولت آپ نے سندھ میں ہر محاذ پر مخالفین کو شکستیں دیں۔ یہاں تک کہ پاکستان منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو گیا۔ پاکستان بنتے ہی ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے تو آپ نے رضا کار دستے تیار کر کے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا۔ ضلع خٹوار پر مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آپ نے قائد اعظم کو تار بھیجا کہ ہمارے ضلع کے عوام جہاد کے لیے تیار کھڑے ہیں، قائد اعظم نے آپ کے اس جذبہ کی بہت تعریف کی۔

قیام پاکستان کے بعد صورت حال یکسر تبدیل ہو گئی، وہ لوگ جنہوں نے حصول پاکستان کے لیے خون جگر دیا تھا، اپنی جوانیاں جیل کی نذر کر دی تھیں۔ اپنا مال و دولت پانی کی طرح بہایا

تھا اور سردھڑکی بازی لگا کر یہ میدان جیتا تھا پس پردہ چلے گئے اور وہ لوگ برسرِ اقتدار آگئے جو سرے سے اس جدوجہد میں ہی شریک نہ تھے۔ سردار عبدالرب شتر مرحوم نے اس صورت حال کو دیکھ کر خون کے آنسو بہائے اور کہا :-

نیرنگی سیاستِ دوران تو دیکھیے

منزل ابھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

مسلم لیگ کے وہ زعماء جو پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ کے نعرے لگا کر تے تھے اور پاکستان میں اسلامی نظام کا بانیگ دہل اعلان کیا کرتے تھے انہوں نے ملت اسلامیہ سے کئے گئے تمام وعدوں کو فراموش کر دیا اور ہوس اقتدار کی جنگ میں کود پڑے۔ ان حالات نے آپ کو بہت بد دل کر دیا لیکن آپ نے مسلم لیگ سے تعلق ختم نہیں کیا بلکہ تازہ سیاست ضلع تھریپارہ کرسم لیگ کے صدر رہے لیکن سیاست سے زیادہ دینی و مذہبی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ میرپور خاص میں ”انجمن اہل سنت و جماعت“ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کا صدر آپ کو منتخب کیا گیا۔ اس انجمن کے زیرِ اہتمام آپ نے بڑے بڑے جلسے کئے اور اصلاحِ اخلاق و اعمال کی بھرپور کوشش کی۔ ایوبی مارشل لا کے دور میں مخالفین نے آپ کے خلاف سازشیں کیں آپ مولانا محمد امجد علی چھوڑی مرحوم اور چند دیگر حضرات کے ہمراہ گرفتار کر لیے گئے اور مارشل لا کورٹ میں آپ کو پیش کیا گیا خیال تھا کہ عدالت کے قواعد کے مطابق آپ کو کم از کم چوداہ سال کی سزا ہوگی مگر آپ نے نہایت جبر و تحمل کا نظارہ کیا اور فرمایا :-

اگر حبس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مجرم ہے تو میں وراقعی مجرم ہوں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باعزت طور پر بری ہوئے۔

۱۹۷۰ء میں آپ کو متحدہ محاذ ضلع تھریپارہ کا صدر چنا گیا اور تازہ سیاست ”چیمبر آف ایگریکلچر

ضلع تھریپارہ کے صدر رہے۔ اسی طرح لا تعداد مذہبی و سیاسی انجمنوں کے بھی صدر رہے اور ہر وقت اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشش میں لگے رہے۔ سیر و سیاحت آپ کا محبوب مشغلہ تھا

اسلامی دنیا کا پیچہ پیچہ آپ نے دیکھا اسلامی ممالک کی تاریخ پر آپ کی گہری نظر تھی۔
 جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی آبدیدہ ہو جاتے آواز بھڑا جاتی تھی اور فرماتے کہ :-
 ”میں اپنی ساری زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے علاوہ کوئی ایسا
 عمل نہیں دیکھا جو نجات کا باعث بن سکے۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی حسن سے مالا مال کیا تھا۔ بارعب ماکہ بے سُرخ چہرہ،
 شرعی دارلہی قد آور جسم، آواز دہنگ، ستواں ناک، روشن آنکھیں اور پر نور پیشانی، نرم دم گفتگو اور گرم دم
 جستجو کے منظر، حلقہ یاراں میں برہنیم کی طرح نرم اور معرکہ حق و باطل میں فولاد کی طرح سخت تھے لوگ
 آپ کی وجاہت سے مرعوب ہو جاتے تھے۔

بڑے بڑے شکاری آپ کی نشاندہی کے معترف تھے۔ ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے
 شکل اشعار کی تشریح کرتے تو سماں باندھ دیتے محفل میں بیٹھتے تو جانِ محفل ہوتے بڑے جبری
 حق گو اور مہیاک تھے اگرچہ کئی بار حق گوئی کا خمیازہ بھگتنا پڑا مگر ہمیشہ ہی فرماتے :-

آئین جو انمرداں حق گوئی و مہیباکی
 اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

آپ عربی، فارسی، اردو، سندھی، پشتو، پنجابی، برہمہی، بلوچی اور سرائیکی پر یکساں عبور رکھتے
 تھے بہت سی کتابیں لکھیں جو طبع ہوئیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ یسر العربی :- (عربی، اردو، اور سندھی) حجاج کی رہنمائی و سہولت کے لیے۔

۲۔ سفر نامہ ایران :- (اردو) ایران کا لحسب سفر نامہ۔

۳۔ ضبط تولید :- (اردو) ضبط تولید کا مسئلہ اسلامی نقطہ نظر سے۔

۴۔ بناتِ رسول :- (اردو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی سوانح۔

۵۔ منازل و مراحل :- (اردو، سعودی عرب، شام، عراق، اردن، لبنان، مصر اور ایران کا دلچسپ سفرنامہ) مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ، بہت سی کتب ہنوز طبع نہیں ہو سکیں۔
آپ نے آٹھ حج کتے تھے، نویں حج کے سفر کی تیاری میں ہی رحلت فرما گئے۔ اس سفر کے بارے آپ کے صاحبزادے پروفیسر پریشاد احمد جان سرہندی، احقر کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ :-

یکم ذوالحجہ بعد نماز جمعہ آپ ہم سے حج کے لیے رخصت ہوئے۔ اس دفعہ خلافت معمول طبعیت پر زیادہ رقت طاری تھی اور تمام افرادِ خانہ سے قبل ملاقات کا اندازہ بھی بدلاتا تھا۔ ہم لوگ خود حیران تھے بلکہ پھیپھیں خطرے کا آلام بجا رہی تھیں کہ کوئی غیر معمولی سانحہ پیش آنے والا ہے۔ ۷

اشک جاری ہیں تب بھی ہجران ہیں دل جلتا ہے
کیا قیامت ہے کہ برسات میں گھر جلتا ہے

چنانچہ ۳۲ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۰۶ء بروز ہفتہ کراچی میں آپ کی وفات ہوئی
ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی نے یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے

اے رفت اے محمد اسرار حق	اے حبیب خلق و خویش و دودمان
از مجد الف ثانی گوہرے	بے گماں فخر جہان عز و شان
اہل ذکر و اہل فکر و اہل دل	حاجی حسین و سیاح جہان
وہ تصانیف عیدہ ماہرے	ہر زبان را بود چوں اہل زبان
بہر دین ہر وقت سیف بے نیام	بہر حق ہر دم جواں روح و رواں
خوش مزاج و خوش مذاق و خوش کلام	خو بصورت، خوب سیرت، خوب آں

۸ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۸ دسمبر ۱۹۰۶ء

حُسنِ علم و حسنِ خلق و حُسنِ نفس
 آہ چوں باد رکشم کنز ما بر رفت
 در دم حج، مرگ را بتیک گفت
 بہر او باشد ہمہ انعام حق
 "اَلْحَبِيبُ خَلَقَ وَ کُلَّ شَیْءٍ نَفْسُ"
 ایں ہمہ اوصاف بودش بے گمان
 آہ چوں مرہم ہنم بر زخم جان
 پس بیاشد تا قیامت حج کُنان
 جنت و رحمت باشد تو آمال
 "شد حبیب خلد بر اسحق سبحان"
 ————— ۹۴۵ —————
 ————— ۹۵۳ —————

پیر محمد ابراہیم جان سرہندی

ملت اسلامیہ پر جب کبھی کھٹن وقت آیا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد نے اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر عظمت و سطوت اسلام کا تحفظ کیا۔ اس سلسلہ میں آفتاب ہند حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی، پیر غلام عابد سرہندی اور نور الشائع غلا شہور بازار کا بی رحمہ اللہ علیہم کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جنہوں نے اپنی جان ابرو کی پرواہ کئے بغیر اپنا سب کچھ اسلام کی خاطر نڈا دیا، جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں آباد کیں۔ جاسید ادیب ضبط کرائیں، طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں مگر دین حنیف کے پرچم کو ذرہ برابر جنبش نہ آنے دی۔ اسی گروہ کے ایک گل سرسبد پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی ہیں جو آج بھی وادی مہراں میں سلام دشمن طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہیں اور کسی قیمت پر اپنے مشن سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگرچہ انھیں گونا گوں مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا ہے مگر ان کا عزم بلند، حوصلہ جواں اور ان کا دل ولہ پہلے سے بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ ۷

گو لاکھ زمانہ دشمن ہو حالات بھی خوش اطوار نہ ہوں

باطل سے ٹکرانے والے باطل سے ٹکراتے ہیں

پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی مجددی و فاروقی کی ولادت باسعادت ۱۲۳۱ھ ۱۸۱۵ء رمضان المبارک ۱۲۳۱ھ بروز دوشنبہ ۱۷ حضرت پیر محمد اسماعیل جان روشن سرہندی بن پیر محمد حسین جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں قصبہ پیر سرہندی تحصیل سامار و ضلع حقیر پارکر میں ہوئی۔ والد گرامی نے یتیم خانہ ولادت کی ہے۔ ۱۷ مکتوب گرامی پیر محمد ابراہیم جان بنم راقم نمبر ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

روشنماہر بہت نور دید و تو باسر دل غلام ابراہیم لے
 آپ نے جد امجد والد گرامی، مولانا عبدالرحیم دل، مولانا غوث محمد بھر گڑی دشنا گرد مولانا
 محمد عثمان قرانی اور مولانا عطا اللہ سے عربی اور فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں انگریزی تعلیم حاصل
 کرنے کے لیے سندھ مدرستہ الاسلام کراچی میں داخلہ لے لیا مگر جد امجد حضرت پر محمد حسین جان سرسندی
 رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا انگریزی پڑھنا پسند نہ آیا اور فرمایا کہ:-

اگر تم انگریزی پڑھنا چاہتے ہو تو ہم گاؤں میں ہی کسی استاد کو مقرر کر دیں گے چنانچہ آپ نے
 گاؤں میں ہی انگریزی زبان میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی لیکن جلد ہی اس زبان
 سے ایسی نفرت ہو گئی کہ اسے بالکل ترک کر دیا۔ لے

اب آپ کو علم طب کا شوق چرایا تو دہلی تشریف لے گئے لیکن حکیم اجل خاں صاحب
 کی رحلت کے سبب طبیہ کالج انارک کی کاشکار ہو چکا تھا چنانچہ آپ نے حکیم کبیر الدین کے ہاں
 داخلہ لیا اور بڑی تندی سے علم طب کی تحصیل شروع کر دی۔ وہاں سے آپ نے جد امجد کو خط
 لکھا کہ میں طب کی تحصیل کے لیے دور دراز کا سفر کر کے یہاں آیا ہوں، اب آپ کی دعاؤں کی
 ضرورت ہے حضرت نے جواب میں لکھا کہ جس علم کے حصول اور جن کتب کی تکمیل کے لیے تم بھٹکتے
 پھر رہے ہو وہ مجھ سے بہتر تمہیں کوئی نہیں پڑھا سکتا۔ لہذا آپ واپس وطن تشریف لے آئے اور
 جد امجد کے حضور علم طب کی آخری کتابیں قانون الشیخہ نفیسی وغیرہ پڑھیں۔ اس کے بعد علوم دینیہ
 کی مزید تعلیم کے لیے اجمیر تشریف تشریف لے گئے اور مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے
 استفادہ کیا اور ساتھ ساتھ مولانا کے برادر اصغر مولانا حکیم نظام الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے
 علم طب میں بھی اکتساب فرمایا لے

۱۔ دیوان روشن از پیر محمد اسماعیل روشن سرسندی مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۹۶۱ء ص ۱۴۱
 ۲۔ مکتوب گرامی پیر شاد احمد جان سرسندی بنام راقم از میر پور خاص سرورہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۶ء
 ۳۔ مکتوب گرامی پیر شاد احمد سرسندی مذکورہ -

فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مولانا نور بخش رحمۃ اللہ علیہ خالقہ پھلن شریف کے دستِ حق پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور پھر مولانا فیض محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر طریقت و معرفت کے مقامات طے کئے۔ اجازت و خلافت بھی انہیں سے پائی آج سندھ کے اطراف و اکناف میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اور آپ کی نگاہِ کیمیا اثر کے فیض سے ہزاروں غیر مسلم دامنِ اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ ۱

آپ نے اسلام کی سر بلندی کے لیے اپنے گاؤں گلزار خلیل تحصیل سومار و ضلع محتر پارکر سندھ میں ایک عظیم الشان دینی مدرسہ قائم کیا ہے جس کے تمام اخراجات آپ خود برداشت فرماتے ہیں اس ایکڑ اراضی امام کا باغ مدرسہ کے لیے وقف کر دیا ہے۔ آپ کا گاؤں نو مسلموں کے لیے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نو مسلموں کو ہر قسم کی مدد بہم پہنچاتے ہیں مگر ہندوؤں کے اثر و رسوخ کی بنا پر ان پر مقدمہ بن جاسے تو تمام اخراجات خود برداشت کرتے ہیں اور اس معاملہ میں بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکھرینے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ ۲

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۳ مسلم لیگ کی خدمت کے لیے دن رات کمر بستہ رہے۔ کانگریسی علماء کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تقریر و تحریر کے ذریعے نظریہ پاکستان کی تشریح کی، ہندوؤں کے یجنوں کی خوب قلعی کھولی، غرض پاکستان کو معرضِ وجود میں لانے کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا یہی وجہ ہے کہ آپ آج بھی سندھ میں لادینی عناصر کے ساتھ مصروفِ جہاد ہیں۔ آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ملحدوں، بھارت کے ایجنٹوں اور کمیونسٹوں کے خلاف قلمی جہاد ہے۔

۱۔ مکتوبِ کلامی پیرنثار احمد سرسندی مدظلہ

۲۔ ایضاً

۳۔ تاریخ و ماہِ مبارک حکیم محمد رمضان علی مطبوعہ لائل پور ۱۹۶۶ء ص ۲۱۴۔

آپ نے "سندھ سنو نہاری" کے نام سے سندھی زبان میں ایک قیمتی کتاب لکھی ہے، آپ
 نے اس کتاب میں لادینی عناصر ملحوظ اور نظریہ پاکستان کے دشمنوں کا اس انداز سے تعاقب کیا ہے
 کہ زبان سے مرعوب و ماسخہ اللہ کی صدا میں بے ساختہ نکلتی ہیں اس کتاب نے سندھ کی عوامی زندگی پر
 گہرے اور دور رس اثرات پیدا کیے ہیں نظریہ پاکستان کے مخالفین اور لادین عناصر اس کتاب کے کافی
 جز بزم ہو گئے ہیں۔ آپ کی اس تصنیف نے سندھ میں قبولیت عامہ حاصل کی ہے۔ یہ کتاب موضوع
 کی اہمیت کے ساتھ ساتھ سندھی زبان و ادب کا بھی اہم نمونہ تحفہ ہے اس کے علاوہ آپ نے
 وہابیت جادو کا پتا اور آگ چائی، خلیلی خطوط اور عباد اللہ (تبلیغ دین) وغیرہ معرکتہ آلا را کتابیں
 لکھیں جو سب کی سب اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کی بنا پر ضبط ہو گئی ہیں۔
 اسلام دشمن عناصر آپ کو بڑی تکلیفیں پہنچائی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ
 کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی آپ کا نظریہ یہ ہے کہ

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اور نچاڑا نے کے لئے

سندھ میں اسلام دشمن اور وطن دشمن عناصر کے خلاف آپ شمشیر برہنہ بن کر میدانِ عمل میں مصروف جہاں
 ہیں۔ ۱۰ جون ۱۹۶۵ء کو آپ نے سندھ کے دیگر اسلام دوست اور محب وطن دانشوروں کے
 ساتھ کراچی میں مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرنے ہوئے مطالبہ کیا کہ۔

"سندھ میں ملکی سالمیت اور اسلام کے خلاف نیربداخلاقی اور بے حیائی کو فروغ
 دینے کے لیے ادب کی آڑ میں جو مہم چلائی جا رہی ہے اس کی غیر جانبدارانہ تحقیقات
 کرائی جائے اور اس کے مرتکب عناصر کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور
 وطن دوست اور محب اسلام حلقوں کو اس تخریبی مہم کے سد باب کے لیے مثبت
 بنیادوں پر کام کرنے کی ہولتیں مہم پہنچائی جائیں"۔

۱۵ روزنامہ نوائے وقت ۱۲ مارچ ۱۹۶۶ء

اس مشترکہ پریس کانفرنس سے آپ کے علاوہ سید سردار علی شاہ ایڈیٹر روزنامہ مہران، محمد بن قاسم سوسائٹی کے صدر سید علی میر شاہ پروفیسر علی نواز جتوئی، پروفیسر غلام جیلانی، ڈاکٹر محمد براہیم خلیل نعمت اللہ قریشی، اسد اللہ بھٹو محمد الوب انصاری، غلام محمد کھوکھر، ڈاکٹر یحییٰ ممتاز علی مہمن، حافظ شاد احمد سندھی فیض بخش پوری، محمد اسحق اختر، غلام قادر جتوئی، سردار اکبر امین، نور شاہین، پریس عبد المجید نظامی، اصغر علی سومرو، پیر محمد سلیم جان سرہندی، الحاج رحیم بخش قمر اور علی بخش جمالی بھی شامل تھے یہ تمام معزز افراد سندھی ہیں اور اپنے ادبی مقام اور علمی مرتبہ کی وجہ سے بڑی عزت و تکریم کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں لیکن نہ صرف یہ کہ اس پریس کانفرنس کی تفصیل شائع نہیں ہوئی بلکہ اس پریس کانفرنس میں جی ایم سید عبدالواحد آریسر، مدد علی سندھی، مولا بخش انصاری، شاہ محمد شاہ امجدیل، شوکت سندھی، نجم عباسی، شیخ ایاز، پیر حسام الدین راشدی وغیرہ کی تحریروں کے اقتباسات پر مبنی جوہ قرطاس بعض، شائع کیا گیا تھا حکومت سندھ نے اس پر بھی پابندی لگا دی۔ لہ

آپ تحریر و تقریر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں سندھی، اردو، عربی اور فارسی روانی سے لکھتے ہیں، رموز تصوف میں مدلولی رکھتے ہیں۔ زندگی اس قدر سادہ گزارتے ہیں کہ باوجود صاحبِ حشیت و مہند ہونے کے ابھی تک پختہ مکان نہیں بنایا۔ چار پائی پر نہیں سوتے عیش و تنعم سے سحت نفرت ہے لنگر ہر وقت جاری ہے۔ آپ کی تقریر بڑی دل پذیر اور مرتب ہوتی ہے عیدین کے موقع پر آپ کا عام خطاب ہوتا ہے۔ فارسی اور سندھی کے قلم اور کلام شاعر میں بشعر و شاعری میں اپنے والد حضرت پیر محمد اسماعیل روشن سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اگرچہ طلب نہیں کرتے مگر ضرورت مندوں کو نسخہ دیتے ہیں۔

آپ بہت بذلہ نسخہ اور حاضر جواب ہیں۔ ایک دفعہ میر پور خاص سندھ میں سیرت کانفرنس کا ایک عظیم الشان اجتماع آپ کی زیر صدارت ہوا جس میں ہر مکتبہ فکر کے علماء مدعو تھے جناب

ماہر القادری مدیر "فاران" کراچی نے اپنے مخصوص انداز میں آپ سے پوچھا۔

حضرت آپ فاران پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ جی ہاں! پڑھتا رہتا ہوں اور لعنت بھیتا رہتا ہوں۔ یہ سن کر ماہر صاحب خاموش ہو گئے چونکہ آپ چائے بالکل نہیں پیتے صبح کو ناشتہ پر ماہر القادری نے حیرت سے پوچھا۔ حضرت! آپ چائے نہیں پیتے؟ آپ نے فوراً جواب دیا کہ میں چائے کا اتنا ہی سخت دشمن ہوں جتنا کہ آپ اولیائے کرام کے۔ اس پر تمام محفل کشت زعفران بن گئی۔ اے آپ گوشہ گمنامی کو پسند فرماتے ہیں اور آپ اپنے گوشہ رت و ناموری سے بچانے کی مقدور ہر کوشش کرتے ہیں اور ہر وقت زبان پر یہ شعر جاری رہتا ہے۔

نہ کلم نہ برگِ بنرم نہ درخت سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دیہقال بچہ کار کشت مارا

اے مکتب گرامی جناب پریشاد احمد جان سرسندی بنام مؤلف از میر لید خاص (سندھ)

اللہ بخش یوسفی

سرزمین سرحد کا دامن بڑے بڑے اہل علم اولیاء اللہ صاحبان فضل و کمال، بے مثال بہادر
 جہزی، جنگ آزما اور جیالے فرزندوں سے مالا مال ہے۔ انگریزی سامراج کو شکست دینے میں
 جس قدر خون اس خطے نے دیا ہے شاید پورے برصغیر میں کسی حصہ نے نہ دیا ہو۔ یہاں کے علماء و فضلا
 نے صاحب سیف و قلم ہونے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ایک طرف ہم خوب حال
 خاں خٹک کو دیکھتے ہیں تو دوسری طرف اس سرزمین میں حضرت انوند صاحب سوات، پیر
 امین الحسنات مانچی شریف، سید مظہر گیلانی اور حضرت پیر عبد اللطیف زکوڑی شریف قندیل سلام
 جیسے بے خوف مجاہدوں کے نقوش آفتاب و مہتاب کو شرماتے دکھائی دیتے ہیں یہی وہ سرزمین
 ہے جہاں سے سردار عبدالرب نشتر جیسے سالارِ قافلہ حریت و آزادی نے جنم لیا۔ اسی دھرتی
 پر صوبہ سرحد کے مشہور صحافی، مصنف، مؤلف، جانباز و جانثار فرزند جناب اللہ بخش یوسفی
 جنہیں بجا طور پر بابائے صحافت صوبہ سرحد کہا جاتا ہے۔ م نے ۲۵ دسمبر ۱۹۸۰ء کو پشاور محلہ کریم پورہ
 میں آنکھ کھولی۔

اللہ بخش یوسفی غلزنے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام محمد شریف خان تھا
 جن کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور وہ زیادہ تر افغانستان سے تجارت کرتے تھے ۱۹۱۹ء میں
 جناب محمد شریف خان داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

یوسفی صاحب نے ۱۹۱۵ء میں میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا ۱۹۱۶ء میں
 لندن چیمبر آف کامرس کا امتحان پاس کیا اور فرانسیٹر کانسٹبلری میں ملازم ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا
 جبکہ ملک میں آزادی کی تحریک زوروں پر تھی اور جلیاؤں کے حادثہ فاجعہ کے بعد ملک میں

آگ لگی ہوئی تھقی اور انگریزوں کے اقتدار کی خبریں ملتی نظر آرہی تھیں۔ اس موقع پر نوجوان یوسفی نے انگریزوں کے ظلم و استبداد کے خلاف کھلم کھلا اظہارِ نفرت کیا اور رولٹ ایکٹ کی مخالف تحریک میں حصہ لیا۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ملازم کا یہ اقدام کسی طرح مناسب نہ تھا۔ ۱۹۲۰ء کو یوسفی صاحب کا کورٹ مارشل ہوا اور ان کو قلعہ شب قدر میں چھ ماہ کے لئے نظر بند کر دیا گیا اور رہائی کے بعد انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔^۱

ملازمت چھوڑنے کے بعد آپ تحریک ہجرت میں شامل ہو گئے اور ہجرت کمیٹی کے صدر بن گئے۔ انگریز حکومت نے قلعہ شب قدر کی حدود سے نکل جانے کا حکم دیا لیکن انہوں نے حکم اس بنا پر ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ اب سرکاری ملازم نہیں ہیں۔ ایک شہری کی حیثیت سے جہاں جایں قیام کر سکتے ہیں۔ یہ علاقہ اس لحاظ سے اس زمانے میں بڑا حساس تھا کہ یہاں فرنٹیر کانسٹیبلری کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ یوسفی صاحب نے عوام میں بیداری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تحریک ہجرت کے بعد ۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت میں شامل ہو گئے اور پشاور میں خلافت رضا کار کور کی قیادت سنبھالی۔ تحریک خلافت کے لوگوں کا صوبہ سرحد میں وہ روح رواں تھے۔ خلافت کمیٹی کے جوائنٹ سیکرٹری اور پھر سیکرٹری رہے۔ ۱۹۲۲ء میں جب یونٹنی کا نفرنس ہوئی تو وہ اس میں مسلم ڈیپوٹیشن کے سیکرٹری رہے۔ ابتدائی دور میں اس کا نفرنس کے سربراہ مولانا شوکت علی رہے۔ جب ۱۹۳۸ء میں مولانا شوکت علی کا انتقال ہو گیا تو یوسفی صاحب مستقل طور پر بمبئی میں رہنے لگے اور آل انڈیا خلافت کمیٹی کے سیکرٹری ہو گئے۔^۲

۱۹۲۰-۲۲ء کا زمانہ انگریزی دبدبے اور استبداد کا خطرناک اور نہایت پر آشوب زمانہ تھا

۱۔ ماہنامہ قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۶۸ء ص ۲۷

۲۔ سرحد اور جدوجہد آزادی از اللہ بخش یوسفی، لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۵۲ تا ۲۲۹ -

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۶۵ء -

ادھر مجاہدین آزادی بھی آرام سے بیٹھنے والے نہیں تھے، انگریزوں کے نمک خواروں اور خود برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ پرنس آف ویلز، صوبہ سرحد تشریف لائیں اور پشاور میں ان کا جلوس نکالا جائے چوک یادگار میں جلسہ ہوا اور صوبہ سرحد کی تمام ریاستوں کے والی اپنے اپنے ذاتی محافظوں اور لشکروں کے ساتھ اپنے جہاد و جلال اور انگریزوں سے اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کے لیے شریک ہوئے۔ ادھر خلافت کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ اس روز مکمل ہڑتال کی جائے حکمرانوں نے قصہ خوانی سے لیکر چوک یادگار تک کے دکانداروں کو حکم دیا کہ خواہ کوئی شخص دکان پر موجود ہو یا نہ ہو لیکن کوئی دکان بند نہیں ہوگی۔ فوج ان دکانوں کی حفاظت کرے گی۔ اسی اثناء میں پرنس آف ویلز کے مجوزہ جلسہ اور جلوس سے دو روز قبل اللہ بخش یوسفی اور ان کے دیگر ساتھی گھنٹہ گھر کے قریب کھڑے تھے کہ انگریزائیس پی صبح صبح ادھر گشت پر آ نکلا اور رضا کاروں کو دیکھ کر آگ بگول ہو گیا جن رضا کاروں نے علی برادران کے طرز کی سفید ٹوپیاں پہن رکھی تھیں، انہیں گرفتار کر کے پتھانہ میں لے گیا یوسفی صاحب رضا کاروں کے لیڈر تھے جب ان کی گرفتاری کی خبر لوگوں تک پہنچی تو سارا بازار بند ہو گیا، حالات کے مزید بگڑنے کا اندیشہ تھا، اس لیے شام کو ان حضرات کو رہا کر دیا گیا پرنس آف ویلز پروگرام کے مطابق جلسہ گاہ تشریف لائے لیکن حالات مخدوش ہو چکے تھے ہر طرف دہشت اور دبدبہ طاری تھا جلسہ گاہ نواب صاحبان کے لشکروں اور سرکاری خوشامدیوں سے انیڑی تھی۔ اسی اثناء آغا سید بزرگ شاہ دجن کا کالمہ میں انتقال ہوا جو بے حد جذباتی تھے، وہ اور چند دوسرے نوجوان مختلف سمتوں میں پھیل گئے۔ رضا کار جمعہ خان نے بجلی کی سی گرج کے ساتھ نعرہ تکبیر لگایا۔ اس کے بعد مختلف سمتوں سے اعرے لگنے شروع ہو گئے یہ نعرے سن کر سرکاری، درباری اور کرائے کے لائے ہوئے حاضرین استعجاب و تعجب کے باعث اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے بہادر مہر چند کھنہ سپاس نامہ پڑھ رہے تھے کہ پرنس آف ویلز کو یہ صورت حال دیکھ کر خیال آیا یا شاید اس زمانے کے سیکورٹی آفیسرز نے بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ پرنس آف ویلز نے تقریر تو کیا کرنی تھی، وہ سپاس نامہ درمیان میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے

جو نہی وہ چوک یادگار سے کچہری بازار کی طرف نکلے۔ لوگوں نے راستہ روکنے کے لئے پیپے اور غلا^{تلبت} کے ڈھیر کھڑے کر رکھے تھے تاہم پرنس آف ویلز بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

برطانوی اقتدار کے غرور کی خاک آلودگی کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں، گرفتار شدگان میں اللہ بخش یوسفی بھی تھے۔ یوسفی صاحب کو دو سال قید کی سزا ہوئی جو انھوں نے بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کی اور ۱۹۲۴ء میں رہا ہوئے۔ ۱۵

۱۹۲۵ء میں آپ نے پشاور سے ماہنامہ سرحد جاری کیا۔ اس جریدے کے ذریعے تحریک خلافت کی حمایت پر کمر بستہ رہے۔ یہ وہ دور تھا جب انگریز حکومت سیاسی اخبارات تو کجا خالص رسالہ بھی نکالنے کی اجازت دینے کی روادار نہیں تھی۔ علی برادران سے اپنی نسبت کرنا موت کو آواز دینے کے مترادف تھا لیکن یوسفی صاحب، علی برادران اور بی اماں سے عقیدت و محبت کے دریا بہاتے رہے اور باقاعدگی کے ساتھ اپنے آپ کو ان سے وابستہ کئے رکھا۔ علی برادران کے ساتھ مرحوم کی زندگی شمع و پروانہ گل و بلبل اور چاند اور چکر کی سی تھی۔ نومبر ۱۹۳۸ء میں مولانا شوکت علی کی رحلت کے بعد مرکزی مجلس خلافت اور سیم محمد علی جوہر کے اصرار پر پنج بچوں کے بھتی میں جا مقیم ہوئے اور سرحد جو ماہنامہ سے روزنامہ ہو چکا تھا، اپنے چچا زاد بھائی رستم بخش غزنوی کے سپرد کر دیا وہ سرحد کو شائع کرتے رہے تا آنکہ ۱۹۴۹ء میں بعد وزارت خان عبدالقیوم خان اس اخبار کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ ۱۷

یوسفی صاحب کا شمار ان جیلے فرزندوں میں ہوتا ہے جنہوں نے قصہ خوانی بازار کے ۲۳ مارچ ۱۹۳۸ء کے سانحہ خونچکاں کے بارے میں زبردست خفیہ رپورٹ فرنیٹر ٹریبیڈی کے نام سے مرتب کی بلکہ اسے راؤ ٹیڈیل کانفرنس کے مندوبین کے پاس عین اُس وقت پہنچایا جب

۱۸ سرحد اور جدوجہد آزادی ص ۳۳ تا ۳۴۔ ماہنامہ سرحد کراچی مارچ ۱۹۶۴ء ص ۴
روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ مارچ ۱۹۶۵ء۔

لندن میں اس کانفرنس کا باضابطہ اجلاس شروع ہوا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ۲۳ اپریل ۱۹۴۷ء کو انگریزوں نے قصہ خوانی بازار پشاور میں ایک ہفتے جلوس پر اندھا دھند فائرنگ کی اور سرزمین قصہ خوانی خون سے لالہ زار بن گئی۔ اس کے بعد انگریزوں نے اندھا دھند گرفتاریاں شروع کر دیں۔ قصور ان سب کا ایک ہی تھا کہ وہ ہندوستان کی آزادی چاہتے تھے۔ انگریز اس کو برداشت نہیں کرتا تھا ہر روز یہی منگامہ اودھمی دار دگیر کے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ اس روز بھی یہی کچھ ہوا چنانچہ سارے صوبے میں نہیں بلکہ پورے برصغیر میں آگ لگ گئی۔ احتجاجی جلسوں اور جلوسوں کا ہر طرف دور دورہ تھا حکومت اور کانگریس دونوں نے اپنی اپنی رپورٹیں تیار کرائیں۔ ان سب میں کامیابیوں رپورٹ اللہ بخش یوسفی مرحوم کی تھی رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر اس رپورٹ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ یوسفی صاحب نے سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان سے رابطہ قائم کیا اور ان سے کہا کہ وہ فرنٹیر ریجیڈی کی کاپیاں اپنے ہاں لندن لے جائیں اور کانفرنس شروع ہونے سے پہلے ہر ممبر کی ریز پر اس کی ایک ایک کاپی رکھ دیں۔ سر صاحبزادہ مرحوم تو نہ مانے لیکن ان کے سیکرٹری کو یوسفی صاحب نے رام کر لیا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب راؤنڈ ٹیبل کانفرنس شروع ہوئی تو ہر ممبر کی ریز پر وہ رپورٹ پڑی ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کی تشکیل و ترتیب اور اس کی موجودگی سے ایوانِ سعادت میں لرزہ طاری ہو گیا۔ اسی شمار میں برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض میں اسمبلیوں کے تمام ارکان و تمام چیدہ چیدہ لیڈروں اور کارکنوں تک یہ رپورٹ پہنچ چکی تھی۔

یوسفی صاحب کو اس خبر کی پاداش میں مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۰ کے تحت بمبئی سے گرفتار کر کے پشاور لایا گیا اور ان پر مقدمہ چلایا گیا اور جس دن انہیں دریا سے شور کی سزا تجویز ہوئی پھر سیشن سپرد ہوئے اور بالآخر حالات سے مجبور ہو کر حکومت نے انہیں رہا کر دیا۔

۱۔ ماہنامہ قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۶۶ء ص ۲۸۔ ماہنامہ سرحد کراچی اپریل ۱۹۶۴ء ص ۳۰۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ مارچ ۱۹۶۵ء۔

یوسفی صاحب صوبہ سرحد مسلم لیگ کے پرائنشل سیکریٹری رہے۔ قائد اعظم نے جو پارلیمینٹری بورڈ بنایا تھا اس کے ایک رکن اللہ بخش بھی تھے ۱۹۴۳ء میں صوبہ سرحد مسلم لیگ کا کنونشن ہوا تو یوسفی صاحب اس کنونشن کے جنرل سیکریٹری تھے جب صوبہ سرحد میں سردار اورنگ زیب خان نے مسلم لیگ کی وزارت بنائی تو یوسفی صاحب پیپٹی آفیسر مقرر ہوئے۔

یوسفی صاحب نے مسلم لیگ کی تنظیم کا کام اس نازک وقت میں کیا جب کانگریس سے اختلاف کرنے کی کسی کو ہمت نہ تھی آپ نے اپنے اخبار سرحد کے ذریعے مسلم لیگ کی بے مثال جدت کی ۱۹۴۶ء میں جب تحریک پاکستان کے سلسلہ میں گرفتاریاں عمل میں آئیں تو وہ چالیس حضرات جن پر ڈاکٹر خان صاحب کے ہنگامے پر حملہ کرنے کا الزام عائد کیا گیا ان میں آپ بھی شامل تھے ۳ جون ۱۹۴۶ء کے اعلان کے بعد آپ کی رہائی میں آئی۔

جناب اللہ بخش یوسفی کی زندگی سربا جہاد تھی، انھوں نے ہوش سنبھالنے کے زمانے سے لیکر زندگی کے آخری سالوں تک قلم اور قدم سے اپنا جہاد جاری رکھا۔ ان کے اپنے الفاظ میں :-

”درائشہ میدان سیاست میں شامل ہونے کے بعد میں پہلی بار اس وقت سزایاب ہوا کہ ابھی مدرسہ میں زیر تعلیم تھا جرم یہ سرزد ہوا کہ میں نے ”ہوم رول“ کی ۱۹۱۴ء میں حمایت کر دی تھی۔ دوسری بار تحریک مخالفت رولٹ ایکٹ میں شمولیت کی وجہ سے کورٹ مارشل ہوا، حکم نظری بندی کی سزا ملی، تین دفعہ مزید قید و بند میں ڈالے جانے کے بعد ۱۹۳۰ء میں انگریزی مظالم کی داستان بہ عنوان فرنٹیر ٹریبیڈی لکھنے پر ”عبور دریا سے شور“ کی

سزا تجویز ہوئی تھی اور آخری بار تحریک پاکستان کے سلسلے میں قید و بند کی زندگی گزارنا پڑی تھی۔“

قیام پاکستان کے بعد اوائل ۱۹۴۸ء میں آپ پشاور سے کراچی منتقل ہو گئے۔ سرور عبدالرب
نشر سے آپ کو گہرا قلبی لگاؤ تھا۔ یہی قلبی لگاؤ اور وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان سے اختلاف
کراچی منتقل ہونے کا باعث بنا۔ کراچی میں آپ نے مولانا محمد علی جوہر کی یاد میں ”محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی“
کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس نے علم و ادب کی بہت خدمت کی۔

جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے پشاور سے ماہنامہ سرحد نکالا تھا۔ اس کے
علاوہ آپ نے ایک انگریزی ہفت روزہ اخبار ”پروگریس“ اور دوسرا اردو اخبار ”سرحد“
بمبئی سے نکالا۔ اس کے علاوہ ہفت روزہ آواز پنجتون، ہلال پاکستان بھی نکالا۔ بعض دوسرے
رسائل و جرائد مثلاً ادیب (پشاور)، خلافت (بمبئی)، اتحاد کراچی، اور مشعل راہ کراچی کی ادارت
سے بھی وابستہ رہے۔ کراچی میں ”شریف آرٹ پریس“ کے نام سے مطبع بھی قائم کیا۔
مندرجہ ذیل تصانیف آپ کی دائمی یادگار ہیں۔

- ۱۔ تاریخ یوسف آزاد پٹھان ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔
- ۲۔ تاریخ آزاد پٹھان (دو جلدوں میں) پہلی جلد ۱۹۵۶ء اور دوسری ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔

۳۔ افغان یا پٹھان (دو جلدوں میں) اس کتاب کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

۴۔ مختصر تاریخ کشمیر۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔

۵۔ تاریخ ریاست سوات :- ریاست سوات کی مختصر تاریخ ہے۔

۶۔ حقیقت پختونستان اور ڈیونڈر لائن :- افغانستان اور پاکستان کے سرحدی تنازعے کے
مسئلے پر ایک مفصل اور مدلل کتاب ہے۔

۷۔ الامین محمد مارادلیوک پکھتال نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

۸۔ ماہنامہ قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۶۱ء ص ۲۹۔

سیرت مبارکہ پر انگریزی میں ایک مختصر سی کتاب لکھی تھی جس کو یوسفی صاحب نے اضافے کے ساتھ دوبارہ مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں شائع ہوئی ہے۔

۸۔ مارشل لاء - پاکستان میں مارشل لاء کے نفاذ پر یہ انگریزی کتابچہ شائع ہوا۔

۹۔ اس کتاب کا ترجمہ ”سرحدی گاندھی سے ملاقات“ کے عنوان سے اردو، پشتو اور گجراتی میں ہو چکا ہے۔

۱۰۔ سرحد اور جدوجہد آزادی - یہ کتاب مرکزی اردو بورڈ لاہور کی طرف سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔

۱۱۔ مولانا محمد علی جوہر کی

سوانح حیات دو جلدوں میں ہے جس کا دیباچہ فلیڈ مارشل محمد الیوب خاں نے لکھا ہے۔

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۔ سوانح حیات علی عباس بخاری (صوبہ

سرحد کے ایک قومی کارکن۔ ۲۔ سلطان محمد غزنوی (انگریزی)۔ ۳۔ آفریدی۔ ۴۔ ہمند۔ ۵۔

غلزئی۔ ۶۔ فرانٹیر ٹریبیڈی۔ ۷۔ سوانح حیات علامہ مشرقی۔ ۸۔ تاریخ پشاور۔ ۹۔ تاریخ درہ

کوہاٹ۔ ۱۰۔ کلام جوہر مولانا محمد علی جوہر کا مجموعہ کلام۔ ۱۱۔ پشتو اور لغت۔ ۱۲۔ تاریخ بلوچستان۔

یوسفی صاحب کی وفات حسرت آیات ۱۳ مارچ ۱۹۶۸ء بروز بدھ سول ہسپتال

کراچی میں ہوئی اور کراچی میں ہی سپرد خاک ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۵

۱۵۔ ماہنامہ قومی زبان کراچی نومبر ۱۹۶۵ء ص ۲۷۔ ماہنامہ سرحد کراچی مارچ ۱۹۶۴ء

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۶۵ء۔

خواجہ اشرف احمد

جناب ڈاکٹر محمد الیاس مسعود قریشی کے کتابچہ ”توتا ہے جادہ پیمہ پھر کارواں ہمارا“ میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”ممبر رکننگ کمیٹی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، میر پنجاب مسلم لیگ کونسل، ممبر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل، ممبر دیہاتی سب کمیٹی پہلی بار پاکستان کانفرنس، ۱۹۴۱ء میں سرگرم حصہ لیا۔ اسی موقع پر قائد اعظم کا بوسہ لیا اور اس کو آج بھی باعث فخر سمجھتے ہیں“ (ص ۲۷)

خواجہ صاحب کی ولادت باسعادت لاہور کے ایک انتہائی معزز خاندان میں ۲۲ ستمبر ۱۹۱۶ء کو مولیٰ لاہور ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل آسٹریلیا بلڈنگ اور اسٹریٹس بینک اسی خاندان کی ملکیت تھے آسٹریلیا بلڈنگ کے میکلورڈ روڈ والے کونے پر آسٹریلیا کمپنٹس کے نام سے خواجہ اشرف احمد کی فرم تھی۔ یہ دکان دو سال تک پاکستان رورل پروڈیگنڈ کمپنی کا مرکز رہی مگر یہ دفتر عموماً تین کارکنوں پر زیادہ (پروفیسر منظور الحق صدیقی، چوہدری نصر اللہ خان اور چوہدری محمد صادق کی رہائش گاہ کا کام دیتا تھا۔ یہ دفتر باقاعدگی سے نہ کھلتا تھا۔ یہ کارکن اپنے دوروں کی رپورٹیں خواجہ اشرف احمد کو بھیجتے اور وہ انہیں ترتیب دیکر اورینٹ پریس کو دے دیتے۔ خواجہ صاحب موصوف دیہات میں نہیں گئے مگر پاکستان رورل پروڈیگنڈ کمپنی کے اہم رکن تھے اپنے متذکرہ بالائینوں کارکنوں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی، ڈاکٹر محمد الیاس مسعود اور ظفر اللہ خاں ملک کے ساتھ ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کو لاہور میں سرسکند رجات خاں لوازا اخبارات انقلاب اور شہباز کے پریچوں کو لاہور کے مختلف چوکوں میں جلاتے ہیں حصہ لیا بعد میں آپ

مسلم لیگ کونسل کے رکن ہی حثیت سے اہم خدمات سرانجام دیتے رہے اور قائد اعظم کے ہر حکم کی تعمیل بجاں و دل کرتے تھے۔

آپ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی پاکستان کانفرنس منعقدہ لاہور ۱۹۴۱ء کی مجلس استقبالیہ کے اہم رکن تھے اور ہندوستان کا انتظام و اکر ضیاء الاسلام اور آپ کے سپرد تھا آج کل آپ شادمان کالونی لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک خواجہ محمد رشید وائس تھا۔ آپ نسباً اے کرنے کے بعد فاضل اردو کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آپ کو حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ عقیدت و محبت ہے۔ ایک دفعہ جولائی ۱۹۳۷ء میں خواجہ شریف بخش اور پروفیسر معین الدین اقبال کے ساتھ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت علامہ نے دوران گفتگو فرمایا کہ:-

”اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی قیادت کا اہل اگر ہے تو وہ صرف جناح

ہے“

اس جملے نے آپ پر اتنا اثر کیا کہ آپ تحریک پاکستان کے سپاہی بن گئے اور مقدور بھر خدمات انجام دیں۔

آپ نے حضرت آغا محمد اسماعیل فاروقی نقشبندی کابلی (المتوفی ۱۹۴۶ء) مدفون نزد مانسہرہ ضلع ہزارہ کے دستِ حق پرست کی۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت آغا جی نیاز محمد قلندر چشتی قادری (المتوفی ۱۳۷۲ھ لاہور) کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر کے اکتساب فیض کیا۔

۱۔ مکتب گرامی جناب پرنسپل منظور الحق صدیقی صاحب کیڈٹ کالج حسن ابدال مؤلف نومبر ۱۹۶۶ء

۲۔ مکتب گرامی خواجہ احمد شرف صاحب بنام مؤلف از لاہور محررہ ۶ نومبر ۱۹۶۶ء

نواب افتخار حسین ممدوٹ

نواب شاہنواز خاں والی ممدوٹ کے صاحبزادے، حضرت خواجہ غلام سدید الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں زاد بھائی اور تحریک پاکستان کے نامور سپاہی نواب افتخار حسین خاں ممدوٹ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۶ء کو پنجاب کے دل لاہور اور لاہور کے دل موچی دروازہ میں جوہلی نواباں گٹھ پوریاں میں متولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مسلم ہائی سکول لاہور سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد اپنے والد گرامی نواب شاہنواز خاں کے پاس حیدر آباد دکن چلے گئے۔ وہاں آپ کو پولیس سروس کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ اور آپ نے ساگو کے مقام پر پولیس انسپکٹری میں تربیت حاصل کی ۱۹۲۹ء میں لاہور آ گئے ۱۹۳۲ء میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے۔ اسی دوران ریاست ممدوٹ میں آنریری مجسٹریٹ کی حیثیت سے فرائض عوام دیتے رہے۔

۱۹۴۲ء میں آپ کے والد گرامی کی وفات ہوئی تو آپ کو ان کی جگہ نواب اور پنجاب مسلم لیگ کا صدر مقرر کیا گیا اور اپنے والد کی وفات سے خالی ہوئے والی سیٹ سے بلا متقابل پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ یہ دور مسلمانان پنجاب کے بے خصوصاً بڑا نازک دور تھا ان کے لیے یہ ذمہ داری نہایت اہم تھی مسلم لیگ کی صدارت کے بعد پہلی مرتبہ اسلامیہ کالج لاہور میں پرچم کشائی کے لیے تشریف لائے تو طلبہ نے انہیں پھولوں سے لاد دیا۔

۱۹ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء - ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء

اس وقت مقرر نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ خطاب نہ کر سکے تو اخبارات نے انھیں خوب اچھا لالا اور ”گونگا پہوان“ کا خطاب بھی چیت کر دیا لیکن رفتہ رفتہ آپ ایک بہترین مقرر بن گئے۔ ۱۷

مسلم لیگ اور قائد اعظم کے لیے آپ کی ذات سر پرانیا رہتی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے ۱۹۴۶ء میں جب ڈائریکٹ الیکشن کا فیصلہ کیا تو ایک قرارداد یہ بھی منظور کی کہ مسلم لیگ کے تمام اہل سنا اور زعماء انگریز کے عطا کردہ اعزازات واپس کر دیں تو آپ نے اسلام آباد کی گراؤنڈ میں ایک جلسہ عام میں اپنی نوابی کا اعزاز واپس کرنے کا اعلان کیا اور آپ کے ساتھ میاں امیر الدین اور حفیظ جالندھری نے بھی خان بہادری کے خطابات واپس کرنے کا اعلان کیا۔ اس طرح آپ نواب ممدوٹ سے خان ممدوٹ کہلانے لگے۔ ۱۸

تحریک پاکستان میں آپ نے جس پامردی اور جرأت کا مظاہرہ کیا قائد اعظم اس کے ازخود معترف تھے۔ ایسے وقت میں جب کہ بڑے بڑے زمیندار یونیونسٹ پارٹی میں رہ کر حکومت برطانیہ کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ آپ نے ایک مسلم لیگی کی حیثیت سے یونیونسٹ پارٹی کے دانت کھٹے کرنے کی پوری پوری کوشش کی پھر جب یونیونسٹ حکومت نے مسلم لیگ نیشنل کا رد پر پابندی عائد کر دی تو آپ اس پہلے جلسہ میں شامل تھے جنہوں نے مسلم لیگ کے دفتر سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ اس وقت آپ پنجاب مسلم لیگ کے صدر تھے۔ ۱۹

قیام پاکستان کے بعد ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو پنجاب کے پہلے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

۱۸ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔ جے پی سی آر صدیق علی خان گڑھی۔ ص ۲۰۵

۱۹ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء۔ پاکستان انقلاب سے پہلے اور بعد ص ۱۲۹

لیکن جلد ہی مرکزی حکومت کی سازش کا شکار ہو گئے۔ اور اس طرح پنجاب میں جمہوری حکومت کا خاتمہ کر کے ملک میں جمہوریت کشتی کی ابتداء کی گئی۔ حالات زیادہ سے زیادہ سنگین ہو گئے۔ اور آپ مجبور کر دیئے گئے کہ اس مسلم لیگ کو چھوڑ دیں جس کے فروغ و استحکام کے لیے انہوں نے دہائی کا کام کیا، سرکاری مسلم لیگ چھوڑ کر آپ نے سب سے پہلے ملک میں حزب اختلاف کی بنیاد ڈالی اور جناح مسلم لیگ کے نام سے نئی سیاسی جماعت کا اعلان کیا جس میں آپ کو کامیابی ہوئی اور مخلص اور دیانتدار لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے۔ اسی دوران مرکزی حکومت نے آپ پر سیاسی عہدے کا ناجائز استعمال وغیرہ کے سلسلے میں ایک قانون نافذ کیا جس کا نام پروڈاکٹس ایکٹ سال ۱۹۴۹ء تھا۔ جولائی ۱۹۴۹ء تا ۱۳ جولائی ۱۹۵۰ء تک یہ مقدمہ زیر سماعت رہا خواجہ ناظم الدین مرحوم گورنر جنرل تھے، انہوں نے ٹریبونل کے فیصلہ کے تحت آپ کو ہر قسم کے الزامات سے بری کر دیا۔ اس مقدمہ میں جناب سید حسین شہید سہروردی نے وکالت کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کی باعزت بریت کے سلسلہ میں ۱۰ ستمبر ۱۹۵۰ء کی شب کو پنجاب کے بے خوف اور پرہیزگار مسلم لیگی لیڈر میاں عبدالباری مرحوم کی صدارت میں ایک جلسہ باغ بیرون موچی دروازہ میں منعقد ہوا۔ پنجاب کے پہلوانوں کی طرف سے مہتاب پہلوان نے لاہور کے قدیمی راج کے مطابق آپ کی دستار بندی کر کے دہانہ عقیدت کا اظہار کیا۔ آپ کی کہ کوئی اور شرافت کی وجہ سے مخالفین سیاسی اکھاڑے کا ”گولگا پہلوان“ کہتے تھے لیکن آپ نے اس رات اپنی ذوق گھٹنے کی تقریر میں اپنے مخالفین کے اس اتہام کو غلط ثابت کر دیا۔ اس جلسہ میں سردار شوکت حیات، ملک غلام نبی عجمی، بڑا وقت شباب منستی اور دیگر لیڈروں نے بھی تقریریں کیں۔

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء ہفت روزہ زندگی لاہور نمبر ۱۹۶۹ء ص ۱۹۔ مسلم لیگ دور حکومت از صفدر محمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۴۳۔ تاریخ ہندوپاک از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۶۴ء ص ۸۰۔

لاہور کارپوریشن کے سابق میئر میاں مشتاق احمد نے سپانسا میں پیش کیا۔ ۱۷

قدت نے آپ کو مردانہ وجاہت کی تمام دلفریبیوں سے نوازا تھا، آپ کی مسکورتی شخصیت کو جو ایک مرتبہ دیکھ لیتا۔ اُن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ قائد اعظم اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح آپ کی بے حد مداح تھیں، قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم کے ساتھ قریبی رابطہ رکھنے اور اُن کی آنکھ کا تارا ہونے کے یوں تو بے شمار دعویدار پیدا ہو گئے لیکن یہ فخر اور یہ اعزاز صرف آپ کے خاندان کو حاصل تھا کہ وہ قائد اعظم کی میزبانی کا ان دنوں شرف حاصل کرتے رہے جن دنوں پنجاب کے بڑے بڑے جفادری لیڈر اور صاحبِ ثروت اہل حکومت برطانیہ کی ناراضگی کے خوف سے اُن کو اپنے ہاں ٹھہرانے سے گریز کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں جہاں متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، وہاں وہ بڑے بذلہ سنج اور خوش مزاج انسان بھی تھے۔ وہ لطیفہ گوئی اور سخن منہی کے معاملہ میں عمدہ اور نفیس ذوق کے مالک تھے۔ ۱۸

۱۹۵۱ء کے الیکشن میں آپ کی جماعت جناح مسلم لیگ نے پورے پنجاب میں اپنے امیدوار کھڑے کئے خود آپ لاہور اور سیالکوٹ کے شہری حلقہ منیابت میں کھڑے ہوئے اور دونوں جگہوں سے اپنے حریفوں سید مادی علی شاہ اور خواجہ محمد صفدر کو بھی اکثریت سے ہرا کر کامیاب ہوئے۔ آپ کے علاوہ لاہور سے میاں امیر الدین ملک غلام نبی ڈیرہ غازی خاں سے خواجہ غلام سدید الدین تونسوی اور دیگر بہت سے ساتھی کامیاب ہوئے۔ اور صوبائی اسمبلی میں آپ نے حزب اختلاف کے قائد کے طور پر جاندار کردار ادا کیا۔ ۱۹

آپ نے صوبہ سندھ کے گورنر کی حیثیت سے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، مستقل کامورخ اُن سے اغماض نہیں کر سکے گا۔ رہی سبک حکومت میں وزیر مال کے طور پر بھی آپ کی

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء

۱۸ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء

۱۹ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء

خدمات قابل تحسین ہیں۔ آپ کا شمار ملک کے صفِ اول کے سیاستدانوں میں ہوتا تھا۔ آپ زندگی میں ہمیشہ پاکستان کی بقا اور نظریۂ پاکستان کے اصولوں کے مفاد کے لیے عملی اور ذہنی طور پر مصروف رہے۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل کنونشن مسلم لیگ کے نائب صدر منتخب ہوئے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ اس جماعت کو صحیح معنوں میں عوامی جماعت بنایا جائے لیکن موت کے بے رحم ہاتھوں نے اُن کی اس آرزو کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تشنہ تکمیل کر دیا۔ ۱۷

آپ ذیابیطس کے پرانے مریض تھے۔ آخر اس موذی مرض نے پاکستان کے اس مخلص، دیانتدار، انتھک، ماورِ عظیم سپاہی کو ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال راولپنڈی میں ہم سے چھین لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۸

ملک بھر کے اخبارات نے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ ذیل میں صرف روزنامہ نوائے وقت لاہور کا ادارہ یہ تذکرہ قارئین ہے۔

نواب افتخار حسین محدث راولپنڈی میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نواب صاحب تحریک آزادی کے ممتاز رہنما، قائدِ اعظم کے ایک بہت معتمد نائب اور آزادی کے بعد پاک پنجاب کے پہلے وزیر اعلیٰ تھے۔ مرحوم کا شمار ان معدودے چند بڑے زمینداروں میں ہوتا تھا جنہوں نے پنجاب میں انگریزوں کے سامراج کی پشت پناہ اور عیارِ ہندو کی آلہ کار پالیسیٹ پالیسی کی جگہ برصغیر کے مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور پنجاب میں تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کیلئے ناقابلِ فراموش کردار ادا

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء۔

۱۸ ایضاً ، ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء ، ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء۔

کیا۔ آزادی کے بعد جب وہ پاک پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے تو اس صوبہ کی تقسیم
 لا تعداد مہاجرین کی آمد، آباد کاری اور کشمیر میں جنگ آزادی کی وجہ سے لا تعداد
 اور نہایت سنگین حالات و مسائل پیدا ہو گئے تھے، اس نازک دور میں حالات
 کو معمول پر لانے میں جو عظیم النظیر کامیابی حاصل ہوئی، نواب ممدوٹ کے ضمن میں
 اس کا ذکر ہمیشہ جلی حروف میں کیا جائے گا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں مسلم لیگ میں دھڑے
 بندی کی وجہ سے اپنی جماعت سے علیحدہ ہونا پڑا اور وقت کے حکمرانوں کی
 ہاں میں ہاں نہ ملانے کی پاداش میں قانونی احتساب سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ لیکن
 نواب ممدوٹ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس زمانہ میں جب ملک میں سٹری
 سہروردی مرحوم کی قیادت میں پہلی محب وطن جمہوری اپوزیشن قائم ہوئی، نواب
 ممدوٹ نے اس کی تنظیم میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کے بعد وہ عملی سیاسیات سے کم و بیش
 ریٹائر ہو گئے۔ بلاشبہ اس کے بعد وہ سندھ کے گورنر بھی بنے اور کچھ عرصہ کے لئے
 مغربی پاکستان کے وزیر بھی رہے اور اب حال ہی میں انہیں سابق حکمران
 جماعت میں اہم عہدہ بھی دیا گیا تھا لیکن یہ عہدے ان کی سیاسی سرگرمیوں کے
 مریہون منت نہیں تھے بلکہ بڑی حد تک ان کی تحریک پاکستان کے زمانہ میں خدا
 اور سیاسی حلقوں میں دیر پا اثر و رسوخ کے اعتراف کے ضمن میں آتے تھے چاہے
 وہ اسے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے“ لے

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء -

مولانا بشیر احمد اختر

آپ ضلع سیالکوٹ کے سیرزادے ہیں، غالباً ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھے کہ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے لاہور میں ۱۹۲۱ء میں پاکستان کا نقشہ منصفہ کی اس کامیابی میں ہاتھ بٹایا۔ پاکستان رومنل پرائیگیڈ اکیٹی کے رکن چوہدری محمد صادق کے ساتھ سیالکوٹ کے کئی دیہات میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ ازاں بعد پنجاب صوبہ مسلم لیگ کی کونسل کے ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۹ء تک ممبر رہے اور ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۹ء تک تحصیل مسلم لیگ کے صدر رہے۔

وضع قطع تشرع، زبان میں لوح اور اثر کی وجہ سے آپ کی اردو اور پنجابی میں تقاریر بہت ہی کامیاب رہا کرتی تھیں۔ تحریک پاکستان کو عوام کے دلوں میں بھانسنے میں ان کے عوامی لہجے اور زبان نے بڑا کام کیا۔ ۱۹۲۶ء میں پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخابات میں آپ نے مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی کے لیے شب و روز کام کیا۔ آپ کا کام پنجاب تک محدود نہ تھا۔ ۱۹۲۶ء میں سندھ ایکشن میں پنجاب سے جو مقررین گئے تھے ان میں آپ بھی شامل تھے۔ ۱۹۲۶ء میں صوبہ سرحد کے استصواب کے موقع پر آپ کی تقاریر نے جادو کا کام کر کے کانگرس کے چھوڑوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

پاکستان بننے کے بعد سیاست کو خیر باد کہہ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ الوبی دور میں مغربی پاکستان مسلم لیگ کے جاسٹ سیکرٹری بن کر ایک باہر میدان عمل میں آئے۔ اور اپنی شعبدہ باز تقاریر کے باعث نئی نسل کو اپنا تعارف کرایا چونکہ سیاست دان کے ساتھ ساتھ ایک عالم دین بھی ہیں اس لیے سیاسی اور مذہبی حلقوں میں یکساں مقبول ہوئے لیکن جب ایوب خان نے آمریت

کاجال پھیلانا شروع کیا تو آپ پھر سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ آج کل صلاح آباد
ضلع رحیم یار خاں میں زمیندار رہتے ہیں۔ لہ

(۱) کتابچہ بدلتا ہے جادہ پیمائش کارواں ہمارا " از ڈاکٹر محمد الیاس مسعود مطبوعہ علامہ پور ۱۹۶۲ء۔

(۲) برگ گل مجلہ اردو کالج کراچی، قائد اعظم نمبر ۱۹۶۶ء ص ۱۹۸۔

(۳) مکتوب گرامی جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی مدظلہ از کمیٹی کالج حسن ابدال محترمہ ۲۵ ستمبر ۱۹۶۶ء۔

(۴) بے تیغ سپاہی از نواسر زادہ صدیق علی خان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء ص ۲۰۵۔

سید بشیر احمد سودروی

حضرت پیر سید بشیر احمد خورشید سودروی رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے آغاز میں ضلع گجرات کے مشہور تاریخی قصبہ جلال پور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حافظ سید بہاء الدین ایک جتید عالم دین تھے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی تعلیم جلال پور جٹاں ہی کے ایک مدرسے میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں سودرہ ضلع گوجرانوالہ میں چلے آئے اور فریضہ تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ آپ مسلمانوں میں جذبہ جہاد بیدار کرنے کے لئے خصوصی جہاد چمکاتے رہے۔ آپ کا سلسلہ عالمیہ سہروردی میں بیعت تھے۔ سودرہ میں آپ نے جامع مسجد اریاں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینا شروع کئے اور اپنی خطابت سے دین اسلام کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ آپ نے انجمن حزب الاحناف کی بنیاد بھی رکھی اور اس کے تحت ہر ماہ باقاعدگی سے اجلاس بھی منعقد ہوتے رہے۔ آپ نے جامع مسجد میں ایک دینی مدرسہ جاری کیا جس میں درس قرآن مجید کے لیے ایک عالم و فاضل اور باعمل بزرگ حاجی برکت علی کاشمیری کو مقرر کیا جنہوں نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی خاطر سات سال تک عوام کی بے لوث خدمت کی۔ ۱۷

پیر صاحب نے مذہب و روحانیت کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی کارہائے انجام دیئے۔ آپ کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ”تحریک حریت کشمیر“ سے ہوتا ہے۔ یہ تحریک

۱۷ ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۰ مئی ۱۹۶۶ء ص ۲۱۔

۱۸ ماہنامہ منیلئے حرم لاہور مئی ۱۹۶۶ء ص ۳۱، ۳۲۔

میں آپ نے جس جوش و ولولہ اور جذبہ کا ثبوت دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشمیری مسلمانوں کی دلی تمنائوں، آرزوؤں اور امنگوں کے مخلص رہنا اور جرأت مند علمبردار تھے۔ آپ نے ”تحریک حریت کشمیر“ میں اپنی جرأت اور اولوالعزمی کا شاندار ثبوت دیا، آپ اس سلسلہ میں گرفتار کر لیے گئے اور جیل میں بھی رہے۔ آپ نے ڈوگرہ سامراج کی پرزور مذمت کی اور نوجوانوں میں اسلامی خیالات و جذبات سے لبریز تقاریر کیں۔

۲۹ اپریل ۱۹۳۱ء کو جموں میں توہین قرآن پاک کا روح فرسا واقعہ رونما ہوا۔ اس کے نتیجے کے طور پر ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو سر سیکر سنٹرل جیل کے سامنے مسلمانوں پر گولی چلائی گئی جس سے دو درجن مسلمان شہید ہو گئے۔ اس موقع پر شاہ صاحب ڈیڑھ صد فرورشان اسلام کو ساتھ لیکر میدان جہاد میں نکلے اور قیادت کا حق ادا کر دیا۔

آپ نے قرآن مجید سے اپنی والہانہ محبت کا ثبوت دیا اور عوام الناس کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی جس میں آپ نے کہا :-

یہ لوگو! وقت آگیا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کے لیے سروں پر کفن باندھ کر عازم کشمیر ہو جاؤ اور ظالم حکام اور ان کی قائم کردہ وزارتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ آج خدا تعالیٰ نے ہمارے عمل میں حسرتی پیدا کرنے کے لئے ہمیں بیدار کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمارے سراسر اس کی اطاعت کے لیے جھک چکے ہیں ہم اسی حکم کے مطابق کام کریں گے۔ اب ہم نے ظالموں کے خلاف اعلیٰ کلمۃ الحق بلند کرنا ہے اور ہمہت و استقلال سے کام لیکر مصائب و مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہے کیوں کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں۔ آج اپنے آرام و آسائش کو برطرف کرتے ہوئے دیگر اقوام پر ثابت کر دو کہ اسلام ایک زندہ دین ہے اور تمہاری رگ حمیت میں اپنے اسلاف کی غیرت کا خون موجزن ہے جنہوں نے روم و ایران جیسی عظیم الشان

سلطنتوں میں تنزل برپا کر دیا تھا۔ مسلمانوں! اٹھو وقت امتحان ہے اس ہر کش
اور درندہ صفت قوم کو کچل ڈالو جو اس قسم کے ناپاک ارادے اپنے اندر رکھتی ہو
جس سے مسلمانوں کے پسندیدہ اور پیارے دین اسلام پر حرف آئے۔ ۱۔
آپ کی اس پرتا شیر و لولہ انیگرا اور جوش اسلامی سے لبریز تقریر نے لوگوں کے دلوں کو گریبا
دیا۔ آپ نے اپنی تقاریر میں ہمیشہ ریاست جموں و کشمیر کی آزادی اور ایک مسلم ریاست کی حمایت
کا اعلان کیا اور اسے ہر لحاظ سے ملت اسلامیہ کا ایک لازمی جزو قرار دیا۔

۱۹۴۷ء میں جب برصغیر کے مسلمانوں نے قائد اعظم کی قیادت میں پاکستان کو اپنی منزل
قرار دیا تو آپ بھی اس حصول کی جدوجہد میں شریک ہو گئے۔ تحریک پاکستان کے دوران آپ
نے تحصیل و زبر آباد کے مختلف دیہات کا دورہ کیا اور لوگوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کی ترغیب
دی۔ اگرچہ آپ کو گونا گوں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ پوری تندہی سے لوگوں کو قائد اعظم
کی رہنمائی میں ایک پرچم تلے متحد اور منظم ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ ۲۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے استحکام و تحفظ پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا، مہاجرین کی آباد
کاری کے لیے شب و روز کام کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے نہایت جرات
سے ختم نبوت کی اہمیت پر ایمان افروز تقاریر کیں اور مرزاؤں کو اقلیت قرار دینے کھیلنے
عوامی سطح پر قراردادیں منظور کرائیں۔ اس سلسلہ میں بھی آپ گرفتار ہو کر نظر بند رہے۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۱ء کی جنگوں میں آپ نے اپنے علاقے میں دفاعی کمیٹیاں قائم کیں
اور مجاہدین کی امداد کے لیے عملی اقدامات کیے۔ ۱۹۶۷ء کے انتخابات میں جب پاکستان میں سوشلزم
کا غلط فہم بلندہ ہوا تو آپ جوش میں آ گئے اور کہا کہ۔

ہم نے اسلام کے نام پر جدوجہد کی۔ اسی جدوجہد کے باعث لاکھوں مسلمان شخصیات

۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور مئی ۱۹۶۶ء ص ۳۳، ۳۴، ۳۵ بہت روزہ چیٹان لاہور
۱۰ مئی ۱۹۶۶ء ص ۲۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور مئی ۱۹۶۶ء ص ۳۴۔

ہزاروں مسلم خواتین کی عفت و عصمت برباد ہوئی ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں کو ہجرت کر کے لینا
تمام مال و اسباب غیر مسلموں کیلئے چھوٹا ٹاپا عجیب بات ہے آج ۲۴ برس بعد میں یہ بتایا جاتا ہے کہ
یہ ملک اسلام کیلئے نہیں سوشلزم کیلئے حال کیا گیا ہے ہم سوشلزم کو نہیں مانتے بلکہ ہم اسلام کے سوا کسی چیز کو نہیں
آپ نے یہ نعرہ حق اتنی شدت سے بلند کیا کہ اس پورے علاقے میں مسلمانوں میں ایک مرتبہ
دینی حمیت جاگ اٹھی۔ ۱۰

آپ نے اپنی تمام زندگی ایک سچے عاشق قرآن اور عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت
سے گزاری اور پچاس سال تک قرآن پاک اور احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں لوگوں
کو راہ ہدایت دکھانے رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ بعد از نماز صبح دو گھنٹے تک قرآن مجید کا
نہایت عام فہم زبان میں درس دیتے۔ آپ کے باطنوں پر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا آپ
تمام اسلامی تقریبات پورے احترام و عقیدت سے مناتے رہے اور دینی و مذہبی تقریبات میں
شرکت کے لیے دور دراز سفر بھی اختیار فرماتے۔

۳۰ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۷۳ء بروز جمعۃ المبارک راولپنڈی سے واپس
سوہدرہ تشریف لاتے ہوئے الہ آباد (نزد دہلی آباد) میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی
آپ کی میت سوہدرہ لانی گئی اور دوسرے روز ہزاروں سسکیوں اور آہوں کے ہجوم میں مفتی
عبد الشکور ہزاروی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جامع مسجد اراٹیاں کے پہلو میں سپرد خاک کر دیئے
گئے۔ سید محمد صفی اعظم المعروف چن پیر آپ کے فرزند اور جانشین ہیں۔ ۱۱

۱۰ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور مئی ۱۹۷۱ء ص ۳۳، ۳۴

۱۱ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ جون ۱۹۷۶ء ص ۱۵، ۱۴۔ ضیائے حرم لاہور مئی ۱۹۷۶ء ص ۳۳۔

ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۰ مئی ۱۹۷۶ء ص ۲۱، ۲۲۔

تاج الدین زریں رقم

آپ لاہور کے نامور خطاط تھے فنِ کتابت کے مسلم استاد انتہائی مخلص اور منساہر تھے۔ پاکستان کے شیعہ اور پچھے مسلمان تھے۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ ایک ایک پوسٹر ملک اور سرورق گہری نظر اور توجہ سے لکھتے۔ کاتب حضرات اُتار کر لیجاتے تھے۔ ان سے سیکھنے کی سعی کرنے وہ صحیح معنوں میں استاد فن تھے۔ آخر کار متحدہ ہند میں زریں رقم مشہور ہو گئے۔ آپ نے بڑی چابکدستی سے قد آدم پوسٹر لکھے جو فنِ کتابت میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اس میں مشہور شعرا، ماہر شیرانی، حفیظ جالندھری اور متحدہ ہندوستان کے دیگر ممتاز افراد شامل تھے۔ آپ اپنے تلامذہ اور متعلقین کی اخلاقی، معاشی خدمت میں کمی نہ کرتے۔ آپ کو اور کتابت سیکھنے والوں سے محبت تھی۔ جو فنِ درجوں لوگ فنِ کتابت سیکھنے کی خاطر ان کے پاس حاضری دیتے تھے۔

آپ نے انجمن خدام المسلمین لاہور کی بھرپور مدد کی اور مسلم مسجد بیرون لوماری گیٹ لاہور کی تعمیر میں مخلصانہ حصہ لیا۔ انہیں حضرت قائد اعظم سے بڑی والہانہ عقیدت تھی۔ تحریک پاکستان میں بے بہا خدمات انجام دیں۔ رضا کار مسلم لیگ لاہور کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے آپ کے کارنامے بے مثال ہیں۔ ۱۳ جون ۱۹۵۵ء کو لاہور میں وفات پائی۔ اے

اے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ جون ۱۹۵۶ء

چوہدری حبیب احمد

چوہدری حبیب احمد صاحب بخوارہ شریف ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں ایک معزز و متمول الراعی دارائیں خاندان میں ۱۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک فی الکثر امام بخش تھا۔ دیہال اور تحصیل قصبہ مذکور کی گدی کے بزرگوں حضرت میاں اعظم شاہ اور حضرت مولانا برکت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہم کی بیعت سے مشرف تھے۔ یہ قادری ادیسی سلسلہ حضرت قبلہ رسول ندادہلوی سے جا ملتا ہے۔ حضرت مولانا برکت علی شاہ بریلی شریف کے فیض یافتہ تھے۔ چوہدری صاحب کے والد گرامی ان بزرگوں کی عقیدت کی وجہ سے حکیم الامت حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے۔

چوہدری صاحب نے مقامی خالقیہ ہائی سکول سے میٹرک کرنے کے بعد ۱۹۳۸ء میں کرپک ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ لاہور میں داخلہ لیا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب ہندو کاروبار بڑھ چکے ہوئے تھے آپ کے برادر اکبر میاں رشید احمد مرحوم نے مسلمانوں کی تجارتی پستی کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کو اس جگہ داخل کر دیا تاکہ آپ ہندوؤں کے مقابلہ پر لوہے کا کاروبار کریں اس ادارہ میں آپ نے چار سالہ کورس مکمل کر لیا لیکن قدرت کو کاروبار کی بجائے آپ سے ملی خدمات لینا مقصود تھیں ہوا یوں کہ اس ادارے کے قریب ہی آسٹریلیا مسجد تھی جہاں پروفیسر مرزا عبد الحمید مرحوم دداعی الحق، خطبہ جمعہ المبارک اور درس قرآن حکیم دیا کرتے تھے۔ ان کے خطبات میں فکر اقبال کی جھلکیاں نمایاں اور قرآن مجید کی کشش انگیز اور حیات پرور روح موجزن تھی۔ چوہدری صاحب کے کان چونکہ گھری سے فکر اقبال سے روشناس تھے لہذا آپ دن بدن مرزا صاحب مرحوم کے قریب ہوتے گئے۔

مرزا صاحب جب دی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب کے صدر بنے تو چوہدری صاحب نے ان کے ہم قدم دہمنوا ہو کر پوری سرگرمی اور جنون و عشت سے تحریک پاکستان میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ ضیغم اسلام مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی ایم اے، علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم میاں محمد شفیع (م ش) حمید نظامی مرحوم سید محمد قاسم رضوی (مرحوم) و دیگر رہبران و رہرویانِ قافلہ تحریک قیام پاکستان سے اسی پیٹ فارم پر تعارف ہوا اور راہِ درسم بڑھی جتنا پھر ان سرفروش مجاہدین کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان کو پروان چڑھانے کے لیے شب و روز اپنی مساعی کو بروئے کار لاتے رہے۔

پروفیسر مرزا عبد الحمید مرحوم نے بحیثیت صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اس قافلہ حریّت کو دیوید بچوں کا کھیل ہے، کے عنوان سے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

” میں نے ۱۵ جون ۱۹۴۰ء سے ۳۰ جون ۱۹۴۰ء تک اپنے پیر پرزے درست کئے جو طلباء اور نمازی میرے غمگسار تھے اور جو احباب مجھے قریب سے دیکھنے سمجھنے اور اس ذمہ داری کا احساس کرنے میں میرے دکھ کے ساتھ تھے وہ ابتداً بہت کم لوگ تھے۔ ان میں چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ مرحوم کو نہیں بھول سکتا جو خاموش نگاہوں اور درد بھرے دل کے ساتھ اس ”بچوں کے کھیل“ کو قومی معرکہ بنانے میں میرے دست راست بن گئے۔ مرحوم حزن لیکر پڑے تھے میرے درس کے طلباء اور رفقاء میں سے حافظ نذر احمد حبیب چوہدری ڈاکٹر محمد شریف، عبدالستار اور کچھ دوسرے رفقاء ابتدائی کام کے جیسے بڑے اتفاق احمد محمد صادق سید محمد اصغر اور کچھ دوسرے سینئر طلباء بھی آئے۔ انہوں نے مجھے نام زبانی یاد نہیں اگر کچھ عزیز احباب اس مضمون کو پڑھیں تو اس مقدمہ الجھیش کے سب نام یا زیادہ سے زیادہ نام ریکارڈ پر آئے ضروری ہیں۔“

۱۔ تحریک پاکستان اور طلباء از عبد الحمید سید مرزا ایڈووکیٹ ”سہفت روزہ“ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۱۰۔

قیام لاہور کے دوران آپ نے ادیب عالم کا امتحان بھی امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور پھر واپس اپنے وطن تشریف لے جا کر تحریک پاکستان کے پودے کی آبپاری کرنا شروع کر دی۔ بٹا ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور مرزا عبدالحمید صدر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب آپ کے قصبہ بجوارہ تشریف تشریف لے گئے اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں سے خطاب کر کے مسلمانوں کے ذہنوں کے رُخ تحریک پاکستان کے لیے متعین کیے۔ ۱۹۴۶ء میں جب وزیراعظم پنجاب، سر خضر حیات خان ٹوانہ کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تو چوہدری صاحب نے دیوانہ وار میدانِ عمل میں قدم رکھا اور آپ اس عزت و شرف کے لیے یکتا و یگانہ ہیں کہ پورے قصبہ میں سے انہیں کو گرفتار کیا گیا اور آپ تحریک کے اختتام تک ہوشیار پور جیل میں رہے۔ آپ نے قصبہ میں ادارہ اصلاح و تبلیغ کے نام سے ایک دارالمطالعہ قائم کیا، جہاں ارد گرد کے لوگوں کو پاکستان کے متعلق لیسچر فراہم کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں ایک مرکز قائم کیا گیا جہاں سے اپنے رفقاء کار کے وفود بنا کر قائد اعظم کے پیغام کو اپنے ضلع کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کے لیے قرآن پاک کی تعلیم کا بندوبست کیا جہاں حافظ کمال الدین شہید، قیام پاکستان تک پڑھاتے رہے اور انھوں نے کئی ایک حفاظ شاگرد پیدا کیے۔ اندرونی مسجد میں آپ ہی کی کوششوں سے باقاعدہ جمعۃ المبارک شروع ہوئی۔ قصبہ کے ارد گرد کے جود مہیات الگ الگ نماز عید ادا کیا کرتے تھے انہیں ایک مرکز پر لا کر تحریک پاکستان کے جانشین سپاہی بنا دیا۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کا سورج طلوع ہوا تو چوہدری صاحب ہجرت فرما کر اپنے خوالوں کی تعبیر پاکستان میں آگئے۔ پہلے میاں چنوں ضلع ملتان اور پھر میانوالی سے ہوتے ہوئے لائل پور میں جلوہ بند ہوئے اور یہیں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ آج کل بی/۲۹/۱۳ اپیلز کالونی میں رہائش پذیر ہیں، اور نظریہ پاکستان کی تبلیغ و ترویج کو حزر جان بنالیا۔ نظریہ پاکستان کی اصطلاح کو فضائے پاکستان میں عام کرنے کے لیے قلمی محاذ پر اس قدر

کام کیا کہ اس میدان میں اُن کا کوئی ہمعصر نظر نہیں آتا۔ اس اصطلاح کو آپ نے اس قدر ابھارا کہ آج پورے پاکستان کی فضا لفظ ”نظریہ پاکستان“ سے معمور ہے جب چوہدری خلیق الزماں مرحوم اور جناب اصفہانی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ اصطلاح نئی ہے اور قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں نہ تھی تو چوہدری صاحب نے جولائی ۱۹۶۲ء میں روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ایک شمارہ میں ان حضرات کے بودے و دعوے کا منہ توڑ جواب دیا۔

لائل پور میں رہائش پذیر ہونے کے بعد آپ کی سیاسی وابستگی بدستور مسلم لیگ سے رہی اور ملی مسلم لیگ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد جناح عوامی مسلم لیگ ضلع لائل پور کے کنوینر رہے۔ سابق صدر محمد الوب خان مرحوم کو مسلم لیگ کے ذریعے خدمت کرنے کی ترغیب سب سے پہلے آپ نے روزنامہ عوام لائیلپور اور روزنامہ نوائے وقت لاہور میں ایک تہ لیل مضمون لکھ کر دی۔ راجہ حسن اختر اور خواجہ عبدالرحیم مرحومین، جیسے فدایان اقبال کے ساتھ پاکستان مسلم لیگ میں سرگرم عمل رہے۔

آپ قلمی محاذ پر آج تک نظریہ پاکستان اور تحریک قیام پاکستان کے مخالفین اور معاندین کے خلاف صف آراء ہیں۔ جماعت اسلامی کا رخ کر دیا اور تحریک پاکستان اور سٹیل علماء اور اور نظریہ پاکستان جیسی شہرت یافتہ کتابیں لکھ کر آپ نے اپنی قابلیت، تاریخ دانی اور حب الوطنی کا لوہا منوالیا ہے اور آپ کا مفاہمت نا آشنا قلم اب بھی اس رخ پر مزید کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ تاریخ تحریک پاکستان سے غلط نویسی اور غلط بیانیوں کے گرد و غبار کو ہٹانے آپ کا وظیفہ حیات ہے اور آپ کا یہ عظیم کارنامہ ہے جسے کوئی بھی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آپ نے نظریہ پاکستان کو لوگوں کے قلوب و جگر میں بسخ کرنے کے لیے ایک جبریدہ ہفت روزہ نظریہ پاکستان کا اجرا کیا جس نے پاکستان کے طول و عرض میں حب الوطنی کی حرارت پیدا کر دی۔ میگزین سوس کہ یہ جبریدہ اپنی زندگی کے صرف تین پھول توڑ کر چوہدری صاحب کی مرضی منشا کے بغیر لکھا۔ فاجعہ دفتر کی غلط کاری اور غلط نویسی اور غلط کرداری کی

وجہ سے بند ہو گیا۔ اب اس کے دوبارہ اجراء کے لیے مناسب وقت کا انتظار ہے ۱۵
 پیام اقبال کو عام کرنا آپ کا مقصد وحید ہے۔ مجلس اقبال لائل پور کے رکن اور پھر صدر
 بھی رہے۔ آج کل مجلس فکر اقبال لائل پور کے صدر ہیں۔ نظر یہ پاکستان اور پیام اقبال کو ہر پاکستانی
 کے دل کی دھڑکن بنانے کے لیے ایک دو مزید کتابیں ترتیب دے رہے ہیں۔ خدا کرے
 کہ یہ کتب جلد از جلد منصہ شہود پر جلوہ گر ہو کر نئی نسل کے لیے مشعلِ راہ بنیں۔
 ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں اکین باد

۱۵ مکتوب گرامی پروفیسر میاں رفیق احمد حبیب (خلف الرشید چوہدری صاحب) از لائل پور بنام
 مؤلف محررہ حکیم مارتی ۱۹۷۷ء۔

قاضی حبیب الحق پرمولی

قاضی صاحب ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۳ء بروز چہار شنبہ موضع پرمولی تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک قاضی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مواضعات نواکلی، یعقوبی، کوٹ ہزارہ وغیرہ میں حاصل کرنے کے بعد اجیر شریف کا رخ کیا۔ وہاں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں چند سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد بعارضہ تپ و رق واپس وطن آگئے اور پھر والد گرامی سے ہی دورہ حدیث اور تفسیر قرآن کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد والد ماجد سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

تحریک پاکستان شروع ہو چکی تھی سرخ پوش اپنے صوبے میں کانگریس کو مضبوط اور سیاسی جماعت بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے ان دنوں ملک صوبہ سرحد میں بے حیثیت تھی ان حالات میں قاضی صاحب مسلم لیگ میں شامل ہوئے (یہ واقعہ ۱۹۳۵ء کا ہے) اور پرامری مسلم لیگ پرمولی کے سیکریٹری منتخب ہوئے۔ ۱۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو تحصیل صوابی مسلم لیگ کی تنظیمی کمیٹی کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اور تمام علاقے کا دورہ کر کے لاہور میں منعقد ہونے والی تاریخی قرارداد پاکستان کے اجلاس میں شرکت کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا۔

نایب سرحد مجاہد ملت مولانا عبدالحلیم بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت مسلم لیگی وفد نے جب صوبہ سرحد کا دورہ کیا۔ تو استقبالیہ کمیٹی کے اراکین میں قاضی صاحب بھی شامل تھے۔ اس وفد کی آمد پر صوابی میں ایک غلیم اٹھان جلسہ ہوا۔ جس سے قائد وفد حضرت بدایونی کے علاوہ اراکین وفد مولانا کرم علی میسج آبادی اور نواب بہادر یار جنگ نے خطاب کیا۔

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں قائد اعظم دو دفعہ پشاور میں تشریف لائے تو قاضی صاحب

ممتاز مسلم لیگی رہنماؤں کے ساتھ جلسوں کو کامیاب بنانے کے لیے کوشاں رہے۔ علاوہ ازیں اپنے علاقے میں مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کے لیے رات دن کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ اس موقع پر قاضی صاحب نے یہ اشعار کہے۔

الحمد لله الذی اعطی لنا الجنّٰج
من لیس له الجناح لایسری له الفلاح
شاہ غریب تادم محمد علی صاحب جناح
ذکر و صفحہ می کند ہر عالم و عاقل و رسم
قاضیاں گفتگویت را بزودی ختم کن
مغز تو از بادۂ حق دامنما معمور باد
۱۰ ذوالحجہ ۱۳۶۳ھ ہجری مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو والد ماجد نے ضعف کی وجہ سے آپ کو خلافت و اجازت کے علاوہ قائم مقام قاضی اور خطیب مقرر فرمایا۔ آپ یہ فرائض تاحال انجام دے رہے ہیں۔ پرمولی اور مضامین کے لوگ اپنے تمام دینی و شرعی مسائل کے سلسلے میں آپ ہی سے رجوع کرتے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں آپ نے پرمولی میں اصلاحی کمیٹی قائم کرانی الوبی دور میں دونوں دفعہ بنیادی جمہوریت کے انتخابات میں یونین کونسل پرمولی کے چیرمین منتخب ہوتے رہے۔ چیرمین کی حیثیت سے آپ نے اپنے علاقے کے گونا گوں مسائل حل کیے۔ اب بڑھاپے کی وجہ سے سیاست سے کنارہ کش ہو کر دین متین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔

سیاست و دیگر سماجی خدمات سے وقت نکال کر آپ نے خاصا علمی کام بھی کیا ہے۔ چنانچہ جن تصانیف کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ خطبات حبیبی (وخط عربی)
- ۲۔ انتخاب الاحادیث (عربی)
- ۳۔ بیان الحق (اردو و افغانی)
- ۴۔ اقوال الرسول (اردو) ۸۔ مردادہ
- ۵۔ حاشیہ عربی برآدوار خرم (افغانی)
- ۶۔ مقیاس القیاس (عربی)
- ۷۔ مسائل المفتیہ (عربی) وغیرہ

مخدوم راجن شاہ گیلانی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۷۸ء میں ملتان میں ہوئی۔ آپ مخدوم سید محمد ولایت شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور مخدوم سید محمد صدر الدین جیلانی گیلانی کے برادرِ اصغر تھے۔ چھ ماہ کی عمر میں والدِ گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم مکاتب و مساجد میں حاصل کی پھر حضرت سید میر جان شاہ افغانی کے دستِ حق پر بیعت کر کے فیض حاصل کیا۔ ۱۹۰۳ء

۱۹۰۳ء میں آپ نے پبلک زندگی میں قدم رکھا اور میونسپل کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۳۳ء تک مسلسل بلاِ مقابلہ ممبر منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۱۳ء میں وائس پریزیڈنٹ چنے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں بلدیہ ملتان کے سب سے پہلے غیر سرکاری پریزیڈنٹ منتخب ہوئے اور تادمِ زبیریت اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہ کر بڑی دیانتداری، جرات اور قابلیت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی سرانجام دیئے۔ آپ کے بے پناہ اثر و رسوخ کی بدولت ہندو آپ کو ملتان کا ڈکٹیٹر کہتے تھے۔ ۲

۱۹۱۶ء میں آپ رائے بہادر مہری پنڈ کے مقابلہ میں لاہور اور ملتان ڈویژن سے لیجسلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ نے کونسل میں پہلی بار ریفرنڈیشن پیش کیا کہ کونسل کی زبان اردو ہونی چاہیئے۔ اس موقع پر آپ نے جو تقریر کی اس نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ ۱۹۱۶ء میں جب مائیکو وڈزیر ہند، برصغیر کے حالات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے ہندوستان

۱۔ آئینہ ملتان از مفتی عبدالرحمن خان مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۳۵۹۔ روزنامہ "آفتاب"، ۱۱ مئی ۱۹۶۲ء

آئے تو آپ نے بھی سرمیاں فضل حسین کے ساتھ اپنے مطالبات پیش کئے۔ ۱۹۲۱ء

۱۹۲۱ء میں جدید اصلاحات کے تحت آپ ملتان ڈویژن سے سنٹرل اسمبلی کے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔ اور نازلیست ۱۹۳۶ء تک منتخب ہوتے رہے۔ آپ اسمبلی کے اجلاس میں برصغیر کی آزادی کے مطالبہ کی حمایت میں تقریریں کرتے تو کئی اخبارات "اسمبلی میں شیر پنجاب کی گرج" کے جلی عنوان سے آپ کی تقریریں شائع کرتے۔ ۱۹۲۹ء میں آپ پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے حج کی تحقیقاتی کمیٹی کے ممبر چنے گئے۔ اس سلسلے میں تمام ہندوستان اور رنجون کے سفر کا موقع ملا اور زائیرین حج کے لیے مفید تجاویز پیش کیں۔ اور پھر کوشش کر کے حکومت سے وہ تجاویز منظور بھی کرائیں۔ ۱۹۳۰ء

آپ کو قائد اعظم محمد علی جناح کے خیالات سے اس قدر اتفاق تھا کہ جب انہوں نے انڈی پنڈنٹ پارٹی قائم کی تو آپ اُس کے سرگرم رکن بن گئے۔ قائد اعظم بھی آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسمبلی میں آپ کی شخصیت خاص اہمیت و مقبولیت رکھتی تھی۔ آپ کے حسن اخلاق خاندانی شرافت اور آزادانہ خیالات نے آپ کو مرکزی اسمبلی کے تمام گروہوں میں ہر دلعزیز بنا رکھا تھا۔ آپ کے ملنے والوں میں پنڈت موتی لال نہرو اور کئی دیگر کانگریسی لیڈر بھی تھے، مسٹر آپ قائد اعظم کی شخصی صلاحیتوں سے بہت متاثر تھے اور دہلی سے ملتان واپس آکر ان کی الوداعی نمائندگی اور اسلام دوستی کے واقعات سناتے تھے۔ آپ قائد اعظم کو مسلمانان ہند کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالنے کی ترغیب بھی دیتے رہتے تھے۔ ۱۹۳۰ء

آپ نے تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ ملتان میں ہندو مسلم فسادات کے موقع پر مسلمانوں

۱۔ آئینہ ملتان از منشی عبدالرحمن خان مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۳۵۹۔ روزنامہ "آفتاب" ملتان ۸ جنوری ۱۹۶۶ء

۲۔ ص ۳۵۹۔ روزنامہ "آفتاب" ملتان ۸ جنوری ۱۹۶۶ء روزنامہ "نوائے ملتان" ملتان ۲۰ مارچ ۱۹۶۰ء

۳۔ روزنامہ "آفتاب" ملتان ۸ جنوری ۱۹۶۶ء روزنامہ "نوائے ملتان" ملتان ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء۔

کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا آپ کے زہد و تقویٰ، ایشاد اور حسن اخلاق سے سبھی لوگ متاثر تھے۔ آپ چونکہ لچیلیو اسمبلی کے پرانے ممبر تھے، اس لیے برصغیر میں ”فادر آف اسمبلی“ کے نام سے مشہور تھے مسجد شہید گنج لاہور کی تحریک میں بھی آپ نے زبردست کام کیا۔ مولانا نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں۔

”دہلی دروازہ سے مسجد شہید گنج تک گورہ فوج کی وحشیانہ فائرنگ سے ہزاروں مسلمان مارے گئے۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ برصغیر کے مسلمانوں میں کبریاں برباد تھیں لیکن ہندوؤں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلانے جا رہے تھے جب اس واقعہ کی اطلاع ملتان پہنچی تو مسلمان ٹرپ کر باہر نکل آئے۔ ایک عظیم جلوس دفعہ ۴۴ کے نفاذ کے باوجود شہر کے بازاروں اور سڑکوں سے ہوتا ہوا اسی جنازہ گاہ میں آکر ختم ہوا۔ ملتان کا انگریز کمشنر، انگریز بریگیڈیئر، انگریز ڈپٹی کمشنر، انگریز ایس پی اور انگریز کونوال کو جلوس میں ایسے جلوس کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس خلاف قانون مجمع میں مخدوم سید راجہ شاہ گیلانی مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی اور خان بہادر غلام فرید ڈابا بھی سیاہن پہنے عوام کے نشانہ بن نہ کھڑے ہیں۔ انگریز حکام کو دیکھ کر لوگوں نے بیک زبان نفرت لگانے شروع کئے۔

”گورنر امیر سن مردہ باد“

”گورنر امیر سن پر لعنت“

”دس ہزار مسلمانوں کا قاتل امیر سن ہمارے ہمارے“

”کمشنر نے گھبرا کر کہا۔“ مخدوم صاحبان! آپ یہاں کیسے؟

”میںوں حضرات نے بیک زبان کہا۔“ تو کیا آپ ہمیں اپنی قوم سے جدا سمجھتے ہیں؟ ہماری زندگی اور موت اپنی قوم سے ہی وابستہ ہے۔ اس پر تمام گورے حکام دم بخود واپس لوٹ گئے۔

جلسہ ہوا، تقریریں ہوئیں، جلوس نکلا، مگر اکابرین ملتان کے اثر و رسوخ کے سبب حکومت کو بحال
یعنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ۱۷

زندگی کے آخری تین سالوں میں آپ ذیابیطس کے موزی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن اس کی
پروراء نہ کرتے ہوئے رفاہی کاموں میں پوری دلچسپی سے حصہ لیتے رہے۔ بلدیہ ملتان کے اجلاسوں
کی باقاعدہ صدارت کرتے رہے۔ ۱۹۳۶ء میں ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود اسمبلی کے سوانحی
اجلاس کی شرکت کے لیے دہلی گئے۔ جب حالت نازک ہو گئی تو انتقال سے پانچ روز پہلے آپ
کے عزیز واپس ملتان لے آئے۔ ملتان چھاؤنی کے اسٹیشن پر لوگوں کا جم غفیر آپ کو دیکھنے کے
بیاب تھا۔ سب نے پریم آنکھوں سے آپ کا استقبال کیا۔ ۱۸
ڈاکٹروں نے سرتوڑ کوشش کی مگر۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

۱۹۳۶ء بروز جمعہ صبح ۶ بجے آپ نے رحلت فرمائی۔ ۶ بجے شام آپ کا جنازہ اسلامیہ مٹی
سکول دولت گیٹ کے وسیع وسیع گراؤنڈ میں پڑھا گیا۔ ایک لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں
شرکت کی۔ اور اگلے روز تین بجے صبح دربار پیر پیران میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پورے شہر میں تین دن تک ہڑتال رہی۔ ۶ اپریل کو جب مرکزی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا
تو ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا اور اسمبلی کا اجلاس
ملتوی کر دیا گیا، حالانکہ قبل ازیں کسی ممبر کی وفات پر اجلاس ملتوی نہیں ہوا تھا۔ ۱۹

۱۷ تاریخ ملتان حصہ دوم مطبوعہ ملتان ۱۹۴۳ء ص ۲۸۸، ۲۸۹۔

۱۸ روزنامہ ”آفتاب“ ملتان ۱۸ جنوری ۱۹۳۶ء

۱۹ تاریخ ملتان حصہ دوم ص ۲۹۰۔

سید محمد ریاض حسن گیلانی

آپ کی ولادت باسعادت ۳۲ دسمبر ۱۹۱۲ء کو شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں ہوئی والد گرامی کا نام مبارک سید محمد حسین تھا جو محکمہ انہار میں ضلعدار کی آسامی پر فائز تھے اور عین جوانی کی حالت میں عمر شریف چالیس سال راہی ملک بقا ہوئے۔

آپ کے مورث اعلیٰ غازی اسلام آباد علی الدین سید ابوالحسن علی گیلانی قادری مغلیہ دور میں شہنشاہ نصیر الدین ہمالیوں کے ہمراہ ایران سے برصغیر میں وارد ہوئے اور ہمالیوں و اکبر کے دور میں اعلیٰ فوجی مناصب پر فائز رہے ۱۹۰۷ء میں عمر ۵ سال کلانورد (مشرقی پنجاب) کے نواح میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی اولاد مغل دور میں قاضی القضاۃ کے مناسب جلیلہ پر مدتوں فائز المرام رہی۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ سید مطیع الدین شاہ گیلانی، نواب مظفر خان والی ملتان کے مصاحب خصوصی تھے۔ نواب مظفر خاں کو جب سکھوں نے انگریزوں کی سازش سے حملہ کر کے شہید کر دیا تو جہاں بہت سے لوگوں کو سکھوں کے جبر و استبداد کا نشانہ بننا پڑا وہاں حضرت مخدوم سید مطیع اللہ شاہ گیلانی بھی ملتان چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور پھرتے پھرتے شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں قیام پذیر ہوئے۔

سید محمد ریاض حسن گیلانی نے پنجاب یونیورسٹی سے اعلیٰ پوزیشن میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے خاندانی پیشہ اختیار کرنے کیلئے طبیہ کالج پیپالہ (انڈیا) میں داخلہ لے لیا اور حاذق الحکماء و ماہر طب و جراحات کے امتحان پاس کر کے شاہ کوٹ میں طبابت شروع کر دی۔ روحانی علوم کی تکمیل آپ نے حضرت مخدوم سید محمد ذاکر حسن شاہ گیلانی محبتی صاحبزادہ کوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور حجاب کتب عربی و فارسی بھی انہیں سے پڑھیں۔

آپ نے شاہ کوٹ میں انجن رضاؒ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) قائم کی جو جامع مسجد کے انتظام و انتصرام کے علاوہ ہر سال عید میلاد، معراج النبی، یوم سیدنا خدوم علی احمد صابر کلیری یوم غوث الاعظم و دیگر مذہبی تقریبات بڑے جوش و خروش سے مناتی ہے جس سے ہزاروں مسلمان اپنی دینی و روحانی تشنگی دور کرتے ہیں اور عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنے سینوں کو روشن کرتے ہیں۔

۱۹۳۰ء میں وادی کشمیر کے مسلمانوں پر ڈوگرہ حکومت کے مظالم کے خلاف تحریک چلی تو آپ بھی امرتسر میں ایک احتجاجی جلوس کی رہنمائی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے اور چھ ماہ تک قید و بند کی صعوبتوں سے نہوا آزما ہوئے۔

۱۹۳۱ء میں آپ نے شیخوپورہ میں مسلم لیگ قائم کی اور کئی سال تک ضلعی صدر منتخب ہو رہے پھر شیخ کرامت علی مرحوم کی فرمائش پر مسلم لیگ کی ضلعی قیادت سے دستبردار ہو کر دوسرے محاذوں پر خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ مختلف مرحلوں پر صدر مسلم لیگ شاہ کوٹ اور سیکرٹری تحصیل مسلم لیگ شیخوپورہ کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ بعد ازاں آپ کو کونسلر پنجاب مسلم لیگ اور کونسلر آل انڈیا مسلم لیگ بھی منتخب کیا گیا۔

تحریک پاکستان کی کشتی کو ساحل کامرانی سے ہمکنار کرنے کیلئے آپ نے اضلاع شیخوپورہ، ملتان، ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کے طویل دورے کئے اور نظریہ پاکستان سے عوام کو روشناس کرانے کیلئے بھرپور سعی کی۔ شاہ کوٹ میں مسلم لیگ کے تمام بڑے بڑے جلسوں کا انتظام و انتصرام آپ کے ہی ذمے ہوتا تھا۔ ان جلسوں سے خان عبدالقیوم خان، سردار عبدالباقی، خواجہ محمد صفدر اور چوہدری محمد حسین چیمہ جیسے مرکزی رہنمائی خطاب فرماتے تھے۔

۱۹۴۲ء میں آپ نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی دیہاتی پراسپیکٹس کمیٹی کے ساتھ ضلع شیخوپورہ میں عملی تعاون کیا۔ جلسے کروائے اور کارکنان کے ساتھ دورہ کر کے مفقود رہبر مدد کی۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کی توجہ زیادہ تر مقامی سیاست پر مرکوز رہی۔ ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۵ء بلدیہ شاہ کوٹ کے بلا مقابلہ چیرمین منتخب ہوتے رہے۔ اس دوران میں پیل ہائی سکول اور میونسپل کالج کا قیام عمل میں لایا گیا۔ بازار پختہ کئے گئے۔ بجلی فراہم کی گئی۔ ۱۹۵۳ء میں جب آپ چیرمین منتخب ہوئے تو بلدیہ کی سالانہ آمدنی ساٹھ ستر ہزار روپیہ سالانہ تھی۔ آپ نے اپنی حکمت عملی اور تدبیر سے اس آمدنی کو بڑھانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء میں یہ سالانہ آمدنی پانچ لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی۔ حالانکہ اس دوران عوام کو کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔

ایوبی دور میں جب ظلم و ستم سے تنگ آکر عوام نے آمریت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو آپ نے تحریک بحالی جمہوریت میں پورے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اس کے بعد بھٹو دور میں بھی حق و صداقت کا پھر راہبر اتے رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حکومت نے آپ کی سرگرمیوں سے تنگ آکر گھر میں نظر بند کر دیا مگر آپ کی منصوبہ بندی کی بدولت عوام کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہ آئی۔ اس پر آپ کو شاہ کوٹ سے جبراً باہر نکال دیا گیا۔ لیکن آپ نے اپنی مہمت کو لوہا کر کے قومی اتحاد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور برابر جدوجہد کرتے رہے۔

آپ نے شاہ کوٹ سے ایک طبی ماہنامہ ”حکمت“ بھی نکالا جو تین سال تک منصف شہر پر جلوہ گر رہا۔ اس میں طبی، اسلامی اور سیاسی موضوعات پر دلچسپ بحث ہوتی تھی۔ ایوبی دور کا شکار ہو کر یہ ماہنامہ دوبارہ شائع نہ ہو سکا۔ آپ کی ایک کتاب ”کسیر الامراض طبع ہو چکی ہے اور دو کتابیں روشن چراغ اور حیات و تعلیمات قلندر غفریہ بناریہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہونے والی ہیں۔“

مولانا شوکت علی

مولانا صبغة اللہ شہید فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوجوان کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔
 بھاری بھر کم لمبا قد، متاثر کرنے والا بشرہ، پیشانی درخشاں، آنکھیں چمکدار، سر پر بالوں والی ٹوپی
 دار، صحن بالکل صاف، مونچھیں بڑی جن کی نوکیں اوپر کو بلند، قیمتی سوٹ اور اعلیٰ درجہ کا بوت
 پیئے ہوئے، نہایت چست چوڑی دار پا جامہ، تیز رفتار، ہاتھ میں سگارا، پیرے پر عجیب دکھائی
 اور علی گڑھ انداز سے زبان پر اسلام علیکم۔ یہ نوجوان مولانا محمد علی جوہر کا بڑا بھائی شوکت علی
 تھا، جو حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کر کے
 مولانا بن گیا۔ ۱۹۰۲ء کی ولادت ۱۸۰۲ء میں ہوئی۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے
 اٹھ گیا۔ والد ماجد نے تعلیم و تربیت کا بار اٹھایا۔ علی گڑھ سے بی اے کیا۔ دوران طلبہ علمی
 کرکٹ کے نامور کھلاڑی اور بہترین باؤلر تھے۔ تیز و طرار گفتگو کرتے۔ آپ فطری لیڈر تھے، مزاجاً
 نڈر اور بے باک تھے، گریجویشن کے بعد ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ علی گڑھ اولڈ
 بوائز ایسوسی ایشن کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ سر آغا خان کے ساتھ ملکر علی گڑھ کالج
 کو یونیورسٹی بنانے کے لیے چندہ جمع کیا اور سر آغا خان کے خاص معتمد سیکرٹری رہے مولانا
 محمد علی جوہر نے میدان سیاست میں قدم رکھا تو آپ نے ان کا ساتھ دیا۔ اور بی اے
 (ان کی والدہ ماجدہ) نے ان کی رہنمائی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں بھائیوں کی

۱۔ تاریخ پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۲۴۹۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸ جنوری

۱۹۷۶ء۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۷۵ء۔

ایک یادگار تصویر جس میں بنی اٹل کرسی پر بیٹھی ہیں اور ان کے پیچھے محمد علی اور شوکت علی کھڑے ہیں کے نیچے جو الفاظ درج ہیں۔ وہ ان تینوں شخصیتوں کے کردار کا موزوں ترین عکس ہیں تصویر کے نیچے لکھا ہے: "شیہ نی اور اس کے بچے"۔

آپ بہت اچھے منتظم تھے۔ تقریریں کم کرتے تھے اور کام زیادہ۔ تحریک شروع کرنا اس کے لیے دلائل و خطابت کا زور استعمال کرنا اور عوام میں آگ لگانا۔ محمد علی جوہر کا کام تھا لیکن اسے منظم کرنا، ایک خاص دُعا پر جذبات کو چلانا، تحریک کے لیے مالیات فراہم کرنا اور مختلف انجیل لوگوں کو جوڑنا شوکت علی کا حصہ تھا۔ پہلی تحریک جو آپ نے منظم کی انجمن خدام الکعبہ تھی۔ جو ۱۹۱۳ء میں آپ کے مرشد مولانا عبد الباقی فرنگی محلی کے دلچسپانہ پر قائم ہوئی۔ اس تحریک کا مقصد مقدماتِ مقدسہ کی حفاظت اور برطانوی عزائم (جو ترکی کے خلاف سر و جنگ کی وجہ سے صاف نظر آرہے تھے) کا سد باب تھا۔ یہی وہ پہلی انجمن ہے جس نے حکومتِ برطانیہ کے خلاف بر ملا تحریک شروع کی۔ یہی انجمن ہے جس نے مالکِ اسلامیہ کی طرف مسلمانانِ ہند کو متوجہ کیا۔ خلافت کی تحریک کے لیے فضائیاں کی، ہندو مسلم اتحاد کا بیج بویا۔ مولانا شوکت علی، اس کے معتمد، سیکرٹری بنے اور مولانا عبد الباقی خدامِ انجمن (صدر)۔ اسی انجمن کے نام پر آپ عمر بھر اپنے نام کے ساتھ "خدامِ کعبہ" لکھتے رہے اور آپ کی ٹوپی پر بھی "خدامِ کعبہ" کا بیج لگا ہوتا تھا۔

جنگِ عظیم کے زمانے میں ترکی میں حمایت کی پاداش میں اپنے بھائی محمد علی جوہر کے ساتھ پورے پانچ سال قید رہے واپس لوٹے تو تحریکِ خلافت کے لیے وقف ہو گئے۔

۲۔ تاریخِ پاکستان ص ۳۴۹۔ دہ نامہ مشرق لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء۔ مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ مطبوعہ بکھنہ ۱۹۳۸ء ص ۴۰۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ مبداء الیوم ۱۹۴۲ء ص ۳۸۱، ۳۸۳۔

ملک بھر کا دورہ کیا۔ بہتی سے اخبار خلافت جاری کیا۔ کراچی کے معروف خالق دینا مال کہیں میں آپ نے عدالت سے گرنے کر کہا کہ۔ اگر حکومت مسئلہ خلافت کے متعلق ہمیں مطمئن نہ کر سکی یا پنجاب دجلیا نوالہ باغ کے بارے میں انصاف سے کام نہ لیا اور ہمیں مکمل آزادی نہ دی تو میرا فرض ہے کہ بحیثیت ہندوستانی مسلمان اس حکومت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کروں گا۔ اس کیس کی بنا پر آپ کو دو سال با مشقت کی سزا ہوئی۔ زندگی میں آپ نے فائدہ کتنی بھی دیکھی مگر آپ کے غم صمیم کو کوئی چیز متزلزل نہ کر سکی، جناب رئیس جعفری لکھتے ہیں:-

یہ شوکت صاحب خوش خوراک تھے، خوش لباس تھے، خوش اوقات لیکن ایک وقت تک جب تک ان کے پاس دھن تھا، اپشن ضبط ہوئی، جا بیداد بک گئی، وہ قلندرانہ زندگی بسر کرنے لگے، ہفتے گزر جاتے تھے گوشت کی صورت دیکھنے میں نہیں آتی تھی، یہ واقعہ ہے بلویوں نے مایوس ہو کر خلافت ہاؤس کی اقامت ترک کر دی تھی لیکن شوکت صاحب کی شادمانی کوئی چھین نہ سکا۔ دال روٹی اس شوق سے اور تعریفیں کر کر کھاتے تھے جیسے من و سلوی کھا رہے ہوں، دن میں دو مرتبہ غسل کرنا اور لباس تبدیل کرنا ان کا معمول تھا۔ وہ کہا کرتے تھے، غربت کسی آدمی کو میلہ کچیلارہنے پر مجبور نہیں کرتی، پیسے نہ ہوں تو آدمی خود اپنے کپڑے روز دھو سکتا ہے، لباس پھٹا ہو تو پونڈ لگا سکتا ہے اور اُجلارہ سکتا ہے اور خود ان کا عمل بھی یہی تھا۔ ان کا جامہ تازہ تار کی مرتبہ میں نے پونڈ اور روفر موتے دیکھا ہے، دوستوں کی جیب پر ڈاکہ مارنے میں وہ کمال رکھتے تھے، لوگ خلافت کو چندہ دیتے کتراتے تھے لیکن شوکت صاحب کا مطالبہ رد کر دیں یہ نہیں ہو سکتا تھا

بابائے اردو (مولوی عبدالحق) ایک مرتبہ اورنگ آباد سے انجمن کے لیے چندہ وصول کرنے کا پروگرام لے کر حیدرآباد تشریف لائے، ان کی وجاہت، ان کا اثر و رسوخ، چھوٹوں اور بڑوں پر ان کا دباؤ، اس امر کا غماز تھا کہ بھولی بھر کر واپس آئیں گے لیکن حیدرآباد پہنچے تو شوکت صاحب کی صورت میں ایک قد آور حریف موجود تھا اور قبل اس کے کہ مولوی صاحب حرف مطلب زبان پر لائیں، یہ حریف بے درنگ مشترک دوستوں کی جبین خالی کر لیتا تھا، بڑی بے بسی کے ساتھ سید ہاشمی فرید آبادی کو مولوی صاحب نے شوکت صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: یہ شخص تو ڈاکہ ڈال رہا ہے، میں کیا کروں؟ لیکن ڈاکے کی قمیض اس ڈاکو نے کبھی اپنی ذات پر یا اپنے اہل و عیال پر خرچ نہیں کی۔ اس کا ایک بیٹا کلکتے کی ایک مل میں کام کرتا رہا اور یہ رستیں لالا کر خلافت فتنہ میں جمع کرتا رہا۔ فقر و فاقے کے اس عالم میں بھی علی گڑھ کا کوئی دوست آجائے، علی گڑھ کی کوئی ٹیم آجائے۔ علی گڑھ کا کوئی وفد آجائے تو خلافت ہاؤس ان مہمانوں کے لیے وقف، قرض لے لے کر خاطر تواضع کا حق ادا کیا جا رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اولد بوائے لیسوسیٹن علی گڑھ سے خلافت ہاؤس منتقل ہو گئی ہے، چیچھے، قمیضے، پرانی داستانیں دوستوں کا ذکر، یاروں کا تذکرہ، محفل آرائیوں کی داستان، بلا سے ان مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد فاقہ مستی رنگ سلائے، لیکن اب تو آرام سے گزرتی ہے۔

۱۹۲۰ء میں سید مولانا محمد علی جوہر وفد خلافت کے ساتھ لندن گئے ہوئے تھے۔ مسلم لیگ کونسل کا ایک اجلاس الہ آباد میں سید رضا علی کے مکان پر ہوا۔ نینڈت جواہر لال نہرو کا بیان ہے کہ اجلاس میں ترک موالات کا جو نقشہ گاندھی نے پیش کیا۔ اس کو شکریہ سب گھبراتے ہوئے

۱۰ کاروانیم شہزادہ ارمیس جعفر می۔ طبعہ کراچی ۱۹۶۱ء حصہ ۳۲، ۳۳ -

تھے لیکن مولانا شوکت علی وہاں موجود تھے تاکہ قدم نہ اکھڑنے دیں۔ انہوں نے ترک موالات کی قرار داد پاس کرادی بھریک میں دونوں بھائی ساتھ ساتھ رہے۔ دونوں اکٹھے قید ہوئے اکٹھے رہا ہوئے۔ آخر میں کانگریس کے طرز عمل سے دونوں بھائی مایوس ہو گئے۔ ۱۹۲۴ء میں کوہاٹ میں ہندو مسلم فساد ہوا تو گاندھی کے ساتھ وہاں تحقیقات کے لئے گئے۔ گاندھی نے جس طرح ہندوؤں کی طرف داری کی اور مسلمانوں کو فساد کا ذمہ دار قرار دیا، اس پر شوکت علی نے گاندھی کو بالکل بے نقاب کیا۔ اس کی ہندو داندہ منیت کی وجہ سے پھر اس کے ساتھ ملکر کام کرنے کو تیار نہ ہوئے۔ اور جب ۱۹۲۵ء میں ہرور پورٹ پر ان کی پیش کردہ ترمیم کو منظور نہ کیا گیا تو انہوں نے کانگریس سے قطع تعلق کر کے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ ۱۹۲۵ء

مولانا محمد علی جوہر کے انتقال کے بعد شوکت علی نے خلافت کمیٹی کے اندکانگریسی مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی جن کا حال یہ تھا کہ ۱۹۳۰ء میں مجلس خلافت کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے باقاعدہ ایک قرار داد پیش کی کانگریس میں غیر سرحد طور پر شمولیت اختیار کر لی جائے۔ مولانا شوکت علی نے مسلمانوں کو اس اجتماعی خودکشی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ ۱۹۳۰ء

آپ نے جس خلوص کے ساتھ مسلم لیگ کی خدمت کی، اسے ہر دلعزیز اور مقبول بنایا، اسے عوامی جماعت کے درجے تک پہنچایا۔ اس کے قائد اعظم بھی معترف تھے۔ قائد اعظم ہمیشہ نازک مواقع پر ان کے تعاون اور رفاقت کے جو یا ہوئے۔ ۱۹۳۵ء کے مرکزی

۱۹۳۵ء تاریخ پاکستان ص ۳۵۰۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء مسلمانوں کا اشیاء اور آزادی کی جنگ ۶۸
۱۹۳۵ء کارواں گم گشتہ ص ۳۵۔ طالب علم کی ڈائری از سیّدہ اطف علی

بریلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۱۶۴، ۱۶۲۔

یجسٹیو کونسل کے انتخابات کا مرحلہ آیا تو آپ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر الیکشن رٹرن سے معذوری ظاہر کی لیکن قائد اعظم کے کہنے پر سر تسلیم خم کر دیا۔ اور یونپ کے ہفت شہری حلقہ (بریلی وغیرہ) سے بجاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی پھر کونسل کے اندر اور باہر مسلم لیگ کی ڈھال اور کانگریس کے لیے برہنہ تلوار بننے رہے۔ کونسل میں فوجی بھرتی کے قانون کے مسئلہ پر بحث کے دوران خان عبدالغفور خان کی جو اس وقت کانگریسی تھے جیسے گت بنائی، وہ ان کی طرف سے بذلہ سنجی اور خوش طبعی کی ایک عمدہ مثال ہے۔ ۱۔

۱۹۳۵ء میں انڈیا ایکٹ کے ماتحت جب صوبائی مجالس قانون ساز کا انتخاب ہوا تو جھانسی کے الیکشن کو کانگریس اور لیگ نے معیار بنالیا تھا، جو اسرلال ہندو نے بار بار اعلان کیا کہ ہم مسلم لیگ کو شکست دے کر رہیں گے۔ قائد اعظم نے یہ ہم آپ (شوکت علی) کے سپرد کی، آپ بمبئی سے سیدھے جھانسی روانہ ہو گئے۔ کانگریس کے امیدوار کے لیے رفیع احمد قدوائی کی سرکردگی میں جمعیت علماء ہند مسلم مجلس مشیت پارٹی کے کما کا برا اور کارکنوں کا قافلہ تھا۔ کانگریس کے پاس دوست کی کمی نہیں تھی مسلم لیگ اب ابھرنا شروع ہوئی تھی اور قائد اعظم عام چندرے کے خلاف تھے۔ لہذا لیگ کے ذرائع اور وسائل حد درجہ محدود تھے، مگر آپ کی جوان ہمتی اور اولوالعزمی نے یہ مرحلہ آسانی کے ساتھ طے کر لیا۔ گوان کی جان پر بن گئی، گرمی کا موسم تھا، وہ بھی بندیل کھنڈ کی گرمی، جہاں آفتاب سوانیزے پر آ جاتا ہے۔ دو ٹروں کو منظم اور متحد کرنے کے لیے دور دراز کے دیہاتوں اور قصبوں کا دورہ بھی ضروری تھا، سواری کہیں بیٹہ کہیں تانہ کہیں بیل گاڑی جو مل جائے چلی پھرتی ہوئی دھوپ میں ایک روز کئی میل کا سفر بیل گاڑی پر کرنا پڑا۔

۱۔ تاریخ پاکستان ص ۳۵، کاروانِ گمشدہ ص ۳۵۔ طالب علم کی ڈائری از

ستیا لطف علی بریلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۱۲۱۔

ہاری ٹومی جید جید از ڈاکٹر عاشق حسین شاہی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۵۲۔

آپ بیگم و بیگم بھی اور ذیابیطس کے مریض تھے، سفر ختم ہوا تو خون کا پیشاب کئی مرتبہ آیا، لیکن ان کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہی زندہ دلی، وہی بندہ کجی، وہی حاضر جوابی، وہی جوش و خروش، لوگوں نے اصرار کیا کہ آج آپ آرام کر لیجئے، جلسہ کل سمجھی، لیکن آپ کہاں ماننے والے تھے۔ اسی حالت میں جلسہ گاہ تک پہنچے اور ایک زوردار تقریر کی، کانگریس یہاں عرصے سے کام کر رہی تھی اور بہت پُر امید تھی، لیکن آپ نے پانسہ پلٹ دیا یہ معرکے کا انتخاب تھا، اس میں مسلم لیگ کو فتح مہین حاصل ہوئی اور کانگریس کو شکست فاش۔ ۱۵

نومبر ۱۹۳۸ء کے آخری ہفتے میں بزنکائیٹس کا شدید حملہ ہوا، اسی حالت میں مسلم لیگ کے کام کے لیے آسام کے شہر شیلانگ کے دورے کا پروگرام بنایا اور بیگم و بیگم تاریخ رونجی طے پائی۔ ۲۸ نومبر کو بیگم محمد علی کی قیام گاہ (دہلی) کے صحن میں بیٹھے ہوئے دھوپ کھا رہے تھے کہ تمازت ناگوار محسوس ہوئی، جا کر اپنے کمرے میں لیٹ رہے، اذرا دیر کے بعد بیگم محمد علی کچھ دریافت کرنے کمرے میں پہنچیں تو آپ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

ع۔ سبک بار مردم سبک تر روند! ۱۵

آپ کی آخری آرام گاہ دہلی میں درگاہ سرمد شہید کے جوار میں بنی۔ سید مسعود حسن مسعود نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔ ۱۵

رہنمائے قوم مسلم خوش خصال دہر میں تھے آپ اپنی خود مثال
موجب ذن دل میں خلانت کا خیال چل دیتے شوکت علی با حال قتال
کہہ دیا مسعود نے باپائے ارج

صاف ہے، "دارا خلانت" بہر سال ۱۳۵۰ھ

۱۵۔ کاروانِ گم گشتہ ص ۳۶۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء بے تیغ سپاہی ص ۱۳۱

۱۶۔ عندلیبِ تواریخ مطبوعہ الہ آباد ۱۹۶۳ء ص ۵۶۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر پورے عالم اسلام میں رنج و الم کی لہر دوڑ گئی، برصغیر کے ہر مسلمان نے خون کے آنسو بہائے، ملکی اور غیر ملکی پریس نے آپ کی خدماتِ جلیہ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا، سیاسی اکابرین نے بھرپور مددِ عقیدت نذر کی، ذیل میں ہم حضرت قائد اعظم، سرسکندر حیات خان اور پنڈت جواہر لال نہرو کے تعزیتی پیغامات درج کر رہے ہیں جن سے مولانا شوکت علی کی عظمت و سطوت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت قائد اعظم نے فرمایا:۔

در مولانا شوکت علی کے انتقال سے مسلمانان ہند ایک ایسے بلند پایہ لیڈر سے محروم ہو گئے ہیں جو اپنی قوم کا ایک جانباز سپاہی تھا، انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا اور مصیبت کے وقت قوم کے لئے سینہ سپر ہو کر آگے آ جانے تھے، مسلمان اگر ان سے جان کی قربانی مانگتے تو اس کے لئے بھی آمادہ تھے، ان کی گزشتہ ربع صدی کی سیاسی زندگی کا یہی بنیادی اصول تھا۔

جہاں تک میرے اور ان کے ذاتی مراسم کا تعلق ہے، مجھ میرے نہایت عزیز دوست تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ ان کی وفاداری غیر متزلزل تھی اور مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے جو تعلق انہیں میری ذات سے تھا وہ بھی نہایت مستحکم تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک چٹان کی طرح ہماری پشت پناہی کرتے تھے، ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جو مثال وہ قائم کر گئے ہیں اس کی نظیر مشکل ہی سے کہیں ملے گی۔

سرسکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب نے اپنے بیان میں اظہارِ فسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

۱۵ دسمبر ۱۹۴۸ء کاکتہ مورخہ ۲۸ روزہ برصغیر ۱۹۴۸ء۔

در مولانا شوکت علی ہندوستان کے مایہ ناز فرزند اور اسلام کے بہت بڑے جان
نثار تھے۔ ان کی سیاسی زندگی کا بنیادی نقطہ وطن کی محبت اور وطن ہی کی خدمت
تھی۔ وہ غریبوں کی آنکھوں کا تارا تھے اور غریبوں ہی کی خدمت ہمیشہ ان کا
ان کا نصب العین رہا۔

جہاں تک میرا اور علی گڑھ کے دیگر اولاد بوا سز کا تعلق ہے ہمارے لئے
ان کا سانحہ انتقال ایک ایسا زخم ہے جو کبھی مندمل نہیں ہو سکتا کیونکہ موت
کے بے رحم ہاتھ نے ایک ایسا علیگڑھ سے چھین لیا جو اس ترقی پسند تحریک
کے اولین نقیبوں میں سے تھا جس کا سر شہید علی گڑھ سے پھوٹا تھا۔^۱
پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:-

”ہماری جنگ آزادی کے بہادر سپاہی ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے
ہیں اور کون نہیں جانتا کہ مولانا شوکت علی کا شمار ہمارے سب سے بہادر
اور بیباک سپاہیوں میں ہوتا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں آزادی کی جو نئی
تڑپ پیدا ہوئی ہے اس کے بہترین مظہر مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی
تھے۔ اٹھارہ سال ہوئے جب ترک موالات کی تحریک جاری تھی تو مولانا
شوکت علی کی بالابلند شخصیت، ہندوستان کے دور دراز گوشوں میں ہر جگہ
مقبول و محبوب بن گئی تھی۔“

سالہا سال تک مجھے ان سے قریب رہ کر، ایک رفیق کی حیثیت سے
کام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اگرچہ گزشتہ چند سال سے ہمارے
درمیان بعض سیاسی اختلافات پیدا ہو گئے ہیں لیکن ان اختلافات کے باعث

ماضی کی خوشگوار یادیں کبھی ذہن سے محو نہیں ہو سکتیں اور نہ اس غم کا بار ہلکا ہو سکتا ہے جو اس شخص کے انتقال سے طاری ہوا ہے جس نے ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں بہت بڑا حصہ لیا ہے مولانا شوکت علی صحیح معنوں میں ایک سپاہی تھے اور سپاہی کی طرح انہوں نے گھوڑے کی پشت پر جان دی۔ اہل ہند کا کافرض ہے کہ آج اس سپاہی کی یاد میں ادب و احترام سے اپنی گردنیں خم کر دیں۔“ لے

۵ روزنامہ سٹیشنرین کلکتہ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۳۸ء۔

میاں شہاب الدین قادری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۶۹ء میں موضع دلیل پور ضلع گودا سپور (بھارت) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت قاضی رحمت اللہ قادری (المتوفی ۱۸۸۵ء) ابن قاضی محمد عمر بخش قادری (المتوفی ۱۸۵۶ء) تھا۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت قاضی محی الدین قادری کلاوڑی (المتوفی ۱۲۶۶ھ) تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت شمس الدین ہراتی تک جا پہنچتا ہے۔

آپ کی طبیعت بچپن سے ہی مذہب کی طرف مائل تھی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں فیوض و برکات اپنے والدِ مکرم سے حاصل کئے۔ ۱۸۹۱ء میں بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں ملتان گئے اور تمام درگاہوں کی زیارت کی۔

آپ اپنے ارد گرد کے مواعضات کے بزرگانِ دین کے مقابر اور مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔ نیز سالانہ عرس میں شمولیت کیا کرتے تھے۔ بٹالہ شریف، کلاوڑ، بدولہی، ارٹھڑ پھتر، مکان شریف، کاستی دال، کوٹ میاں صاحب، فتح گڑھ چوڑیاں، رمداس اور گودا سپور اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ درگاہ شریف حضرت حاجی حسین قادری کوٹ میاں صاحب کے سجادہ نشین حضرت میاں شہاب الدین (المتوفی ۱۹۰۲ء) سے بھی آپ کے نھوڑی مرہم تھے۔ حضرت مولانا محمد علی قادری مجددی فتح گڑھ چوڑیاں، حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی، حضرت پیر سراج الحق چشتی گودا سپوری، حضرت بابا کریم بخش قادری مجددی رمداسی، حضرت پیر فقیر اللہ شاہ قادری نوشاہی بدولہی سے گہرے تعلقات تھے۔

جب قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی زمام اقتدار سنبھالی اور برصغیر کے کونے کونے میں سولہ اعظم

کی اس نمائندہ جماعت کی شاخیں قائم ہو گئیں تو کلانور میں بھی اس کا دفتر قائم ہوا شیخ غلام فرید صاحب مقامی صدر منتخب ہوئے۔ اس علاقہ میں یونیونسٹ پارٹی کا بہت زور تھا اور اس نے مسلم لیگ کو ناکام بنانے کی پوری پوری کوشش کی مگر مسلم لیگ کے جیلے کارکنوں نے ان کے اس خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا ان کارکنوں میں میاں شہاب الدین قادری صف اول کے محابد تھے۔

کلانور میں ایک آئی سی ایس آفیسر نے راؤ مہار سرحدری چھوٹو رام ایم ایل سی لیڈر پنجاب نیشنل یونیونسٹ پارٹی کونسل کو بلایا اور ایک جلسہ عام منعقد کروا کر مسلم لیگ کے خلاف تقریر کرانی سر چھوٹو رام نے یونیونسٹ پارٹی کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اس کے بعد میاں شہاب الدین قادری اور ان کے غمیمہ ساتھی مسلم لیگ کا جلی پرچم تھامے گلی گلی کوچے کوچے درگاہوں کو دن کل کھڑے ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں کو خط ملک پاکستان کا مہنوا بنایا غرض اس علاقہ میں آپ مسلم لیگ کے غظیم سپوت تھے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ سیالکوٹ اور لائل پور میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد تھانہ لاہور میں تشریف لائے اور ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں اپنے فرزند ارجمند میاں محمد دین کلیم کے ہاں وصال فرما کر قبرستان گرٹھی شاہو میں سپرد خاک ہوئے۔
اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شرافت نوشاہی مدظلہ نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا ہے

حضرت میاں شہاب الدین درجناں شد حشمت و شوکت
از شرافت شنو تو سال وصال "فخر شہر" - "نادر خلقت"

آپ کے نامور نسل زند میاں محمد دین کلیم کا شمار ملک کے مشہور مخبرین میں ہوتا ہے۔ میاں صاحب نے لاہور شہر کی تاریخ پر ایک صد کے قریب

کتابیں لکھی ہیں جن میں سے لاہور کے اولیاء نقشبند، لاہور کے اولیاء چشت، لاہور کے اولیاء سہرورد اور لاہور کے اولیاء قادریہ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کی ان علمی ادبی اور تاریخی خدمات کی بدولت اہل علم حضرات آپ کو مؤرخ لاہور کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مخدوم شیر شاہ گیلانی

حضرت مخدوم شیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ملتان کے ممتاز روحانی پیشوا مخدوم صدر الدین گیلانی کے چھوٹے اور مخدوم راجن شاہ گیلانی کے بڑے بھائی تھے (رحمۃ اللہ علیہم) یہ دونوں بھائی ابھی کم سن ہی تھے کہ ان کے سر سے والد گرامی کا سایہ اٹھ گیا۔ بڑے مخدوم صاحب کی عمر اس وقت دس سال، مخدوم شیر شاہ کی عمر پانچ سال اور مخدوم راجن شاہ صرف پچھماہ کے تھے۔ ان کی تعلیم تربیت کا کام ان کی والدہ ماجدہ نے نہایت خوش اسلوبی اور تندی سے کیا۔ مخدوم شیر شاہ نے ابتدائی تعلیم ملتان کے علما کرام اور سکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد ان کو ایچ ایس کراچی - تھور میں داخل کروادیا گیا۔ وہاں سے تعلیم کرنے کے بعد آپ ۱۸۹۵ء میں گورنمنٹ ملازمت میں بطور منصف بھرتی ہو گئے۔ آپ گیلانی خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے سرکاری ملازمت کی۔ ۱۹۱۲ء میں آپ کو ایچ ایس کراچی کے عہدہ پر ترقی دے دی گئی اور سیالکوٹ میں تعینات ہوئے۔ سات سال بطور مجسٹریٹ اور افسر مال مختلف اضلاع میں کام کرتے رہے۔ ۱۹۱۹ء میں آپ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور اپریل ۱۹۲۵ء میں پاکستان میں سامیوئل سے اسی آسامی پر ریٹائر ہوئے اور ملتان آکر اپنی جائیداد کے انتظام و انتصار میں مشغول ہو گئے۔ چند ماہ کے لیے یہاں بطور آنریری مجسٹریٹ درجہ اول بھی کام کرتے رہے مگر پھر خود ہی سبکدوش ہو گئے۔ جنوری ۱۹۳۲ء ان کو ریاست ٹونک علاقہ راجپوتانہ کی گورنمنٹ نے ڈسٹرکٹ ویشن جج کا عہدہ پیش کیا، جو آپ نے منظور کر لیا۔ اور چند سال ہی عہدہ پر متمکن رہ کر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو مبعہ اہل و عیال جج بیت اللہ شریف وزارت روضہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روانہ ہوئے اور پھر اس سفر مقدس کے بغیریت اپریل میں
وہیں تشریف لے آئے۔ ملتان چھاؤنی کے ریلوے اسٹیشن پر ملتان کے خواص و عوام
نے جس خلوص دل اور شان سے ان کا استقبال کیا، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ یہ
ان کی خوش اخلاقی اور ہر دلعزیزی کا بہن ثبوت تھا۔ دورانِ سفر آپ نے بیت المقدس
تجارت، عراق، بغداد، شریف اور مصر کے مقامات مقدسہ بھی دیکھے۔^{۱۵}

آپ کے خاندان نے ملتان میں مسلم لیگ کی بنیاد اُس وقت رکھی جب کہ یہاں مسلم
لیگ کا نام و نشان نہ تھا۔ ملتان کو یونینسٹ پارٹی، کانگریس اور مجلس احرار کا گڑھ سمجھا جاتا
تھا۔ نور مسلم لیگ کا نام لینا ناقابلِ معافی جرم تھا۔ اس تیرہ و تار یک دور میں قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
کی سدا پر لبیک کہتے ہوئے پیر سید زین العابدین شاہ گیلانی مرحوم و مغفور^{۱۶} نے مسلم لیگ
کی جیل کی گیلانی صاحب اپنی مسلسل خدمات اور بے پناہ قربانیوں کے سبب لوگوں کے
دوں پر حکومت کرتے تھے۔ ان کی فوجِ فطر موجِ فدا یا ان اسلام تربیت یافتہ تلواروں سے
سے پنج سو باوردی رضا کاروں کی بڑی دھوم تھی، جو اپنے چیف کمانڈنگ آفیسر کی
مان میں جب شہر میں نکلتی تو ہندوؤں اور مانگر بندوں پر عیب الہ و بدبہ طاری ہو جاتا۔ ان
کی صدارت میں مسلم لیگ جلد ہی ایک ہر دلعزیز جماعت بن گئی۔ مخدوم سید شیر شاہ کے برادر
بزرگ مخدوم الخادم حضرت پیر سید محمد صدر الدین گیلانی سجادہ نشین خانقاہ حضرت موسیٰ پاک
نصیب رحمۃ اللہ علیہ کی مسلم لیگ کو مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ ہم کا نظریں ان کی صدارت میں
ہوتی تھیں۔ لاکھوں کی تعداد میں ان کے مخلص اور جانشین مرید و عقیدت مند مسلم لیگ کی
تقویت کا سبب بن گئے۔ مخدوم شیر شاہ کی تمام تر ہمدردیاں اور خدمات مسلم لیگ کیلئے وقف تھیں۔

۱۵ مرقع ملتان از سید اولاد علی گیلانی مطبوعہ ۱۹۴۰ء

۱۶ آپ کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو، اکابر تحریک پاکستان حصہ اول -

ان واجب الاحترام شخصیتوں کی شہریت کی وجہ سے مخالفین کے اثر کو مسلم لیگ کا سیلاب
خس و خاشاک کی طرح مہیا کر لے گیا۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں مرکزی اسمبلی کے عام انتخابات ہوئے تو مسلم لیگ نے ملتان کے
حلقہ سے آپ کو امیدوار نامزد کیا۔ آپ ان نشست پر بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔ آپ نے دہلی
لاہور اور پشاور وغیرہ مقامات پر آل انڈیا مسلم لیگ کے بڑے بڑے جلسوں میں شرکت کی
جو حضرت قائد اعظم کی صدارت میں منعقد ہوئے۔ قائد اعظم کی ہدایت پر مسلم لیگ نے ۱۶ اگست
۱۹۴۶ء کو راست اقدام کرنے کا فیصلہ کیا اور تمام لیگی زعماء سے اپیل کی کہ وہ اپنے سرکاری
خطابات اور اعزازات اس تاریخ کو برطانوی حکومت کو لوٹا دیں۔ چنانچہ آپ نے "خان بہادر
کا خطاب اور دوسرے سرکاری اعزازات واپس کر دیے۔"

آپ نے ملتان میں تحریک پاکستان کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور اپنے عمل سیم سے
مسلم عوام میں جذبہ آزادی کی ہر دھڑادی جب پنجاب میں مسلم لیگی ارکان اسمبلی کی واضح اکثریت
کے باوجود ملک خضر حیات خان لوہانے کانگریسی ہندوؤں اور اکالیوں کے گھمبیر
کر کے پنجاب میں محسوس یونینسٹ پارٹی کی حکومت بنالی تو مسلم لیگ نے جنوری ۱۹۴۷ء
میں خضر حکومت کے خلاف صوبہ بھر میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی تو آپ
نے پرانہ سالی اور کمزور طبیعت کے باوجود ملتان میں دفعہ ہم ہم اکو توڑ پھوٹے ہوئے ایک
احتجاجی جلسے کی قیادت کی۔ آپ قید ہونے والی ان گنی چنی شخصیتوں میں سے تھے جنہوں
نے حکومت کی مشینری کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ آپ کی گرفتاری کی خبر نے عوام کے
خوشیوں کو ابھارا۔ مسلمانوں میں زبردست جوش و خروش پھیل گیا اور وہ ہزاروں کی
لگاد میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنے لگے۔ اس تحریک کو جب پولیس
تشدد کے ذریعہ دبا یا نہ جاسکا تو ناچار خضر حیات کی حکومت مستعفی ہو گئی اور میدان مسلم
لیگ کے ہاتھ رہا۔

۱۔ تاریخ ملتان جلد دوم زمونالو راجہ خاں فریدی مطبوعہ ملتان ۱۹۶۳ء ص ۲۸۰
مکتوب گرامی جناب خواجہ عبدالکبیر قاضی ایڈووکیٹ ملتان محرمہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۶ء۔

مخدوم شیر شاہ تمام زندگی رشوت ستانی کی بیج کنی کی پوری پوری کوشش کرتے رہے
 دورانِ ملازمت مردم آزار اور بدکردار لوگوں کو سخت سزائیں دیتے رہے۔ ہر فریادی کی فریاد
 سنتے اور پورا پورا انصاف کرتے تھے تقسیم ملک سے قبل آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور پھر
 آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔ پاکستان کے استحکام و بقا کے لیے دل و جان سے
 خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی ساری زندگی نیکی اور پرہیزگاری سے عبارت تھی خلوص
 اور یقین کی دولت سے مالا مال تھے بقدرتِ حق اور پابندِ صوم و صلوٰۃ تھے۔ کردار نہایت
 شاندار اور بے داغ تھا۔ امیرانہ زندگی اور آرائش سے متنفر تھے۔ جاہ و جلال خود پسندی
 اور خود نمائی سے دور رہتے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک
 زبانِ اقدس پر رہتا۔ اہل سنت و جماعت میں آپ کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ اپنے سیاسی
 کردار اور منصب سے کبھی نا جائیز تو کیا جائز فائدہ بھی نہ اٹھایا۔

آپ کی وفات حسرتِ آیاتِ فدویؒ ۱۹۶۶ء میں ہوئی۔ تمام مسلمان ملتان میں
 صف ماتم بچھ گئی اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ آپ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔
 ع خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

۱۔ مکتوب گرامی جناب خواجہ عبدالکبیر قاسمی ایڈووکیٹ ملتان محترمہ ۲۱ نومبر ۱۹۶۶ء

مولانا شائستہ گل

آپ کا اسم گرامی شائستہ گل، والد کا نام مولانا محمد علی اور دادا ملک العلماء مولانا عمر دراز تھے۔ آپ یوسف زئی مندر افغان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے القاب شیخ العلماء مفتی اعظم سرحد لہ اور مناظر اہلسنت و جماعت ہیں۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ، زاہدین میں حضرت شیخ المشائخ پیر عبدالوہاب المعروف پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔

آپ نے اپنے والد مولانا محمد علی ر ۱۲۵۳ھ - ۱۳۴۳ھ، سے علم پڑھنا شروع کیا۔ والد کے علاوہ مختلف نامور علماء، سے تکمیل علم کیا۔ پھر ایٹمی مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایٹمی بینر میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کے استاد اسی گاؤں کے نام سے مشہور ہیں۔ ایٹمی مولانا صاحب کے درس میں چھ سات سو طلباء ہونے لگے۔ آپ علم نحو میں علامہ تھے۔ آپ نے نحو کی مشہور درسی کتاب کافیہ پر پشتو میں شرح لکھی جو کہ چھپ چکی ہے، اور علم نحو آپ سے پڑھا۔ علامہ کالا مولانا صاحب کے پاس علم صرف کی تکمیل کی۔

حضرت قاضی صاحب بڑھنی سے معقول و منقول اور مولانا صاحب۔ ڈاگنی یار حسین سے تفسیر اور حدیث کا درس لیا۔ سند حدیث مولانا عبدالعلی دہلوی سے حاصل کی۔ نیز جون پور انڈیا کے دارالعلوم حنفیہ میں مولانا ماجد علی سے بھی دورہ حدیث کی تکمیل کر کے۔

۱۔ یہ القاب حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صدقہ حزب الاحناف لاہور نے دیا۔
۲۔ آپ موضع لالہ ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ بڑے عابد و زاہد اور حضرت صوات رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

سند فراغت حاصل کی اور قرأت مولانا مولوی قاری عبدالسلام بن قاری عبدالرحمن پانی پتی سے پڑھی تقریباً تیس برس کی عمر میں تمام علوم مروجہ معقول و منقول میں کمال حاصل کر لیا فراغت علم کے بعد درس و تدریس اور افتاء کو اپنا مقصد حیات بنالیا۔ اپنے گاؤں لنڈی شاہ مٹہ میں ایک ایک دارالعلوم قائم کیا جس کا نام "دارالعلوم حنفیہ سنہ لنڈی شاہ مٹہ" ہے۔ اس دارالعلوم میں درس نظامی کا مکمل درس دیا جاتا ہے۔

مذہبی خدمات و مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ نے سیاسیات میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تحریک خدائی فکرمگاہ میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خان کے دوش بدوش آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا مگر جب خان موصوف نے اپنی تنظیم کو ایم ڈی نیشنل کانگریس میں مدغم کر دیا تو آپ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کرنی جس وقت مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کیا تو آپ نے دیہی، بہت اور شجاعت کے ساتھ اس مطالبہ کی حمایت کی آپ کے مشورہ کے ساتھ حضرت محمد امین شمسات پیر صاحب مانگی شریف کی صدارت میں مشائخ اور علماء کی ایک جمعیت تشکیل کی گئی جس کا نام جمعیتہ الاصفیاء رکھا گیا۔ اس جمعیت کے ناظم آپ ہی تھے حضرت پیر صاحب چوہدری شریف کی صدارت میں اس جمعیت کا اجتماع کیا گیا، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر مسلم لیگ ہمارے اصولوں سے اتفاق کرے گی تو ہم اس کے ساتھ الحاق کریں گے اور اس جماعت کا یہ مقصد ہے کہ پاکستان میں قرآن و سنت کے مطابق حکومت ہو اور شریعت غرار عمل نافذ ہو قائد اعظم محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خاں نے تحریری طور پر اس اصول کو تسلیم کر لیا۔ اس فیصلہ کے بعد پیر صاحب مانگی شریف کے کہنے پر آپ نے تمام مشائخ کرام کو اکٹھا کرنے کے لیے مسلسل پانچ ماہ کا دورہ کیا اور اپنی مفصل رپورٹ پیر صاحب کو پیش کی جب پاکستان بن گیا اور مسلم لیگی وزارت خان عبدالقیوم خان نے سنبھالی تو بموجب وعدہ کے آپ نے اپنی تقاریف میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ شروع کر دیا۔ کوہاٹ میں مسلم لیگ کے جلسہ میں آپ شامل ہوئے اور مسلم لیگ کو اپنا وعدہ یاد دلا کر مطالبہ کیا حکومت کو آپ کی یہ بات بہت ناگوار گزری اور واپسی

۱۔ یہ کاغذات دستخط شدہ مانگی شریف میں موجود ہیں۔

پردہ کو ہاٹ کی چوٹی پر آپ کو پکڑ کر تین دن تک حوالات میں بند کیا گیا اور پھر گیارہ ماہ کے لئے خارج
از پاکستان کر دیا۔ آپ وہاں سے سیدھے صوات میں تھانہ کے مقام پر گئے اور اسی طرح دہلا
وغظہ نصیحت میں مصروف ہو گئے۔ اب آپ کو مسلم لیگ سے کلی طور پر مایوسی ہو گئی۔ اس لیے
سیاسات سے کنارہ کش ہو گئے اور تبلیغ عقائد حقہ میں مصروف ہو گئے۔

گو ناگوں مذہبی، علمی اور سیاسی مصروفیتوں کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی

لکھیں۔

۱۔ سیر الملوک فی مسائل السلوک عربی :- اس کتاب میں مسائل تصوف کی وضاحت آیات
کریمہ کی مدد سے کی گئی ہے۔

۲۔ مضامین القرآن :- یہ کتاب قرآن مجید کے مضامین پر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی نمایاں
خصوصیت یہ ہے کہ ہر سورت میں تین تین آیتیں مختلف آئی ہیں ان کو اپنے موضوع پر بیان کیا ہے
۳۔ مطالب القرآن :- اس کتاب میں ہر ایک لفظ یا اسم کا پورا پورا مطلب بیان کیا گیا ہے
گویا تمام قرآن مجید کا حل اس کتاب میں موجود ہے۔ نیز جو لفظ یا اسم جس جس پارہ، جس جس رکوع اور
جس جس آیت میں آیا ہے، اس کا حوالہ بھی موجود ہے۔

۴۔ قرأت القرآن :- یہ کتاب قرآن پاک کے تمام مسائل قرأت کو حل کرتی ہے۔

۵۔ حاشیہ مدارک التنزیل :- تفسیر مدارک بر عربی میں حاشیہ تحریر کیا ہے۔ یہ تمام حواشی اہل
سنت و جماعت کے عقائد و حفظہ کی روشنی اور تائید و حمایت میں لکھے ہیں۔ آپ نے تمام کتب
تفسیر کے مطالعہ کے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ انتہائی جامع اور مدلل ہے اور علوم عقائد کی حامل ہے۔

۶۔ حاشیہ جلالین :- مشہور تفسیر جلالین پر تفصیلی حاشیہ ہے۔

۷۔ مرادی شرح زرادی :- صرف کی مشہور کتاب زرادی کی شرح عربی میں لکھی ہے۔

۸۔ شرح جزری :- حسد زری کی شرح اردو میں لکھی ہے۔

۹۔ الاستفتا عت المیراث :- مسائل کا ایک ضخیم مجموعہ ہے جس میں علم میراث کے تمام مسائل

کا بیان ہے۔

۱۰۔ مجموعۃ الفتاویٰ :- اس ضخیم مسودہ میں سینکڑوں مسائل پر استفتاء کے جوابات ہیں۔

۱۱۔ تفسیر قرآن مجید (اردو) قرآن مجید کا ترجمہ اور فوائد پر اپنی نظیر آپ ہے۔

علاوہ ازیں چھوٹے چھوٹے کتابچوں اور مفصلوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ پتہ بانی زنی ضلع مردان میں آپ نے "جمعیت العلماء احناف" نامی علماء کی جماعت بنائی جس میں جدیدہ علماء کو اکٹھا کیا۔ ہر ماہ جمعیت کا اجتماع کیا جاتا ہے۔ یہ جماعت سیاسیات میں بھی لوگوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ مذاہب باطلہ کے رد میں آپ کو ید طولی حاصل ہے۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان اور محابہ مسنت مولانا عبدالستار خان نیازی سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان نے صوبہ سرحد کا تنظیمی دورہ کیا تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کیا اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے عزم کا پرچوش اظہار کیا۔ ۱۶

۱۷۔ آپ کے حالات تذکرہ علماء مشائخ سرحد (حصہ دوم) از محمد امیر شاہ قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۲۳۔

تا ۲۳۶ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

۱۸۔ ہفت روزہ افق کراچی جلد ۱ شمارہ ۱ بابت ۱۳ دسمبر ۱۹۶۷ء ص ۲۔

ماہنامہ فیضان فیصل آباد جنوری ۱۹۶۸ء ص ۳ تا ۱۶۔

مولانا صابر حسین

آپ کی ولادت باسعادت ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء کو موضع اگو کی ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک مولانا عبد العزیز تھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں پہنچے اور یہیں سے دستارِ فضیلت حاصل کر کے جامع مسجد زینت المساجد گوجرانوہ میں خطیب مقرر ہو گئے۔

گوجرانوالہ میں آپ نے مسلم لیگ کی باقاعدہ کنیت اختیار کر کے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ گانگرسوں، احراروں اور دیگر مخالفین کے خوب لٹے رہے شعلہ نوا اور جادو سیاں تقریریں سے عوام کو نظریہ پاکستان کا پرستار بنایا۔ ۱۹۴۷ء میں سول نافرمانی کی تحریک میں خضر وزارت کے ہاتھوں

شیخ القرآن حضرت علامہ عبد الغفور نیراوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گوجرانوالہ سنٹرل جیل میں ایک ایک ماہ قید و بند کی تکالیف برداشت کیں۔ اسی سال پنجاب یونیورسٹی کے انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں چوہدری صلاح الدین، چوہدری ظفر اللہ، چوہدری نبی احمد وغیرہ کی کامیابی کے لیے بھرپور سعی کی۔ ان کے حلقوں میں جا کر تقریر و تدبیر کے ذریعے عوام کو ان مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت و نصرت پر آمادہ کیا۔ بالآخر یہ سارے امیدوار ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

آپ چار سال تک نورنگی مسجد بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور میں بھی خطیب رہے اور آجکل جامع مسجد نورانی سٹیلاٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ملی و ملکی خدمات کے علاوہ علمی کام میں بھی آپ سچے نہیں رہے آپ کی تصانیف میں یہ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

۱۔ شعلہ زہ ۲۔ تاجِ مدینہ ۳۔ مہمانِ کربلا ۴۔

۵۔ مکتوب بنام مولف از گوجرانوالہ، محرمہ ۱۴۰۵ھ

خواجہ عبدالکریم قاصف

آپ کی پیدائش ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء کو ملتان میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک خواجہ محمد رمضان تھا۔ ملتان ہی سے بی اے کیا اس کے بعد یونیورسٹی لار کا کالج لاہور سے ایل ایل بی کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب یونیورسٹی سے جرنلزم کا ڈپلوما بھی حاصل کیا آپ نے اپنی کم سنی کے زمانہ ۱۹۳۷ء میں سیاست کی پرچار وادی میں قدم رکھا اور مذہب و ملت کی خدمت کے لیے سینہ سپر ہو گئے۔ اسلامی ریاست بھاول پور کے خلاف ہندو مہاسبجائیوں کے ناپاک منصوبہ کو ناکام بنانے میں بھرپور حصہ لیا۔ ملتان میں تحریک شہید گنج کے سلسلے میں وکٹیر بنے۔ آپ کی قیادت میں سینکڑوں نوجوانوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔ ملتان کے بے تاج بادشاہ فدائے ملت سید زین العابدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ ”انجمن فدایان اسلام“ ملتان کے جنرل سیکرٹری اور آل انڈیا مجلس اتحاد ملت کے رکن مجلس عاملہ رہے۔ عوام میں اس قدر مقبولیت تھی کہ جب جوش میں آکر رضا کاروں کو سیکر کسی مخالف جماعت کے جلسہ میں پہنچ جاتے تو اُسے درہم برہم کر دیتے۔ پولیس نے آپ کی ان دیدہ دلیر یوں اور جانبازیوں کی بنا پر آپ کا نام خطرناک آدمیوں میں سرفہرست لکھ رکھا تھا۔ آپ نے مخرب اخلاق اور اسلام دشمن فلموں کو بند کرانے کے لیے زبردست تحریک چلائی اور اس کی پاداش میں قید بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ سول سٹرائیک کی بعض بے قاعدگیوں کے مد نظر شوگر سب کمیٹی کی اعزازی ممبری چھوڑ دی۔

اکتوبر ۱۹۳۸ء کے فرقہ وارانہ فساد کے موقع پر جب پیر سید زین العابدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل بھیج دیا گیا۔ تو ان کی رہائی کی تحریک میں ہزاروں

مسلمانوں کی رہنمائی آپ نے ہی کی اور دفعہ ۴۴ کو کرفیو آرڈر کی خلاف ورزیاں کیں۔ اور آخر کار تحریک کامیاب ہوئی اور گورنمنٹ کو عوام کے محبوب رہنما پیر سید زین العابدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کرنا پڑا جب انھوں نے ڈیپٹی کمشنر نے ہندو مسلم اتحاد کے ایسے چھہ کئی کمیٹی قائم کی تو اس میں بھی آپ کو شامل کیا گیا۔ آپ کی سرپرستی میں مسلم ڈرامیٹک کلب کی تشکیل عمل میں لائی گئی جس کا کام ڈرامے پیش کر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنا تھا ہندوستان کی معروف پہلوان عورت حمیدہ بانو کی کشتی جو ملتان میں ہونے والی تھی۔ آپ نے ایک تحریک چلا کر بند کرادی تاکہ اخلاقی بے راہروی پیدا نہ ہو۔

آپ کی جادو سیانی اور شعلہ نوائی شکایہ عالم تھا کہ ہزاروں کے مجمع کو سحر کر دیتے تھے جذبات کو برا بیگھٹتے کر کے عوام سے ہر قسم کا کام لے لیتے تھے ۹۳ء میں پانی پت دسے کے سلسلے میں ملتان میں جو جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں آپ نے حکومت کے خلاف پرجوش تقریر کی۔ چنانچہ آپ کے خلاف زیر دفعہ ۱۲۴۔ الف تعزیرات ہند مقدمہ چلایا گیا اور ایک سال قید با مشقت کی سزا دی گئی۔ یہ رعایتی سزا اس لیے دی گئی کہ اس وقت آپ کی عمر کم تھی جب قید کاٹ کر بورسٹل جیل لاہور سے رہا ہوئے تو جیل کے دروازہ پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا مجلس اتحاد ملت کے کئی لیڈروں اور رضا کاروں نے آپ کو جلوس کی صورت میں دفتر اتحاد ملت تک پہنچایا۔ رات کو بیرون موجی دروازہ ایک بڑے اجتماع میں اتحاد ملت کی طرف سے میاں فیروز الدین احمد مرحوم نے سپاسنامہ پیش کیا جس میں اس امر کا اعتراف کیا گیا کہ پنجاب بھر میں بہت کم نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے اس چھوٹی عمر میں دین اور قوم کے لیے ایسی شاندار قربانیاں پیش کی ہوں ملتان میں بھی انجمن فدایان اسلام اور ہزار ہا مسلمانوں نے ریلوے اسٹیشن پر آپ کا فقید ملنا استقبال کیا۔ اور جلوس کی شکل میں باغ عام خاص لے گئے اور یہاں جلسہ عام میں آپ کو ایک ”مرصع تلوار“ اور ”طلاتی تمغہ“ پیش کیا گیا۔

۱۹۳۷ء میں جب باقاعدہ طور پر ملتان میں ضلع مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے اور پھر اس کے بعد صوبائی مسلم لیگ کونسل کے ممبر چنے جاتے رہے۔ ۱۹۳۸ء کو پنجاب مسلم لیگ کی ایک روزہ کانفرنس آپ ہی کی زیر صدارت منعقد ہوئی حالانکہ اس وقت آپ کی عمر صرف تیسترہ اٹھارہ برس تھی بلکہ اس میں ایمرن کالج ملتان میں بی اے کر رہے تھے کہ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی گئی۔ آپ اس کے جنرل سیکریٹری چنے گئے اس کے ساتھ ساتھ صحافت کے باوقار پیشے سے بھی منسلک ہے "ستارہ اسلام، نوائے اسلام، نمائندہ، طوفان، مہمزد، استقلال، ورغن وغیرہ ہفت روزوں کے ادارہ تحریر میں کام کرتے رہے۔ اورینٹل پریس آف انڈیا۔ ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا سول اینڈ ملٹری گزٹ، ڈان، پاکستان ٹائمز، پنجاب پریس سروس۔ زمیندار، احسان، شہباز نوائے وقت وغیرہ نیوز ایجنسیوں اور روزنامہ جات کے مقامی نامہ نگار کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ تحریک آزادی میں آپ نے مسلم اخبارات کے ذریعے بیش قیمت خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں آپ ویسٹرن پنجاب پریس ایسوسی ایشن کے سیکریٹری اور پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز ایسوسی ایشن کی صوبائی شاخ کے نائب صدر بھی منتخب ہوئے۔ آپ کا مطمحہ نظر ہمیشہ نظر بنیہ پاکستان کا پرچار ہی رہا۔

آل انڈیا کانگریس پارٹی کے صدر پنڈت جواہر لعل نہرو اور سمجھوتہ چندر بوس نے اپنے ملتان کے دوروں میں فدا تے مدت سید زین العابدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو کانگریس میں شامل ہونے اور ضلع کانگریس کمیٹی کے صدر کا عہدہ قبول کرنے کی شکیں کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ ان مذاکرات میں آپ بھی سید صاحب کے سیکریٹری کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ اور سید صاحب کے اس نظریہ کی بھرپور حمایت کی کہ کانگریس خالص ہندوؤں کے لیے کام کر رہی ہے مسلمان اب اس کے دھوکے میں نہیں آ سکتے۔ اور اس کے علاوہ وہ مسلم لیگ کے کسی صورت بھی علیحدہ ہونے کے لیے تیار نہیں۔ ۱۹۴۰ء میں بھی آپ نے

سید صاحب کے ساتھ قرارداد پاکستان کے تاریخی اجلاس لاہور میں شرکت کی۔

قیام پاکستان کے بعد بھی آپ مختلف اخبارات کی نامہ نگاری کے شغل کے ساتھ ساتھ بدستور مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہے کہ پرانے عوامی مطالبے یعنی اسلامیہ کالج کے منصوبے کو منزل مراد تک پہنچایا۔ جب نیشنل کالج سے ملحقہ ہسپتال کا نام فیروز خان نون کے نام پر رکھا جانے لگا تو آپ نے کوشش کر کے اس کا نام نیشنل ہسپتال ہی سجا لکھا۔ ۱۹۷۱ء میں بنیادی جمہوریت کے انتخابات میں نہ صرف یونین کمیٹی جی کے ممبر چنے گئے بلکہ میونسپل کونسلر بھی مقرر ہوئے۔ کچھ عرصے تک یونین کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ بلدیہ ملتان میں زیادہ تنجا ویز آپ کی طرف سے پیش ہوئیں اور منظور کی گئیں۔ ایمرسن کالج ملتان کا نام گورنر کالج ملتان تبدیل کرانے پر آپ نے بہت کوشش کی۔ برطانوی یادگاریں مٹانے ملتان میں ریڈیو سٹیشن قائم کرنے گورنر کالج اور یونیورسٹی قائم کرنے کے بارے میں آپ کی قراردادیں پاس کی جاتی رہیں۔ بنیادی جمہوریت کے دوسرے پانچ سالہ انتخاب میں ہی یونین کمیٹی کے بلا مقابلہ ممبر چنے گئے۔ ملتان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ”ملتان کراؤنیکل“ کے نام سے ایک پندرہ روزہ انگریزی اخبار جاری کیا جو ۱۰ سال بعد مالی مجبور یوں کی وجہ سے دم توڑ گیا۔

آپ آل پاکستان توحید کانفرنس، ادارہ خدمت خلق، پاکستان نیوز میگزین، ٹریڈ ایسوسی ایشن کی پنجاب شاخ اور پبلک لائبریری اینڈ ریڈنگ روم ملتان کے نائب صدر رہ چکے ہیں اس وقت اس جی کمیٹی کے صدر راجن اسلامیہ کے اسٹنٹ منیجر و کبھی دیگر سیاسی سماجی تنظیموں میں شامل ہو کر اسلام اور ملک کی بے لوث اور فلعسانہ خدمات انجام دے رہے ہیں

رانا عبد الحمید خاں

آپ کی پیدائش ۱۹۰۶ء میں چک مہدی خاں تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال میں ہوئی۔ والد گرامی کا نام رانا محمود خاں اور جد امجد کا اسم مبارک رانا مہدی خاں تھا۔ جد امجد ایک عالم و فاضل انسان تھے جو ڈسٹرکٹ جج ملتان اور چیف منسٹر بہاول پور کے عہدوں پر سرفراز رہے۔ جد امجد کا تعلق ہریانہ ضلع ہوشیار پور کے مشہور راجپوت خاندان سے تھا۔ جس نے جغیر میں آزادی کی تحریکوں میں شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ ہریانہ سے ہجرت کر کے آپ کے جد امجد نے ضلع ساہیوال میں اپنے نام پر چک مہدی خاں آباد کیا۔ اور پھر تمام خاندان مستقل طور پر یہیں آباد ہو گیا۔

رانا عبد الحمید نے پرائمری سکول چک مہدی خاں سے پرائمری پاس کرنے کے بعد مسلم ہائی سکول لاہور سے میٹرک کیا۔ اور پھر گٹر ہائیویری سٹی میں داخلہ لے لیا۔ ایف اے کرنے کے بعد ایف سی کالج لاہور میں آ گئے اور ۱۹۲۶ء میں یہاں سے بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۳۰ء میں لاہور کالج لاہور سے ایل ایل بی کیا اور پھر وکالت شروع کر دی جو ۱۹۳۶ء تک جاری رہی۔

۱۹۳۱ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ ساہیوال کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۳ء تک بارہ منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں منسوخی قرضہ بورڈ کے ممبر بنے اور بعد ازاں چیرمین منتخب ہو گئے۔ تحریک پاکستان کا دور آتوڑا بدیعہ غلام کے پر اعتماد ساتھی کی حیثیت سے کام کیا۔ اور تیرہ بند کی صعوبتوں سے بھی نبرد آزما ہوئے۔ ۱۹۴۶ء کے شہر ایکشن میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کی سیٹ حاصل کی۔ اور پھر رانا

مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کے پرچار کے لیے وقف کر دیئے یہاں تک کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

قائد اعظم کی رحلت کے بعد جب میاں ممتاز محمد خان دو تانہ اور ان کے ساتھیوں نے نوابزادہ لیاقت علی خان کو وزیر اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ کا صدر بھی بنادیا۔ تو رانا صاحب نے اس بے اصولی کی دٹ کر مخالفت کی اور اپنے مخلص ساتھی نواب فتح حسین ممدوٹ کے ساتھ ملکر جناح مسلم لیگ کا قیام عمل میں لائے۔ اور پھر ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں اسی پارٹی کے ٹکٹ پر ہزاروں ووٹوں کی اکثریت سے صوبائی نشست پر کامیابی حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا جو لوگ اصولوں پر اپنی ذات کو قربان کر رہے ہیں ان کی قربانی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

۱۹۵۲ء میں فیروز خان نون پنجاب کے وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے تو آپ ان کی کامیابی میں بطور وزیر خوراک و بجلی شامل ہوئے ۱۹۶۲ء کے الیکشن میں بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ایوب حکومت میں تین سال تک مرکزی وزیر زراعت و سجاوٹ رہے۔ چونکہ آپ فطرتاً ہی سیرت و دیانت دار محنتی اور ذہین تھے، حق گوئی و مباحی ال کا شیوہ تھا۔ لہذا زیادہ دیر تک ایوب حکومت کا ساتھ نہ دے سکے اور ۱۹۶۱ء میں علی ست سے مستقل طور پر کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اگرچہ آپ کو دوبارہ سیاست میں حصہ لینے کے لیے ہر طرف سے مجبور کیا گیا لیکن آپ نے اپنا فیصلہ نہ بدلے اور تادمِ سیاست فیہ سیاسی اور نلاحی انجمنوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔

آپ مذہب کے سچے پرستار اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیعہ انی تھے نماز کے پابند تھے اور لوگوں کو بھی نماز کی تلقین فرماتے تھے۔ مذہبی اداروں کی دل کھول کر امداد کرتے تھے۔ جامعہ نعیمیہ لاہور کو ہمیشہ امداد دیتے رہے۔ متعدد انجمنوں کے سرپرست اور عہدیدار تھے۔ چائلڈ ویلفیئر سوسائٹی کے چیرمین ضلعی روڈ می کلب کے

صدر رہے۔ اس کے علاوہ فلائنگ کلب کے چیرمین، زمیندار طلباء فنڈز کے صدر، تہذیب
 الاخلاق ٹرسٹ کے مشنر اور کاشن بورڈ کے مستقل ممبر رہے۔ پاکستان اولمپک ایسوسی ایشن کے
 تقریباً دس سال تک چیرمین رہے اور موجودہ اولمپک ہاؤس آپ کی سعی کا ہی نتیجہ ہے۔
 آپ کینسر معذہ کے مریض تھے۔ تین ماہ تک اس موذی مرض میں مبتلا رہ کر ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو
 بوقت ساڑھے سات بجے شب اپنے برادر خورد سیاسی جانشین رانا خداداد خان کی کوٹھی
 واقع گلبرگ لاہور میں انتقال فرمایا اور دوسرے روز آبائی گاؤں چک محمد مہدی خان میں سپرد
 خاک کر دیئے گئے۔ ہزاروں لوگوں نے اس درویش منش انسان کے جنازہ میں شرکت کی۔
 پسماندگان میں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔
 نوٹ: رانا صاحب کے حالات کی فراہمی کے سلسلہ میں رانا خالق داد صاحب نے بھرپور
 تعاون فرمایا ہے۔ جس کے لیے ہم ان کے ممنون ہیں۔

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء

۱۸ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء

مولانا عبدالصمد مقتدری

مولانا عبدالصمد مقتدری ابن مولانا غلام حامد کی ولادت باسعادت بدایوں کے مشہور حمید خانہ میں ہوئی۔ مدرسہ عالیہ قادریہ و دارالعلوم شمس العلوم بدایوں میں مولانا محب احمد قادری مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی و دیگر اساتذہ سے علوم متداولہ میں فراغت حاصل کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے "ملا" کی ڈگری حاصل کی حضرت مولانا شاہ عبدالصمد مقتدر بدایونی قدس سرہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں ۱۲۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں بیعت کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر بدایونی قدس سرہ سے ۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو اجازت و خدفت پائی۔

آپ نے اپنی مذہبی مصروفیات کے باوجود برصغیر کی ہر مسلم مفاد تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا تحریک خلافت، شدھی تحریک اور تحریک پاکستان میں حضرت مولانا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ نشانہ حصہ لیا اور انہی سے ہی سیاست کے رموز و نکات سیکھے حصول تعلیم کے بعد آپ گورنمنٹ ہائی سکول بدایوں میں عربی مدرس ہو گئے تھے مگر جو نہی تحریک خلافت کا غغلہ بلند ہوا فوراً مستعفی ہو کر علی برادران کے حکم پر آگرہ کو اپنا مسکن بنایا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر کے تحریک خلافت کے پودے کی آبیاری کرنے لگے۔ دو اخبارات تبلیغ اور خلافت کا اجرا کر کے خلافت کے پیغام کو برصغیر کے کونے کونے میں پہنچایا۔ تمام ملک میں طوفانی دورے کر کے اپنی شعلہ باز تقاریر کے ذریعے خونِ مسلم کو گرما کے رکھ دیا۔ نتیجتاً آپ کو گرفتار کر کے سیتا پور جیل منتقل کیا گیا۔ جیل میں پایہ زنجیر کر دیا گیا۔

جب قائد اعظم نے مسلم لیگ کی باگ ڈور سنبھالی اور علامہ اہلسنت نے مسلم لیگ سے تعاون کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیں تو حضرت مولانا مقتدری بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے آپ نے

صوبہ مسلم لیگ یوپی کے کنوینر اور آرگنائزر کے حیثیت سے تحریک پاکستان کو منزل سے ہٹنا نہ کرنے کے لیے جو کاروائیے نمایاں سرانجام دیئے اُن کا اعتراف قائد اعظم، مولانا حسرت موہانی، نواب اسماعیل خان اور راجہ صاحب محمود آباد جیسے اکابرین نے بھی کیا ہے۔ آپ قیام پاکستان تک آل انڈیا مسلم لیگ کے کنسلر رہے۔ اس حیثیت سے آپ نے مسلم لیگ کی فلاح و بہبود کے لیے جو کچھ کیا وہ ایک علیحدہ باب کا متقاضی ہے۔ بدایوں مسلم لیگ تو آپ کی جیب میں بھٹی صوبہ مسلم لیگ دیوپی کا کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا تھا۔ گویا آپ ہر مسلم لیگی کے دل کی دھڑکن بن چکے تھے۔

جب جمعیت علماء ہند اپنے نصب العین سے ہٹ کر کانگریس کی سچے چھوڑا بن گئی تو آپ نے سماج حق کے ساتھ ملکہ جمعیت علماء ہند کانپور کی بنیاد لی۔ صدارت کا سہرا آپ ہی کے سر باندھا گیا اور آپ آخر وقت تک اس منصب پر فائز رہ کر ملک و قوم کی مقدور بھر خدمت کرتے رہے۔ اس جمعیت کے زیر اہتمام ہر سال سیرت کانفرنسیں بدایوں، کانپور، دیگر شہروں میں منعقد ہوتیں جن میں ضیغم اسلام مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا مظہر الدین ایڈیٹر اخبار الامان (مرحومین)، اور مولانا عبدالقیوم کانپوری و دیگر اکابرین شرکت فرما کر کانگریس کے محروم و غریب کو تازہ کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچاتے غرض آپ نے اس طرح مذہب و ملت کی جو بے مثال خدمت کی وہ اب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

۱۹۳۵-۳۶ء کے الیکشن میں آپ نے اپنے علاقے بریلی، بدایوں، سنبھل، مراد آباد اور پٹیلا بھیت کے علاقوں میں تن من دھن کی بازی لگا کر مسلم لیگ کو کامیاب کرانے کی سعی بلیغ کی۔ چنانچہ ان شہروں میں تمام مسلم لیگی امیدوار ساحل کامرائی سے ہمکنار ہوئے۔ بدایوں کی سیٹ مسلم لیگ امیدوار پروفیسر اسرار احمد کے مقابلہ میں کانگریس نے ایک بہت بڑے رئیس اور سرمایہ دار سید منزل حسین کو کھڑا کیا اور اپنے امیدوار کی ہر لحاظ سے نصرت و مدد کی مگر مولانا مستدری کی بھاری بھر کم شخصیت نے حالات کا پانسہ پیٹ کے رکھ دیا اور اس سیٹ پر

۹۹ فیصد روٹ مسلم لیگ کے حق میں پڑے حتیٰ کہ کانگریسی امیدوار نے بھی حالات کی نزاکت کے پیش نظر اپنے تمام خاندان کے روٹ مسلم لیگی امیدوار کو دیئے۔ آپ کی ان قربانیوں اور کوششوں سے متاثر ہو کر رئیس الماحرار حضرت مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ نے قائد اعظم سے کہا تھا کہ: ”مقتدری وہ شخص ہے کہ جس کے ہاتھ میں پورے صوبہ مسلم لیگ کی زمام ہے۔“

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو دیگر مسلم لیگی لیڈروں کی طرح آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری ہو گئے۔ چنانچہ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پنج بچا کر بمبعل اہل خانہ کراچی تشریف لے آئے۔ ان دنوں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس خالق دینا حال میں ۱۳، ۱۴، ۱۵ دسمبر کو ہو رہا ہے چونکہ پاکستان بننے کے بعد یہ پہلا اجلاس تھا لہذا آپ بال بچوں کو بندرگاہ پر ہی چھوڑ کر سیدھے اس اہم اجلاس میں شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں آپ نے نمایاں طور پر حصہ لیا۔ اس کے بعد آپ کو آل پاکستان مسلم لیگ کا کونسلر منتخب کیا گیا اس کے علاوہ کراچی مسلم لیگ میں آپ کو وہی مقام نصیب ہوا جو بدایوں مسلم لیگ میں تھا۔

کراچی مسلم لیگ کی تنظیم کے بعد آپ نے آل پاکستان انجمن مہاجرین والانصار کی بنا ڈالی جس کے آپ سیکرٹری جنرل منتخب کئے گئے۔ اس انجمن کا مقصد مہاجرین کی فلاح و بہبود تھا۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لیے مقدور بھر کوششیں فرمائیں۔ اس کے علاوہ بہت سے تعلیمی امور میں بھی نمایاں حصہ لیا۔

آپ کو صحافت سے ابتداء سے ہی تعلق خاطر تھا۔ قیام آگرہ کے دوران ایک چھٹا خانہ قائم کر کے ماہنامہ ”الہدیٰ“ جاری کیا تھا جس میں حکومت پر سخت تنقید کی جاتی تھی اور مسلم لیگ کی دل کھول کر تبلیغ کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں آپ کو متعدد بار قید و بند کی تکالیف بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ کی حق گوئی و بیباکی میں کوئی فرق نہ آیا۔ کراچی آنے پر بھی آپ نے روزنامہ ”خورشید“ اور ماہنامہ ”ترجمان“ جاری کئے اور اپنی حق گوئی کو مسلسل اپنا مقصد و حید بنائے رکھا۔

ان سب کاموں کے علاوہ آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں جو شہرت عام اور

بقائے دوام کی حامل ہوئیں یہیں صرف مندرجہ ذیل نام ہی معلوم ہو سکے۔

۱۱۔ مباحث الاذان۔

۱۲۔ بریلوی تحریر کاشانی جواب۔

۱۳۔ تحقیق البیان۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۵ رجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۶۴ء

کو ہوئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور میوہ شاہ کراچی کے
قبرستان میں دفن کئے گئے۔ اے

اے تذکرہ محمدیہ از محی الدین قادیانی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء

پیر عبداللہ جان سرہندی

اسم گرامی عبداللہ اور افغانستانی زبان کے مطابق عرفی نام شاہ آغا ہے۔ آپ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ کو سنڈو ساہیں داد (سندھ) میں ہوئی۔ مادۃ تالیف و ولادت دو نجم برج فغیل و کماں ہے۔ ۱۔
دس سال کی عمر تک اپنے جد امجد حضرت خواجہ عبدالرحمن قدس سرہ کے زیر تربیت رہے چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت جد بزرگوار شہباز مراد کنار خود بر چہار پانی می خپانیدند و وقت بختن و خاستن دعا پائی ماثورہ خواندہ بر سر من دم میگردند و چون حضرت قبلہ گاہی بسفر نارہ یاد میکرد کار ہائے حضرت کلاں بیرون می رفتند سبق ہم حضرت ایشان مرا میدادند“ ۲۔

آپ نے جد امجد والد گرامی کے علاوہ مولانا عبدالقیوم بختیار پوری مولانا نعل محمد متعلوی، مولانا خیر محمد مگسی، مولانا خیر محمد پٹانی سابق قاضی القضاۃ ریاست بسیدہ اور مخدوم حسن اللہ خان پٹانی کے کتاب علم کیا سادب، لغت، طب، حدیث، تفسیر، فقہ، اور میراث میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ اور آخر دم تک اپنے جد اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر دین و ملت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ زہد و تقویٰ کا یہ اپنی مثال آپ تھے ۳۔

۱۔ مونس المخلصین از شاہ آغا مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ ص ۲۳۶۔ ذکرہ مظہر مسعود از پروفیسر خواجہ احمد کراچی ۱۹۶۹ء ص ۲۳۱۔

۲۔ مونس المخلصین ص ۲۳۶۔

۳۔ مکتوب گرامی پروفیسر نثار احمد جاسرہندی بنام مولف از میر پور خاص محترمہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۶ء۔ مونس المخلصین ص ۲۳۸۔

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کے الفاظ ہیں :-

”آپ بڑے متورع و متقی بزرگ اور سلف صالحین کی سچی یادگار تھے۔ علم و ادب کا ایسا شوق تھا کہ باوجود کبرسنی اور ضعف و نقاہت کے مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کی گفتگو علمی معلومات سے معمور ہوتی تھی جلقہٴ مریدین و معتقدین بہت وسیع ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے ”موسس المخلصین“

(فارسی) خاص طور پر قابل ذکر کتاب ہے۔“ ۱

گو ناگوں مذہبی، علمی، ادبی اور روحانی مصروفیتوں کے باوجود آپ نے سیاسی امور سے بھی خاطر خواہ دلچسپی رکھی۔ اگرچہ باقاعدہ طور پر کسی سیاسی جماعت سے وابستگی نہیں تھی مگر اسلام کی خاطر ایک مجاہد کی طرح ہمیشہ ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہے۔ اگر آپ کا کوئی مرید و معتقد اسوۂ حسنہ کے منافی حرکت کرتا تو اس کو خوب سرزنش کرتے بلکہ بعض اوقات قطع تعلقی تک معاملہ پہنچ جاتا۔ ۹۳۸ھ میں مسجد منزل گاہ سکھر کا واقعہ مشہور واقعہ درپیش آیا تو جوش و جذبہ کے ساتھ اس میں شامل ہوئے۔

تحریر و تقریر کے ذریعے مسلمانوں کو غیرت دلانی۔ اپنے چھوٹے بھائی خواجہ عبدالستار جہاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادوں اور مریدوں کی جماعت کے ساتھ تادم فیصلہ ڈٹے رہے اسی طرح تحریک خلافت میں بھی بھرپور حصہ لیا کسی بھی مالی و جانی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ۲

تحریک پاکستان کا مرحلہ ہیاتو رہ صغیر کے تمام شئی علماء و مشائخ دیوانہ واد حصول پاکستان کی منزل کے راہی ہو گئے۔ آپ بھی اپنے خاندان کے مشائخ کرام مثلاً حضرت پیر محمد حسین جان سرہندی پیر غلام محمد سرہندی اور پیر محمد اسلم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہم کے شانہ بشانہ پاکستان کو حقیقت

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود ص ۲۲۲

۲۔ روایت پیر شاد احمد جان سرہندی مدظلہ۔

کاروبار دینے کے لیے میدان میں نکل آئے آپ نے اپنے تمام مریدین و مشرشدین کے ساتھ مسلم لیگ کی پوری حمایت کی۔ یہاں تک کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر بھرا یا اور اور آزادی کی صبح طلوع ہو گئی۔ ۱۵

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ نے اپنے مریدوں کو جہاد کی تلقین کی۔ چنانچہ انھوں نے کئی محاذوں پر دادرشجاعت دی اسی طرح آپ نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں بھی غرور و تقریر اور تحریر کے ذریعے گراں قدر خدمات انجام دیں بغرض ہر شکل و وقت میں قوم کی خدمت کے لیے بلا دریغ اپنے آپ کو پیش کر کے آبادی جہاد کی سنت پر عمل پیرا رہے۔ ۱۶

آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن کی پوری تفصیل نہیں مل سکی، جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ انتخاب مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ اربعین مکتوبات
- ۳۔ مؤلف المخلصین (فارسی) اپنے والد گرامی پر محمد حسن جان سرمندی کی سوانح حیات۔
- ۴۔ رسالہ حفظ حدیث (فارسی) منکرین حدیث کے رد میں۔
- ۵۔ برگ سبز (فارسی) نیم کے فوائد میں طبی کتاب۔
- ۶۔ ہدایت الحج و حج کے مسائل پر بہترین کتاب۔
- ۷۔ راحت القلوب (سندھی) روحانی و جسمانی علاج کے سلسلے میں بہترین کتاب۔
- ۸۔ راحت المخلصین (سندھی)۔
- ۹۔ الارشاد شرح قصیدہ بانٹ سعادت۔

۱۰۔ روایت پیر شاہ احمد جان سرمندی مدظلہ۔

۱۱۔ ایضاً

۱۰۔ گلدستہ ابیات عربی، فارسی، اردو، سندھی، پشتو۔

۱۱۔ احسن الوسائل فی تحقیق الوسائل۔

۱۲۔ مخزن العلوم (علم ادب، علم قرأت، علم فقہ اور علم طب پر مستند کتاب،

۱۳۔ شرح کافیہ (عربی، غیر مطبوعہ۔

۱۴۔ تعریف الامراض (غیر مطبوعہ،

۱۵۔ تفریق الامراض (غیر مطبوعہ،

۱۶۔ سوانح امام البخاریہ (غیر مطبوعہ،

آپ کی وفات حسرت آیات ۳۲ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۷۳ء بروز
سوموار بوقت تہجد ہوئی۔ اور نند و سائیں داد میں آخری آرام گاہ بنی۔ لے جناب پرنسٹن احمد بن
سرمدی کا بیان ہے کہ :-

”میرے والد ماجد پیر محمد اسحاق جان رحمۃ اللہ علیہ آپ کی رحلت کے وقت
موجود تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ بوقت وفات آپ نے اچانک فرمایا کہ۔

”مجھے اٹھا کر سجاد و شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں۔“
اس واقعہ سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی باریابی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے
ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی نے مندرجہ ذیل قطعہ تالیف
وفات کہا ہے

شاہ آغا علم دین را شاہ رفت
فخر آل احمد ذی جاہ رفت
از سماع علم و فضل آل ماہ رفت
یوسف آزادی گرفت از چاہ رفت
ہادی دین شاہ آغا آہ رفت

حضرت علامہ عبداللہ جان
از مجدد الف ثانی آل خلعت
ورع زہد و فقر الود آفتاب
ہشت دنیا را چہ از بہر بہشت
فر فضل فقر عبداللہ جان

۱۳۹۳ھ

لے تذکرہ شریح نقشبندیہ از مولانا نور بخش توکلی مکملہ از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۵۹۱

سردار عبدالرب نشتر

سردار عبدالرب نشتر ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کو پشاور کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام عبدالحنان خان تھا۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کرنے کے بعد علیگڑھ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ علیگڑھ میں قیام کے دوران انہیں رولس الا حرام مولانا محمد علی جوہر جیسی عظیم شخصیت سے قربت کا موقع ملا۔ قدرت نے انہیں قومی درد، خطابت اور متوازن انداز فکر عطا کیا تھا۔ مولانا جوہر کی صحبت نے ان خوبرویں کو جلا بخشتی اور وہ آسمانِ شہرت پر اُفتابِ دما تباب بن کر چمکے۔ لے

علیگڑھ سے واپسی پر پشاور میں وکالت شروع کر دی اور ایک کانگریس ورکر کی حیثیت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا لیکن آٹھ نو برس کا عرصہ گزرنے پر جب انہوں نے دیکھا کہ ہندو اپنی اکثریت کے بل پر خطرناک عزائم رکھتا ہے تو وہ کانگریس سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اور ۱۹۳۸ء میں جو آل انڈیا مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ کا دوسرا سال تھا۔ وہ پٹنہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں شامل ہوئے اور اس طرح شامل ہوئے کہ پھر آخری دم تک پوری دیانت اور خلوص کے ساتھ اس جماعت سے وابستہ رہے۔ لے

مسلم لیگ سے وابستگی سے قبل سردار صاحب نے تحریک خلافت میں بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔ اس دوران میں کبھی ہونی ایک غزل کے اشعار میں خلافت سے آپ کی وابستہ وابستگی

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ فروری ۱۹۴۷ء - ایضاً ۱۳ فروری ۱۹۴۷ء

کا اندازہ ہوتا ہے لہ

دستِ اعدا کے قتل سے جہاں میں باقی
کیا گریبانِ خلافت کا کوئی تار بھی ہے
تیرے وعدہ پر یقین کس طرح آئے ہم کو
لبِ اقدار میں نہ ہاں ترا انکار بھی ہے
کہتی ہے دشمن ایمان سے یہ تیغِ ترکی
تری سرکار سے بڑھ کر کوئی سر بھی ہے
زنگ لائے کافر یا د کا طوفانِ شتر
چشمِ خوں بار بھی ہے اور آہِ شہر بار بھی ہے

چنانچہ ۱۹۳۱ء میں تحریکِ خلافت کی سرگرمیوں کی پاداش میں آپ کو جیل جانا پڑا۔ بغادت کا مقدمہ
بھی قائم ہوا مگر نشترِ استقلال و استقامت کے ساتھ اپنی راہ پر قائم رہے۔ ۱۹۳۱ء کے پیر آشوبِ لاٹ
کے بعد مسلم اتحاد کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ ہر سونا امیدی اور اضطراب کے مہیب سائے مسلط تھے
عوامِ اُتھلی پریشانی کے عالم میں تھے اور انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان کی منزل کیا ہے؟ انہوں
نے کہہ دیا ہے؟ اس اضطراب میں تین چار سال گزر گئے۔ ۱۹۳۵ء میں آئین کا مرحلہ پیش آیا تو ان
کے ساتھ ہی ہندوستان میں اصلاحات کی نئی سیکیم کے نفاذ کے تحت مرکز اور صوبوں کی اسمبلیوں
کے انتخابات کا شور اٹھا سیکیم مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں
انہوں نے متفقہ طور پر حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ ہندو اکثریتی علاقوں میں کانگریس بھاری اکثریت سے
کامیاب ہوئی۔ کانگریس کے اقتدار سنبھالنے کے بعد مسلمانوں کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا اور
ان کے ملی وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا کیوں کہ کانگریس اعلانیہ اور خفیہ ہر دو طریقوں سے مسلمانوں کا قومی
تشخص، مذہب، زبان اور تہذیب و تمدن مٹانے کا تہیہ کر چکی تھی، اس دور ابتلا میں مسلم قوم کے
پاس علامہ اقبال کی شعلہ نوائی کے سوا کچھ نہ تھا۔ علامہ اقبال قوم کی ذہنی اور نظری آرزوؤں کا سپر
اور مظہر سمجھے جاتے تھے، یہ تھے وہ حالات جن میں قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھال کر اسے
مسلمانوں کی قومی اور ملی جماعت بنانے کا بیڑا اٹھایا اور مسلمانوں کے ملی تشخص کی بقا کے لیے

۱۔ قائدِ اعظم کے دستِ راست از محمد حنیف شاہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۳۱، ۲۵، ۳۱ -

قوم کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ سردار عبدالرب نشتر نے گہرے غور و فکر کے بعد قائد اعظم کا ساتھ دینے کا اعلان کیا چنانچہ ۱۹۴۸ء میں پٹنہ میں مسلم لیگ کے اجلاس میں قائد اعظم کے ساتھ سیٹج پر نمودار ہوئے اور پھر انہی کے ہو کر رہ گئے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو سردار نشتر کی طرح اس ابتدائی سیٹج ہی سے اس جدوجہد میں شامل ہوئے ہوں۔

مارچ ۱۹۴۸ء میں کل ہند مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، تو سردار صاحب اس اجلاس کے استہام اور انتظام میں پیش پیش تھے۔ اس اجلاس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور یہیں پر آپ کو قائد اعظم کا ایسا قرب نصیب ہوا جو مرنے کے بعد بھی ان کو قائد اعظم سے جدا نہ کر سکا قائد اعظم کو سردار صاحب کی ذات پر مکمل اعتماد تھا۔ اور ان کی جو ہر شناس نظریں نشتر کو اپنے رفیقِ ناس کی حیثیت سے منتخب کر چکی تھیں۔ اس لیے تحریک پاکستان کے سلسلے میں جتنے بھی اہم سیاسی معرکے پیش آئے ان سب میں قائد اعظم نے نشتر کو اپنے قریب رکھا اور نشتر مرحوم بھی ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے رفیق خاص بن کر ان تمام معرکوں میں ان کے شانہ بشانہ حصول پاکستان کی جنگ لڑتے رہے۔ مئی ۱۹۴۷ء میں کینٹ مشن کی دوسری شملہ کانفرنس کا انعقاد ہوا تو قائد اعظم کی سربراہی میں مسلم لیگ کی نمائندگی کرنے والے وفد میں عبدالرب نشتر بھی شامل تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے مطالبات کی اس بلیاک انداز میں ترجمانی کی کہ کانگریسی وفد اور برطانوی وزارتِ حکومت کے نمائندے ششدر رہ گئے اور جب عبوری حکومت کا قیام عمل میں آیا تو سردار نشتر اس حکومت میں وزیر مواصلات مقرر کئے گئے اور اس دور میں سردار نشتر نے کانگریس کو جو ناکوں چنے چبوائے۔ اس نے پاکستان کے خلاف تمام کانگریسی عزائم کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور پٹیل جو کانگریس کا مردِ زن کہلاتا تھا چرخ اٹھا تھا کہ ملک کی تقسیم جلد منظرِ طور پر لہاؤں اور پاکستان مسلمانوں کے حوالے کر دو۔ کانگریس کے سارے رہنما سردار نشتر کے ہاتھوں نالاں و پریشان رہتے تھے اور تقسیم

۵ روزہ نوائے وقت لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء تبغ سیاہی ص ۴۲۳۔ دے صورتیں الہی از د کہ معبد السلام
خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۳، ۳۔

کے وقت بھی جتنی انتظامی کمیشن بنیں یا کمیشن اور وفد بنائے گئے ان سب میں قائد اعظم نے سردار نشتر کو ضرور شامل رکھا۔ ۱

قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد نشتر مسلم لیگ کا پیغام لے کر برصغیر کے کونے کونے تک پہنچے اور مسلم لیگ کو اس حد تک فعال اور مستحکم بنایا کہ ہندوؤں اور انگریزوں کو تسلیم کرنا پڑا کہ مسلم لیگ واقعی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے بشملہ کانفرنس میں جب یہ طے ہوا کہ ملک میں عام انتخابات کر لے جائیں تو نشتر نے دوسرے مسلم لیگی زعماء کے ساتھ پورے برصغیر کا دورہ کیا اور مسلمانوں کو سمجھایا کہ یہ انتخابات ملت کے لیے موت اور زندگی کی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ ان انتخابات نے ثابت کر دیا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت ہے اور پاکستان حاصل کرنا ان کا واحد سیاسی نصب العین ہے۔ ۲

سردار عبدالرب نشتر مرحوم کا طرز استدلال انتہائی دلنشین ہوتا تھا اگر کسی بات کی تردید کرنا مقصود ہوتی تو اس کی براہ راست تردید کرنے کی بجائے ایسے دلائل پیش کرتے کہ تردید بھی ہو جاتی اور مخالف کو محسوس بھی نہ ہوتا کہ اس کی مخالفت یا تردید کی جا رہی ہے ۱۹۴۶ء میں ”فسادات بہار“ کے موقع پر کونسل آف سٹیٹس کا اجلاس منعقد ہوا سردار عبدالرب نشتر اس وقت قائد ایوان تھے سید حسین امام نے مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے قائد کی حیثیت سے فسادات بہار کے بارے میں قرارداد پیش کی تو ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اس قرارداد کی مخالفت کی اور اس میں تحریر شدہ واقعات اور الزامات کی تردید میں ایک لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی اس کے بعد سردار عبدالرب نشتر نے اپنی جوابی تقریر میں بہار کی صورت حال پر مکمل روشنی ڈالی اور انہوں نے اپنے چشم دید واقعات بھی بیان کیے لیکن راجندر پرشاد کی تقریر

۱۔ روزنامہ شرق لاہور ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء تاریخ ہندوستان از مولانا قاری احمد کراچی ۱۹۴۶ء ص ۴۴

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء۔

کی تردید یا مخالفت میں ایک لفظ بھی نہ کہا۔ سردار لشتر کا انداز تقریر اور طرز استدلال کچھ ایسا تھا کہ راجندر پرشاد کی تقریر کے ایک ایک لفظ کی تردید ہوتی چلی گئی۔ ۱۵

تقسیم اقتدار کے مسئلے پر جب قائد اعظم کو نتیجہ مبینہ حاصل ہوئی تو کانگریس نے مطالبہ کیا کہ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ آیا وہ صوبہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ سردار لشتر کے لیے میدان عمل مہیا ہو گیا تاریخ شاہد ہے کہ اس ریفرنڈم میں سر صاحب مانجی شریف اور سردار عبدالرب لشتر نے مثالی کارنامے انجام دیئے۔ اس ریفرنڈم میں پاکستان دشمن جماعتوں کو ایسی شکست ہوئی جس کی کسک وہ اور ان کی اولادیں آج بھی دلوں میں محسوس کرتی ہیں۔ ۱۶

پاکستان معرض وجود میں آیا تو قائد اعظم نے پہلی مرکزی وزارت میں آپ کو بدستور وزیر مواصلات کا عہدہ سپرد کیا۔ اس دوران آپ نے اپنے سرکاری فرائض کی بجائے آوری کے ساتھ ساتھ مہاجرین کی آباد کاری کے لیے مقدور کھیر کام کیا۔ قائد اعظم کی رحلت کے بعد انہی کی تجویز پر خواجہ ناظم الدین مرحوم کو پاکستان کا گورنر جنرل بنایا گیا۔ قائد ملت خان لیاقت علی خان شہید کی وفات کے بعد خواجہ ناظم الدین نے وزارت بنائی تو لشتر بھی اس میں شامل ہوئے۔ ۱۷

۱۹۵۰ء میں جب پنجاب کے آخری انگریز گورنر فرانسس موڈی کی بدعنوانیوں کو پنجاب کے دو فرزندوں (میاں عبدالباری مرحوم وغیرہ) نے ہشت ازبام کیا اور وہ استعفیٰ دینے پر مجبور ہوئے تو پنجاب کی گورنری کا قریعہ بھی سردار مرحوم پر ہی پڑا۔ ۱۸ اب انہوں نے پنجاب اور

۱۵ روزنامہ مشرق لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء۔

۱۶ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء۔

۱۷ پاکستان از سری پرکاش مطبوعہ دہلی ۱۹۶۸ء۔ ص ۳۴

۱۸ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء۔ بے تیغ سپاہی ص ۴۹۔

۱۹ مسلم لیگ کا خطہ حکومت از صفحہ محمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۰۵۔

اور پنجاب نے انہیں بہت قریب سے دیکھا۔ ان سے ملنے والوں، ان سے واسطہ پڑنے والے سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں اور ان کے جاننے والوں کی متفقہ رائے یہ تھی اور آج بھی ہے کہ سردار موصوف اپنی سادگی، شرافت، دیانت، راست بازی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا نمونہ تھے۔ گورنر ہاؤس کے دروازے عوام کے لیے کھلے رہتے تھے پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے بندش شراب کا حکم دیا اور پنجاب کا بجٹ اردو میں پیش کیا۔ اپنے فرزند کو ایک عوامی سکول میں داخل کرا کے ایک مثال قائم کی جو ایک دامنِ عوامی رہنما کی نمایاں نشان ہے سکول جانے کیلئے بجائے سرکاری گاڑی کے ان کے صاحبزادے سائیکل پر جایا کرتے تھے۔ آپ کی گورنری ہی کے زمانے میں مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ لاہور شریف لائیں تو نشر تمام سرکاری آداب سے بے نیاز لاہور ریوے اسٹیشن پر خود ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ اصرار تھا کہ مادرِ ملت گورنر ہاؤس ٹھہریں لیکن مادرِ ملت کے چہرے سے انکار کے تاثرات دیکھ کر لوہے۔

”میں صرف گورنری نہیں سردار نشر بھی تو ہوں“

سردار صاحب کے اس خلوص کے نتیجے میں مادرِ ملت گورنر ہاؤس میں قیام کرنا پڑا۔ وہ پنجاب کے پہلے مسلمان گورنر تھے جن کے دور میں گورنر ہاؤس پہلی مرتبہ صدارتے اذان سے آشنا ہوا اور وہاں باقاعدہ پانچ وقت کی نماز ادا کی جانے لگی۔ ۱۹۵۶ء

۱۹۵۶ء کا آئین جب منظور ہو گیا تو آپ نے صدقِ دل سے اس کو قبول کر لیا لیکن بعض افراد نے جو اس آئین کے بنانے میں پیش پیش تھے، اپنے اقتدار کو خطرہ میں محسوس کرتے ہوئے غیر آئینی سرگرمیاں شروع کر دیں سردار نشر پہلے شخص تھے جنہوں نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ سردار نشر کی مخالفت کو دیکھتے ہوئے مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے

۱۹۶۶ء روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء۔ روزنامہ مشرق لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء۔

سرمدی کا ذمہ خان عبدالغفار خان کے اشارے پر دھمکی دینی کہ وہ مسلم لیگ کو چند دنوں میں تباہ کر دیں گے۔ سردار عبدالرب نشتر نے اس دھمکی کو اپنے جوتے کی نوک پر مار تے ہوئے کہا کہ ملک کے آئین کی منظوری کے اٹھ دن بعد گورنمنٹ ہاؤس میں یہ کہا گیا ہے کہ ختم مسلم لیگ کو تباہ کر دیں گے میں کہتا ہوں کہ پیدت ہندو نے مسلم لیگ کو ختم کرنے کی قسم کھانی ستمبر ۱۹۴۷ء میں انہیں مسلم لیگ کے ساتھ سمجھوتہ کرنا اور اس کے نتیجے میں قیام پاکستان کو قبول کرنا پڑا۔ مغربی پاکستان کے عوام کا نگرانی وزیر اعلیٰ کو ناپسند کرتے ہیں عوام پر زبردستی مسلط رہنے کیلئے ان کا ان اسمبلی پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ بعض کو وزارتوں کا لالچ دیا جا رہا ہے جو لوگ اس کے باوجود انکاری ہیں ان کے خلاف انتقامی کارروائیاں کی جا رہی ہیں اور فوجداری مقدمات کھڑے کئے جا رہے ہیں جن سے ملک آکر ایک دن اسمبلی نے خودکشی کرنی۔ یہ سب کچھ کا ذمہ صلی کے چیلے ڈاکٹر سخاں نے نبھانے کیا ہے جو اپنے آپ کو انصاف کا دیوتا بتاتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ ان پر کوئی سیاسی رنگ نہیں تھا بلکہ اپنے بھائی کا رنگ تھا اور نہ خود غرضی میں دوسروں کا آلہ کار نہ بنتے اور جو کچھ ان کے آقا کرنا چاہتے تھے نہ کرتے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ ڈاکٹر سخاں اور ان کے بھائی عبدالغفار خان کے متعلق سردار نشتر نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا وہ بالکل صحیح تھے۔

۱۹۵۲ء میں ملک غلام محمد گورنر جنرل نے جب خواجہ ظہیر الدین مرحوم کی وزارت کو برطرف کر کے دستور ساز اسمبلی کو توڑ دیا تو آپ نے اعلانیہ مخالفت کی اور اس کارروائی کے خلاف سب سے پہلی صدارتے احتجاج بلند کرنے والے سردار نشتر تھے غلام محمد نے سردار صاحب کو گفتگو کے لیے گورنر جنرل ہاؤس میں بلوایا اور انہیں وزارت اور عہدے کا لالچ دینے کی بجائے کوشش کی مگر نشتر جس کا طوطیا سے چشم خاک بدینہ تھی، رام نہ ہو سکا۔ اس ملاقات کے بعد

۱۷ روزنامہ مشرق لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء

سرواشر نے احباب کو بتایا کہ :-

”علامہ محمد نے ہم سے وزارتیں چھین لیں، آئین ساز اسمبلی بھی توڑ دی، ہمارے پاس قوم کی جو بھی امانت تھی، آمرانہ انداز میں سلب کر لی گئی۔ اب صرف میرا اپنا ذاتی وقت باقی تھا سو وہ بھی آج پائمال ہو گیا۔ میں ان کے الفاظ تو دوبارہ نہیں دہرا سکتا یہی سمجھو کہ غیر شریفانہ رویہ والے الفاظ سے نوازا گیا لیکن مجھے اس کا ذرہ بھر بھی صدمہ نہیں ہے وہ اس لیے کہ یہ میری ذاتی بے عزتی تھی، قوم کی امانت جو اس نے قوم سے چھینی ہے میں اسے ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔ ساری زندگی میں اس کا مقابلہ کرتا رہوں گا۔“ ۱

مولوی تمیز الدین خان مرحوم (پسکیر) نے جب اسمبلی توڑنے کے اس ناجائز حکم کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور سندھ ہائی کورٹ میں یہ مقدمہ جیتا تو حکومت نے اس فیصلے کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل دائر کی اس موقع پر سرواشر نے مولوی صاحب مرحوم کے مقدمہ کی پیروی بڑی جانفشانی اور محنت سے کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ ان کی نظر میں ان کے تمام اسول تمام مادی عطیوں اور بلند عہدوں سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ قائد اعظم کا یہ جانثار سانحہ پاکستان کی سالمیت اور حاکمیت کے لیے عدالت عالیہ کے سامنے ہفتوں پیش ہوتا رہا لیکن قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ فیڈرل کورٹ نے حکومت کی اپیل منظور کرتے ہوئے فیصلہ مولوی تمیز الدین خاں کے خلاف دے دیا۔ ۲

ان حالات نے آپ کو سیاست سے بد دل کر دیا اور آپ نے کنارہ کشی کر لی لیکن جب چوہدری محمد علی وزیر اعظم بنے تو انھوں نے اصرار کر کے سرواشر کو مسلم لیگ کی از سر نو

۱۔ روزنامہ شرق لاہور، ۱۱ فروری ۱۹۶۶ء، قلمیہ کے دست راست از محمد حنیف شاہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، صفحہ ۲۳
جنگ کراچی، ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء

۲۔ روزنامہ نوائے وقت، مشرق لاہور، ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء۔

تنظیم کے لیے مامور کیا چنانچہ انہوں نے بحیثیت صدر مسلم لیگ پارٹی کی قیادت سنبھالی اور پورے ملک کے طوفانی دورے کئے اور عوام کو بار بار متنبہ کیا کہ۔

”ملک کی سیاست کو بیوروکریسی اور مفاد پرست سیاستدانوں کے پنجے سے نجات دلانا ضروری ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ آج ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس ملک میں جمہوریت زندہ رہے گی یا آمریت کا پرچم لہرائے گا۔ اکثریت کی امنگوں کا احترام کیا جائے گا یا چند افراد کی سازشیں کامیاب ہوتی رہیں گی پاکستان کے مسائل کا حل یہ ہے کہ عوام کو صحیح نمائندے اسمبلیوں میں بھیجنے کا موقع دیا جائے چند افراد کے لیے حکومت کا حق محفوظ نہیں ہونا چاہیے۔“

افسوس کہ اس وقت کے حکمرانوں نے طاقت کے نشے میں اس درویش کی بکاہ کو صد ابھرا سمجھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ڈیڑھ سال کی مختصر مدت میں ملک پر ایوب خان اور یحییٰ خان کی تقریباً تیرہ سالہ آمریت مسلط ہو گئی جس کے نتیجے میں ہمیں مشرقی پاکستان سے باخود دھونے پڑے مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے انھوں نے تلام آخر قوم کو مفاد پرستوں اور ملک دشمن عناصر کی ریشہ دوانیوں سے باخبر رکھا۔ چونکہ آپ ملک کی انتظامیہ میں مختلف حیثیتوں سے شریک رہے تھے اس لیے وہ انتظامیہ میں موجود کالی بھٹیروں سے بخوبی واقف تھے جو سرکاری ملازم ہونے کے باوجود محض اپنے ذاتی فائدے کے لیے سیاست میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے تقریر کرتے ہوئے ایسے افراد کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ۔

”انگریز اور بھارت کے ایجنٹ پاکستان کو ختم کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ یہ وہ عناصر ہیں جنہوں نے پراسرار طریقہ سے ملک پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ان لوگوں نے اپنا سراپا لندن، بیروت اور سوئٹزرلینڈ کے بنکوں میں جمع کر رکھا ہے ملک

۱۷ روزنامہ نوائے وقت، مشرق لاہور، ۱۳ فروری ۱۹۷۶ء

کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش میں کامیاب ہونے کے بعد یہ عناصر اپنے اہل و عیال سمیت دوسرے ملکوں میں جا بسیں گے۔ اور حالت ایسی با تیر ہو جائے گی کہ تمام مسلمان دوبارہ ہندو کی غلامی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ صورت حال صرف اس لیے پیدا ہو رہی ہے کہ ہم نے ہر اچھوتے ہوتے سورج کو سلام کرنا اپنا شیوہ بنا لیا ہے عوام اپنی طاقت کو پہچانیں اور حکمرانوں کو تبدیل کرنے کے جمہوری حق کو استعمال کرنے کی طاقت پیدا کریں۔ ۱۷

سردار صاحب ایک عمدہ سیاستدان اور اچھے مقرر ہی نہیں بلکہ ایک اچھے قومی شاعر بھی تھے۔ انہیں اردو زبان سے گہرا شغف تھا۔ آپ نے اردو، فارسی اور پشتو میں شعر کہے۔ آپ کے اشعار قومی امنگوں اور آرزوؤں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ شاعری میں آپ نے اکبر الہ آبادی کی شاگردی اور حکیم الامت اقبال کا اتباع کیا۔ آپ بڑی صاف ستھری اردو بولتے تھے۔ اردو زبان و ادب کے وہ کس خد تک دلدادہ تھے اس کا اندازہ ان کی ایک تقریر کے اس اقتباس سے بہ آسانی ہو سکتا ہے۔

”میں پٹھان ہوں اردو نہیں جانتا بہر حال مجھے اردو سے محبت ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان لوگوں سے جن کے دل میں اردو کی محبت نہیں ہے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کی توقع نہیں رکھی جاسکتی اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لیے ان لوگوں پر کام نہیں چھوڑا جاسکتا جو اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ اردو اس کی صلاحیت رکھتی ہے۔“ ۱۸

سردار شتر ایک پابند شریعت وضع دار مسلمان تھے۔ ان کو اولیاء اللہ سے گہری عقیدت

۱۷ روزنامہ مشرق لاہور ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء۔

۱۸ ”زائے وقت“ ” ” ” ”

تھی اس کی ایک جھلک آپ کے اس تعزیت نامے سے نمایاں ہوتی ہے جو آپ نے حضرت
امیر ملت پیر سید جماعت علیشاہ محدث علی پوری قدس سرہ کی وفات حسرت آیات ان کے
صاحبزادے سراج الملّت پیر سید الحاج حافظ محمد حسین قدس سرہ کی خدمت میں ارسال کیا۔
ملاحظہ ہو۔

کیمپ گورنر پنجاب،

۳ ستمبر ۱۹۵۱ء

مکرمی !

اسلام علیکم

اخبارات میں یہ پڑھ کر بہت صدمہ ہوا کہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ
صاحب واصل بحق ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے
اور ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے۔

جہاں تک پیر صاحب کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت اور لوگوں
کو ہدایت کے لیے کافی عمر عطا فرمائی لیکن پھر بھی پیر صاحب جیسی نیک سیرت ہستی کا انتقال
ہم سب کے لیے وجہ ملال ہے کیوں کہ ایسے نیک بندوں کا وجود ملک اور قوم کے لئے
برکت اور ہدایت کا باعث ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے اور آپ کو ادرجملہ متعلقین کو صبر جمیل۔

احقر العباد نشر

گورنر پنجاب

نام مخدوم سید محمد حسین شاہ صاحب

علی پور سیٹیاں۔ لے

لے سیرت امیر ملت از سید اختر حسین مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء ص ۵۱۵، ۵۱۶۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ

سیالکوٹ ستمبر ۱۹۵۱ء ص ۱۶۔

انہیں حضور ختمی رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عشق کی حد تک لگاؤ بخفا دشمنانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت نفرت تھی اقادانیوں کو شروع سے ہی مسلمانوں میں شمار نہیں کرتے تھے اے قرآن پاک کی بلاناغہ تلاوت ان کا معمول تھا۔ وہ اپنی درویشانہ طبیعت اور قلندرانہ مزاج کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے بالآخر قائدِ اعظم کا یہ جان نثار سپاہی پاکستان کا سچا محب قوم و ملت کا درو منداور دین اسلام کا شیدائی ان حالات کی تاب نہ لا کر ۱۲ فروری ۱۹۵۸ء کو ہمیشہ کے لیے رخصت ہو کر قائدِ اعظم کے پہلو میں لیٹی نیند سو رہا ہے۔

خدا رحمت کندایں عاشقانِ پاک طینت را

ع

۱۔ پاکستان از سری پرکاش مطبوعہ دہلی ۱۹۶۸ء ص ۱۲۴ -

خواجہ عبدالرحیم

خواجہ عبدالرحیم ^{۱۹۰۸}ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک خواجہ غلام محمد تھا۔ خواجہ صاحب نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کرنے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور ^{۱۹۳۲}ء میں انڈین سول سروس میں شامل ہو گئے۔ ^۱

خواجہ صاحب نے کیمبرج میں دوران تعلیم ہی سیاسی امور میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ^{۱۹۳۱}ء میں انگلستان میں چوہدری رحمت علی کے ”تحریک پاکستان گروپ“ کے سرگرم رکن بن گئے تھے۔ اداس تحریک کی خاطر ملازمت تک کو خیر باد کہنے کا حلف اٹھایا۔ تحریک کے مقاصد و نظریے کے بارے میں مفصلوں کی تصنیف و تقسیم میں پیش پیش رہے۔ چوہدری رحمت علی کے تخلیق کردہ غلط پاکستان کو رائج کرنے میں آپ نے بہت سرگرمی دکھائی یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ لفظ اس وقت معرض وجود میں آیا جب شاعر مشرق علامہ اقبال راڈنڈ میں کانفرنس کے سلسلہ میں انگلستان میں قیام فرماتے تھے جب علامہ مرحوم نے اس نام کو مسرت کے ساتھ پسند فرمایا تو گنتی کے جن چند محب اسلام نوجوانوں نے حکیم الامت کو لندن میں ان کی قیام گاہ میں خوشی سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے ان میں خواجہ عبدالرحیم بھی شامل تھے۔ ^۲

انگلستان سے واپس آنے پر ^{۱۹۳۲}ء میں جالندھر میں کسٹنس دشمن کی آسامی پر تعینات ہوئے اور سروس کے اسی ابتدائی دور میں فرسٹ کلاس عسکر کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ”خالد سیف اللہ“

^۱ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ نومبر ۱۹۶۳ء

^۲ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

کے قلمی نام سے برصغیر میں مسلمانوں کی الگ ریاست کے حق میں معرکہ آلا مضامین لکھتے رہے جن کو نہایت ہی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ۱۷

سروس کے دوسرے دور میں گجرات، لدھیانہ، فیروز پور اور لاہور میں ڈپٹی کمشنر کے ذمہ دار عہدہ پر فائز رہے اور ملازمت کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کی حمایت میں کام کر دے والی تنظیموں کی بھرپور حمایت کرتے رہے۔ لدھیانہ میں قیام کے دوران ایک بار پنجاب کے وزیر مال سر چھوٹو رام دورے پر آئے۔ سر سکندر حیات خان کی سربراہی میں اُس وقت کی صوبائی حکومت نے چھوٹے کاشتکاروں کو بنیتے کے جنگل سے بچانے کے لیے کچھ قانونی اقدام کیے تھے جس کی زد زیادہ تر براہ راست ہندو سرمایہ دار پر پڑتی تھی۔ ان قوانین کی تشہیر کی خاطر جوہری چھوٹو رام ایک جلسہ سے خطاب کرنے والے تھے بحیثیت ڈپٹی کمشنر آپ کو یہ اشارہ مل چکا تھا کہ کانگریسی عناصر اس جلسہ کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گے چنانچہ جیسے ہی جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا چند لوگوں نے انقلاب زندہ باد کا نعروں لگایا۔ یہ سن کر آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور ٹائیک کی طرف پکے اور حاضرین جلسہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”بہت ہی کمزور نعروں تھا میرے ساتھ نعروں لگائے۔ میں کہوں گا انقلاب اور آپ پورے زور سے کہئے زندہ باد“۔ تین دفعہ زوردار نعروں لگوانے کے بعد کہا ”لیکن میرے اور ان کے انقلاب میں فرق یہ ہے کہ میرا انقلاب چاہتا ہے کہ۔۔۔“

اٹھو اور میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو کاخ امراء کے در و دیوار کو ہلا دو
جس کھیت سے دیہات کو قیسر ہو دے اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو
جو نہی آپ شاعر مشرق کی یہ نظم نہایت پر جوش انداز میں سنا چکے۔ ہال میں سناٹا چھا گیا اور جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ ۱۸

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۴۷ء

۱۸ ایضاً ” ” ”

لاہور میں ۱۹۴۳ء تک ڈپٹی کمشنر رہے۔ اسی دوران صوبائی مسلم لیگ پنجاب کا سالانہ اجلاس
 لاہل پور میں ہوا۔ یہ اجلاس اس لحاظ سے اہم تھا کہ خود قائد اعظم اس میں شریک ہوئے اور صدارت
 کی تحریک پاکستان اپنے عروج کی جانب بڑھ رہی تھی۔ برٹش حکومت کا یہ ڈپٹی کمشنر اس اجلاس
 کی کامیابی کا دلی خواہاں تھا۔ بلکہ غیر ضروری دلچسپی لے رہا تھا۔ مقامی منتظمین کی پس پردہ رہنمائی کے
 علاوہ ہر ضرورت کو پورا کرنے میں بھی آپ نے مدد کی۔ قائد اعظم جب لاہور سے بذریعہ ٹرین لاہور
 پہنچے تو آپ نے اسٹیشن پر استقبال کیا۔ اس وقت کے مشہور انگریزی ہندو روزنامہ ٹریبیون نے اپنے
 صفحہ پر آپ کی موجودگی کی خبر دی۔ اس دور میں قائد اعظم کی ذاتی حفاظت کو بہت اہمیت دی جاتی
 تھی چنانچہ لاہور میں قیام کے دوران قائد اور انکی ہمیشہ مترجمہ فاطمہ جناح مرحومہ کے ریسے کھانا آپ
 کی کوٹھی سے جاتا رہا۔ لے

تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کی کن کن خدمات کا ذکر کیا جائے۔ ایک طرف آپ
 اخبارات میں مضمون لکھتے تھے، مسلم لیگ کا بجان و دل ساتھ دیتے تھے تو دوسری طرف گھر میں
 خصوصی رومال تیار کراتے تھے، جن کے ایک کونے میں برصغیر کے چھوٹے سے نقشے میں مجوزہ پاکستان
 کے علاقے بسز دھاگے کی کڑھائی سے دکھائے جاتے تھے۔ یہ رومال تمام ملک کے مختلف شہروں
 میں تحریک پاکستان کے اس وقت کے معدودے چند کارکنوں کو تحفے کے طور پر دیتے تھے۔ اسی طرح کتابچوں
 کو لفافوں میں بند کرنے اور ان کی ترسیل کا کام اپنے خاندان سے کر دیتے۔ لے مناسب معلوم ہوتا
 ہے کہ اس موقع پر پاکستان کے معروف صحافی جناب سید محمد شفیع دم ش کا ایک اقتباس نقل
 کر دوں، جو انہوں نے خواجہ صاحب کی رحلت پر لکھا تھا جناب ام ش رقمطراز ہیں :-

”خواجہ عبدالرحیم مرحوم و مغفور نہایت درجے کے سچے اور پکے مسلمان تھے جن دنوں

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۴۳ء

لے یقیناً ”

برصغیر میں برطانوی امپیریلزم کے جھنڈے منسا میں لہرا رہے تھے اور انڈین سول سروس کو غیر ملکی سامراج کا سٹیل فریم متصور کیا جاتا تھا۔ انڈین سول سروس میں منسلک ہونے کے بعد انکھٹا میں اپنی ٹریننگ کے دوران خواجہ عبدالرحیم نے کھلے بندوں میں پاکستان کی اصطلاح کے موجب چوہدری رحمت علی کا ساتھ دیا خواجہ عبدالرحیم ان آدھ درجن کے قریب مسلمان نوجوانوں میں سے ایک تھے جنہوں نے تحریک پاکستان کو پروان چڑھانے کے لیے حلف اٹھایا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ یونیٹ پارٹی کے دور حکومت میں انہوں نے خطرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قائد اعظم کا ساتھ دیا تھا۔ مجھے وہ دن اچھی طرح سے یاد ہیں جب ۱۹۴۶ء کے پُر آشوب ایام میں بڈن روڈ پر جہاں "نوائے وقت" کا دفتر تھا۔ روزانہ ہی شام کو ایک محفل جما کرتی تھی جس میں حمید نظامی مرحوم، راجہ حسن اختر مرحوم، خواجہ عبدالرحیم مرحوم، پروفیسر اختر، اور مولانا بخش خضر میمنی مرحوم شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور صوبے میں مسلم لیگ کے مسائل زیر بحث آیا کرتے تھے۔ اس دور میں جب کہ گورنمنٹ کی ساری مشینری مسلم لیگ کے خلاف حرکت کرتی تھی۔ راجہ حسن اختر اور خواجہ عبدالرحیم کی ہمدردیاں کھلے طور پر مسلم لیگ کے ساتھ تھیں۔ ۱

قیام پاکستان کے بعد آپ نے مہاجرین کی آباد کاری کے سلسلہ میں بڑی جانپاری سے کام کیا بقول جناب مرغوب صدیقی اس زمانہ میں جس نے بھی خواجہ صاحب کو ایک چٹوٹی کی حشیت سے دن رات کام کرتے دیکھا تھا، وہ ان کی بے مثال حب الوطنی اور ان کے پاکستان کے نظریہ کے ساتھ مجنونانہ وابستگی کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ ۲

برصغیر کی تقسیم کے وقت آپ باؤنڈری کمیشن میں بطور سیکریٹری اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ کشمیر کمیٹی کی سیکریٹری شپ کے فرائض بھی آپ کے ذمے تھے ۱۹۴۸ء میں

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۶ نومبر ۱۹۴۶ء۔

۲۔ تحریک پاکستان کا ایک باب از محمد رفیع بٹو لاہور ۱۹۶۵ء ص ۲۰۰۔

راولپنڈی ڈویژن کے کشنر مقرر ہوئے اس دوران میں آپ نے جہاد کشمیر میں بے مثال کارنامے سر انجام دیئے۔ اس کے بعد پنجاب کے چیف سیکریٹری کے عظیم منصب پر فائز ہوئے جب پنجاب کے سریا نفس سیاستدان نواب افتخار حسین ممدوٹ کی حکومت پر مرکزی حکومت نے ظلم و تشدد کے چار توڑے تو جہاں ممدوٹ وزارت کو ختم کر دیا گیا۔ وہاں خواجہ صاحب کو بھی ممدوٹ حکومت کی حمایت کے الزام کے تحت ملازمت سے برطرف کر دیا گیا لیکن ان کے قدم بالکل نہیں ڈگ گئے۔ انہوں نے وکالت کے ذریعے روزی کمانا شروع کر دی اور نظریہ پاکستان کو مرتے دم تک سینے سے چٹائے رہے۔ یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے عقیدت و محبت آپ کو ورثے میں ملی تھی آپ کے والد ماجد کو آفتاب ہند حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ستانے سے بے حد لگاؤ تھا۔ اور وہ آپ کو عرس کے موقع پر عموماً سر ہند شریف اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے یہی عقیدہ محبت آپ کے راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کا سبب بنی۔ اور کشاں کشاں حکیم الامت حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ تک لے گئی۔ اور آپ اقبال کے عشاق میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۳۸ء میں حکیم الامت کے وصال پر آپ کی اقبال کے گھرانے سے وابستگی کا اس امر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جاوید منزل میں زندگی معمول کے مطابق شروع ہونے تک جاوید منزل کے مکینوں کے یہ صبح و شام کھانا آپ کے ہاں سے جاتا رہا حضرت علامہ کے وصال کے بعد آپ نے یوم اقبال کی تقریبات سے اپنے آپ کو اس طرح وابستہ کیا کہ قیام پاکستان کے بعد اربعہ عہدی سے مذاکرے تک ایک طرح سے تحریک اقبال کی علامت بن گئے تھے۔ آپ نے کبھی کسی دور میں اقبال کے کلام اور پیغام کے معاملے میں کسی طاقت سے مفاہمت کا تصور تک نہ کیا۔ اور حکومت کے کارندوں کی کھلی اور خفیہ مداخلت کے باوجود یوم اقبال کی تحریک کو سرکاری مفاد کے لیے اسپلائیٹ ہونے نہ دیا۔ آپ نے مجلس اقبال کی رکنیت کے لیے صرف ایسے لوگوں

۱۔ روزنامہ زمانہ وقت لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۷۴ء تحریک پاکستان کا ایک باب از محمد سرور علی لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۰

کو شائستہ التفات گردانا جن کی اقبال سے وفا شعار می ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر تھی یہی وجہ ہے کہ دوسری جماعتوں کے برعکس مجلس اقبال کبھی باہمی رقابتوں یا مطلب برآریوں کا اگھاڑہ نہ بن سکی۔ ۱۷

مزارِ اقبال کی تعمیر کے سلسلے میں آپ نے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اپنے ذاتی مراسم کی بنا پر پنجاب کے کونے کونے سے اس مدینِ رقوم فراہم کیں اور سرکاری درباری ذرائع سے حاصل ہونے والی ایک کوڑی بھی اس میں شامل نہ کی۔ اب لاہور میں ایک عظیم الشان اقبال ہل تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر موت کے بے رحم ہاتھوں نے دبوچ لیا۔ ۷

ع
ہائے ادموت تجھے موت ہی آئی ہوتی

۵ نومبر ۱۹۶۴ء کو ملک کا یہ نامور قانون دان، مرکز یہ مجلس اقبال کا صدر، نظریہ پاکستان کا پرستار اور عظیم محب وطن اس عالم فنا سے عالم بقا کی طرف سدھار گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون اور ۶ نومبر ۱۹۶۴ء کو لاہور کی سرزمین میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں تحریک پاکستان کی بے شمار شخصیتیں آسودہ ہوناک میں جناب بشیر حسین ناظم ایم اے نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

خواجہ رحیم آں عبدِ غفور
رفت ز دنیا سوئے جنباں
چوں پر سیدم از رضواں

خادمِ شافعِ یومِ نشور
از متے عشقِ نبیِ محمود
سالِ رحیلِ آں مغفور

گفت جو شرم با تعجیل
جوهر معنی شد مستور

1292

۱۹۶۲ء نومبر ۱۹ء

[illegible]

٣٩ ايضا

مشہور صحافی جناب مرغوب صدیقی نے آپ کو خراج تحسین پیش کرنے ہوئے کہا۔
 .. خواجہ صاحب کے انتقال سے تحریک پاکستان اور پاکستان کے ایک نہایت مشکل
 اور ابتلاء کے دور کی ایک قابلِ فخر یادگار ہم سے چھین گئی ہے۔ خدا اُن کو اپنے جوارِ
 رحمت میں جگہ دے۔ اور نئی نسل کو یہ توفیق دے کہ وہ اُن کا سادہ و سادہ دل، ان
 کی سی ملک کے ساتھ پر خلوص محبت، اُن کا ساتھ و صلہ، اُن کی سی نظریہ پاکستان کے ساتھ
 والہانہ وابستگی کو اپنا سکے۔ آج یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ نئی نسل کا ایک حصہ نہ صرف بنیادی
 انسانی قدروں ہی کا پاس نہیں کرتا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ محبت اور رواداری سے
 بیگانہ ہوتا جا رہا ہے جنہوں نے پاکستان کو جنم دیا۔ اور اس ضمن میں برصغیر کے مسلمانوں
 نے اپنے جان و مال کی جو عظیم قربانیاں پیش کی تھیں، اُن کا احترام کرنے کی بجائے
 ان کا تمسخرانہ انداز میں ذکر کرتا ہے۔ اس نئی فضا میں خواجہ صاحب جیسے شخص کا اس
 دنیا سے اٹھ جانا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔“ ۱۷

روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور نے بھی اپنے ادارے میں زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔
 .. تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور ممتاز قانون دان خواجہ عبدالرحیم باریٹ لاہور شہر روز
 اپنا ملک انتقال کر گئے۔ اناتھ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ۶۶ برس تھی۔ وہ گورنمنٹ
 کالج لاہور اور کیمبرج یونیورسٹی کے فارغ التحصیل تھے۔ ۱۹۳۲ء میں وہ انڈین سول
 سروس میں شامل ہو گئے لیکن وہ اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے برصغیر کے مسلمانوں
 کے مفادات کے لیے کام کرتے رہے۔ اسی جذبہ نے انہیں تحریک پاکستان
 سے وابستہ کر دیا تھا۔ اور وہ لندن میں چوہدری رحمت علی کے ساتھ ملکر پاکستان
 کے لیے کام کرتے رہے۔ انہوں نے تقسیم برصغیر کے وقت باؤنڈری کمیشن میں سیکریٹری

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۱ نومبر ۱۹۷۵ء۔

کے طور پر خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد وہ پاکستان سول سروس میں مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے اور چیف سیکرٹری حکومت پنجاب کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے جس کے بعد انہوں نے وکالت کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور اپنی محنت اور لگن سے اس میدان میں بھی ممتاز مقام حاصل کر لیا۔ مرحوم ایک سچے مسلمان تھے۔ وہ مفکر اسلام علامہ اقبال کے بہت قریب رہے۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کے پیغام کو فروغ دینے کے لیے کام کرتے رہے۔ علامہ اقبال کی وفات کے بعد ان کے نزار کی تعمیر اور ان کے پیغام کی تشہیر کے لیے مرکز مجلس اقبال کے نام سے جو تنظیم قائم ہوئی وہ شروع دن سے ہی اس کے اہم رکن رہے اور گزشتہ کئی برسوں سے اس تنظیم کے صدر کے عہدہ پر کام کر رہے تھے۔ انہوں نے علامہ اقبال پر اردو زبان میں ایک کتاب بھی تحریر کی الغرض وہ اسلام اور اسلام کے شہداء کی شہادت پر رہے اور زندگی بھر اس نصب العین کے لیے کام کرتے رہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں۔ ادارہ مرحوم کے پسماندگان کے رنج و غم میں برابر کا شریک ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے جہنم کی دعا کرتا ہے۔ آمین

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۹ نومبر ۱۹۶۲ء۔

مولانا عبدالشکور شیوہ

آپ کا اسم گرامی صدر عبدالشکور اور والد ماجد کا نام گل محمد خان ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۵ نومبر ۱۹۰۶ء مطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ بروز جمعرات شیوہ ضلع مردان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کی مسجد سے حاصل کرنے کے بعد موضع طور دیں قاضی سلطان محمد و دیگر علماء کرام سے استفادہ کیا۔ حفظ قرآن و فقہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۲ء میں سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۲۲ء میں جب کہ ابھی آپ زیر تعلیم تھے حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے ۱۹۲۳ء میں آپ نے سرخوش تحریک میں شمولیت اختیار کر لی مگر جب اس تحریک کے باطل نظریات اور گاندھی جی کی کاسہ سی کی داستانیں منظر عام پر آئیں تو آپ نے اس کو خیر باد کہہ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور جانِ دل سے مسلم لیگ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

مسلم لیگ میں آپ نے اس قدر جانفشانی سے کام کیا کہ مسلم لیگ کی لیڈر آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کو پرائمیری مسلم لیگ شیوہ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ صدر منتخب ہونے کے بعد آپ نے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور کانگریسی گماشتوں کے دام فریب کو تار تار کیا۔ اگرچہ آپ کو صدر کے حق بلند کرنے کی وجہ سے گونا گوں مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ان کو پرکاش کے برابر وقعت نہ دی۔ اور اپنے نصب العین سے موبرا بھی متزلزل نہ ہوئے ۱۹۴۷ء میں قرارداد پاکستان کا تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا تو آپ نے تمام رفقاء سمیت اس اجلاس میں شامل ہوئے اور ایک جانب از سپاہی کی طرح دو ان اجلاس خدمات انجام دیتے رہے۔

قرار داد پاکستان کی منظوری کے بعد دیگر علماء اہل سنت کی طرح میدان عمل میں آگئے اور اپنے علاقہ میں مسلم لیگ کے پیغام کو گلی گلی کوچہ کوچہ پہنچانے کے لئے مقدور بھر کوشش کی مرکزی رہنماؤں کے دورہ سرحد کے دوران ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔ اور اپنے مال و جان کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر ان کے جلسوں کو کامیاب کرایا۔ ان مرکزی رہنماؤں میں نواب بہار جنگ، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا اکرم علی ملیح آبادی، قائد اعظم اور نوابزادہ لیاقت علیخان شامل ہیں۔ ان رہنماؤں کے ساتھ آپ کی خط و کتابت بھی ہوتی رہی ایک دفعہ قائد اعظم نے تحریک پاکستان کے لیے مالی امداد کی اپیل کی تو آپ نے اپنی خالص حلال کھانی میں سے چھ آنے بطور چندہ ارسال کئے۔ اور ساتھ ہی اپنی مالی حیثیت سے اپنے قائد کو آگاہ کیا جو اب میں قائد اعظم نے آپ کو شکریہ کا خط لکھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے جہاد کشمیر میں بھی مردانہ حصہ لیا۔ اور اوٹری کے محاذ پر واد شجاعت دی۔ آج کل شیوہ میں ہی مذہب و ملت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد علم الدین فرید کوٹی

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی جو شمع روشن ہے وہ صوفیائے کرام اور علمائے ربانی کی ان تبلیغی محنتوں کا نتیجہ ہے جو انہوں نے اپنے آرام و آسائش سے منہ موڑ کر ملت اسلامیہ کی ظاہری و باطنی اصلاح کی خاطر جاری رکھیں اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور اپنی خدا وادار و وحانی طاقتوں سے گم گشتگان راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ انہیں نفوسِ قدسیہ کی جماعت میں حضرت مولانا محمد علم الدین فرید کوٹی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے بھی اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے گھر گھر جا کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔

مولانا موصوف ^{۸۹۳}ھ میں مشرقی پنجاب داندیا کے گاؤں قلعی اریاں ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں ہی حاصل کی قرآن پاک مولانا خدا بخش سے پڑھا۔ ابتدا میں اپنے علاقے کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد سعید شبلی سے درس نظامی پڑھا۔ بعد ازاں تشنگی علم کشش کشاں دہلی گئے کئی وہاں سے مراد آباد جا کر جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو گئے اور سندالفاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کئے اور باقی علوم کی تکمیل کی حضرت مولانا غلام قادر اشرفی لالہ موسیٰ اور مولانا محمد عبداللہ فرید کوٹی آپ کے جماعت تھے۔ آپ نے اس زمانے کے مشہور مبلغ حضرت مولانا قطب الدین برہمپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فنِ تقریر میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اور ان کے ہمراہ شدھی تحریک کے خلاف چڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آریا مبلغوں سے مناظرے کئے اور ہزاروں سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا بطریقیت میں آپ نے حضرت صالح محمد نقشبندی مجددی ساکن سترالوالی ضلع سیالکوٹ سے بیعت کی۔ اس کے علاوہ آپ نے آستانہ عالیہ مشرق پور شریف اور حضرت سید محمد اسماعیل

المعروف بہ حضرت کرناوالہ سے بھی فیض حاصل کیا۔

آپ باوقار شخصیت کے مالک تقویٰ و طہارت کے پیکر اور عالم باعمل تھے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام اور مسلک اہلسنت کے لیے وقف تھا۔ آپ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سادگی میں سلف کی یادگار تھے۔ کردار و اخلاق میں بلند مقام رکھتے تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے ہندوستان کی سکھ ریاست فریدکوٹ میں سکونت پذیر تھے۔ اس وقت آپ کا عالم شباب تھا اور دین کی خدمت کا جذبہ افزوں تر تھا۔ ۱۹۳۲ء میں سکھ راجہ ہراند سنگھ نے گائے کی قربانی پر پابندی عائد کردی بعض کانگرس نواز دیوبندی علماء نے فتویٰ دے دیا کہ سکھ ریاست میں گائے کی قربانی ضروری نہیں اس وقت آپ کی رگ حمایت پٹر کی اور آپ میدان عمل میں کود پڑے اور وقت کے مطلق العنان راجہ سے ٹکرائے۔ راجہ کے خلاف تحریک چلائی اور راجہ کو اپنا حکم واپس لینے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹۳۵ء میں متعصب راجہ نے اپنی ایک کتیا کا نام زلیخا رکھ دیا تو آپ نے فوراً احتجاج کیا۔ اور راجہ کے خلاف بڑی جرأت و بیباکی سے تقریریں کر کے مسلمانوں میں ایمانی حرارت پیدا کی چنانچہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر راجہ نے اپنے اس فعل بد پر مسلمانوں سے معافی مانگی۔

۱۹۳۶ء میں راجہ نے فریدکوٹ کی ایک مسجد میں دفتر میونسپل کمیٹی قائم کرنے اور مسجد کو شھید کر کے دکانیں بنانے کا منصوبہ بنایا۔ آپ مسجد کے تحفظ کی خاطر پھر میدان میں کود پڑے اور شہر کے مسلمانوں کو جمع کر کے بھرپور احتجاج کیا۔ راجہ کو اپنا منصوبہ ناکام ہوتا نظر آیا تو گردنوں کے مسلمانوں کا ایک اجلاس بلایا جس میں دربار سے منسلک کانگرس سوسائٹی مولویوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ راجہ ہراند سنگھ نے اپنے منصوبے کے حوالہ میں دلائل دینے اور مسجد کے لیے متبادل جگہ دینے کا اعلان کیا۔ درباری مولویوں نے راجہ کی تائید کی۔ اس اجلاس میں آمر مطلق راجہ ہراند سنگھ اور اس کے امراء و وزراء موجود تھے، سناٹا چھایا تو انتہا کسی کی جرأت نہیں تھی کہ راجہ کے سامنے حق کی بات کہہ سکتے آپ نے اپنی مومنانہ فراست کے ساتھ نتائج کی پردہاہ کئے بغیر کھڑے ہو گئے اور راجہ کو کہا کہ آپ کا فیصلہ غلط ہے جس جگہ ایک دفعہ سی

تعمیر ہو جائے وہ جگہ قیامت تک کسی اور مصرف میں نہیں لائی جاسکتی اس لیے مسلمان آپ نے سدا کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی مسجد کو شہید ہونے دیں گے۔ اس حق گوئی و بیباکی کی یاد آتش میں آپ کو ریاست بدر کر دیا گیا۔ آپ جالندھر تشریف لے آئے اور وہاں مدرسہ البنات کو اپنی خدمات پیش کر دیں آپ نے دس سال جلا وطنی میں گزارے اس دوران آپ کے تین سالہ اکلوتے بیٹے محمد رضا کا انتقال ہو گیا۔ اس صدمے کو بڑے ضبط و تحمل سے برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔

جلا وطنی کا عرصہ گزارنے کے بعد آپ نے فرید کوٹ میں مسلمانوں کے تعاون سے انجمن اصلاح المسلمین قائم کی اور اس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ان انجمن کے تحت ایک دینی درس گاہ اور پرائمری سکول کا اجرا کیا گیا۔ مسلم لیگ نے تحریک آزادی میں نئی ردت پیدا کی تو دل و جان سے ساتھ دیا ۱۹۴۵ء میں کانگریس نے فرید کوٹ میں ایک جلسہ منعقد کیا اور مسٹر منہر کوٹہ کو کیا۔ آپ نے اس جلسہ کو ناکام بنا دیا اور اس مقابلے میں مسلم لیگی رہنماؤں کو فرید کوٹ بلا کر پاکستان کی حمایت میں زبردست تقریریں کیں ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے وقت جب مسلمان ہجرت کر کے پاکستان میں آنا شروع ہوئے تو آپ کو پاکستان جانے کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ جب تک ریاست کے سب مسلمان پاکستان نہیں چلے جاتے میں نہیں جاؤں گا۔ پھر ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء کو تحریک پاکستان کی زبردست حمایت کے الزام میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ چھ ماہ جیل میں رہے۔ عرصہ قید و بند میں جو مصائب آپ نے برداشت کئے قلم ان کو تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ البتہ ایک واقعہ کا ذکر کرنا بے جا نہ ہو گا کہ جیل میں چچی پیسنے اور بان باٹنے کی مشقت لی جاتی تھی جس کی وجہ سے ہاتھوں میں چیلے پڑ جاتے تھے اور پودے چھ ماہ حجامت بنانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور آپ کی حالت عجیب و غریب ہو گئی تھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ :-

”ایک روز صبح کی نماز کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر دعا کی۔ یا اللہ میں ایک

کمزور اور گناہ گار انسان ہوں مجھ پر رحم فرما اور میری غلطیوں کو معاف فرما“

آپ کی یہ التجا فوراً قبول ہوئی۔ اسی روز ریاست کا حکمران راجہ جیل کا معائنہ کرنے آیا آپ کا کیس
دیکھ کر آپ کی رہائی کا حکم صادر کر کے آپ کو پاکستان بھیج دیا گیا۔ ۲۲ روزوری ۱۹۴۸ء کو آپ
پاکستان پہنچ گئے۔ اور اوکاڑہ آکر سکونت پذیر ہو گئے اور بقیہ عمر دینی، ملی اور سیاسی خدمات
میں انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قیادت کے
حرم میں گرفتار کر لیے گئے۔ پانچ ماہ قید رہنے کے بعد باعزت بری ہو کر واپس تشریف لے
آئے آپ شہر میں مکتبہ فکر کے لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ۱۹۶۲ء کی جنگ کے دوران
شہر میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں پر مشتمل ایک تنظیم جہاد کمیٹی کے نام سے تشکیل کی گئی۔ آپ
جہاد کمیٹی کے صدر چنے گئے کمیٹی نے سیشن پر پاکستان کے حیا لے فوجیوں کے لیے کھانے کا انتظام
کیا۔ روزانہ تقریباً پانچ سو افراد کو کھانا کھلایا جاتا نیز دیگر ضروریات زندگی بطور امداد دی جاتیں۔
سیلاب کمیٹی کے بھی آپ صدر چنے گئے۔ آخر وقت تک آپ جمعیت علمائے پاکستان اوکاڑہ
کے صدر رہے۔ ۱۹۶۲ء میں آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کا شرف حاصل ہوا۔ آخر عمر میں آپ سرطان کے مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے اور دو ماہ کی علالت
کے بعد ۹ رذوالحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۷۲ء بوقت شام اس عالم فانی سے عالم جاودانی
کو سہارا گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء -

میاں عبدالباری

تحریک آزادی کے نامور مجاہد میاں عبدالباری ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء کو اپنے ننھیال منصور پور ریاست کی پور تھلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی میاں غلام حبیبانی منصف (جج) کے عہدہ پرفائز تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مولوی غلام باری لائل پور میں وکالت کرتے تھے اور انہیں کلر کی طرف سے خان بہادر کا خطاب ملا تھا جو انہیں کی نہیں بلکہ خاندان کی سرکار نوازی کا ثبوت تھا۔ والد صاحب اور برادر بزرگوار کی خواہش تھی کہ آپ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے کسی بڑے عہدہ پرفائز ہو اور دنیا میں خاندان کا نام روشن کریں لیکن ان کی تدبیر پر تقدیر مسکرا رہی تھی کیونکہ اس نے انہیں سرکار کی خدمت کی بجائے مخالفت کے لیے منتخب کر لیا تھا۔

میاں صاحب نے لائل پور سے میٹرک کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ دینی تعلیم نے ان میں اسلام سے محبت پیدا کی اور دنیوی تعلیم نے مسلمانوں کی حالت اور کاظم بخشا ۱۹۱۲ء میں جب پہلی جنگ عظیم چھڑی تو میاں صاحب ایم اے عربی کے طالب علم تھے اس جنگ میں ترک کی جرمن کا حلیف تھا اور برصغیر کے مسلمان ترکوں کو وحدت اور اسلام کی عظمت کی علامت سمجھتے تھے۔ اس لیے برصغیر کے مسلمانوں کے دل اور ان کی جہادریاں ترکوں کے ساتھ متحیں حکیم الامت علامہ اقبال کی نظموں نے ان کے دلوں کو اور گرمادیا اور وہ ترکوں کی حمایت اور برصغیر سے انگریزوں کو نکالنے کے منصوبے سوچنے لگے۔ میاں عبدالباری نے اپنے ہمراہ طلباء کا ایک گروہ بنایا کہ وہ اس ضمن میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں جب انہیں پتہ چلا کہ برصغیر

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ نومبر ۱۹۴۲ء۔

میں اس وقت صرف سولہ ہزار انگریزی فوج ہے تو انھوں نے افغانستان جانے کا پروگرام بنایا تاکہ شاہ افغانستان کو برصغیر پر حملہ کے لیے آمادہ کیا جائے اور انگریزوں کی غلامی سے ہلشہ کے لیے نجات حاصل ہو اس گروہ کے طلبہ سے قرآن پاک پر حلف لیا کہ وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے ۱

۵ فروری ۱۹۱۷ء کو تمام ساتھی ریل کے ذریعے ہری پور پہنچے پھر یہ قافلہ جلال آباد پہنچا یہاں ایک سرائے میں قیام کیا۔ ایک شام سب دوست سیر کو نکلے ہوئے تھے کہ ایک خوش پوش آدمی ملا۔ اُس کا نام شاہ آغانی تھا یہ شخص اردو میں بات چیت کرتا تھا وہ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ اس ملاقات کے دوسرے ہی دن افغانی فوج نے اس سرائے کو گھیرے میں لے لیا۔ درحقیقت یہ ایک جاسوس تھا جسے حکومت ہندوستان کا یہ اعلان معلوم تھا کہ اگر ان مجاہدین کو زندہ یا مردہ انگریزوں کے حوالے کیا جائے تو بہت بڑا انعام و اکرام ملے گا۔ امیر افغانستان کو جب حریت پسندوں کی گرفتاری کی خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ انہیں بحفاظت کابل بھیج دیا جاتے ۲

ان دنوں امیر حبیب اللہ خاں کی حکومت تھی۔ یہ بڑا عیش پرست حکمران تھا۔ اس کی پالیسی دوغلی تھی اس کا خیال تھا کہ اگر پہلی جنگ عظیم میں جرمنی اور ترکی جیت گئے تو ان مجاہدوں کی مدد سے ہندوستان پر لشکر کشی کر دے گا اور انگریز محبت گئے تو پھر انہیں انگریزوں کے حوالے کر کے ان کی خوشنودی حاصل کر سکے گا اس لیے بادشاہ نے ان نوجوانوں کو شاہی مہم کی طرح رکھا لیکن وہ شاہی قیدی تھے انہیں دنوں ان مجاہدین کے قائد عبدالحمید خان شہسوار گزار راستوں کے مصائب برداشت کر کے ہمایہ ہو گئے اور چند دن بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے

۱۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۶ء

۲۔ ایضاً

اس کی جگہ میاں عبدالباری کو قائد منتخب کیا گیا ہے

میاں صاحب اس دوران بادشاہ کے پاس جرمنی اور ترکی سے آنے والے وفود سے ملاقات بھی کرتے رہتے تھے۔ انہیں دنوں ایک ہندوستانی، ترکی جرمن مشن ایورپ اور ایران کے راستے کابل پہنچا۔ بنارس کا ایک جاگیردار راجہ ہند پر تاپ اس کی قیادت کر رہا تھا اس مشن میں ترکی کے نمائندے کاظم بیگ اور جرمنی کا ایک نمائندہ بھی شامل تھا یہ وفد بھی میر افغانستان کو ہندوستان پر حملہ کی ترغیب دینے کے لیے آیا تھا۔

راجہ ہند پر تاپ نے کابل میں ہندوستان کی جلا وطن حکومت قائم کر دی میاں عبدالباری اس حکومت کے وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ اس حکومت نے دو وفد باہر بھیجنے کا فیصلہ کیا ایک جاپان کے لیے اور دوسرا ترکی کے لیے۔ دوسرا وفد میاں صاحب کی قیادت میں روانہ ہوا جس میں میاں صاحب کے علاوہ ایک دوسرے سابق شجاع اللہ شامل تھے۔ پہلے وفد نے اس سے ہو کر جاپان پہنچنے کا فیصلہ کیا اور وفد کے اراکین شیخ عبدالقادر متہم سنگھ، مسکو پہنچ گئے روس کے بادشاہ زار سے ملاقات ہوئی لیکن حکومت برطانیہ کی دخل اندازی اور دباؤ کی وجہ سے انہیں گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا گیا۔ متہم سنگھ کو پچاسی دس دی گئی اور عبدالقادر جیل کی صعوبتیں سہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

میاں عبدالباری کی منزل ترکی تھی۔ آپ نے براستہ نوشکی، ایران میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا کیوں کہ ان دنوں انگریزوں نے ہندوستان ایران افغانستان کی طویل سرحد پر دس دس میل کے فاصلے پر سرحدی چوکیاں قائم کر رکھی تھیں۔ ایران ان دنوں دو حصوں میں تقسیم تھا شمالی حصہ پر روس قابض تھا اور جنوبی حصہ پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔

میاں عبدالباری اور شجاع نے بلند پہاڑوں کی طرف سے داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۷ نومبر ۱۹۴۷ء

اس لیے اُن کے پاس سواری کے گھوڑے، پستول، ایک رہبر، ایک سکھ نوکر اور راشن تھا۔ سکھ نوکر کا نام انہوں نے جہان محمد رکھا لیا تھا۔ فوجی دستوں سے بچتے بچاتے ہرات پہنچے اور وہاں سے نہایت خراب راستے اور پہاڑی پگڈنڈی پر چل پڑے مسلسل ۴۸ گھنٹے گھوڑے پر سفر کرتے رہے جب تھکاوٹ سے چوڑ ہو گئے تو ایک گاؤں کی مسجد میں کھانے کے لیے اترے کبھی ٹھہرنے ایرانی پولیس کو اطلاع کر دی اور انہیں گرفتار کر کے روسیوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اب روسی فوجیوں نے جو اُن کا حشر کیا وہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کو اتنا مارا کہ جسموں سے خون جاری ہو گیا۔ راہبر کو گولی مار دی گئی اور میاں عبدالباری شجاع اللہ اور سکھ نوکر کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ انگریزی حکومت پہلے ہی ان کے انتظار میں تھی جو مہی یہ گرفتار کر کے بھیجے گئے اور انگریزوں نے جوازیتیں پہنچائیں وہ ایک عام آدمی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ انگریز فوجی سوار ان کے ہاتھ ریلوے کے ذریعے گھوڑوں کی دُموں سے باندھ کر گھوڑوں کو دوڑا کر ان کو گھسیٹتے تھے۔ اگر کوئی درد سے کرا رہا تو قہقہے دگاتے تھے سکھ نوکر اس اذیت ناک سزا کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ میاں عبدالباری اور شجاع اللہ کو پایہ زنجیر لٹوایا گیا جب ان کو ریل گاڑی سے اتارا گیا تو سر فضل حسین کا بیٹا جو اس وقت ریلوے اسٹیشن پر موجود تھا، اس نے جو کچھ دیکھا یوں تھا۔

”میاں عبدالباری کے ہاتھوں اور پاؤں میں بٹیریاں تھیں جو پھنک رہی تھیں ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور جسم پر زخموں کے نشان تھے خون اُن کے سٹخنوں سے برس رہا تھا اور پاؤں سے نیچے تھے۔ سر اور دایرہ کے بال پاگلوں کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ اُن کے دایں بائیں گوبروں کی مسلح گارد تھی۔“

سر فضل حسین، میاں صاحب کے والد کے دوست تھے۔ انہیں آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی چنانچہ جب میاں باری اور شجاع اللہ کو پھانسی کا حکم ہوا تو سر فضل حسین کی برداشت داخلہ نے اس فیصلہ پر عملدرآمد نہ ہونے دیا۔ انہوں نے گورنر اور وائسرائے ہند کو ٹیلیفون کیا کہ اگر ان نو جوانوں کو پھانسی دے دی گئی تو پنجاب کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات پر قابو

پانا شکل ہو جائے گا۔

اس کے بعد کافی عرصہ میاں صاحب کو جیل میں رکھا گیا۔ وہ جس جیل میں منتقل کئے جاتے داروغہ ہندو ہوتا یا مسلمان، سب ان کی پیرا دیوتا کی طرح عزت کرتے۔ کوٹہ جیل کا داروغہ ہندو تھا۔ اس نے میاں صاحب کی بہت خدمت کی۔ اچھا کھانا کھلاتا اور ہر وقت ہاتھ باندھ کر کھڑا رہتا۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی جو اس وقت لدھیانہ میں ہیڈ ماسٹر تھے، میاں صاحب کو لدھیانہ جیل میں ملنے گئے۔ ان کے تاثرات روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

میں اور پروفیسر عبدالحمید دونوں عصر کے بعد ریلوے کوارٹرز میں پولیس چوکی میں بیٹھ گئے۔ وہاں ہم دونوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، میاں صاحب کے ہاتھ میں قرآن پاک تھا اور وہ تلاوت کر رہے تھے۔ مگر ان کو لوہے کی مضبوط کڑیوں میں جکڑا ہوا تھا کہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔

میاں صاحب کی والدہ نے گورنر جنرل کے پاس اپیل کی تو میاں صاحب کو رہائی تو مل گئی مگر کئی سال تک گھر میں نظر بندی کا حکم دے دیا گیا۔ ان پر پولیس کی نگرانی کر دی گئی اور ان کی سرگرمیوں کی ہفتہ وار رپورٹ انسپکٹر جنرل پولیس اور صوبائی گورنر کو دی جاتی تھی۔ دن گزرتے گئے، میاں صاحب نے کھیتی باڑی میں دلچسپی لینا شروع کر دی اور نظر بندی کی مسیحا ختم ہو گئی اس قید و بند کا میاں صاحب کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑا مگر اس دوران انہوں نے کافی دینی مطالعہ کر لیا تھا اور ایک پتے اور سچے مسلمان بن چکے تھے۔

نظر بندی ختم ہونے کے بعد میاں صاحب طویل مدت تک سیاست سے کنارہ کش رہے مگر جب مسلم لیگ نے علیحدہ وطن کو اپنا نصب العین بنایا تو آپ دوبارہ سیاست میں گم

۱۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۶ نومبر ۱۹۶۶ء۔

ہو گئے۔ آپ لائل پور مسلم لیگ کے صدر، پنجاب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اور پاکستان بننے کے بعد پنجاب مسلم لیگ کے صدر رہے۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کا ظہور ہوا اور تحریک پاکستان اپنے عروج پر پہنچی تو میاں صاحب اس کی کامیابی و کامرانی کے لیے ہر اول دستے کے سپاہی تھے اور گونا گوں خدمات کی بدولت جلد ہی قائد اعظم کے قریب ہو گئے۔

نومبر ۱۹۴۲ء میں آپ کی خواہش پر لائل پور میں پنجاب مسلم لیگ کی صوبائی کانفرنس منعقد ہوئی اس کانفرنس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ اس کانفرنس کی صدارت خواجہ غلام الدین مرحوم نے کی نواب افتخار حسین محدوٹ صدر صوبہ مسلم لیگ، سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب، میاں عبدالحی وزیر تعلیم پنجاب، سٹر صفہانی ایم ایل اے (بنگلہ) میاں بشیر احمد ممبر مسلم لیگ وکننگ کیٹی میاں امیر الدین ایم ایل اے اور پنجاب اسمبلی کے بہت سے ارکان نے اس کانفرنس کی رونق کو دو بالا کیا۔ ۱۱ نومبر کی رات کو ”پاکستان پارک“ میں جلسہ عام ہوا۔ قائد اعظم جب ہندال میں تشریف لائے تو پچاس ہزار مسلمانوں کے جم غفیر نے ”نعرہ تجبیر“ اور قائد اعظم زندہ باد“ کے نعروں سے ان کا استقبال کیا۔ تلاوت قرآن مجید اور ترانہ ملی کے بعد میاں عبدالباری نے صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور اپنے پُر زور خطبے میں فرمایا:-

”جو علم پاکستان یہاں قائد اعظم فخر ملت محمد علی جناح کے ہاتھوں بلند ہو چکا ہے اس کو پنجاب کے مسلمان انشاء اللہ تعالیٰ تائید ربانی کے ساتھ ہمیشہ سر بلند رکھیں گے عرصہ دراز تک کسی نصب العین یا منزل مقصود کے بغیر ہندی مسلم، سیاسی پسند کی خواب غفلت میں گرفتار تھا جس سے فائدہ اٹھا کر مخالفین پاکستان نے پیرسنگد کی بوچھاڑ سے پاکستان کو بے حد بدنام کیا مگر اللہ پاک قائد اعظم کو جزائے خیر دے کہ ان کی انتھک محنت نے پاکستان کے نظریے کو میدان استہوار سے نکال کر عملی

سیاست کے درجے تک پہنچا دیا۔ اگر ہمارے ہندو بھائی علاقہ پاکستان میں اقلیت ہو کر رہنے سے خائف ہیں اور مسلمان پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں تو وہ مسلمان سے کیوں توقع رکھتے ہیں کہ وہ سارے ملک ہندوستان کی مرکزی حکومت میں اقلیت بن کر رہنے پر رضامند ہوں گے اور ہندو بھائیوں پر اعتماد کریں گے اگر کانگریسی اور مہا بھائی ہندو بھائی چاہتا ہے کہ مسلمان اس پر اعتماد کرے اور اس بد بخت ملک کی قسمت جاگے تو اسے جھوٹے کا دامن چھوڑ کر حق و صدا کا دامن پکڑنا چاہیئے اور تسلیم کرنا چاہیئے کہ اس ملک میں ایک قوم آباد نہیں۔

میں سکھ بھائیوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ سارے ہندوستان کی ایک مشترکہ حکومت کی نسبت پاکستان میں ان کو نیابت بہ لحاظ آبادی زیادہ ملے گی۔ پاکستان میں زیادہ نمائندگی چھوڑ کر اکنڈ ہندوستان میں کم تعداد نمائندگان پر رضامند ہونا سیکھنا فراست پر مبنی نہیں۔ اس کے علاوہ رہنمایان لیگ سکھ بھائیوں کے ساتھ ہر ایک نہ صرفانہ فیصلے کے لیے تیار ہیں اور یہیں یقین ہے کہ اس بہادر اور غیور قوم کے ساتھ یہ مسئلہ یہ طرز احسن جلد فیصلہ ہو جائے گا۔

آپ کا سیاسی کردار ہمیشہ بے داغ رہا اور کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد جب آپ نے دیکھا کہ پنجاب کا انگریز گورنر سر فرانسس موڈی قومی سیاست میں زہر گھول رہا ہے تو آپ نے اس کی برطرفی کی مہم چلائی اکثر سیاست دانوں نے جو آزاد ہونے کے باوجود انگریز سے مرعوب تھے، میاں صاحب کی مخالفت کی مگر میاں صاحب اپنے موقف پر آہنی چٹان کی طرح ڈٹے رہے نہ خوف انہیں دھمکا سکا اور نہ لالچ ڈگر کا سکا آخر بیت ان کی ہوئی اور موڈی کو رخصت ہونا پڑا۔ آپ کو اصول اس قدر عزیز تھے کہ وہ ان کے لیے بڑی

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء مجلہ روشنی گورنمنٹ کالج لاہل پور قائد اعظم نمبر ۹۷۶ء
ص ۱۱۰ تا ۱۱۱ -

سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے جب وہ پنجاب مسلم لیگ کے صدر بنے تو انہوں نے گورنر کے مشیر مقرر کئے جماعت کے افراد نے شیروں کے خلاف مہم چلائی اور آخر ایک قرارداد منظور کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ میاں صاحب نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ لوگوں نے بہت کہا، قرارداد آپ کے خلاف نہیں، شیروں کے خلاف ہے مگر آپ نہ مانے۔ لے

لیاقت علی خان کی خواہش کے تحت جب مسلم لیگ کی صدارت اور وزارت عظمیٰ کو یکجا کرنے کی تجویز پیش ہوئی اور خوشامدیوں نے اس تجویز کی حمایت میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تو میاں صاحب نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور کہا کہ:-
اس طرح ملک میں فسطائیت کا رجحان ابھرے گا اور وزارت محاسبے سے بچ جائے گی۔

جب ان کی مخالفت کے باوجود یہ تجویز منظور ہو گئی تو انہوں نے مسلم لیگ سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ میاں صاحب دس سال تک قومی اسمبلی کے رکن رہے مگر کسی قسم کا ذاتی مفاد نہ اٹھایا بلکہ اس کے ذریعے اپنے عزیز واقارب کو فائدہ پہنچانا بھی گالی سمجھا۔ انہیں وزارت و سفارت کی پیشکش ہو لیکن جنہیں انہوں نے مسترد کر دیا وہ ایک عرصہ تک ”وزیر اور سفیر“ کے نام سے مشہور رہے حکمرانوں نے ان کی خوشنودی کے لیے بھاری قیمت ادا کرنا چاہی مگر انہیں خریدنے والے خود تک کر بھی انہیں نہ خرید سکے۔ وہ استقامت کا پہاڑ تھے، جسے باطل کی کوئی قوت اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکی۔ ان کی زندگی کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ پختے مسلمان تھے اور مادی زندگی پر روحانی زندگی کو ترجیح دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ سیاست کے میدان سے

۱۔ روزنامہ نواسے وقت لاہور ۲۲ مئی ۱۹۶۲ء بتاریخ ارباباں از علی اصغر چوہدری

مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۲۲۳ مسلم لیگ کا دور حکومت ص ۱۶۵ تا ۱۶۱ -

جنت اور دوزخ دونوں کو راستے جاتے ہیں لے

مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد خان سے اُن کے دیرینہ تعلقات تھے اور ملک صاحب اُن کے کردار کی وجہ سے ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ کردار بھی کیا چیز ہے؟ ازل سے یہ انسانی زندگی کی عظمت کا معیار چلا آ رہا ہے میاں صاحب چونکہ باکردار آدمی تھے۔ اس لیے ملک صاحب جیسا جابر اور یوب خان جیسا آمر بھی ان کا احترام کرتا تھا عوام تو ان سے محبت کرتے ہی تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص خاص حاضر خدمت ہوا۔ اُس وقت آپ چوہدری عبدالحمید رمالک مکتبہ کارواں، لاہور کی کوٹھی پر بغرض علاج مقیم تھے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کے گورنر سے تعلقات ہیں میری ایک کام کے سلسلے میں سفارش کر دیں آپ سوچ میں پڑ گئے اور چند منٹ بعد بوسے میری ایک بات سن لو پھر چلتے ہیں۔ اس شخص نے کہا فرمائیے کہنے لگے کہ :-

میں نے جب حزب اختلاف کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا تو ملک صاحب رمالک امیر محمد خان نے دوستی کے طور پر کہا۔ میاں صاحب آزادانہ ہمارے کی حیثیت سے انتخاب لڑو ہیں وعدہ کر چکا ہوں کہ حزب مخالف کا کوئی امیدوار کامیاب نہیں ہونے دوں گا پھر گلہ نہ کرنا۔ میں نے جواب دیا میں تو حزب مخالف کے امیدوار کی حیثیت سے ہی انتخاب میں حصہ لوں گا۔ پناہیچہ انتخاب کے روز میرے سامنے بھی وہی ہوا جو دوسرے حزب مخالف کے امیدواروں کے سامنے ہوا یعنی رات کو ہی پولیس والے بی ڈی نمبروں کو در اغوار کر کے لے گئے۔ اس کے بعد میں ملک صاحب کے اصرار کے باوجود ان سے نہیں ملا۔ اس کی وجہ میری شکست نہیں بلکہ ان کا غیر منصفانہ سلوک ہے اب آپ کہتے ہیں تو چلتے ہیں۔ مگر اس بات کے بعد جانے کا سوال ہی کہاں رہ گیا تھا۔ لے

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ نومبر ۱۹۵۷ء تاریخ راہیاں از علی اصغر چوہدری مطبوعہ لاہور ۱۹۵۷ء مسلم لیگ کا دور حکومت ص ۱۹۵

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ نومبر ۱۹۵۷ء

۹۶۲ء میں جب ایوب خان نے قوم پر ایک آمرانہ آئین ٹھونسنے کی کوشش کی تو ساتھ ہی اس کا یہ بھی ارادہ تھا کہ پاکستان کو سیکولر بسٹیٹ بنا دیا جائے چنانچہ اس نے آئین میں سے ملک کے نام سے "اسلامیہ" کا لفظ خارج کر دیا۔ جب میاں صاحب کو پتہ چلا تو انھوں نے اہم سے اہم لینے کا فیصلہ کر لیا اور اراکین کو اس طرح قائل کیا کہ ایوب خان کو اسلامیہ کا لفظ شامل کرتے ہی بنی اس طرح ملک ان کی کوششوں سے سیکولر بنتے بنتے رہ گیا۔

ایوب خان کے دور سے ہماری سیاست نے ایک نیا رنگ اختیار کر لیا اور وہ یہ ہے کہ یا تو حکمران جسے پسند کریں خواہ وہ کچھ بھی کرتا ہو اور کہیں بھی ہو۔ اسے سیاستدان بنا دیتے ہیں یا پھر لوگ حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے سیاست کے میدان میں آکرتے ہیں۔ اگرچہ رشتے دو ہیں مگر دونوں راہوں کے مسافروں کی منزل ایک ہے۔ میاں صاحب ان دونوں راہوں سے زندگی بھر نا آشنا رہے۔ ان کے نزدیک سیاست حکمرانوں کے محاسبے اور عوام کی خدمت کا نام تھی یہی وجہ تھی کہ انھوں نے تمام عمر سیاست کی اور سیاست کو بہت کچھ دیا۔ اپنا وقت، محنت، دولت، جوانی حتیٰ کہ بڑھاپا بھی ان کی نذر کر دیا مگر کیا کچھ نہیں ہے۔

وے صورتیں الہی کس دیں بستیاں ہیں

جن کے دیکھنے کو آنکھیں نرسٹیاں ہیں

ہماری سیاست کا المیہ یہ ہے کہ اب میاں صاحب جیسے سیاستدان نہیں رہے جو سیاست کو دونوں جہانوں کے لیے نجات کا ذریعہ سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میاں صاحب کی وفات کا زخم گہرا ہوتا جا رہا ہے۔ حالانکہ وہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو اس عالم فنا سے عالم بقا کی طرف سدھار گئے مگر ان کی یاد اب بھی ہر ایک درو مند پاکستانی کے دل میں موجزن ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

۱۰ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ نومبر ۱۹۶۸ء

غازی عبدالرحمن شہید پشاور

جنگ بلقان کے دوران مولانا محمد علی جوہر کی مساعی سے مسلمانانِ ہند نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی قیادت میں ایک طبی وفد ترکی بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اراکین وفد کی تعداد گویا بہت زیادہ نہ تھی لیکن یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ ہندوستان کے ہر صوبے سے اراکین لیے جائیں تاکہ صحیح معنوں میں اسے کل ہند وفد کہا جاسکے۔ پشاور کی طرف سے اس میں پشاور کے مشہور مٹھیکیدار حاجی غلام محمدانی کے نوجوان فرزند عبدالرحمن نے شرکت کی تھی جن کا تذکرہ ذیل میں مقصود و مطلوب ہے۔

عبدالرحمن کی ولادت ۱۸۸۶ء میں پشاور میں ہوئی۔ اُن کے والد گرامی حاجی غلام محمدانی بہت بڑے کاروباری اور مخیر شخص تھے۔ انھوں نے دو مسجدوں کی تعمیر کے لیے کثیر حذہ بھی دیا تھا۔ حاجی صاحب آج کل کی اصطلاح میں کوئی بہت پڑھے لکھے بزرگ نہیں تھے مگر انھوں نے اپنے بچوں کی مذہبی و دنیاوی تعلیم کا ضروری بندوبست کیا تھا۔ اُن کے گھر کا ماحول بہت مذہبی تھا۔ چنانچہ عبدالرحمن کو گھر پر ضروری مذہبی تعلیم دلانے کے بعد پشاور کے ایک اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں سے وہ علیگڑھ چلے گئے۔ پھر انہیں وہاں سے کال دیا گیا اور شملہ چلے گئے اور پھر پشاور جاکر میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر جب ۱۹۰۶ء میں ان کی علی گڑھ سے نکلنے کی مہیا ختم ہو گئی تو وہاں جاکر ایف اے میں داخلہ لے لیا۔ ابھی انٹر کے طالب علم ہی تھے کہ برطانیہ اور روس کے اشرار سے پر بلقان کی عیسائی حکومت نے سلطنت عثمانیہ کو بلقان سے نکلانے کے لیے اس پر حملہ کر دیا۔ کوئی سو برس سے روس اسی فکر میں تھا اور اس مقصد کے لیے اُس نے کئی مرتبہ ترکوں سے جنگ بھی کی

کریمیا کی جنگ اسی مقصد کے لیے لڑی گئی مگر اس کو بری طرح ناکامی ہوئی۔ کیوں کہ برطانیہ اور فرانس کسی طرح بھی بحر متوسط میں روسی اثر کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ ۱۸۷۸ء میں روس نے رومانیہ اور بلغاریہ کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا مگر معاہدہ برلن (۱۸۷۸ء) میں پھر اس کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انگلستان کا وزیر اعظم گلیڈ اسٹون ترکوں کا سخت مخالف تھا اور اس نے اپنی انتخابی مہم میں ۱۸۷۴ء میں بلقان کے مسئلہ کو ایک اہم مسئلہ بنا کر پیش کیا تھا۔ اس مہم میں اس نے اس مشہور فقرے کا استعمال کیا تھا کہ ترکوں کو یورپ سے یورپا بستر سمیت نکال دینا ہوگا۔

گلیڈ اسٹون کی لبرل پارٹی کے ایک مشہور ممبر ایڈورڈ گرنے ترک دشمنی میں بہت نامور تھے اور ۱۹۱۲ء میں مسٹر اسکوٹھرف کی وزارت میں وزیر خارجہ بن گئے۔ انہوں نے ہی روس کی بلقان کی طرف پیش قدمی سے چشم پوشی کی۔ دوسری طرف روس نے بلقان کی ریاستوں کو ترک کی پر حملہ کرنے کی شہ دہی۔ اسود لکی جو زار روس کا وزیر خارجہ رہ چکا تھا اور اس کو روسی سیاست کا شیطان کہا جاتا تھا۔ اس وقت وہ فرانس میں روسی سفیر تھا۔ اس نے برطانیہ کے اشارہ سے بلغاریہ اور رومانیہ کو حملہ کے لیے تیار کر دیا لیکن جب بلغاریہ فوجیں اور نہ سے آگے بڑھنے لگیں تو انگریزوں کو اپنی پالیسی کی کمزوری کا احساس ہوا اور انہوں نے بلقانی ریاستوں کے درمیان جو بھگڑا ترک کی کے مفتوحہ علاقوں کی تقسیم کے بارے میں شروع ہو گیا تھا اس کو نمٹا کر ترکوں اور بلقانی ریاستوں کی صلح کر وادی تاکہ روس کا اثر آگے نہ بڑھنے پائے ابھی ترک طرابلس۔ المغرب میں اٹلی کے حملوں سے اچھی طرح خبردار نہ نہیں ہوئے تھے کہ بلقان میں معرکہ بحرب و ضرب گرم ہو گیا۔ مصر اس وقت عملی طور پر انگریزوں کے قبضہ میں تھا عراق، شام اور عرب میں برطانیہ اور فرانس کی ریشہ دوانیاں ترکوں کے خلاف جاری تھیں لیکن اس کے باوجود عربوں کا خاصا حصہ ترک کی فوج میں شامل تھا۔ ترک اس وقت یورپی کے عالم میں تھے۔

اس صورت حال میں ہندوستان کے مسلمانوں نے رئیس الاسرار مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ترکوں کی حمایت میں اڈالہ اٹھائی۔ ہندوستانی مسلمان خود حکومت کی حالت میں تھے، اس لیے کوئی فوجی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا ایک طبی وفد بھیجنے کی تجویز ہوئی جو میدان جنگ میں ترک مجروحین کی مرہم پٹی اور ان کی باقاعدہ نگہداشت کرے۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری ہندوستان کے مشہور سرجن تھے۔ ان کی سرکردگی میں مولانا محمد علی جوہر نے ایک طبی وفد ترتیب دیا۔ اس میں کوئی پچیس پچیس افراد تھے جن میں پانچ ڈاکٹر تھے۔

عبدالرحمن اس وقت علیگڑھ میں زیر تعلیم تھے۔ جوش ایماںی اور حذیر علی نے انہیں وفد میں شامل ہونے پر مجبور کیا۔ دسمبر ۱۹۱۷ء کے آخر میں یہ وفد استقبال پنچا اور اس کا بڑے جوش و خروش کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ عبدالرحمن نے دوسرے رفقاء کے ساتھ استقبال کے قریب ایک کیمپ ہسپتال میں زخمیوں کی عیادت اور خدمت کچھ اس درجہ کی تھی کہ ساتھ کی ترکوں کے عام لوگ ان کے گردیدہ ہو گئے۔

بلقان کی جنگ کے بعد جب وفد واپس لوٹا تو ان کی آزادی پسند طبیعت اور باشندگانِ ترکی سے محبت دلگاہنے واپس نہ آنے دیا۔ اسی دوران ان کی ملاقات ترکی کے مشہور امیر البحر رؤف بے سے ہوئی جو حمید یہ جہاز کے بے مثال کارناموں سے تمام یورپ میں مشہور ہو چکے تھے۔ رؤف بے اور عبدالرحمن کے خیالات میں اتنی ہم آہنگی تھی کہ رؤف بے ۱۷ جولائی ۱۹۱۷ء نے انہیں اپنا بھائی بنا لیا۔ وہ انہی کے خاندان میں ٹھہرے فوج میں بھرتی ہوئے اور ترقی کر کے اعلیٰ عہدے تک جا پہنچے۔

پہلی عالمی جنگ کے دوران عبدالرحمن نے عراق میں انگریزوں کے خلاف ایک ترکی فوج کے دستے کے ساتھ لڑائی میں حصہ لیا جہاں انہیں برطانوی ہند کے ہندوستانیوں نے پکڑ لیا مگر عبدالرحمن نے اس موقع پر انتہائی ذہانت سے کام لیا اور ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ پنچابی میں گفتگو کر کے انہیں سبھا نسہ دیا اور ان کے زرخے سے نکلنے میں کامیاب

ہو گئے۔

اول جنگ عظیم میں جب انور پاشا کی پارٹی ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئی اور اس پارٹی کے افراد تتر بتر ہو گئے تو بھی عبدالرحمن ترک کی میں مقیم رہے۔ اس وقت بد سراقتمارانے والی جماعت کمال پارٹی نے بھی انہیں عزت و احترام سے دیکھا اور اپنی طرف سے سفیر بنا کر افغانستان بھیج دیا۔ کچھ عرصے تک افغانستان میں مقیم رہنے کے بعد وہ ترکی بلائے گئے اور دوبارہ فوج میں خدمات انجام دینے لگے۔ ۲۲، ۲۱ مئی ۱۹۲۵ء کی درمیانی شب شہر سے باہر راستہ چلتے میں کسی ظالم ارمنی نے گولی کا نشانہ بنایا۔ اور ایسے وقت کہ زور کی بارش ہو رہی تھی اور سڑک پر کوئی شخص دکانی نہ دیتا تھا۔ چار گھنٹے تک بارش میں پڑے رہنے کے بعد انہیں ہسپتال پہنچایا گیا۔ بہترین ڈاکٹر علاج کرتے رہے لیکن موت نے سچپا نہ چھوڑا تو ۲۴ جون ۱۹۲۵ء کو اس دنیا سے فانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

ترکی میں غازی عبدالرحمن کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ بقول رؤف پاشا :-
”اگر اس ظالم ارمنی کو یقین ہوتا کہ سڑک پر عبدالرحمن چل رہا تھا تو وہ ہرگز فائر نہ کرتا۔ اس نے تو اسے میرے ہم شکل ہونے کے دھوکے میں شہید کیا۔ وہ

مجھ پر قربان ہو گیا۔“

رؤف پاشا جب جامعہ تلمیذ اسلامیکل دعوت پر ہندوستان تشریف لائے تو غازی عبدالرحمن کی ذاتی ڈائری بھی ساتھ لائے تھے۔ وہ ان سے غازی عبدالرحمن کے بہادر بزرگ میاں عبدالعزیز بیرٹمر حرم نے حاصل کر لی اور پھر سیتہ نہ چلا کہ ان اوراق زریں کا کیا حشر ہو اور رؤف پاشا فرماتے تھے کہ اگر

”کہ اگر وہ ڈائری چھپ جاتی تو دنیا کی چند مشہور ترین ڈائریوں میں شمار ہوتی۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ وہ اوراق میاں صاحب کے

کے توسط سے حکومت ہند کے قبضے میں پہنچ گئے تھے۔

آپ کے بھائی محمد یوسف (قیم کراچی) کے پاس آپ کی تین نادر تصویریں تھیں جو انہوں نے حال ہی میں نیشنل میوزیم کو بطور عطیہ دے دی ہیں۔ پہلی تصویر جنگ آزادی کے دنوں کی ہے اس میں عبدالرحمن ترک رہنماؤں رؤف بک، سمیع بک اور رفعت پاشا کے ساتھ کھڑے ہیں۔ رؤف بک اور سمیع بک ان دنوں ترکی کی قومی حکومت کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ تھے۔ دوسری تصویر بمبئی سے طبعی مشن کی روانگی کی ہے جو ۱۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو بمبئی کی بندرگاہ پر اتار دی گئی تیسری تصویر میں وہ ترک فوج کے کرنل کی وردی پہنے ہوئے ہیں۔

۱۔ سرحد اور جمہوریت آزادی از اللہ بخش یوسفی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۱۲۴-۱۲۵۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۵ جون ۱۹۶۶ء۔ روزنامہ امر دزد لاہور ۳۱ جون ۱۹۶۶ء۔

۲۔ روزنامہ امر دزد لاہور ۸ اپریل ۱۹۶۶ء۔

قاضی محمد عیسیٰ

قائد اعظم کے معتمد سائنسی، بلوچستان کے مرد مجاہد اور نظریہ پاکستان کے عظیم پرستار قاضی محمد عیسیٰ ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ء کو پشین میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد قاضی جلال الدین قاضی انتھون اور سید میں پویشیل اینسٹ کے عہدوں پر فائز رہے کچھ عرصہ ریاست قلات کے وزیر اعظم بھی رہے۔

قاضی محمد عیسیٰ نے ابتدائی تعلیم سندھیاں ہائی سکول اور گورنمنٹ ہائی سکول کوئٹہ میں حل کی ۱۹۳۳ء میں انگلستان گئے اور ۱۹۳۹ء میں بار ایٹ لا کیا وہاں سے بمبئی گئے اور پہلی مرتبہ قائد اعظم سے ملے۔ قائد اعظم کے نظریات اور شخصیت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ اپنی زندگی تحریک پاکستان مسلم لیگ کے لیے وقف کر دی۔ آپ قائد اعظم کی مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے سب سے کم عمر رکن تھے لیکن اپنی خداداد صلاحیتوں اور لگن کے باعث جلد ہی نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ ۳۵ قائد اعظم ان پر خاص طور سے اس لیے مہربان تھے کہ انہوں نے بلوچستان میں مسلم لیگ کی بڑی خدمت کی تھی اور قیام پاکستان کے لیے بڑا نمایاں کردار انجام دیا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی ہائی کمان میں آپ بلوچستان کے مسلمانوں کی نمائندگی نہایت خوش اسلوبی سے کیا کرتے تھے ۱۹۴۷ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا اور قرارداد لاہور پیش ہوئی تو بلوچستان کے مسلمانوں کی طرف سے آپ نے ہی اس کی پرزور تائید کی تھی۔ ان کی یہ تاریخی تقریر جدوجہد آزادی کی تاریخ میں اب بھی محفوظ ہے۔ آپ نے

۲۶ روزنامہ امروز لاہور، ۲۱ جون ۱۹۶۶ء۔ بے تیغ سپاہی ص ۳۰۸
 ۳۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۰ جون ۱۹۶۶ء۔ روزنامہ دفاع لاہور، ۱۰ جولائی ۱۹۶۶ء
 مجلہ روشنی، گورنمنٹ کانجھال پور، قائد اعظم نمبر ۱۹۶۶ء ص ۹۹۔

قرار داد لاہور کی تائید کرتے ہوئے کہا تھا کہ :-

”جب اکثریتی صوبوں کے مسلمان آزادی اور خود مختاری حاصل کر لیں گے تو ان

صوبوں کے مسلمانوں کو جو اقلیت میں ہیں کبھی فراموش نہیں کریں

گے کیوں کہ بلوچستان کے مسلمان ہندوستان کے دربان ہیں اس لیے وہ درہ

بولان پر پیرہ دیتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس لیے ہم پر فرض ہوگا

کہ ہم بطور دربان اپنے ان مسلمان بھائیوں کی پوری پوری حفاظت کریں جو

ہندوستان کے ہندو اکثریتی صوبہ میں بطور اقلیت کے رہ جائیں گے“

قاضی صاحب کی اس تقریر کی قائد اعظم نے خصوصیت کے ساتھ بڑی تعریف کی اور ان کے

خلوص اور جذبہ حریت کے پیش نظر ہمیشہ اپنے قریب رکھا کیوں کہ آپ کی سیاسی تربیت قائد اعظم

مرحوم مغفور نے خود کی تھی اس لیے وہ صحیح معنوں میں قائد اعظم کے پیروکار تھے۔ قائد اعظم کی درکنگ

کمیٹی میں یہ نوجوان رکن جب بھی لب کشائی کرتا تو سب ارکان ہمتیں گوش ہو جاتے تھے حالانکہ

مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ میں ہندوستان کے منجھے ہوئے سیاستدان اور مدبر موجود ہوتے تھے

آپ نے اپنی تمام سیاسی زندگی قائد اعظم کے ساتھ گزاری اور مرتے دم تک مسلم لیگ کا چم تھامے

رکھا یہی آپ کی عظمت کی دلیل کافی ہے۔^{۱۵}

۱۹۴۵ء کے عام انتخابات کے وقت آپ مسلم لیگ کی سرکردہ رکنی مجلس عمل کے رکن تھے آپ

نے انتخابی مہم کے دوران نہایت اہم کردار انجام دیا۔ بلوچستان میں مسلم لیگ کو منظم کرنے اور

بلوچستان کے عوام کی خواہشات کے عین مطابق اس کے پاکستان سے الحاق کا سہرا آپ ہی کے

سر ہے۔^{۱۶} میں صوبہ سرحد کے تاریخی ریفرنڈم میں بھی آپ نے تاریخ ساز کردار ادا کیا

قیام پاکستان کے بعد آپ کو گورنر جنرل کے ایجنٹ کا مشیر مقرر کیا گیا۔ آپ برازیل میں پاکستان

^{۱۵} روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ جون ۱۹۶۶ء مضمون عالم علی سید ”میدان سیاست کا قلندر“

کے سفیر بھی رہے۔ انجمن اسلامیہ کوئٹہ کے صدر بھی تھے۔ اس انجمن نے بلوچستان میں کئی تعلیمی اور
رفاہی ادارے قائم کئے۔ ایوبی مارشل لاء سے قبل آپ کو پاکستان مسلم لیگ کا جنرل سیکرٹری منتخب
کیا گیا تھا مارشل لاء کے بعد آپ عملی سیاست سے ریٹائر ہو گئے اور وکالت پر تمام تر توجہ مبذول
کر دی۔ آپ کا شمار ممتاز وکلاء میں ہوتا تھا۔

قاضی صاحب کے دل میں قائد اعظم اور پاکستان کے لیے محبت کوٹ کوٹ کر بھری
ہوئی تھی، وہ قائد اعظم کی تعلیمات اور نظریہ پاکستان کے ہبائے مبلغ تھے۔ ۱۹۶۶ء کو سال قائد اعظم قرار دیا
گیا تو آپ نے اس سال قائد کی حیات پر دو تین تقریریں کوئٹہ، اسلام آباد اور لاہور میں کیں۔ لاہور
میں ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء کو گورنمنٹ کالج لاہور کے بخاری اڈیٹوریٹ میں قائد اعظم سیمینار میں اسٹینڈ
کیا گیا۔ وہ خاص طور سے کوئٹہ سے لاہور تشریف لائے اور سیمینار میں شرکت کی۔ آپ سے پہلے
جلس منیر جسٹس ایس اے رحمان، چوہدری نذیر احمد خان اور دیگر مقررین نے مقالے پڑھے۔ آخر
میں قاضی صاحب کی باری آئی چونکہ زیادہ تر مقالے اور تقریریں انگریزی زبان میں ہو رہی تھیں
اس لیے آپ نے بحالت مجبوری انگریزی میں بولنا شروع کیا۔ آپ نے کہا کہ :-

”۱۹۶۶ء میں اس لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں جو تاریخی
قرار داد پیش ہوئی تھی اس کی تائید کرنے والوں میں غالباً میں آخری مسلم لیگی کارکن
ہوں جو آپ کی عدالت میں پیش ہوں۔“

یہ کہتے ہوئے آپ کی آواز بھڑا گئی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر صاحب دل تھے اپنے کمرزد
کر گئے اور پھر فی البدیہہ ایسی تقریر کی کہ ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ آپ نے قائد اعظم کی زندگی
کے جذباتی واقعات سنائے جو شاید تاریخ کے ادلاق میں بھی نہ ملیں۔ آپ نے اپنی جادو بیانی
کا وہ طلسم دکھایا کہ سننے والے محو حیرت رہ گئے۔ لاہور میں یہ آپ کی آخری تقریر تھی۔ آپ جب

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۰ جون - امروز لاہور، ۲۱/۲۰ جون ۱۹۶۶ء، ۲۲ جون ۱۹۶۶ء۔

ٹیج پر سے اترے تو کالج کے طلباء اور طالبات نے آپ کو عقیدت کے ساتھ گھیر لیا۔ قائد اعظم کے ساتھی کی یہ سنہری پذیرائی تھی۔ اس تقریر کے دوران آپ نے اس بات پر خاص طور پر زور دیا کہ ”یہ مملکت ایک نظریاتی مملکت ہے۔ قائد اعظم نے یہ ارض پاک ایک خاص فلسفہ کے تحت حاصل کی تھی اور نظریاتی مملکت میں یہ اصول ہے۔ جیسا کہ کمیونسٹ ملک میں ہے کہ جو لوگ اس نظریہ پر یقین نہیں رکھتے ان لوگوں کو اس ملک میں رہنے کا حق نہیں دیا جاتا مگر ہم نے پاکستان میں ان لوگوں کو گلے سے لگایا جو نظریہ پاکستان کے مخالف تھے۔ قائد اعظم کے دشمن تھے۔ اور اس کا نتیجہ ہم نے دیکھ لیا۔ لہذا اب بھی وقت ہے کہ ہم یہ اصول طے کریں کہ جو لوگ پاکستان کے نظریہ کے مخالف تھے انہیں پاکستان میں رہنے کا حق تو ضرور دے دیں مگر نہیں کم سے کم ”ووٹ“ دینے کا حق نہیں دینا چاہیے۔ جو لوگ قائد اعظم کے نظریہ سے ہی متفق نہیں انہیں پھر اس ملک کی سیاست میں حصہ لینے کا حق کیسے مل سکتا ہے؟“

قائد اعظم کے دیرینہ ساتھی کی یہ بات بڑی وزن دار ہے۔ مگر جمہوریت کے داماد گان کو شاید یہ بات پسند نہ آئے بہر حال آج یہ بات کہنے والا بھی دینا سے اٹھ گیا۔ قائد اعظم نے ایک ایک کر کے اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس بلالیا۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کب کتنے؟

۹ جون ۱۹۶۶ء مطابق ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ بروز ہفتہ کی ریح پی آئی اے کے کورٹ آفس میں راولپنڈی کے ریسٹ ہسٹ بک کرانے کے لیے گئے تو اچانک دل کا دورہ پڑا۔ ہینٹل

۱۰ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ جون ۱۹۶۶ء معنون عالم علی سید بخوان ”میدان سیاست کا قلندر“

لے جایا جا رہا تھا کہ راستے ہی میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی لے انا اللہ وانا الیہ راجعون ۔
 آپ کی نماز جنازہ کو سٹر میں ادا کی گئی اور ۲۰ جون کو پشین سے تین میل دور واقع اُن کے آبائی
 قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا پس ماندگان میں ایک بیوہ تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں
 چھوڑیں لے

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی ۲۱ جون ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں ادارتی کالموں میں
 آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ ملاحظہ ہو ۔

آہ! قاضی محمد عیسیٰ

قاضی محمد عیسیٰ نے ۱۹ جون کو اس عالم فانی سے عالم جاوداتی کی طرف رحلت کی ۔
 انا اللہ وانا علیہ راجعون ۔

قاضی عیسیٰ بلوچستان میں ارباب کرم خان مرحوم کے بعد دوسری ممتاز شخصیت تھے جنہوں
 نے بلوچستان میں مسلم لیگ کا علم اس وقت بلند کیا جب بلوچستان کے اس علاقے میں جوانگرزوں
 کے زیرِ نگیں تھا۔ عبدالسمند خاں ایک زئی (بلوچستانی گاندھی) کا اثر بہت زیادہ تھا ارباب کرم خان
 عمر رسیدہ بزرگ تھے اور زیادہ نگ و دوز کر سکتے تھے کہ اچانک قاضی عیسیٰ ایک عزم
 و ولے کے ساتھ اٹھے اور انہوں نے برٹش بلوچستان میں کانگریسی اثرات کو نیا نیا کر دیا
 آج سے چھتیس برس پہلے جب کہ ان کی عمر صرف ۲۸ برس تھی۔ انہوں نے مسلم لیگ کے اس
 اجلاس میں جولاءِ لاہور میں مارچ ۱۹۶۶ء میں منعقد ہوا تھا، بلوچستان کی نمائندگی کرتے ہوئے جو تقریر
 کی تھی حضرت قائد اعظم اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ قاضی عیسیٰ کو آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل
 کا رکن بنالیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد قاضی عیسیٰ کچھ عرصہ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ مشیر

۱۔ روزنامہ نوائے وقت، ۱۰ مردز لاہور، ۲۰ جون ۱۹۶۶ء

۲۔ ۲۱ جون ۱۹۶۶ء ۔

رہے اور کچھ مدت انھوں نے برازیل میں سفارت کے فرائض انجام دیئے اور جیسا کہ وزیر اعظم پاکستان نے ان کی وفات پر اپنی تعزیتی پیغام میں کہا، وہ اب پھر ایک ہم ذمہ داری سنبھالنے والے تھے لیکن قضا نے مہلت نہ دی اور وہ عالم آخرت کو سدھارے قاضی عیسیٰ نے سیاسیات کے علاوہ تعلیمی اور سماجی خدمات بھی سرانجام دیں۔ وہ انجمن اسلامیہ کوئٹہ کے صدر بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر کی توفیق کے ساتھ ساتھ کامیاب و نڈر رکھنے کی ہمت بھی دے۔

روزنامہ امروز لاہور نے بھی اپنے ادارے میں عقیدت کے پھول پیش کیئے۔

قاضی عیسیٰ کی رحلت

قاضی محمد عیسیٰ رحلت کر گئے۔ اناللہ وان الیہ راجعون، وہ قائد اعظم کے سسرالہ کا مفصل اور وفادار معتمد تھے، تحریک پاکستان سے اُن کی ذاتی عشق کے درجے کو پہنچی ہوئی تھی، انھوں نے برصغیر کے طول و عرض میں لاکھوں میل کا سفر کیا، قریہ قریہ بستی بستی قائد اعظم کا پیغام پہنچایا اور اور جوانوں کے دلوں کو سوز لقیں سے گرمایا، ان کی حریت پسندی اور قائد اعظم سے بہت سے برصغیر کے مسلمانوں کو اُن کا والد و شہید بنا دیا، تمام حلقے ان کی تحکیم کرتے تھے اور ان کی بے لوثی اور بے ریاہی کے معترف تھے۔ قیام پاکستان کے بعد انھوں نے مختلف حیثیتوں میں قوم اور وطن کی خدمت جاری رکھی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تادم و اس میں وہ تعمیر وطن کے جذبے سے متاثر رہے۔ پری اور صنعت کے سبب زندگی کے آخری برسوں میں سیاسیات میں ان کا عمل آگیا، جو کہ یہاں تک گہرا دل چسپی میں بھی کہیں نہ آئی۔ انگریزوں کے دور میں، بھوستان میں مسلم لیگ کا قیام اور خلیفہ اُن کا ایک ایک ایسا کارنامہ تھا جو پاکستان میں بھوستان کی شمولیت کا اہم محرک بنا، سیاست کے ساتھ ساتھ ان کا تعلیم کے فروغ اور رہنمائی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے، جسے تمام دوست و دشمن کا اٹھ جانا ایک قومی سانحے سے کم نہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم کو اپنے جہاد میں تیار رکھے۔

۱۵۔ روزنامہ امروز لاہور ۲۲ جولائی ۱۹۸۷ء

مخدوم علمدار حسین گیلانی

گیلانی خاندان اور ملتان کی سیاست میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور ملتان کی تاریخ اس خاندان کے روحانی اور سیاسی کارناموں سے مرتب ہے جب کہ ملتان کے عوام پر ان کے عظیم احسانات میں اس خاندان کے مقتدر اور صاحب احترام بزرگوں نے جہاں اس سرزمین کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے سرسبز و شاداب کیا وہاں جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والے عوام کے دلوں میں شمع علم کو متور کرنے اور ان میں سیاسی سوچ بوجھ پیدا کرنے کا سہرا بھی انہیں کے سر ہے۔

مخدوم زادہ سید علمدار حسین گیلانی بھی اس چرخ سیادت کے تابندہ ستارے ہیں۔ سیاست انہیں ورثہ میں ملی تھی اور سیاست کی گود میں انہوں نے آنکھ کھولی یہی وجہ ہے کہ بچپن ہی سے انہیں عوامی فلاح و بہبود سے گہرا شغف رہا ہے۔ ان کے سیاسی شعور اور قومی خدمت کے جذبہ اور ان کی مدبرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر ۱۹۳۶ء میں جب کہ وہ فرسٹ ایئر کے طالب علم تھے، مسلم لیگ نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا اور مخدوم زادہ صاحب ڈسٹرکٹ مسلم لیگ ملتان کے نائب صدر بنادیے گئے۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو بطریق حسن نبھایا اور ہمیشہ مسلم عوام کے مقاصد کے لیے جان لڑاتے رہے۔ قوم میں ایسے نوجوان کبھی پیدا ہوتے ہیں جو گفتار سے زیادہ کردار کے غازی ہوں۔ آپ مارکیٹ کمیٹی ملتان کے چیرمین اور ڈسٹرکٹ کونسل ملتان کے رکن منتخب ہو گئے۔ اراکین کونسل نے آپ کو تعلیمی سب کمیٹی کا صدر چن لیا اور پھر مسلسل کئی سال تک اس عہدہ پر کام کرتے رہے۔

انجمن اسلامیہ کا بہت سا انتظام بھی آپ کے سپرد تھا۔ اس طرح انجمن کے منیجر کی حیثیت

سے ملتان کے عوام کو زیادہ سے زیادہ تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے میں کوشاں رہے۔ یہ ان کی ملی خدمت میں دُپٹی کا نتیجہ تھا کہ قوم نے انہیں بہت جلد پنجاب مسلم لیگ کونسل اور پھر آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن منتخب کیا۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مخدوم شہر ہونے کی حیثیت سے یا اپنی خاندانی وجاہت اور احترام کے پیش نظر کسی محاذ پر آپ نے نامزد ہونا پسند نہ کیا بلکہ ہمیشہ قوم کی آواز نے آپ کو اپنا رہبر تسلیم کیا۔ آپ نے باقاعدہ انتخابات جیتنے کے بعد ہی کسی اعزاز کو قبول کیا اور پھر اسے قومی فریضہ سمجھ کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براہ کرنے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے۔

۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی تو ملتان کے عوام کی طرف سے اس کی تائید کرنے والوں میں آپ وہاں موجود تھے اور ۱۹۴۲ء میں کراچی آل انڈیا مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ ہوا تو مخدوم ملتان اس میں بھی شریک تھے۔ آپ کو اکثر ملتان کے عظیم اور غمخوار رہنما مخدوم راجن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قائد اعظم سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کا کہنا ہے کہ :-

”قائد اعظم ہمیشہ مشفقانہ طور پر ملتے تھے اور میرے دادا محترم مخدوم راجن شاہ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے دادا سے جو انگریزی بہت کم جانتے تھے کہنے لگے مخدوم صاحب! میں اردو اس لیے سیکھ رہا ہوں تاکہ آپ سے کچھ حاصل کروں! اور حقیقت ہے کہ وہ میرے دادا کے مفید اور قابل قدر مشوروں سے استفادہ کیا کرتے تھے۔“

۱۹۴۶ء کی تحریک سول نافرمانی میں گیلانی خاندان کے بزرگوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اس موقع پر مخدوم زادہ سید علما رحیم گیلانی بھی بھرپور جذبہ حب الوطنی کے ساتھ میدانِ عمل میں موجود تھے اور ان کا نام دکنیہ لوں کی فہرست میں شامل تھا۔ یہ زمانہ مسلم لیگ کے ریے مسلسل عذاب تھا اور مسلم لیگی جلسوں اور جلسوں میں حکومت انگریزی کی اس قدر مداخلت تھی کہ خیمہ دوز، دریاں تک کرایہ پر نہیں دیتے تھے اور حکومت سے دُرتے ہوئے

بہت سے سرکردہ اشخاص مسلم لیگ کے جلسوں میں صدارت کے فرائض ادا کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ ان کٹھن راہوں کو عبور کرنے اور طرح طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد بالآخر مسلم لیگ دشمنان اسلام کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملائے ہیں کامیاب ہو گئی اور بفضلہ تعالیٰ مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آگئی۔ پاکستان بننے کے بعد جن لوگوں نے اس کی تعمیر میں نمایا حصہ لیا، ان میں مخدوم علمدار حسین کیدانی کا نام ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ آپ تقریباً تین سال تک صحت، بلدیات اور سماجی بہبود جیسے اہم شعبوں کے صوبائی وزیر کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ بڑے فرض شناس، محب وطن اور قابل قدر عوامی نمائندے ہیں۔ اور ہمیشہ لوگوں میں گھل مل کر رہتے ہیں صداقت کا پتلا اور شرافت کا مجسمہ ہیں۔ بڑے درد مند دل کے مالک ہیں پاکستان کے قیام پر حب پنجاب کے ۸۵ فیصد ڈاکٹر جو غیر مسلم تھے، ہندوستان سدھار گئے تو شہری علاقوں میں ڈاکٹر برائے نام رہ گئے اور دیہی علاقوں میں تو ڈاکٹر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا۔ مخدوم علمدار حسین نے علمداران وزارت سنبھالا تو ڈاکٹروں کی کمی کی طرف توجہ دی نشر میڈیکل کالج جس کی بنیاد سردار عبدالرب نشتر نے رکھی تھی اس کی تکمیل کا سہرا بھی مخدوم صاحب کے سر ہے۔ آپ نے اس کالج کی تعمیر اور وسعت میں گہری دلچسپی لی۔ ایک ہال اور تیراکی کے تالاب کا سنگ بنیاد رکھا اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بھی بڑا ورثہ پیدا نہ ہونے دی پنجاب بھر کے میڈیکل کالجوں میں طلباء کی نشستوں کی تعداد نشر میڈیکل کالج کی تفصیل یوں ہے۔

نمبر شمار	نام میڈیکل کالج	سابقہ تعداد	نئی تعداد
۱	نشر میڈیکل کالج ملتان	۵۶	۱۰۰
۲	کنگ ایڈورڈ کالج لاہور	۶۵	۱۰۰
۳	فالمہ جناح کالج لاہور	۵۰	۱۰۰

میڈیکل کالجوں کی نشستوں میں ایک دم اضافہ کر کے ڈاکٹر کو کھلا اٹھے اور مخدوم صاحب

پرا اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا حتیٰ کہ اسمبلی میں بھی یہ سوال اٹھایا گیا کہ مخدوم صاحب کی فراخ دلی سے ڈاکٹری پیشہ کے وقار کو نقصان پہنچ رہا ہے خود ڈاکٹروں نے ان سے کہا کہ اس طرح تو ڈاکٹر گھٹیوں میں پھری لگایا کریں گے مگر مخدوم صاحب نے ان اعتراضات کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ یہی کہا کہ ہمارے ملک کے غریب مریضوں کے لیے ڈاکٹروں کی فیس کم کرانے کا یہی طریقہ ہے۔ اس سے عام لوگوں کو طبی سہولتیں میسر آسکیں گی چنانچہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز پر بھی ہسپتال قائم کئے گئے۔ میڈیکل کالجوں میں نشستوں کے اضافہ کے باوجود ڈاکٹر دیہاتوں میں جانے کا نام نہ لیتے تھے اس پر مخدوم صاحب نے لاہور میں ایل ایس ایم ایف کلاس کا اجراء کیا جسے بعد میں بہاول پور منتقل کر دیا گیا اس کے علاوہ عوام کو طبی سہولت مہیا کرنے کے لیے آپ نے بہت سے دیگر مفید کام کیے۔

اہلیانِ ملتان پر اس درد مند انسان کے بے شمار احسانات ہیں اور ملتان میں ولایت حسین اسلامیہ کالج، علامہ ار حسین اسلامیہ کالج اور گیلانی اسلامیہ لائبریری کی تشکیل آپ کی رہنمائی میں ہوئی۔ قاسم باغ میں میونسپل لائبریری کا سنگ بنیاد رکھ کر آپ نے ملتان کے عوام کو خوشگوار ماحول اور عطر فضا میں ایک شاندار مطالعہ گاہ فراہم کر دی۔ آپ کی خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر مئی ۱۹۵۵ء میں آپ کو ملک کی آئین ساز اسمبلی کا ممبر بنا دیا گیا ۱۹۵۶ء میں آپ نے قومی اسمبلی کا انتخاب جیتا اسی سال عالمی پارلیمانی امور کی یونین کے رکن چنے گئے اور اس حیثیت میں آپ نے دنیا کے بہت سے ممالک کے دورے کئے ۱۹۵۶ء میں آپ کو وزیر مملکت کا عہدہ سونپ دیا گیا اسی سال ایوبی مارشل لا نافذ ہوا تو مخدوم صاحب کی سیاسی خدمات اور قوم کے درمیان اہل و عیال کا پردہ حائل ہو گیا کئی سال بعد پابندیاں ہٹادی گئیں تو آپ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ ملتان کے صدر کی حیثیت سے پھر میدانِ عمل میں اتر آئے اور ملکی استحکام و سلامتی کے لیے کئی سال تک بھرپور جدوجہد کرتے رہے۔ آپ کی وفات ۸ اگست ۱۹۷۸ء کو ہوئی۔

۱۷ مئی ۱۹۷۸ء کو ملتان ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء کو لاہور ۱۰ اگست ۱۹۷۸ء

چوہدری غلام عباس

کھلتا ہوا گندمی رنگ، کتابی چہرہ اور نچی پیشانی، ابھری ہوئی مہنوں، بادامی آنکھیں، چوڑا چکا، سینہ اور سر تکی جسم۔ یہ تھے چوہدری غلام عباس مرحوم۔ آپ کی پیدائش ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء کو جموں شہر کے ایک متوسط گھرانے میں چوہدری نواب خاں کے ہاں ہوئی۔ پرنس آف ویلز کانجھوٹ سے بی۔ اے کرنے کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاسکچ سے ایل ایل بی کر کے جموں شہر میں وکالت شروع کر دی۔

آپ نے سیاسی معاملات میں زمانہ طالب علمی سے ہی حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۲۲ء میں ریاست جموں و کشمیر کی سب سے پہلی نیم سیاسی تنظیم ”ینگ منیز مسلم ایسوسی ایشن“ کے صدر منتخب ہوئے۔ ریاستی عوام میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں اس انجمن نے خاصا کردار ادا کیا۔ دگرہ حکومت نے آپ کو سب جج کے عہدہ کی پیشکش کی تو اس درویش غنیش انسان نے یہ جواب دیا۔

برو این دام بر مرغ دگر نہ
سر عنقارا بلند است آشیانہ

۱۹۳۱ء میں توہینِ قسداں پاک کا المناک حادثہ ہوا۔ سرنگرنہٹرل جیل کے سامنے دگرہ پولیس نے نہتے کشمیری مسلمانوں کے سینے گولیوں سے پھینکی کر دیتے۔ اس وقت آپ فوراً سرنگرنہ چلے گئے۔ احتجاجی مظاہرہ کا زبردست پروگرام مرتب فرمایا۔ لیکن ۱۳ جولائی کو راتوں رات دگرہ پولیس نے آپ کو معہ ستری یعقوب علی اور سردار گوہر الرحمن گرفتار کر لیا۔

۱۵ افکار راولپنڈی ڈائریکٹری ۱۹۶۲ء ص ۲۹۶۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۱ء۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۱ء۔ ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۹ جنوری ۱۹۶۰ء۔ ۲۵ روزنامہ ۱۹۶۶ء۔ کیمیکل ازچوہدری غلام عباس مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء ص ۱۹۔ ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۹ جنوری ۱۹۶۰ء۔ ۲۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۱ء۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۶۱ء۔ پنجاب کی سیاسی تحریکیں از عبدالملک مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء ص ۱۶۳۔

۲۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو آپ نے شیخ محمد عبداللہ سے ملکر آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کی بنیاد رکھی شیخ صاحب اس کے صدر اور آپ جنرل سیکریٹری مقرر ہوئے۔ دوسرے سال آپ صدر اور شیخ صاحب جنرل سیکریٹری چنے گئے۔ ۱۹۳۴ء کو شیخ صاحب کو کشمیر منانے کے سلسلے میں آپ کو ایک سال قید کی سزا ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں ریاستی مسلمانوں کے مستقبل نے مخدوش حالات کا سامنا کیا۔ شیخ صاحب کی ذہنی کیفیت نے جب اپنی حقیقت ظاہر کی تو انھوں نے مسلم کانفرنس کو ختم کر کے نیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ جب آپ نے دیکھا کہ شیخ صاحب نیشنل کانفرنس کے روپ میں کانگریس کے پروگرام کو ریاست میں لا رہے ہیں۔ تو آپ نے ۱۹۴۰ء میں دوبارہ مسلم کانفرنس کا احیاء کیا اور ریاست کے چہرہ چہرہ میں نیشنل کانفرنس کے پروگرام کا پردہ چاک کیا۔ یہاں سے شیخ صاحب اور آپ کے راستے جدا ہو گئے۔ اور نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس کے درمیان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر جو معرکہ آرائی ہوئی۔ وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ اس کشمکش سے ہماری قومی تحریک کو جو دھچکا لگا۔ وہ ایک خوشچکاں داستان ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر شیخ صاحب اس وقت کانگریس کی جھولی میں نہ گرتے تو آج ریاست کا نقشہ بچھ اور ہوتا۔ اور ریاست کے بد قسمت مسلمانوں کو حق خود ارادیت کے لیے اس قدر طویل اور کٹھن مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ۱۵

آپ کتنی بار مسلم کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے۔ ۹ فروری ۱۹۴۲ء کو آپ نے مسلم کانفرنس کے تاریخی سالانہ اجلاس کے موقع پر خطبہ صدارت میں تحریک پاکستان کی مکمل اور پُر زور حمایت کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ "۳۵ لاکھ مسلمانان ریاست جموں کشمیر کو پاکستان کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی راستہ انہیں قبول و منظور نہیں ہے۔" ۱۶

۱۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۵۵ء کاروانِ احرار جلد اول مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء ص ۱۳۱۸

۱۶ ۳۶۲، ۳۶۱، ۳۶۰ روزنامہ نئی روشنی کراچی استقلال نمبر ۳۳ رگست ۱۹۵۸ء ص ۲۲۔ ظہور پاکستان از جوہری

محمد علی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۳۳۸-۳۳۹

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹-۲۰ دسمبر ۱۹۶۶ء ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۹ جنوری ۱۹۶۷ء

مئی ۱۹۴۲ء میں جب قائد اعظم کشمیر کے دورہ پر تشریف لائے تو مسلم کانفرنس نے قائد اعظم کا شاندار استقبال کیا اور چوہدری صاحب کی ہی معیت میں قائد اعظم نے جموں و کشمیر کے طول عرض میں عوامی اجتماعات سے خطاب کیا ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے اعلان کیا کہ۔

”خوش قسمت ہے وہ قوم جسے چوہدری غلام عباس یا سارہنما بتیسرے ہے“
اور آپ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آپ کی صدارت میں قائد اعظم نے، ۱۱ جون ۱۹۴۲ء کو مسلم کانفرنس کے سالانہ اجتماع سے خطاب کیا۔ ۱

آپ نہایت ہی درد دل رکھنے والے مسلمان، پابند صوم و صلوات اور دلش طبع انسان تھے آپ نے اعلیٰ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرستیت کی ہوئی تھی۔ اپنے مرشد سے حد درجہ عقیدت تھی۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء میں جب قائد اعظم کشمیر کے دورہ پر تشریف لائے تو انہیں دنوں حضرت امیر ملت قدس سرہ بھی سر سبز جلوہ افروز تھے۔ آپ قائد اعظم کو ساتھ لے کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے قائد اعظم کی شامانہ دعوت کی اور پھر مسلم لیگ اور قائد اعظم کی کامیابی کے لیے دعا کی۔ ۲

آپ کی عمر عزیز کا بیشتر حصہ ڈوگرہ جبل میں گزرا مگر آپ نے کبھی اپنے نصب العین، حریت کشمیر اور الحاق پاکستان سے منہ نہ موڑا اور ریاست میں دو قومی نظریہ کی تحریک کے علم کو بلند رکھا۔ آپ کی جماعت کا مسلک آل انڈیا مسلم لیگ کے اصولوں پر مبنی تھا

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۶ء - ۱۸ دسمبر ۱۹۶۷ء

۲۔ مکتب بہادر یار جنگ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء ص ۵۷۸

۳۔ سیرت امیر ملت مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء ص ۴۸۴ - انکار راولپنڈی ڈائریکٹری

۱۹۶۲ء ص ۲۹۷ -

اس لیے انہوں نے مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ہر برآمد کی نیشنلسٹ تحریکوں کی بڑی پامردی سے مخالفت کی اور جہاں دگرہ حکومت کی اذیتیں برداشت کیں وہاں آپ نے کنہاڈ نیشنلسٹ؟ لیکن دراصل پاکستان کی مخالف قوتوں کا بھی نہایت حرات اور استقلال سے سامنا کیا۔ ۱۹۴۶ء جولائی ۱۹۴۶ء کو مسلم کانفرنس کے ایک خصوصی کنونشن میں جس کی صدارت آپ نے کی (ستراداد آزادی کشمیر پاس کرتے ہوئے ریاست کے مسلمانوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا آزادانہ حق دینے کا مطالبہ کیا اور ساتھ ہی واضح کیا کہ اگر یہ مطالبہ تسلیم نہ ہوا تو مسلم کانفرنس پوری قوت سے آزادی کشمیر کے لیے جدوجہد کرے گی۔ قرار داد کے منظور ہوتے ہی دگرہ ایوان میں لرزہ طاری ہوا اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۹

آپ کے حکم کے مطابق ریاستی عوام نے پاکستان کے لیے سیشن بہادر بنایا جس میں اور شیخ عبداللہ کے برسر اقتدار آنے کے بعد نومبر ۱۹۴۷ء میں جموں میں لاکھوں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ قیام پاکستان کے وقت اگرچہ آپ جیل میں تھے۔ مگر آپ کے دلوں اور پروانوں نے آپ کی قید کے دوران ہی آزاد کشمیر کا علاقہ دگرہ غلامی سے آزاد کر لیا۔ ۱۹۴۸ء میں آپ قیدیوں کے تبادلہ میں پاکستان آگئے تو قائد اعظم نے آپ کو آزاد کشمیر کا سپریم ہیڈ بنا دیا۔ آپ نے ہزاروں مہاجرین کے قافلوں کی دیکھ بھال اور آزاد کشمیر حکومت کی تشکیل کے لیے بے پناہ کام کیا۔ ۱۹

۱۹۴۹ء میں کراچی میں پاکستان کی مرکزی کابینہ کا اجلاس بلا لیا گیا جس میں کشمیر کی جنگ بندی پر غور کرنا تھا۔ آپ یہ سمجھتے تھے کہ یہ تجویز ریاست کے مستقبل کو مخدوش بنا

۱۹ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۵۷ء

۲۰ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۵۷ء روزنامہ نئی روشنی کراچی استقلال نمبر ۱۲ ص ۲۲

۲۱ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۵۷ء روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۵۷ء

دے گی۔ اس لیے کہ جب ۱۹۴۶ء میں آپ کی صدارت میں قرارداد آزاد کشمیر منظور ہوئی اور آپ نے اعلان کیا کہ ریاستی عوام تحریک پاکستان کے خطوط پر اپنی جانبی قربان کر دیں گے تو بے سرو سامانی کے عالم میں کشمیر کی پہاڑیاں پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں اور آزاد کشمیر کا فیصلہ اسی تحریک کا نقطہ آغاز تھا۔ چنانچہ آپ نے کراچی پہنچ کر جنگ بندی کی شدید مخالفت کی۔ اور کہا کہ۔

”آج دو گرہ آزادی حاصل کرنے کا جو جذبہ ریاستی عوام میں موجزن ہے اگر جنگ بند کر دی جاتی تو یہ جذبہ سرد ہو جائے گا۔ اور ہم مسئلہ کشمیر حل نہ کر سکیں گے۔“

لیکن بد قسمتی سے سردار محمد ابراہیم نے لیاقت علی خان کو جنگ بندی کا مشورہ دیا۔ جس پر آپ واک آؤٹ کر گئے کچھ عرصہ بعد پیرمہید کے عہدے سے مستعفی ہو گئے اور سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی۔

کچھ عرصہ بعد آزاد کشمیر کی سیاست اور مقبول کشمیر کے مسلمانوں کی حالت گزارنے انہیں دوبارہ سیاست کی ضرورت کی غمازی میں قدم رکھنے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے حد متار کہ کسے اس طرف مسلم کانفرنس کو منظم کیا ۱۹۵۸ء میں جب کہ ملک فیروز خان نون پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان خارجہ کے مابین دہلی اور کراچی میں ملاقاتیں ہوئیں اور ایسا نظر آیا کہ کشمیر کو تقسیم کیا جا رہا ہے تو آپ نے وزیر اعظم کو خطوط لکھے مگر مایوسی ہوئی۔ پھر آپ نے ۱۵ جنوری ۱۹۵۸ء کو کسے ایل ایم کی مشہور تحریک کا آغاز کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ۔

”کشمیری عوام سیز فائر توڑ کر ریاست کی حفاظت کریں گے۔“

اس تحریک کا آغاز ہوتے ہی سارے آزاد کشمیر اور پاکستان میں جذبات بھڑک اٹھے اور ہزاروں مسلم کانفرنسی رضا کاروں نے حد متار کہ کی جانب مارچ شروع کیا۔ آزاد کشمیر

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء اور ۱۸ دسمبر ۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء
روزنامہ نئی روشنی کراچی۔ استقلال نمبر ۱۴ اگست ۱۹۵۸ء ص ۲۲۔

میں اُس وقت سردار محمد ابراہیم خان صدر تھے۔ انھوں نے اس تخریب کی جو صدامزدائی کرنے کی بجائے اسے اپنے خلاف قرار دیا۔ رضا کاروں پر شدہ اور گرفتاریاں شروع ہوئیں آپ دس ہزار رضا کاروں کے ہمراہ گرفتار ہو گئے۔ ۱۷

اکتوبر ۱۹۵۷ء میں مارشل لا کے نفاذ کے بعد ایوب خان برسرِ اقتدار آئے تو آزاد کشمیر میں سردار محمد ابراہیم خان کی بجائے آپ نے سر کے اچے خورشید (خورشید الحسن خورشید) کا نام تجویز کیا اور خورشید صاحب کو کہہ دی صدارت مل گئی۔ مگر بد قسمتی سے خورشید صاحب نے اپنا راستہ الگ کر لیا پاکستان کے بعض ارباب اقتدار و اختیار نے بھی آپ سے جو ناروا رویہ رکھا اور وزارتِ امورِ کشمیر کے ذریعے آپ کو جو ذہنی اور فکری پریشانیاں اٹھانی پڑیں شائد وہی انہیں کینسر کے موزی مرض میں مبتلا کرنے کا موجب بنیں۔ باوجود ان حالات کے آپ نے کبھی بھی کسی حاکم کے سامنے سر نہ جھکیں نہیں کیا۔ ۱۸

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش

جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ

اس درویش منش عظیم رہنما نے پاکستان میں کوئی جائیداد بنانے کی بجائے ریاست جموں و کشمیر کا مستقبل پاکستان سے وابستہ کرنے کے لیے اپنی جوانی کو بڑھاپے میں تبدیل کیا۔ گونا گوں حالات، آلامِ کاروانہ وار مقابلہ کیا۔ انتہائی نامساعد حالات کا سامنا کرنے کے باوجود کشمیر میں مسلمانوں کی وابستہ مسلم کالفرنس کے کارکنوں کو ہمیشہ یہی درس دیا کہ غلامِ عباس یہ پاکستانی ہے اور کشمیر میں اسے کاش کہ پاکستان کے ارباب اقتدارِ قائد ملتِ رحمتہ اللہ علیہ کے مقام، اُن کے فکر اور اُن کے مشن کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔

آخر عمر میں آپ کینسر کے موزی مرض کا شکار ہو گئے تھے۔ آپ بغرض علاج لندن

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۹ دسمبر ۱۹۵۷ء، ہفت روزہ زندگی لاہور، ۱۹ جنوری ۱۹۵۸ء، ص ۲۱

۱۸ ایضاً۔

بھی گئے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور آخر کار اسلامیانِ کشمیر کا یہ عظیم اور محبوب رہنما، مہر و آیام کی صاعقہ ریز یوں اور اپنوں کی زیادتیوں کا شکار ہو کر ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو گیا۔ جس کی ساری زندگی علامہ اقبال کے اس شعر کی مکمل تصویر بنی رہی۔

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پُر سوز

یہی ہے رختِ سفر میر کا رواں پیکلے

آپ کی آخری آرام گاہ فیض آباد کے قریب راولپنڈی میں بنائی گئی اور وصیت کے مطابق قریب پاک، جائے نماز اور تسبیح بھی ساتھ ہی دفن کر دی گئی۔ آپ کی وفات حسرتِ آیت پر تکبیر کے انبارات نے خداجِ تحسین پیش کیا۔ جناب رئیس امرہوی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخِ وفات کہا۔

خطبہ جنگ پیام عباس	سکتہ فتح بنام عباس
عزم کی صبح تھی شام عباس	قید کی شام تھی عباس کی صبح
روضہ خلد مقام عباس	رودادِ کشمیر کاشیر
موت ہے عزمِ عباس	روائی عالم مرگِ مرحوم
آتشک رودادِ زعیم کشمیر	
آہ عنوانِ غلامِ عباس	

۱۳۸۶ھ

۱۔ روزنامہ نوائے وقت ۱۸ دسمبر ۱۹۶۵ء

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۶ء ہفت روزہ طاہر لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۵ء

۳۔ عالمی معلومات از ذوالحسین انجم مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء ص ۲۰۸۔
۴۔ روزنامہ جنگ کراچی ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء۔

سید محمد عثمان کلکتوی

سید صاحب کی پیدائش اگست ۱۹۰۵ء میں موضع اوگاواں ضلع پٹنہ (عظیم آباد) میں ہوئی۔ آپ سادات کے انتہائی معزز خاندان کے ششم درجہ پسر تھے۔ یہ خاندان شیر شاہ سُوری کے وقت سے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور تھا۔ اس لیے یہ لوگ قاضی کہلاتے تھے۔ مالی حیثیت سے متوسط زمینداروں کا خاندان تھا۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاموں کے محل سکول میں حاصل کرنے کے بعد اپنے والد کے ایک دوست حاجی رحیم بخش تاجر کے پاس کلکتہ چلے گئے اور وہاں انگریزی تعلیم شروع کی۔ چونکہ خاندان میں اسلامی تعلیم کا زیادہ پسہ نہ تھا۔ اس لیے طبیعت میں اسلامی جذبہ نمایاں تھا۔ تعلیم کے زمانے ہی میں اپنے دوست اور ہم جماعت مولانا غیب الحسن رحمہ اللہ کے ساتھ مسلم یوتھ لیگ کی بنیاد ڈالی جس کے آپ صدر منتخب ہوئے۔ اور اس کا دستور کلکتہ شائع کیا تو اس کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت علامہ اقبال نے تحریر فرمایا کہ آپ کی ترکیب مبارک ہے عجب نہیں کہ عالمگیر ہو جائے۔ ۱۷

۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت کے عہد میں آپ علی پور کلکتہ کی جیل میں اسیر فرمایا گئے۔ آپ کے ساتھ مولانا غیب الحسن، مولانا محمد اکرم خان و دیگر رہنما بھی قید و بند کے روز گزار رہے تھے۔ آپ نے تمام ساتھیوں کے ساتھ عہد کیا کہ ہم علی تعلیم حاصل کریں گے اور اپنی تمام تر زندگی ملت اسلامیہ کی خدمت گزاری کے لیے وقف کر دیں گے۔ اور کبھی انگریز

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۵ جون ۱۹۵۵ء ص ۳ — ۹ اکتوبر ۱۹۵۵ء ص ۷۔

کی ملازمت نہیں کریں گے“ چنانچہ آپ نے اپنے اس عہد کو تازہ لیت نبھایا۔^{۱۹۳۰} سالہ میں تعلیم سے فارغ ہوئے، معاشیات اور سیاسیات میں ایم اے کیا اور پھر امتیازی حیثیت سے ایل ایل بی کیا۔ مگر اپنے عہد کو نبھانے کی خاطر ایک دن بھی کپری کا منہ نہ دیکھا۔ جب گول میز کانفرنس کے موقع پر مولانا محمد علی جوہر کا انتقال ہو گیا تو بہت متاثر ہوئے اور سیاسیات میں حصہ لینے کا عزم کیا۔ کلکتہ جہاں تقریباً دس لاکھ مسلمان آباد تھے۔ وہاں مسلمانوں کا ایک بھی تعلیمی ادارہ نہیں تھا۔ آپ نے ذکر یاسٹرٹ میں ریڈنسی مسلم ہائی سکول کے نام سے مسلمان طلباء کے لیے ادارہ قائم کیا۔ شروع سے ۱۹۲۶ء تک اس کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ جہاں سے نہایت نامی گرامی لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔^{۱۵}

دوسری گول میز کانفرنس کی تیاری ہو رہی تھی۔ الہ آباد میں ڈاکٹر شفاعت احمد خاں حرم کے مکان میں مسلم لیگ کے قائدین کا جلسہ تھا۔ قائد اعظم بھی جلسے میں شریک تھے جو اس وقت تک جداگانہ انتخاب کے حق میں نہیں تھے۔ اور اہل جلسہ میں سے کسی کی ہمت نہیں تھی کہ قائد اعظم سے بحث کرے۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں حرم نے بطور خاص آپ کو بلا یا کہ قائد اعظم سے گفتگو کریں۔

آپ نے مسند و قوس کے انفرادی اور اجتماعی نظام کے واقعات بیان کیے۔ آخر دو گھنٹے کی گفتگو کے بعد قائد اعظم نے فرمایا کہ ان حالات میں میں بھی جداگانہ انتخاب کی تائید کروں گا۔^{۱۶}

^{۱۹۳۲} سالہ میں آپ کلکتہ مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے اور پاکستان بننے

^{۱۵} روزنامہ نوائے وقت لاہور ۵ جون ۱۹۴۵ء ص ۳ - ۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۷۔

^{۱۶} روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۷۔

ایک یہ خدمت انجام دیتے رہے اسی طرح ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ کی طرف سے کلکتہ کا پولیشن کے مسٹر منتخب ہوئے اور ۱۹۴۶ء میں پولیشن کے مسٹر مقرر ہوئے۔ ان پانچ سالوں میں مسلمانوں کے محلوں میں کارپولیشن کی طرف سے ہر قسم کی آسائش کا انتظام کیا۔ اور اس پانچ سالہ دور میں بھی بے داغ زندگی گزار دی۔

۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو جب یوم راست اقدام منایا گیا تو آپ پیش پیش تھے کلکتہ میں فساد شروع ہو گیا۔ اور آپ کے گھر پر چو سیکول کی بالائی منزل میں بٹھا۔ بر لا ہاؤس سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی مگر آپ مسلمانوں کے محلوں کو بچانے میں اتنا مصروف تھے کہ تین دن تک اپنے بال بچوں کی خبر بھی نہ لے سکے۔ پورا کلکتہ ہندو اور مسلم زون میں تقسیم ہو چکا تھا فساد ہوتا رہا گولیاں چلتی رہیں اور وہ یہ زمانہ تھا جب آپ عام طور پر اٹھارہ گھنٹے اور کبھی کبھی بیس اور بائیس گھنٹے تک کام کرتے رہے جتنی دیر آرام کرتے اس میں بھی سر ہانے ٹیلیفون کی گھنٹی بجاتی اور آواز آتی کہ مسلمانوں کا فلاں محلہ بچا ہے۔ کام کی زیادتی اور بروقت کھانے پینے کا انتظام نہ ہونے سے ان کی صحت پر اثر پڑنا شروع ہوا جس کی انہوں نے کبھی پرواہ نہ کی۔

۱۹۴۶ء سے آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے رکن رہے اس لیے قائد اعظم اور آل انڈیا مسلم لیگ کے تمام قائدین سے مراسم رہے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو تاریخ کا درخشاں باب ہے۔ تقسیم کے بعد کلکتہ سے مسلم لیگ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ جناب حسین شہید سہروردی مرحوم بے دست و پا ہو گئے ہندوؤں نے کھلم کھلا مسلمانوں کی مخالفت شروع کر دی۔ ان حالات میں مسٹر گاندھی وہاں آئے۔ بہار میں فساد ہو چکا تھا مسٹر گاندھی کا بیان شائع ہوا کہ نواکھلی میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اور میں وہاں جا رہا ہوں تاکہ دو نوٹے پانی ڈال کر اس آگ کو بجھاؤں۔ اس شرارت آمیز بیان سے آپ کو سخت تشویش ہوئی سہروردی دہلی میں تھے اور آپ پر کلکتہ کے مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری تھی مسٹر گاندھی تک

پہنچنے کا راستہ بند تھا کیوں کہ ہندو اپنے محلوں میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے۔ اس حالت میں ایک اسلامی جذبے سے سرشار ڈراپور کو ساتھ لے کر ہندو قتل کے محلوں سے گزرتے ہوئے گاندھی کے پاس پہنچے۔ ان سے گفتگو کی اور ان کو مجبور کر دیا کہ نو اگھلی کی ٹاگ سے پہلے کلکتہ کی آگ کو بجائیں جو ان کی ہندو قوم نے وہاں لگا رکھی ہے۔ اور مسٹر گاندھی سے یہ اعلان کرایا کہ: "میں اور سید محمد عثمان مسلمانوں کے محلے میں ایک ہی مکان میں رہیں گے اور ان قائم کریں گے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فوری طور پر امن قائم ہو گیا اور پھر آپ نے مسلمانوں کو تعلقین کی کہ آپ لوگ اگر چاہیں تو پاکستان کو ہجرت کر جائیں۔" ۱۷

آپ اردو، انگریزی اور بنگلہ زبان میں فی البدیہہ تقریر کیا کرتے تھے۔ آپ کی پرورش تقریروں نے مسلم لیگ کی تحریک میں جان ڈال دی تھی۔ بنگال اور بہار اور اڑیسہ کے ایسے علاقوں میں گئے جہاں مسلم لیگی نہیں پہنچے تھے اور نتیجہ یہ نکلا کہ گاؤں گاؤں میں مسلم لیگ کا ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ ۱۸

حیدر آباد دکن تقسیم ہند کے بعد عبوری دور سے گزر رہا تھا۔ اتحاد المسلمین اس کو ہندوؤں کے قبضے سے بچانے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔ آپ کو وہاں بلا گیا۔ اور اتحاد المسلمین کی طرف سے میر لائق علی مرحوم وزیر اعظم دکن نے آپ کو ممالک اسلامیہ کے مشن پر بھیجا۔ چونکہ یہ معاملہ خفیہ تھا اور آپ نے کبھی اس کی وضاحت نہیں کی۔ اس لیے اس سفر کی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔ اگرچہ کہا تو صرف یہ کہا کہ حیدر آباد کے مسئلہ پر اگر کبھی پاک بھارت جنگ ہوتی تو پاکستان فتحیاب ہوتا۔ ۱۹

بیرون ملک ان کو بہ اطلاع ملی کہ ان کی گرفتاری کے لیے بھارت کی پولیس مسلسل ان کے

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۷۔

گھر پر چھاپے مار رہی ہے۔ اور ان کے بچوں کو ہراساں کر رہی ہے۔ اس لیے آپ نے کراچی کا رخ کیا اور اپنے ایک عزیز کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے بچوں کو آپ کے ایک عزیز کے مکان سے نکال کر چانگام لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور وہاں سے پھر کراچی میں آئے اور پھر آپ مستقل طور پر کراچی میں قیام پذیر ہو گئے۔ ۱۷

خواجہ ناظم الدین جب مشرقی پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہوئے تو آپ کو مشرقی پاکستان بلوایا اور وزارت تعلیم کے قلمدان کی پیشکش کی مگر یوم راست اقدام کے وقت سے اب تک رات دن کام میں مشغولیت کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہو گئی تھی۔ بری بری کا مرض لاحق ہوا، ایک کان پر اثر ہوا اور نقل و سوغت کا مرض ہو گیا۔ اس وجہ سے خواجہ صاحب کی پیشکش کو قبول نہ کر سکے۔

قائد اعظم کے بعد جب خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل ہو کر آئے تو انہوں نے آپ کو مختلف ملکوں کے لیے سفارت کی پیشکش کی۔ پہلے مصر بھیجا چاہا پھر مغربی جرمنی اور بعد میں انڈونیشیا مگر آپ کی اہلیہ سخت بیمار رہنے لگیں۔ اس بنا پر آپ ان خدمات کو قبول نہ کر سکے۔ اور بالآخر ۱۴ اگست ۱۹۵۱ء کو وہ انتقال کر گئیں۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں ۱۹۵۲ء میں آپ نے دوسری شادی کی جس سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ ۱۸

آپ بہت سادگی پسند تھے۔ عمر بھر قمیص، پاجامہ، شیروانی اور ترکی ٹوپی اور جناح کیپ استعمال کرتے رہے کبھی بھی سوٹ زیب تن نہیں کیا اور نہ ہی تپلون پہنی۔ اپنے خاندان کے مرقی عزیزوں کے ہمدرد اور ہر ملنے والے کے ہی خواہ تھے ۱۹۵۹ء میں حج کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے تھے طبیعت اتنی غیور تھی کہ انتہائی نامساعد حالات میں بھی کسی کے سامنے اپنی حالت کا اظہار نہیں فرمایا۔ ۱۹

آخری ایام انتہائی کمپرسی اور تنگدستی کے۔ سانف گزرے جیسا کہ ایک مراسلہ نگار نے

۱۹ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء ص ۷۔ ۲۰ ایضاً

”نوائے وقت“ میں لکھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام مراسلہ سن و عن نقل کر دوں تاکہ تحریک پاکستان کے اس عظیم مجاہد کے سخری ایام کی تصویر اور قوم کی بے حسی کا اظہار سامنے آجائے۔ چنانچہ مراسلہ نگار لکھتا ہے کہ

”۳۱ مئی ۱۹۷۵ء کو سابق میئر کلکتہ اور سابق جنرل سیکرٹری کلکتہ مسلم لیگ اور ممبر آل انڈیا مسلم لیگ سید محمد عثمان ایم اے، ایل ایل بی، کراچی کے ساتھ ایک دل دوز حادثہ پیش آیا۔ سید محمد عثمان صاحب شیر شاہ کالونی کراچی نمبر ۲۸ میں مقیم ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی اہلیہ، چار بچیاں اور چار بچے رہتے ہیں۔ ایک لڑکا سید مقبول احمد جو اسکول میں پڑھتا تھا، باکس کے ساحل سمندر پر اپنے ایک دوست کے ساتھ گیا۔ رات کو واپس آتے ہوئے موٹر کے حادثہ میں سید مقبول احمد اور اس کے دوست دونوں شہید ہو گئے۔ اس حادثہ جانکاہ نے سید محمد عثمان صاحب کی حالت مزید غیر بنادی ہے۔ ویسے سید محمد عثمان صاحب بیمار چلے آ رہے ہیں ان کی حالت اتنی خراب ہے کہ آنکھ سے دیکھنا بھی مشکل ہے اور سماعت بھی بہت کمزور ہو گئی ہے۔ بہت مشکل سے بات سنتے اور سمجھتے ہیں اور فی الحال قید تنہائی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اہلیہ اور بچوں کے ساتھ ایک چھوٹے مکان ۲۸/۱۸ بلاک سی شیر شاہ کالونی کراچی نمبر ۲۸ میں مشکل سے گزر کر رہے ہیں۔ تمام ذرائع آمدنی مسدود ہیں۔ اور انتہائی غربت اور افلاس سے دوچار ہیں۔ ادھر ان کی حالت اتنی خراب ہے کہ مشکل سے باہر نکلتے ہیں۔ حیرت ہے کہ اب تک کسی نے اس عظیم انسان شخصیت پر توجہ نہیں دی اور ٹوٹے پھوٹے مکان میں جہاں روشنی کا بھی انتظام نہیں ہے زندگی کاٹ رہے ہیں۔ یہ اس شخص کی حالت ہے جو ایک وقت سیکنڈ سٹی آف ایماپٹر کلکتہ کا میئر تھا اور جس کے نام سے مخالفین پاکستان خائف رہتے تھے پاکستان کے قیام کے آخر وقت میں سید محمد عثمان صاحب نے گاندھی کے ساتھ پیش موڈ منٹ، شانتی تحریک چلائی اور اس کے بدولت بنگلہ، آسام اس محشرستانی سے بچ گیا جو پنجاب اور دہلی میں ظاہر ہوئی“ لے

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۵ جون ۱۹۷۵ء (مراسلات)

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۹، اگست ۱۹۶۵ء کو ہوئی اور شیر شاہ کالونی میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ لے یہ تھا انجام اس شخص کا جس نے اپنا تین من دھن پاکستان کی خاطر لٹا دیا، لیکن چھوٹ اور پاکستانی عوام نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ قابل صد افسوس ہی نہیں بلکہ قابل مذمت بھی ہے اگر اکابرین کے ساتھ ہمارا یہی سلوک رہا تو تاریخ ہمیں کبھی بھی معاف نہیں گی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو

تمھاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آخر میں وہ ادارہ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو روزنامہ نوائے وقت لاہور نے آپ کی وفات پر لکھا تھا۔ مذکورہ روزنامہ لکھتا ہے کہ :-

”دنوں کی گردش کی ایک کرشمہ آرائی ناموروں کو گنم بنادینے کے انداز میں بھی ظاہر ہوتی ہے اس کا اس اخبارات میں کلکتہ کارپوریشن کے سابق میئر اور ایک زمانہ میں مسلم لیگ کے بے حد ممتاز رہنما سید محمد عثمان کے کراچی میں وفات پانے کی بہت ہی مختصر خبر دیکھ کر ہوا ہے۔ جناب سید محمد عثمان ایم اے۔ ایل ایل بی۔ اپنی بہت اور قومی خدمت کے سبب سے بڑے آدمی بنے تھے۔ کلکتہ ہندو بنگال کا مرکز تھا۔ اور آزادی سے پہلے کی ایسے مسلمان کا اس کی کارپوریشن کا میئر منتخب ہونا کوئی معمولی کارنامہ نہیں تھا۔ جو مسلمانوں اور اور ان کی قومی جماعت مسلم لیگ کی خدمت کی وجہ سے نیک نام ہو۔ اور یہ وہ زمانہ بھی تھا جب مطالبہ پاکستان کی وجہ مسلمانوں کے لیے ہندوؤں کی مخالفت جنون کی حدوں کو چھو رہی تھی۔ کلکتہ میں جناب عثمان کی یہ شان بھی تھی کہ مسلم بنگال کے تمام بڑے لیڈر بھی ان کی دوستی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے لیکن ہجرت کے بعد جب وہ پاکستان تشریف لائے تو آہستہ آہستہ

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳۰ اگست ۱۹۶۵ء

وہ اس لیے گوشتہ گنہامی میں چلے گئے کہ نہ مسترد کہ ملک کی لوٹ کھسوٹ کی دہڑ میں شامل ہوئے
 اور نہ ہی ان کی غیرت طبع نے سابقہ قومی خدمات کو موقعہ پرستانہ سیاست کی بنیاد بنانا گوارا کیا
 مزید یہ کہ وہ نہ زندہ سر زمین بھی نہیں تھے، اس لیے جب سیاسی معاملات میں علاقائی تعلق
 کو اہمیت حاصل ہو گئی تو مشرقی پاکستانی لیڈروں نے بھی اپنے پیارے نژاد اس بہت بڑے دشمنِ خدا
 سے نکلیں پھیریں۔ یہ اپنی جگہ بہت بُرا المیہ ہے کہ جناب عثمان ایسے بے لوث خادمانِ
 ملک و ملت کی قدراں سزائی اور ان کے شایانِ شان عزت و تکریم کے سوتے اب رول
 دواں نہیں رہے لیکن جہاں بھی برصغیر کے مسلمانوں کی تحریک آزادی کے خادموں اور
 اور مجاہدوں کا تذکرہ ہوگا۔ واقفِ حال حلقوں میں جناب محمد عثمان کو خراجِ تحسین پیش کرنا
 ضروری سمجھا جائے گا۔ اے

اے روزنامہ نویس وقت لاہور ۳۱ اگست ۱۹۵۵ء (اداریہ)

سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی

سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی کا شمار اُن گمنام چٹے مجاہدین آزادی میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کشتِ آزادی کی آبیاری کی اور سوائے خدا کے کسی کے سامنے سرنگوں نہ کیا۔ آپ نے ۱۹۰۶ء میں سید حسین شاہ گیلانی آف موضع دولو کے تحصیل سپردِ ضلع سیالکوٹ کے ہاں جنم لیا۔ مڈل پاس کرنے کے بعد آپ کے چچا سید غلام مرتضیٰ گیلانی تحصیلدار کھوٹہ ضلع راولپنڈی نے آپ کو مدرسہ پٹوار کھوٹہ میں داخل کر دیا۔ یہ امتحان آپ نے نمایاں کامیابی سے پاس کر لیا اور کھوٹہ میں ہی پٹواری لگ گئے۔

ابھی ملازمت کو دو سال ہی ہوئے تھے کہ برصغیر میں تحریکِ خلافت کا غلغلہ بند نہوا۔ گیلانی صاحب کی حساس اور غنیوہ طبیعت نے ملازمت کو خیر باد کہہ کر تحریکِ خلافت میں شمولیت کر لی۔ ۱۹۲۵ء میں آپ کو خلافتِ رضا کاروں کا سالار اعلیٰ اور خلافتِ کمیٹی کھوٹہ کا جنرل سیکرٹری بنا دیا گیا۔ حضورؐ سے ہی عرصہ بعد آپ کو کھوٹہ سے راولپنڈی طلب کر لیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے گلی کوچوں میں فوج اور پولیس کی نوکری حرام ہے۔ کاٹوفان بپاتھا، بولی اماں محمد علی کی بیٹا خلافت پر ہجان دینا اور غازی مصطفیٰ کمال دے تیریاں دو رہا بیاں۔ کے ہنگامی نعروں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ گیلانی صاحب بھی ایسے ہی نعروں کی تکرار میں پہلی بار جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ٹھونس دیئے گئے۔ انگریز جیل ہی سے آپ کی سیاسی زندگی میں تلام پیدا ہوا۔ باعزت رہائی کے فوراً بعد آپ کو خلافتِ کمیٹی ضلع راولپنڈی کا جنرل سیکرٹری اور ڈویژنل خلافت کمیٹی کا اگلیا

بنادیا گیا۔ ساتھ ہی صوبہ خلافت کمیٹی کا رکن نامزد کر دیا گیا۔ اور ایک قلیل عرصہ کے اندر ہی آپ نے اپنی پر جوش تقریریں اور قید و بند کے مصائب و آلام مردانہ وار جھیلنے کے باعث غیر معمولی شہرت حاصل کر لی۔

تحریک خلافت کے بعد کیلانی صاحب نے ”تحریک نوجوان اسلام“ کے نام سے ایک نئی جماعت کی تنظیم کی جس میں جذبہ بہادری سے سرشار اور اکثر پختہ کار خلافتی نوجوانوں نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس جماعت نے خدمتِ خلق اور نماز کی تحریک شروع کر کے بہت کام کیا اور ملک و ملت کے مذہبی مسائل میں گہری دلچسپی لے کر ثباتِ نام پایا۔ اس جماعت کی قیادت کا سہرا بھی ایک طویل عرصہ تک کیلانی صاحب ہی کے سر رہا۔ اس کے بعد تحریک آزادی کشمیر میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہوئے پھر جیل چلے گئے۔ ایک سال کی قید و بند کے بعد رہا ہوئے تو مجلس احرار معرض وجود میں آچکی تھی۔ آپ اپنے تمام پر جوش ساتھیوں کے ساتھ مجلس احرار میں شامل ہو گئے۔ لیکن ابھی مجلس احرار کی سرگرمیوں کو ایک دو سال ہی گزرے تھے کہ سکھوں نے مسجد شہید گنج کو مسمار کر دیا۔ اس مرحلہ پر مجلس احرار دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ کیلانی صاحب اور ان کے دیگر سربراہوں نے مسجد شہید گنج کی حمایت میں مجلس احرار سے علیحدہ ہو کر ”مجلس اتحاد ملت“ کے نام سے نئی جماعت کی داغ بیل ڈالی جس کے رضا کار (نیلی پوش مجاہدین) سکھوں سے بھر پور گئے۔ اس جماعت کی ہندوستان کے طول و عرض میں تین سو سے زائد شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ کو نیلی پوشان ہند کا سرسکرا اعلیٰ بنادیا گیا۔ اس منصبِ جلیلہ پر فائز ہوتے ہی آپ نے تمام ہندوستان میں نیلی پوشوں کو منظم کر کے ملک کی سیاسی فضاؤں میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا۔ غرض مجلس اتحاد ملت ہند کے معزز اراکین نے حصول مسجد شہید گنج کی ہمہ گیر اور مؤثر تحریک میں گولیاں کھائیں اور قید و بند کی بے پناہ مصیبتیں برداشت کیں۔ آپ ہمیشہ صفِ اقل میں رہے۔ دوسرے دور میں مجلس اتحاد ملت ہند کے بائیس رہنماؤں کو غیر معینہ عرصہ کے لئے

پھر نظر بند کر دیا گیا جن میں آپ کو بھی گرفتار کر کے حصار کے تاریخی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا پورے ایک سال کی نظر بندی کے بعد جب آپ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کی کوششوں سے رہا کئے گئے تو آپ اپنے مجاہد ساتھیوں کے ہمراہ لاہور پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علی برادران نے کانگریس سے علیحدہ ہو کر مسلمانان ہند کو مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم پر منظم اور اکٹھا کرنے کی مہم شروع کر رکھی تھی۔ اور اس سلسلہ میں امیر حزب اللہ حضرت پیر فضل تنہا جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی سرگرمیاں بھی قابل رشک نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں علی برادران کی اس نئی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے فرقہ پرست ہندوؤں کی طرف سے شدھی اور سنگٹھن کی وطن دشمن تحریکیں جنم لے چکی تھیں۔ اور کانگریس کے گندم نما جو فروش ہندو لیڈر درپردہ ان تحریکوں کی پیٹھ پٹھونک رہے تھے۔ ہندو سکھ اور انگریز تنظیم مسلمانوں کا اتحاد ختم کرنے کے لیے میدان میں مصروف کار تھا۔ اسی وجہ سے قائد اعظم نے نیلی پوشان ہند کی ایک فعال اور نایندہ جماعت اتحاد ملت کو اپنانے کے لئے ہی نیلی پوشوں کو رہا کر دیا تھا۔

دہلی کے ایک لاکھ پتی سیٹھ گڈوڈیہ نے چاندنی چوک دہلی کی تاریخی جامع مسجد فتحپوری سے ملحق سرانے بنگش خرید کر مندر کی تعمیر کا آغاز کر دیا۔ کانگریسی علما۔ سیٹھ مذکور کے ہاتھ بک چکے تھے۔ سیٹھ نے مسجد کی عقیبی دیوار کے ان گنت مینار گرا کر اس کے اوپر بھی مندر کی دیوار کا چناؤ شروع کر دیا تھا۔ دہلی کے ایک ضعیف العمر مجاہد سیٹھ احمد مہین نے پوسٹروں کے ذریعے مسجد پر تعمیر مندر کی اندھیر گردی کو بے نقاب کیا۔ فرقہ پرست ہندوؤں نے سیٹھ احمد مہین پر کئی بار حملے کیے مگر اس نے حوصلہ نہ ہارا۔ چنانچہ ایک دن مولانا ظفر علی خان اور گیلانی صاحب نیلی پوش کا پوری مجاہدین کا ایک دستہ لے کر لاہور آتے ہوئے دہلی پہنچے اور سیٹھ احمد مہین نے تمام واقعہ سنایا جسے سن کر گیلانی صاحب بتیاب ہو گئے۔

دوسری رات مسجد تحپوری میں جلسہ عام کا اعلان کیا گیا۔ لاکھوں مسلمان جمع ہو گئے۔ اُدھر انگریز حکومت کا انگریز اور جمہوریت علمائے ہند کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ اور مندر کی تعمیر زور شور سے جاری تھی۔ اُدھر یہ تاریخی اجلاس حضرت مولانا عبد الغنی بہاری ممبر سنٹرل اسمبلی کی زیر صدارت ہوا۔ مولانا سرفراز علی خان سید حسن امام آف پٹنہ مولانا مرتضیٰ بہادر آف مدراس ممبران سنٹرل اسمبلی مولانا مولانا بخش خطیب جامع مسجد راولپنڈی، مولانا عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی اور سٹرا ابو سعید انور وغیرہ بلی پوش رہنماؤں نے مندر کی تعمیر کے خلاف ہنگامہ خیز تقاریر کیں۔ رات کے دو بجے جب تمام رہنما تقاریر کر چکے تو سب سے آخر میں گیلانی صاحب نے اپنے مخصوص اور جوشیلے انداز میں مختصر تقریر کے بعد فوراً اعلان کر دیا۔ آپ کے ایمان پر اعلان کے الفاظ یہ تھے۔

”وہی کے غیور مسلمانوں! تقریروں کا وقت گزر چکا ہے۔ اب عمل کا وقت آن پہنچا ہے تمہاری اسلامی حیثیت کو کانگریسی ملاؤں نے رنگ آلود کر دیا ہے۔ سامنے انگریزی حکومت کی منظم پولیس کے حلقہ میں تین سو شرکین مسجد کی دیوار کے سینکڑوں میناروں کو صاف کر کے شرک و کفر کا ایک مرکزی بت خانہ تعمیر کر رہے ہیں۔ اس کے خلاف صرف ایک ضعیف مسلمان احمد حسین تنہا جنگ کر رہا ہے۔ مگر اس کفرستان کے نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے میرے ماتحت اس وقت میں کانپوری نیلی پوش نوجوان ہیں، جولا ہو رہیں مسجد شہید گنج کے تحفظ کے لئے کفن بردوش ہو کر جا رہے ہیں۔ آج ہم نے لاہور جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ کل صبح ٹھیک نو بجے یا تو مندر کی تعمیر کا سلسلہ ختم ہو جانا چاہیے بصورت دیگر میں بباگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ ۱۲۹ فٹ کی بلندی پر پہنچ کر ہم تعمیر مندر کا سلسلہ قوت بازو سے ختم کر دیں گے کل صبح نو بجے اینٹوں کی جگہ یانلی پوش مجاہدوں کے سر لگیں گے یا

مسند کی تعمیر رک جائیگی۔ فضول اور طویل بنے جنی فقریوں سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

اس مجاہدانہ اعلان کے سنتے ہی ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ تمام مذکورہ نیلی پوش رہنماؤں نے گیلانی صاحب سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ انگریزی حکومت ہے تعمیر ۱۲۹ فٹ کی بلند پرشب و روز جاری ہے پولیس کا ایک منظم حصار مسند کے تعمیر کنندوں کا محافظ ہے۔ آئین و قانون کو ہاتھ میں لینے کے اقدام کی نفی کرتے ہوئے گیلانی صاحب کو اپنا مجاہدانہ اعلان واپس لینے پر مجبور کیا گیا۔ آخر کار گیلانی صاحب پھر اٹھے تو رات کے تین بج چکے تھے۔ انہوں نے اپنی گونجدار آواز میں مکر فرمایا۔

”اے دہلی کے مسلمانو! اگر شترہ برس کا محمد بن قاسم عرب سے آکر سندھ کا علاقہ فتح کر سکتا ہے تو ہمارے سامنے ۱۲۹ فٹ کی بلند کیا حقیقت رکھتی ہے۔ ہم کل صبح ٹھیک نو بجے اپنے سرپیش کریں گے، آپ صرف تماشہ دیکھنے آئیں۔ انگریز کی پولیس گولیاں چلانے آئے، ہم اپنے اعلان کے مطابق گولیاں کھانے آئیں گے۔ یا تو تعمیر مسند رک جائے گی یا ہم مسجد فتحپوری کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیں گے۔ ہمارے رہنا خدا معلوم موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟ خدا نے چاہا تو ہم اس ناممکن کام کو ممکن کر دکھائیں گے۔“

یہ اعلان نہیں تھا بلکہ جنگ کا بگل تھا۔ جلسہ گاہ لاکھوں مسلمانوں کے پر جوش نعروں سے گونج رہی تھی۔ صبح ہوتے ہی لاکھوں مسلمان مسجد فتحپوری میں پہنچ گئے۔ پولیس نے مسجد اور مسند کو محاصرے میں لے رکھا تھا۔ تین نیلی پوش کفن بردوش مجاہدین نیلی وردیاں پہن کر باوضو ہو کر ذوق شہادت میں سرشار اپنے سالارِ اعظم گیلانی صاحب کا انتظار کر رہے تھے کہ چانک گیلانی صاحب اپنے دفتر سے غائب ہو کر بمعہ قاری عبدالرحمن و سلطان میاں

پولیس باور تمام ہندوؤں اور سکھوں کو جیل دے کر مندر میں داخل ہو گئے جب تینوں مجاہد اپنی عزت
 ترین جانوں کو دشمن کے زرخے سے بچا کر ۱۲۹ فٹ کی بلندی پر نمودار ہوئے تو تین نیلی پوش
 مجاہدین نے اپنے سر فرودش لیڈر کا حکم سنتے ہی تعمیر کرنے والے ہندوؤں اور سکھوں پر
 ٹوٹ پڑے۔ آٹا فاناگو کی رسیاں کاٹ دی گئیں تعمیر کنندہ معمار ۱۲۹ فٹ کی بلندی سے
 خود بخود کودنے لگے جب پولیس بھی لاکھٹی چارج کے لئے اوپر چڑھی تو نیلی پوشوں نے جوابی
 حملہ کر دیا جس سے چالیس پولیس میں گر کر زخمی ہو گئے اور ایک نیلی پوش کو بھی شدید زخم آئے
 پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے گیلانی صاحب کے نیچے اٹھتی فٹ کی بلندی پر پہنچ کر کئی فائر
 کئے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے انہیں محفوظ رکھا۔
 ۸ فٹ دیوار سندرجو رات ہی رات تعمیر ہو چکی تھی گرا دی گئی۔ ہندو سکھ تعمیر کنندہ معمار
 گرتے پڑتے اکثر زخمی ہو گئے۔ حکومت نے اپنی شکست مان کر خود متنازعہ دیوار گرانے کا
 حکم دے دیا۔ اس عظیم الشان کارنامہ کی بنا پر گیلانی صاحب کو لاکھوں مسلمانوں کے فتح مند
 اجلاس میں خالد کا خطاب دیا گیا۔ آپ کی ہزاروں تصاویر فروخت ہوئیں۔ اہل دہلی نے نیلی
 پوش مجاہدین پر پھولوں کی بارش کی۔

اس تاریخی واقعہ نے دہلی سے کانگریس کا جنازہ نکال کر مسلم لیگ کے پاؤں جادیتے
 اور اسی کارنامے کی بدولت قائد اعظم نے نیلی پوشان ہند کو اپنی تنظیم مسلم لیگ میں سمو لینے کا
 فرمان صادر کیا۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں
 مولانا عبید الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تنظیم کو مسلم لیگ میں مدغم کر دینے کا اعلان
 کیا۔ مجلس اتحاد ملت ہند کی ۳۲۲ شاخوں کو توڑ کر ہزاروں نیلی مجاہدین نے مسلم لیگ
 نیشنل کارڈ کا لباس زیب تن کر لیا۔ اور تمام نیلی پوش رہنما مسلم لیگ کے مبلغ بن کر ہندوستان
 کے طول و عرض میں کانگریس کو پھیلانے لگے۔ کانگریس اور اس کی ہمنوا طاقتیں بوکھڑے
 اٹھیں۔ اور مسلم لیگ کی انگریز پرستی کے تمام کانگریسی الزامات خود بخود دھلنے لگے۔

بالآخر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی عظیم اکثریت مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی جس سے قائد اعظم کی قیادت کو چار چاند لگ گئے اور پاکستان کی منزل قریب سے قریب تر نظر آنے لگی۔

اسی اثناء میں متحدہ پنجاب کی خضر گورنمنٹ کے خلاف مسلم لیگ کی طرف سے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی گئی تمام پنجاب میں گرفتاریوں کا بے پناہ سلسلہ شروع ہوا۔ آخر کار ملک خضر حیات نے مسلم لیگ تحریک کو ناکام بنانے کے لیے مزید گرفتاریاں بند کر دیں۔ اس ہمگیر تحریک میں مسلمان مرد و خواتین نے برابر کا حصہ لیا تھا۔ طلباء و طالبات نے غیر معمولی قسم کے پرجوش مظاہرے کئے مگر گرفتاریاں بند ہونے کی چال سے تحریک قدرے مدھم پڑ گئی جس پر اکابرین مسلم لیگ نے اس تازہ صورت حال پر غور کر کے حضرت قائد اعظم کی منظوری سے ایک نمائندہ وفد لاہور بھیجا۔ گیلانی صاحب جو زیر زمین سیاسی سرگرمیوں میں مصروف تھے انہیں بلو کر خفیہ تحریک کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا۔ جس کو کامیاب طور پر سرانجام دے کر گیلانی صاحب نے بڑا نام پیدا کیا۔ آپ نے چند یوم کے اندر مواصلات کا نظام درہم برہم کرنے کی پُر امن تحریک شروع کر دی جس سے متاثر ہو کر ہزاروں لوگوں نے ریوے پستروں پر ڈیر ڈال دیئے۔ پوشی باندھ دیئے۔ قدم قدم پر زنجیریں کھینچ کر ریلیں روک دی گئیں بغرض گیلانی صاحب نے ایک ماہ کے اندر خضریٰ حکومت کو پھر گرفتاریاں کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس سے از سر نو ہنگامے اور مظاہرے تیز ہو گئے۔ تلاشِ سبب کے باوجود سابق پنجاب کے ۱۲۹ امداد کی پولیس مسلسل ایک ماہ تک گیلانی صاحب کو گرفتار نہ کر سکی۔ حالانکہ آپ بھرے پبلک جلسوں میں اچانک پہنچ جاتے تھے۔ اور کئی کئی گھنٹے ہنگامہ خیز تقریریں کرنے کے بعد غائب ہو جاتے تھے۔ جس دن آپ اپنے انقلابی دورہ کی آخری تقریر کو حبر النواہ میں فرما رہے تھے تو قومی طوفان کی تاب نہ لا کر خضریٰ وزارت نے سمبھار ڈال دیئے اور مسلم لیگ نے فتح و نصرت کے شادیانے بجانے شروع کر دیئے۔ تمام اکابرین مسلم لیگ رہا کر دیئے گئے۔ اس زیر زمین تحریک

کی ہجرت دوڑ . . . اور کوشش میں گیلانی صاحب نے جو مصائب و آلام برداشت کئے، اس کی تفصیل کے لیے کسی دفتر درکار ہیں۔

حضرت ذرات کے دم توڑتے ہی ہندو سکھ انگریز تگم گھبرا گیا۔ اور کانگریسی ہندوؤں کی تشہیر پر سکھوں نے مسلمانوں پر منظم حملے شروع کر دیئے۔ اس وقت اس عظیم خطرے کے انسداد کا کام بھی خفیہ طور پر آپ کے ہی سپرد کر دیا گیا۔ آپ نے متحدہ پنجاب کے ۲۹ اضلاع کے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ مارچ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں آپ کا گھروٹ لیا گیا۔ آپ کا خاندان بمشکل جانیں بچا کر نکل سکا۔ آپ اس وقت گورداس پور کے دیہات میں اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھے۔ ایک ہندو بوبہ راج کے قتل کا مصنوعی مقدمہ بنا کر زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے۔ اور مارچ ۱۹۴۷ء میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ سب سے کئی ماہ تھانہ صدر بیرونی راولپنڈی کی حوالات میں زیر تفتیش رکھ کر ہر قسم کے مظالم کئے گئے مگر آپ کے پائے ثبات میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔

جب تھانہ صدر بیرونی کی حوالات میں آپ کو کئی ماہ گزر گئے تو اچانک گورنمنٹ پنجاب کے حکم سے آپ کو سنٹرل جیل راولپنڈی کی پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچا دیا گیا۔ اس وقت فسادات ۱۹۴۷ء کے سلسلے میں مختلف طبقوں کے تعلق رکھنے والے تقریباً پانچ ہزار مسلمان جیل میں بند تھے۔ جن پر تعزیرات ہند کے تحت ہندوؤں اور سکھوں کے قتل عام اور ساڑھونک کے شدید الزامات عائد کئے گئے تھے۔ اس وقت جیل کے اعلیٰ احکام میں صرف ایک اعلیٰ افسر مسلمان تھا۔ باقی تمام ہندو اور سکھ تھے۔ ڈی سی اور ایس پی دونوں انگریز تھے۔ سیشن جج اور دیگر اعلیٰ افسر بھی ہندو سکھ تھے۔ سازش یہ تھی کہ مذکورہ پانچ ہزار مسلمانوں کو جن میں سے دو سو کے قریب اعلیٰ طبقہ کے لوگ تھے۔ مقدمات کی سرسری سماعت کے بعد تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ اس سازش کے انکشاف کے باعث تمام حوالاتیوں کے حوصلے گر گئے۔ اس وقت کوئی پرسان حال نہ تھا جب ہندو اور سکھ افسروں نے محسوس کیا کہ تمام مسلمان

قیدیوں کے جوصلے پست ہو گئے ہیں تو انھوں نے انتہائی ذلت آمیز طریقوں سے اُن کو ستانا اور تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ان کے پروردہ چہروں کو دیکھ کر اُنہوہا نے سے مسلمان افسر کا دل جلتا تھا مگر وہ بے بس تھا جب گیلانی صاحب کے اچانک سنٹرل جیل میں پہنچنے کی خبر تمام مسلمان حوالاتیوں نے سُنی تو مائے خوشی کے اُچھل پڑے۔ آپ نے خفیہ طور پر تمام قیدیوں سے رابطہ پیدا کیا۔ چنانچہ سب کے جوصلے بلند اور عزائم پختہ ہو گئے۔ اس طرح جیل کے تمام ہندو اور سکھ افسروں کی بولتی پھر بند ہو گئی اور حوالاتیوں کے کیمپوں کی طرف ان کا آنا مشکل ہو گیا۔ آپ نے حوالاتیوں کی قیادت و رہنمائی اس خوبصورت اور پُر امن مانداز سے فرمائی کہ ہندو سکھ انگریز تنگ دم کسی ایک مسلمان کو بھی تختہ دار پر لٹکانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ۱۴ اگست کی مبارک صبح طلوع ہوئی اور پاکستان ایک روشن حقیقت بن کر افق عالم پر ابھر آیا۔ سنٹرل جیل راولپنڈی کے دروازے کھل گئے اور گیلانی صاحب اپنے پانچ ہزار قیدی ساتھیوں کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان زندہ باد، قائد اعظم زندہ باد اور ہندو سکھ انگریز سازش مُردہ باد کے پر جوش نعرے لگاتے ہوئے باہر نکل آئے۔ آپ کے اس عظیم کارنامے نے آپ کی ملکی و ملی شہرت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ ۵

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانا بخشد خدائے بخشنده

تحریک پاکستان کے دوران ایک ایسا وقت بھی آیا کہ سندھ کے جی ایم سید نے انتخابات میں مسلم لیگ کو چیلنج کیا کہ اگر خود جناح صاحب میرے مقابلے پر آئیں تو میں اُن کی بھی ضمانت ضبط کر ادوں گا۔ قائد اعظم نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اپنی جماعت سمیت ساری توجہ صوبہ سندھ پر مرکوز کر دی اور صہرال انڈیا کانگریس بھی جی ایم سید کی حمایت میں مقابلے پر ڈٹ گئی۔ اس عام مہم میں مسلم لیگ و کانگریس کی کھلم کھلا ٹکراہٹ ہوئی۔ مسٹر جی ایم سید کے

حلقہ انتخاب میں جن مخلص لیڈروں اور کارکنوں نے سرگرم حصہ لیا آپ بھی ان میں شامل تھے آپ کے انتخابی قافلہ میں جہلم کے چند بے لوث کارکنوں کے علاوہ بینا طلباء علی گڑھ کے تھے جنکی قیادت پر فیسر عبد العزیز کر رہے تھے۔ اور اس منظم تاریخی قافلے نے آپ کی سربراہی میں نصف ماہ چنے کی خوراک اور دریائے سندھ کے پانی پر گزارہ کیا مگر انتخابی مہم کے ساتھ ساتھ قاتلانہ حملوں کا بھی مقابلہ کرتے رہے بالآخر اپنے عزم و عمل سے کانگریسی امیدوار مشرعی ایم سید کو شکست فاش دی مسلم لیگ کے امیدوار قاضی محمد اکبر کی غیر معمولی کامیابی نے صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کی سیاسی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ (یاد رہے کہ اس مہم میں سر غلام مجدد سرسندی، پیر عبدالرحمن و عبد الرحیم بھر چونڈوی، پیر سید مغفور القادری، پیر محمد حسن جان سرسندی اور محمد اسماعیل روشن سرسندی قدس اسرارہم نے بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔ ان حضرات کے حالات حصہ اول میں آچکے ہیں) اس ملکی و ملی کامیابی کا سہرا بھی آپ کی مجاہدانہ قیادت کے سر تھا۔ اور اسی عظیم خدمت کی بنا پر حضرت قائد اعظم نے بذریعہ نارا آپ کو ”فائز سندھ“ قرار دیا تھا۔ مشرعی ایم سید کی اس اچانک شکست نے سندھ کانگریس اور دیگر فرقہ پرست ہندوؤں کی تمام ناپاک سازشوں کو ناکام و نامراد بنا دیا۔

تحریک پاکستان کی تاریخی مہم میں آپ نے ہندوستان کے طول و عرض میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن سے تاریخ پاکستان کا ایک باب قائم ہو گیا۔ قائد اعظم کے سرپرست سے لاہور واپسی تک کے تمام پروگرام بھی آپ کی بادرار اور پر جوش قیادت کے ہیں تھے۔ آپ نے صرف پندرہ یوم کے اندر اندر کوٹاہ سے شاہدہ تک سینکڑوں میل کی مسافت کو محروموں، خوبصورت دروازوں، پر امن جلسوں کے ذریعے قائد اعظم کے ان تاریخی استقبال کو وہ رونق جس کی یاد دیکھنے والوں کے دلوں سے کبھی محو نہ ہو سکے گی۔ قائد اعظم نے آپ کے حسن انتظام اور خدمات کا اکثر اعتراف کیا۔ آپ پر ہمیشہ نظر عنایت فرماتے رہے۔

آپ نے راولپنڈی میں مسلم لیگ کا جھنڈا اس وقت بلند کیا جب مسلم لیگ کے کارکنوں کی حالت ان یتیموں سے ملتی جلتی تھی جن کا کوئی ٹھکانہ حال نہیں ہوتا۔ خوشنودی انگریز اور ذاتی اغراض کے پرستاروں کا دور دورہ تھا۔ پنجاب کے اندر سرمایہ فضل حسین کے بعد سرسکندہ حیات کا طوطی بول رہا تھا۔ اُس وقت صرف ملک برکت علی ایڈووکیٹ مرحوم پیر تاج دین صاحب برکٹر مرحوم، میاں رمضان علی پی ایم جی مرحوم، میاں امیر الدین مین لاہور، نواب سر محمد شاہنواز خاں مرحوم والی ممدوٹ مسلم لیگ کے لیڈر تھے۔ راولپنڈی ڈوئین میں صرف آپ ہی تھے جو شروع سے لیکر آخر تک اپنے مسلک پر قائم دامن ہے جن کے دامن سیاست پر کبھی داغ نہیں آیا جن صبر آزما مرحلوں اور آزمائشوں کے دور سے آپ کو گزرنا پڑا اور جس دلیری اور پامردی کے ساتھ ساری عمر قید و بند اور اقتصادی بد حالی کے طوفانوں سے ٹکراتے رہے، اس کا صدقِ دل سے اعتراف نہ کرنا شدید بے انصافی ہوگی آپ اقبال کے اس شعر کی عملی تصویر ہیں۔

باطل سے دبنے والے آسمان نہیں ہم
سوار کر چکا ہے تو اسٹحان ہمارا

قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آباد کاری میں پوری دلچسپی سے حصہ لیا۔ ۱۹۵۹ء کے عام انتخابات میں پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کا انتخاب راولپنڈی تحصیل کے حلقہ نمبر ۲ سے بھاری اکثریت سے جیتا۔ اپنے تین چار مخالفین کو بُری طرح شکست دی۔ پنجاب اسمبلی میں آپ نے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے جو پر جوش، تعمیری اور قابل عمل تقریریں کیں، ان سے معمورہ آفاق آج بھی گونج رہا ہے۔ پنجاب اسمبلی کے خاتمہ کے بعد جب مغربی پاکستان اسمبلی کا چناؤ ہوا تو آپ اپنے دیگر پانچ ساتھیوں سمیت دوبارہ کامیاب ہوئے۔ اسی زمانہ میں سکندر مرزا نے اپنی صدارت کو محفوظ کرنے کے لیے ہر قسم کی ناجائز کارروائیاں شروع کر رکھی تھیں۔ ارکان اسمبلی کو خرید بیکار ہا تھا۔ ان حالات میں جن حضرات نے ثابت قدمی

کا مظاہرہ کیا ان میں آپ کا نام صف اول میں لیا جاسکتا ہے۔ سکندر مرزا۔ ملک فیروز خاں
نون (وزیر اعظم) اور ڈاکٹر خاں صاحب (وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان) کے منظم باوجود آپ کے
مجاہدانہ طرزِ خطاب میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ کو بارہ فوجدارہی مقدمات میں پھنسا کر
مسلم لیگ سے رابطہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ اور مفروضہ قرار دے کر آپ کا گھر فرق
کر لیا گیا۔ آپ کے اخبارات روزنامہ "جدید پوائنڈ" اور "ویکلی پرواز" بند کر دیئے گئے
دفاتر کو نوٹ کر موقوف کر دیا گیا لیکن ان تنگنڈوں کے باوجود آپ کے عزم و ثبات کو کوئی
چیز متزلزل نہ کر سکی اور آپ نے مسلم لیگ سے آخری وقت تک فولادی رشتہ قائم
کر کے ضلع راولپنڈی کی عزت و آبرو رکھ لی۔ ۵

آئین جو انہروں حق گوئی و بیباکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

۱۹۵۸ء میں اکابرین مسلم لیگ (جن میں آپ سب سے پیش پیش تھے) نے
سارے ملک میں ری پبلکن اور عوامی لیگ کے ساتھ ساتھ صدر پاکستان سکندر مرزا
کے خلاف ایک عوامی تحریک چلائی۔ حکومت اور مذکورہ جماعتوں پر زبردست تنقید
کی اور پشاور سے کراچی اور ڈھاکہ سے چٹاگانگ تک اس انقلابی مہم میں آپ نے
اپنی پرجوش اور تاریخی تقریروں سے حکومت کے ایوان ہلا دیئے۔ ابھی تک لاکھوں
ایسے مسلمان موجود ہوں گے جو اس دور میں آپ کی جرأت مندانہ تقریریں شاید نہیں
اس مہم کی آخری کڑی گجرات مسلم لیگ کے ماتحت وہ ۳۲ میل لمبا جلوس تھا جو سرائے
عالمگیر سے لے کر گجرات جا کر ختم ہوا جس کے بعد یاسل باغ میں تاریخی جلسہ ہوا۔ اس میں
اکابرین مسلم لیگ نے خطاب کیا۔ آخری تقریر آپ کی تھی، جو تین بجے رات ختم ہوئی۔ آپ
نے اپنی باطل شکن تقریر میں شیگوئی کی کہ "مسلم لیگ برسرِ اقتدار آئے یا نہ آئے مگر ری پبلکن
حکومت کا غیر جمہوری دور مستقبل قریب میں ٹھپ ہونے والا ہے۔" ادھر یہ تقریریں ہوئی

تھیں اور صدر راکٹوبر ۱۹۵۹ء کو مارشل لا نافذ ہو گیا اور ۲۴ اکتوبر کو سکندر امرز ملک بدر کر دیئے گئے۔ اس طرح ملک ایک شدید بحران سے بچ گیا۔

جب ایوب خان نے چور دروازے سے داخل ہو کر کنونشن مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی اور اس کی صدارت بھی خود ہی سنبھال لی تو محب وطن لیڈروں کو اس میں شامل کرنے کے لئے ہر قسم کے ناجائز حربے استعمال کئے جانے لگے۔ عظیم دستم کی انتہا کر دی گئی۔ ایسے حضرات کو اقتصادی لحاظ سے مفلوج کر دیا گیا۔ ان تمام زدہ لوگوں میں آپ بھی شامل تھے آپ کے روزنامہ "جدید پرداز"، "ہفت روزہ"، "پرداز" اور "افکار" کے ڈیکلریشن منسوخ کر دیئے گئے آپ کو اس قدر پریشان کیا گیا کہ آپ ترک سکونت کر کے کما تھیبہ ضلع لائل پور میں قیام پذیر ہو گئے اور اپنی چار مربعہ اراضی کی کاشت کرنے لگے۔ لیکن کونسل مسلم لیگ سے اپنا رشتہ نہ توڑا۔ ۶

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیرانہ کے

یحییٰ خان کے دور میں جب کونسل مسلم لیگ کے صدر میاں ممتاز محمد خاں دولت نامہ منتخب ہوئے اور پنجاب کونسل مسلم لیگ کی صدارت سردار شوکت حیات کے سپرد ہوئی تو آپ کو پنجاب کا نائب صدر منتخب کیا گیا۔ مگر سردار شوکت حیات کی غلطیوں کی وجہ سے آپ کی اُس سے نہ بن سکی۔ اس کے بعد جب دولت نامہ آپ کی خدمات کو بحسن نظر انداز کرتے ہوئے سردار شوکت حیات کی حمایت کی تو آپ نے کونسل مسلم لیگ سے استعفیٰ دے کر سیاست سے علاوہ کٹ کر کشتی اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ نبوی کی سعادت سے بھی بہرہ ور کیا ہے۔ آج کل گھریلو مری میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کو سیاست کے ساتھ ساتھ ادب سے بھی گہرا لگاؤ رہا ہے آپ کے اخبارات کا ذکر کر چکا ہے ان کے علاوہ آپ نے ۱۹۶۱ء میں "افکار راولپنڈی" نامی ڈائریکٹری شائع فرما کر علمی دنیا سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ ۱۷

۱۱۔ افکار راولپنڈی ڈائریکٹری مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۶۲ء ص ۲۰، سوخ مول، دادو، غزنوی ازب ابوج غزنوی ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱

مولانا فقیر اللہ نیازی

آپ کی پیدائش ۱۸۹۲ء میں قلعہ سوہجا سنگھ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت مولانا غلام محمد نیازی رحمۃ اللہ علیہ تھا جو سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے عظیم مہمانی پیشوا اور جتید عالم تھے۔ ان کی ساری زندگی مذہب و ملت کی خدمت میں گزری۔

مولانا فقیر اللہ نیازی بچپن ہی سے ذہین و فطین تھے۔ اسم بسم اللہ کے ایسے آچو والد گرامی اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ سچیار نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئے۔ اور انھوں نے بسم اللہ پڑھائی۔ ابتدائی کتابیں والد گرامی سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم نقشبندیہ علی پورہ سبیل، دارالعلوم نعمانیہ لاہور اور دارالعلوم منظر الاسلام بہرہ پل شریف تعلیم حاصل کرتے رہے پچیس سال کی عمر میں قرآن و حدیث اور علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی۔ اور مذہب حقہ کی تبلیغ و ترویج میں مشغول ہو گئے۔

آپ نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ ایک جامع زندگی کے مالک تھے۔ نصف شب کے بعد بیدار ہو کر یاد الہی میں مصروف ہو جاتے اور فجر کی نماز مسجد میں اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ ادا کرتے اس کے فوراً بعد درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد رات گئے تک عقیدت مندوں سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا۔

۱۹۳۵ء میں تحریک کشمیر میں آپ نے مولانا محمد مسعود الہڑوی۔ مولانا نور الحسن سیالکوٹی و دیگر علماء کرام کے شانہ بشانہ کام کیا۔ اس سے قبل حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت تحریک خلافت، تحریک شدھی، استنارت اور مسجد شہید گنج کی تحریک

میں سرگرم رکن کی حیثیت سے حصہ لیا۔ اور قید و بند کی کالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

تحریک پاکستان کا دور آیا تو مسلم لیگ کے پرچم تلے مولانا محمد یوسف، مولانا عزیز احمد ہاشمی، فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی اور مولانا امام الدین کوٹلوی کے ساتھ ملکر گاؤں گاؤں میں مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے کام کرتے رہے اور مسلمانوں میں جذبہ آزادی کی سپر تیز کرنے کی کوشش کی۔ نظریہ پاکستان کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ساتھ آپ مسلم لیگ نیشنل کارڈ کے کمانڈر کی حیثیت سے نوجوانوں کو تربیت دے کر فلسفہ جہاد سے آگاہ کرتے رہے۔ اس مقدس فرض کی ادائیگی کی پاداش میں متعدد بار پابند سلاسل بھی ہوئے مگر آپ کے عزم و استقلال میں سرمو فرق نہ آیا۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو دیگر علماء حق کے ساتھ آپ

بھی چھ ماہ قید با مشقت کے سزاوار ٹھہرے۔ دو ماہ ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ اور باقی مدت ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں کاٹی۔ رضائی کے بعد سیالکوٹ شہر میں ملک و ملت اور دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف ہو کر رہ گئے۔ آپ ۱۴ اگست ۱۹۶۲ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ نماز جنازہ مولانا محمد یوسف، حافظ محمد عالم اور مولانا محمد یعقوب خان نے علیحدہ علیحدہ ہزاروں آہوں اور سسکیوں کے درمیان پڑھائی اور حضرت سید بزرگ الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں طرف قبرستان شہیدان میں سپرد خاک کئے گئے۔

ان اللہ واننا الیہ راجعون - ۱۵

۱۵ روزنامہ مساوات لاہور ۹ نومبر ۱۹۶۵ء

شیربنگال مولوی فضل الحق

مولوی فضل الحق ۲۹ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو سوئریا (ستوریہ ضلع باقر گنج باریال (مشرقی پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ویسے آپ کا آبائی وطن اسی علاقہ کا مقام چکھارہ ہے۔ آپ کے والد ماجد مولوی واجد صاحب کا شمار مشرقی بنگال کے نامور وکلاء میں ہوتا تھا جو چالیس سال تک باریال ضلع کے گورنمنٹ پلڈرا اور پبلک پراسیکیوٹر رہے۔ آپ کے دادا مولوی محمد اکرم صاحب بھی فارسی کے اچھے ادیب اور لائق وکیل مانے جاتے تھے۔ آپ کے پردادا نظامت بنگالہ میں نواب ناظم بنگالہ مرشد آباد کے ماتحت قاضی تھے۔ اس وجہ سے آپ کا خاندان قاضی خاندان کہلاتا تھا۔

مولوی صاحب نے عربی اور فارسی کی تعلیم گھر میں اپنی والدہ سیدۃ النساء خاتم کی نگرانی میں حاصل کی جو بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں جس نے آپ نے باریال کے ضلع ہائی سکول سے فرسٹ گریڈ میں اعلیٰ امتیاز کے ساتھ میٹرک کا امتحان پاس کر کے وظیفہ حاصل کیا۔ اس کے بعد ۱۸۹۰ء میں پریذیڈنسی کالج کلکتہ سے ایف اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اسی کالج سے ۱۸۹۲ء میں بی اے کا امتحان تین مضامین فزکس کیمسٹری اور ریاضیات میں آنرز کے ساتھ پاس کیا اور تینوں میں فرسٹ کلاس حاصل کی۔ ۱۸۹۴ء میں آپ نے کلکتہ یونیورسٹی سے ریاضیات میں ایم اے کیا۔ غالباً آپ پہلے مسلمان

۱۔ حصول پاکستان از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء ص ۳۲۵۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹

اپریل ۱۹۶۲ء روزنامہ مغربی پاکستان لاہور ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء۔ ماہنامہ پیام حق کراچی اپریل ۱۹۶۲ء ص ۱۲

تھے جنہوں نے اس یونیورسٹی میں ایم اے کا امتحان پاس کیا تھا۔

۱۸۹۶ء میں یونیورسٹی لائبریری کلکتہ سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے آبائی وطن میں پریکٹس کرنے لگے۔ ۱۸۹۹ء میں آپ نے کلکتہ ہائیکورٹ میں پریکٹس شروع کی۔ ۱۹۰۱ء میں آپ بلدیہ باریسال اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں راج چندر کالج کے پروفیسر ہوئے۔ ۱۹۰۶ء میں مہین سنگھ میں مجسٹریٹ مقرر ہو گئے اور اس کے بعد سسٹنٹ جج کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کی کیسج پیراجی ٹیشن اور احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور دوبارہ وکالت کا آغاز کیا۔ علاوہ ازیں ایک ہفت روزہ رسالہ بانک کے ایڈیٹر اور ایک اور ہنگلی ہفت روزہ بھارت سرید کے جاسٹ ایڈیٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔

مولوی فضل الحق شروع ہی سے برصغیر کے ممتاز سیاسی لیڈروں کے ساتھ رہے۔ آپ برجستہ تقریر کے بادشاہ تھے۔ آپ کی حاضر جوابی اور قادر الکلامی عیدیم النظر تھی۔ غریب کے مزاج اور ایوان کی پسند کے مطابق تقریر کرنے میں ان کا کوئی سہم نہیں تھا۔ انگلش اردو اور ہنگلی میں تقریر کی یکساں قدرت رکھتے تھے۔ آپ اپنی تقریروں سے سامعین کو اس طرح مودہ لیتے تھے کہ آپ کا دوسرا نام بنگال کا جادوگر مشہور ہو گیا تھا۔ ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم کونسل کا نفرنس میں جوڑھا کے میں ہوئی تھی۔ آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۱۱ء میں آپ بنگال قانون ساز کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد جتنے انتخابات لڑے ان میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور ۱۹۵۴ء تک مسلسل بنگال کی مجلس قانون ساز کے ممبر رہے۔

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ اپریل ۱۹۶۲ء، سب سہ ماہیہ حق کراچی پریس ۱۹۶۴ء ص ۱۴

مسجد کانپور کی شہادت (جولائی ۱۹۱۳ء) کے واقعہ کے بعد آپ نے مسلمانوں کی حمایت میں سارے ہندوستان کا دورہ کیا۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے بعد ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک بنگال پراونشل مسلم لیگ کے سیکرٹری رہے ۱۹۱۴ء میں آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں شریک ہوئے جس کی صدارت قائد اعظم نے کی تھی اور جس میں مسلم لیگ کانگریس پیکیٹ لاہور منظور کیا گیا تھا۔ اسی سال آپ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور ایک سال تک کانگریس کے سیکرٹری رہے ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ لاہور کانگریس کے درمیان لکھنؤ میں جو معاہدہ ہوا اس پر دستخط کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔

۱۹۱۹ء میں آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کی صدارت کی جس میں تحریک خلافت مسئلہ جزیرۃ العرب، ترک کی اور مقامات مقدسہ اسلام کے مسائل زیر بحث آئے تھے ۱۹۲۰ء میں خلافت کمیٹی کی کلکتہ کانفرنس کی صدارت بھی آپ ہی نے کی تھی لیکن ۱۹۲۱ء میں آپ خلافت کمیٹی اور کانگریس کی تحریک ترک موالات خصوصاً کالجوں، سکولوں اور کونسلوں کے بائیکاٹ کے اختلاف کی وجہ سے خلافت کمیٹی اور کانگریس دونوں سے علیحدہ ہو گئے۔

۱۹۲۲ء میں مولوی صاحب نے بنگال کی صوبائی کونسل کا انتخاب جلیا اور ۱۹۲۴ء میں

آپ کو صوبہ کا وزیر تعلیم بنا دیا گیا۔ آپ نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں بے لوث دل چسپی لی۔ متعدد سکول، مسلم ہوسٹل اور کالج قائم کرائے مسلمانوں کی تعلیم کی ترقی و نگرانی کے لیے ایک سیشن ڈائریکٹر قائم کیا کلکتہ اسلامیہ کالج، فضل الحق ادینہ کالج، فضل الحق کالج چکھارہ، بارہ سیال، برابورن گورنمنٹ کالج کلکتہ، ڈھاکہ لاء کالج اور سنٹرل فون کالج ڈھاکہ آپ کی تعلیمی یادگار ہیں آپ نے ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کی خاطر بھی بہت کام کیا۔

۱۹۳۱ء میں آپ مرکزی اسمبلی دہلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۶ء تک ممبر رہے

۱۹۳۱ء میں انڈین گول میز کانفرنس لندن میں مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے اور ہندوستانی مسلمانوں کی مؤثر ترجمانی کی۔ ۱۹۳۵ء میں کلکتہ کارپوریشن کے پہلے مسلمان میئر منتخب ہوئے لیکن ہندوؤں کے کئی میشن پر بنگال گورنمنٹ نے اس الیکشن کو منسوخ کر دیا اگلے سال آپ دوبارہ کلکتہ کارپوریشن کے ممبر اور میئر منتخب ہو گئے۔ اٹھ ماہ بعد آپ نے ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق کے سوال پر کارپوریشن سے استعفیٰ دے دیا۔

۱۹۳۲ء میں آپ نے کرشنک پر جاپانی بنائی، جسے ۱۹۳۶ء میں مسٹر حسین شہید سہروردی جو اس وقت بنگال مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری تھے، نے جدوجہد سے پرچار کی کے عوامی و فلاحی پروگرام کو مسلم لیگ کے جامعیتی پر وگرام میں داخل کر کے مسلم لیگ کو بنگال کی سب سے طاقتور جمہوری تنظیم بنادیا۔ اس طرح پر جاپانی خود بخود ختم ہو گئی اور اسی سال مولوی صاحب بنگال مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو گئے۔

اکتوبر ۱۹۳۶ء میں آپ صدر بنگال مسلم لیگ کی حیثیت سے مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں شریک ہوئے اور اپنی تقریر میں اعلان کر دیا کہ :-

”ہندو کانگریس فسطیاء ہندو صوبوں کے مسلمانوں پر ظلم بند کر دیں ورنہ

ہم بنگال میں اس کا بدلہ لیں گے۔“

لوگوں نے اس پر آپ کو شیر بنگال کا لقب دیا۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۳ء تک آپ بنگال کے

پہلے مسلمان وزیر اعظم رہے۔ آپ نے قانونِ مزارعت **BENGAL TENANCY ACT** کی ترمیم کا بل پاس کرایا۔ اس دوران میں غریب مسلم کاشتکاروں کی ہر ممکن امداد کی اور انہیں ہندو مہاجنوں کے قرضوں سے نجات دلانے کے لیے پرانے قرضوں کے تصفیہ کا قانون منظور کرایا۔ لے

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹/۱۲/۱۹۶۲ء - حصول پاکستان ص ۳۲۸ -

مسلم لیگ کا دور حکومت ص ۳۰ -

مولوی فضل الحق کا ایک اہم کارنامہ کانگریسی وزارتوں کے خلاف تحقیقات کروا کر اس کی رپورٹ شائع کروانا ہے۔ یہ رپورٹ ۱۹۳۹ء میں کانگریسی وزارتوں کے استعفیٰ کے بعد شائع ہوئی اور اپنے موضوع پر ایک اہم دستاویز ہے جس میں کانگریسی تعصب کے تفصیلی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اے

۱۹۳۹ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کا اجلاس جب کلکتہ میں ہوا تو مولوی صاحب نے اس میں خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ مسلمانوں کی تعلیم کے مسئلہ پر یہ خطبہ یادگار حثیت کا حامل ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں قرارداد پاکستان پیش کرنے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔ اس اجلاس میں جب آپ تشریف لائے تو قائد اعظم تقریر کر رہے تھے، اچانک بہت شور اٹھا قائد اعظم نے پوچھا کہ یہ شور کیا ہے، ایک شخص اٹھ کر باہر گیا۔ اور واپس آکر انگریزی میں کہنے لگا کہ شیر بنگال آئے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ تھے "THE TIGER OF BENGAL HAS COME" اتنے میں مولوی فضل الحق

جھومتے ہوئے پنڈال میں داخل ہوئے۔ کلکتہ سے لاہور تک سفر کی کوفت چہرے سے عیاں تھی۔ اسٹیشن سے سیدھے یہاں چلے آ رہے تھے، شیونہ بنانے کی وجہ سے دالھی بڑھی ہوئی تھی، اور بغیر بھیند کے کی تر کی ٹوپی پر حسب معمول ایک ایک انچ میل چڑھا ہوا تھا۔ چہرے کی سیاہ رنگت کے ساتھ سپید لکھڑا عجیب بہار دکھاتا تھا۔ قائد اعظم نے ان کو اس شان سے آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ:-

جب شیر آئے تو میمنے کو بھپ جانا چاہیے۔ "اصل الفاظ انگریزی میں یوں
"when the lion comes the lamb should
tremble" تھے۔

یہ کہہ کر کرسی پر بیٹھ گئے جب مولوی صاحب کو جگہ مل گئی اور وہ اطمینان

اے تاریخ پاکستان از شیخ محمد رفیق وغیرہ، لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۲۳۳

سے بیٹھ گئے تو قائد اعظم یہ کہہ کر پھر کھڑے ہو گئے کہ ”اب شیر کو زنجیروں

میں جکڑ دیا گیا ہے۔ اس لیے میٹھا پھر باہر نکل آیا ہے۔“

Now THE LION IS CHAINED THE LAMB SHOULD
COME OUT.”

حاضرین ہنس ہنس کر بے حال ہو گئے۔

مولوی صاحب نے قرارداد پر اردو میں تقریر کرتے ہوئے جب مسلمانوں کی تکلیفوں کا ذکر کیا تو انور جی کے یہ دو شعر بھی پڑھے اور فضا شیر بنگال زندہ باد کے لغزدوں سے گونج اٹھی۔

ہر بلائے کہ ز آسماں راند گرچہ بردیگرے قضا باشد
برز میں نار سیدہ می گوید خانہ انور جی کجا باشد

مولوی فضل الحق کی تائید میں چوہدری خلیق الزمان نے خلاف معمول بڑی پر جوش اور جذبات سے مرصع تقریر کی۔ قائد اعظم کا قاعدہ تھا کہ لیگ کے سالانہ اجلاس پر اہم ترین تجویز کی حمایت میں ہندوستان کے ہر صوبے سے ایک نمائندے کی تقریر کرایا کرتے تھے۔ اس قرارداد کی حمایت کرنے والوں میں ممبئی سے ابراہیم اسماعیل چند ریگر، سی پنی سے عبدالرؤف شاہ مدراس سے عبدالحمید خان، سرحد سے سردار اورنگ زیب خان، آسام سے عبدالمبین چوہدری بہار سے محمد عاشق وارثی، پنجاب سے مولانا ظفر علیخان، بلوچستان سے قاضی محمد عیسیٰ، یوپی سے مولانا عبدالحماد بدایونی، دہلی سے بیگم صاحبہ محمد علی جوہر، سندھ سے سر عبداللہ مارون غیرم نے کی۔ ان کے علاوہ نواب اسماعیل خان بھی تائید کرنے والوں میں شامل تھے۔ قرارداد مندرجہ ذیل تھی۔

”در قرار پایا کہ غور و خوض کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی یہ رائے ہے

چند یادیں چند تاثرات از ڈاکٹر عاشق حسین شاہی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء ص ۲۴۹۔ حصول
پاکستان ص ۳۲۷۔

کہ کوئی بھی آئینی منصوبہ بغیر اس کے اس ملک میں قابل عمل اور مسلمانوں کیلئے قابل قبول نہیں ہوگا جب تک وہ مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر مبنی نہ ہو۔ یعنی یہ کہ جعفر انبیائی حثیت سے ایسے متصل علاقے جن کی ضرورت کے مطابق ملکی لحاظ سے اس طرح حد بندی کر دی گئی ہو کہ جن علاقوں میں تعداد کے اعتبار سے مسلمانوں کی اکثریت ہے جیسا کہ شمال مغربی اور مشرقی حصوں میں ہے وہ خود مختار حکومت قرار دے دیئے جائیں اور جن کے اجزائے ترکیبی اندرونی طور پر خود مختار اور بااختیار ہوں اور یہ کہ ان علاقوں اور منطقوں کے اجزائے ترکیبی میں اقلیتوں کے مذہبی ثقافتی اقتصادی سیاسی انتظامی اور دوسرے حقوق کے تحفظ کے لیے معقول مؤثر اور واجب التعمیل تحفظات معین طور پر دستور میں داخل کئے جائیں جن سے ان کے مذہبی ثقافتی اور سماجی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔“ ۱

کچھ عرصے سے قرارداد لاہور پر بحث کا ایک ایسا سلسلہ چل نکلا ہے جس میں چند حضرات یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ اس قرارداد میں ایک کی بجائے دو ریاستوں کا تصور موجود ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ مدراس جو قرارداد پاس کی گئی اس میں ایک ریاست کے قیام پر زور دیا گیا۔ قرارداد مندرجہ ذیل تھی۔

”و آل انڈیا مسلم لیگ کا عقیدہ ہے کہ مسلمان انڈیا کی ایک واحد قومیت ہیں اس نظر یہ کو مدنظر رکھ کر کوشش ناکام بنادی جائے گی ہر شخص کو یہ بات غور

۱۔ حصول پاکستان ص ۲۷، چند یادیں چند تاثرات ص ۲۵۱۔ تاریخ پاکستان از شیخ محمد رفیق وغیرہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۳۰۸۔ دہنکی اسلامی تاریخ از ریاض الاسلام ایم اے رحیم عبد الحمید مطبوعہ لاہور ص ۷۷۔
مسلم لیگ کا دور حکومت از صفدر محمود مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۳۰۔ طہور پاکستان از چوہدری محمد علی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء ص ۵۵۔ بے تیغ سپاہی ص ۲۱۰۔

سے سن لینی چاہیے کہ ہم ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست کے... قیام کی کوشش کر رہے
اور اس پر صغیر میں یہ ریاست قائم ہو کر رہے گی۔^۱

اس کے بعد اپریل ۱۹۴۶ء میں دہلی میں مسلم لیگ کے ممبران قانون ساز اسمبلی کے کنونشن میں قرارداد
لاہور میں لفظ ریاستوں کی بجائے ایک ریاست کا لفظ استعمال کیا گیا۔^۲

۱۹۴۷ء میں وائسرائے ہند نے وار کونسل قائم کی تو مولوی فضل الحق کو اس میں شامل کر لیا
گیا۔ ۱۹۴۷ء میں گورنر سے اختلافات کی بنا پر وزیر اعلیٰ کے عہدہ سے مستعفی ہو گئے قیام پاکستان
کے بعد کلکتہ سے ڈھاکہ چلے آئے آپ کو پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کا ممبر بنایا گیا۔ ڈھاکہ
ہائیکورٹ میں پریکٹس بھی شروع کر دی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ کو مشرقی پاکستان کا ایڈووکیٹ جنرل بنا
دیا گیا۔ ۱۹۵۴ء کے عام انتخابات میں آپ نے اپنی نو تشکیل شدہ کرشک سرانک پارٹی مسٹر
سہروردی کی عوامی لیگ اور نظام اسلام پارٹی کی مدد سے متحدہ محاذ بنا کر برسرِ اقتدار بیگی حکومت کو
شکست دی اور وزیر اعلیٰ بنے۔ ۱۹۵۶ء میں چوہدری محمد علی نے مرکز میں مخلوط وزارت بنائی تو آپ
وزیر داخلہ مقرر ہوئے۔ آئین کی ترتیب و تدوین اور نفاذ تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ مارچ
۱۹۵۶ء میں آئین کے نفاذ کے بعد مشرقی پاکستان کے گورنر مقرر ہوئے اور ۱۹۵۶ء تک اسی
منصب پر رہے حتیٰ کہ ملک فیروز خان لون وزیر اعظم بنے تو انہوں نے آپ کی جگہ مسٹر
سلطان الدین کو گورنر بنایا۔ ۲۷ جنوری ۱۹۶۶ء کو ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے
انہیں **سلال پاکستان** کا اعزاز دیا گیا۔^۳

۱۔ حاصل پاکستانی ص ۲۲۰ تا ۲۲۸ بحوالہ سیاست ملیہ از محمد امین زبیری مطبوعہ آگرہ ۱۹۴۷ء ص ۵۱۵

۲۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حصول پاکستان ص ۲۲۰ تا ۲۲۹۔

۳۔ تاریخ پاکستان ص ۳۰۳۔ ماہنامہ پیام حق کراچی اپریل ۱۹۶۲ء ص ۱۳۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور
۲۹-۳۰ اپریل ۱۹۶۶ء۔

۴۔ روزنامہ مغربی پاکستان لاہور، ۲۰ اپریل ۱۹۶۶ء۔

مولوی فضل الحق جنگ آزادی کے نامور سپاہی تھے۔ بہادر، نڈر اور جوش اسلام سے سرشار تھے۔ ان کے مزاج میں تلون ضرور تھا۔ مگر وہ کسی نہ کسی نوعیت سے ملک و قوم کی خدمت کرتے ہی رہے۔ ان کی گرج شیری گرج تھی۔ وہ واقعی شیرنگال تھے۔ ان کی آواز سے کانگریس کے ایوان لرز اٹھتے تھے۔ عروج و اقتدار کی بہت سی بہاریں ان کے دم سے وابستہ تھیں۔ مذہب تو ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اسلام کے نام پر وہ بڑی جلدی آستینیں چڑھا لیا کرتے تھے۔ اسلامی مدارس کی اہلاد میں پیش پیش رہتے تھے۔ علماء کے احترام میں ان کو سکون حاصل ہوتا تھا۔ مشہور عالم دین سلطان عظیم مولانا عبدالاحد سیلوی بھیتی (خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ) کے بے حد معتقد تھے۔ سیلوی بھیت سے ان کو کلکتہ بلاکر ہفتوں ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نامور مدرس مولانا مشتاق احمد کانپوری جو مولانا نثار احمد کانپوری کے بڑے بھائی تھے۔ ان سے دینی امور میں ہمیشہ مشورہ کیا کرتے تھے۔

آپ کی زندگی نہایت سادہ اور فقیرانہ تھی۔ غریبوں اور حاجت مندوں کی خدمت ان کا شہوہ تھا۔ بے شمار طالب علموں کو مالی امداد دے کر زیور تعلیم سے بہرہ ور فرمایا۔ بھاری بھر کم جسم پر شیردانی اور ترک کی ٹوپی ان کا لباس تھا۔ ہاتھ کا "سونٹا" کبھی نہیں بھونٹا۔ لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر مارچ ۱۹۴۲ء میں استقبال کرنے والوں سے فرمایا۔

”اگر حصول پاکستان کے لیے ضرورت ہوئی تو یہ سونٹا بھی استعمال کیا جائیگا۔“
مولوی صاحب کو امساک بول کی شکایت ہو گئی تھی۔ اسی مرض میں مبتلا ہو کر ۲۶ مارچ ۱۹۶۲ء کو ڈھاکہ میڈیکل کالج ہسپتال میں داخل کئے گئے اور ۲۷ اپریل ۱۹۶۲ء مطابق ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ بروز جمعہ المبارک دس بجکر چالیس منٹ پر صبح آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خبر وفات ملتے ہی مشرقی پاکستان میں تمام تعلیمی اور

سرکاری ادارے بند کر دیئے گئے اور قومی پرچم سرنگوں کر دیئے گئے۔ تقریباً دو لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور ڈھاکہ ہائی کورٹ کے احاطہ میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ ۱۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور نے آپ کی رحلت پر مندرجہ ذیل ادارہ لکھا۔

” مولوی فضل الحق کے انتقال سے پاکستان ایک بزرگ سیاست دان، ایک تو قلموں اور دلچسپ شخصیت، ایک مقبول و ہر دلعزیز انسان، ایک بہت بڑے ایشیاء پیشہ خدام سے محروم ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب مرحوم برصغیر کے ان معدودے چند سیاستدانوں میں تھے، جو اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان سے سیاسی، نظریاتی، شخصی اختلاف بھی کیا جاتا رہا۔ لیکن دلوں میں ان کا احترام ہر حالت میں برقرار رہا۔ مولوی فضل الحق نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک قومی مطلع سیاست پر جلوہ گر رہے۔ ان کی ہر دلعزیزی کا آفتاب کسی مرتبہ لوہری آبِ ذناب سے جگمگایا۔ ان کی بعض پالیسیوں بالخصوص سماجی، قانونی، طبیعت کے باعث ان سے بار بار سخت اختلاف بھی کیا گیا۔ لیکن ان کی شخصیت بڑی دلکش، مقناطیسی اور مقتدر و محترم رہی۔ ان کی خدمات بالخصوص تعلیمی میدان میں اتنی عظیم و شامدار تھیں کہ جب کبھی وہ کسی قومی و عوامی تحریک سے وابستہ ہوتے، بے پایاں ارادت و مقبولیت نے انہیں خوش آئند کہا۔ ان کی زندگی سیاسی عروج و زوال کا ایک دلنشین مرقع ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں اپنے حواری رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔“

۱۵۔ حصولِ پاکستان ص ۲۸۔ ماہنامہ پیام حق کراچی اپریل ۱۹۶۲ء ص ۱۵۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸۔۹۔۶۲ء

۱۶۔ اپریل ۱۹۶۲ء۔ روزنامہ صغریٰ پاکستان لاہور ۲۹۔۹۔۶۲ء ص ۱۹۔

۱۷۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹۔۹۔۶۲ء ص ۱۹۔

ڈاکٹر فرید بخش

ارائیں قوم نے مذہب و ملت اور سیاست کے میدان میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے
ان کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ حضرت شاہ عنایت قادری (مرشد بابا بلھے
شاہ قصوری) میاں شیر محمد شرقپوری، سائیں کرم الہی عرف کانواں والی سرکار گجرات، مہر محمد صوبالہ پوری
خواجہ غلام مرتضیٰ قلعہ واسی لاہور، مولانا نبی بخش حلوانی لاہوری (رحمۃ اللہ علیہم)، سر محمد شفیع مرحوم
اور چوہدری محمد علی سابق وزیر اعظم پاکستان ایسی شخصیتوں سے کون واقف نہیں، یہ سب کے سب ہی
قوم کے گل سرسبد ہیں۔ اسی قوم کے ایک اور مایہ ناز فرزند ڈاکٹر فرید بخش بھی تھے جن کا تذکرہ ذیل
میں کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی ولادت باسعادت ۱۸۶۳ء میں لدھیانہ (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں ہوئی۔
حصول تعلیم کے بعد انڈین آرمی میں کمپنڈر کی حیثیت سے بھرتی ہو گئے اور بڑی تندی سے خدمات
انجام دینے کے باعث انسران بالائی نگاہوں میں قابل احترام رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد ۱۸۹۹ء
میں لدھیانہ سے ترک سکونت کر کے ساندل بار کے علاقہ چک نمبر ۳۳۳ نزد پیر محل ضلع لائل پور
آباد ہو گئے۔ اس نئی جگہ پہنچ کر ڈاکٹر صاحب نے محسوس کیا کہ ہندو تعلیمی اور مالی لحاظ سے بروز
مستحکم ہو رہے ہیں، ملازمتوں پر چھا رہے ہیں، مسلمان ناخواندگی کے باعث تجارتی میدان میں بھی
ہندوؤں کے مقابلہ میں صفر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب رات دن کڑھتے تھے کہ مسلمانوں کی ترقی کیوں
کر ہو اور انہیں جہالت کے عمیق گڑھے سے کیسے نکالا جائے۔

۱۹۰۸ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں آپ بھی شریک ہوئے۔ اس
جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اردو کے مایہ ناز ادیب اور مسلمانوں کے عظیم محسن میر عبد القادر نے

مسلمانوں پر زندہ دیا کہ ۱۔

۲۔ اگر ایک زندہ قوم کی حیثیت سے برصغیر میں رہنا چاہتے ہو تو سب سے

پہلے اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ فرمائیں۔“

یہ تقریر ڈاکٹر فرید بخش کے سمند شوق کے لئے تازیانہ ثابت ہوئی اور انہوں نے اپنے گاؤں واپس آتے ہی چند احباب کے تعاون سے غوثیہ اسلامیہ پرائمری سکول کی بنا ڈالی اور انجمن غوثیہ قائم کر کے سکول کی کامیابی و کامرانی کا بیڑا اٹھایا۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کاشتکاری اور پریکٹس بھی کرتے تھے مگر ان کی تمام تر توجہ سکول کی طرف مبذول رہتی تھی۔

۱۹۱۲ء میں اس سکول کو مڈل کا درجہ دیا گیا۔ اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد یعقوب خان تھے جو بعد میں سول اینڈ میٹری گزٹ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ سکول کی گونا گوں کامیابیوں کی بدولت ۱۹۲۰ء میں اسے ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا۔ ۱۹۲۶ء تک اس ادارہ نے ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی میں خوب ترقی کی انجمن غوثیہ کے سربراہ کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ اپنی شبانہ روز کوششوں سے نوا بیکر اراضی حاصل کر کے ہائی سکول کی شاندار عمارت تعمیر کروائی۔ کچھ عرصہ بعد ایک عالی شان ہوسٹل بھی تعمیر کیا جس میں کم و بیش تین سو طلباء کی رہائش کا بندوبست تھا۔ کھیلوں کے میدان میں طلباء کے لیے کافی سہولتیں مہیا کیں۔

پاکستان بننے کے بعد غالباً الوبی دور میں اس سکول کو انٹر کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ لائل پور کے علاقہ کے بہت سے نوجوان تعلیم مکمل کرنے کے بعد حصول روزگار کے سلسلہ میں برطانیہ میں مقیم ہیں۔ ان میں سے بہت سے نوجوانوں نے ڈاکٹر صاحب کے سکول سے ہی تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کو خیال آیا کہ کیوں نہ ان نوجوانوں سے امداد حاصل کی جائے۔ چنانچہ ۹۵ سال کی عمر میں برطانیہ کا سفر کیا اور وہاں سے چندہ جمع کر کے انٹر کالج کے لیے ایک لاکھ روپے کا سٹینڈس کا سامان لے کر واپس لوٹے۔ لندن کے ایک اخبار ”سٹار“ نے آپ کا انٹرویو کر ایک مضمون شائع کیا تو ڈاکٹر صاحب کی تصویر کے نیچے یوں لکھا:۔

"DR. FARAI D BAKHSH 95 IN YEARS 18 AT HEART" 0

وطن واپسی پر آپ نے ایوب خان سے ملاقات کا پروگرام بنایا اور جب ملاقات کے لیے جناب قدرت اللہ شہاب کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ آپ کو صرف ۱۵ منٹ ملاقات کا وقت ملا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے ۴۵ منٹ بات کی۔ ایوب خان نے دس ہزار روپے انعام بھی دیا۔

محکمہ تعلیمات نے سائنس بلاک کے لیے کالج کو پچاس ہزار روپے کی امداد دی تھی لیکن عمار کے لیے اراضی نہ دی چونکہ یہ دونوں کام صوبائی حکومت سے تعلق رکھتے تھے اس لیے صدقہ فوراً اس وقت کے گورنر ملک امیر محمد خان کے نام چھٹی لکھ دی۔ بعد میں اسی سال صدر ایوب خان مرحوم نے ڈاکٹر صاحب کو راولپنڈی بلاک "ستارہ خدمت" عطا کیا۔

۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے انٹر کالج کو ڈگری کالج کا درجہ دے دیا گیا لیکن اس وقت تک ڈاکٹر صاحب کی عمر ایک سو پانچ سال سے تجاوز کر چکی تھی لہذا انھوں نے کالج کو سرکاری تحویل میں دے دیا۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ کالج یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرے مگر افسوس کہ عمر نے وفات کی۔

ڈاکٹر صاحب نے تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی تحریکوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ معرض وجود میں آئی تو ڈاکٹر صاحب اس کے ہم نوا ہو گئے۔ ۱۹۱۹ء میں لاہور میں مارشل لا نافذ ہوا پھر جلیانوالہ باغ امرتسر کا سانحہ وقوع پذیر ہوا تو دوسرے لوگوں کی طرح ڈاکٹر صاحب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تحریک خلافت میں بھی مقدور بھر حصہ لیا۔ ۱۹۲۱ء تک کا بیس سال کا عرصہ ڈاکٹر صاحب کی سیاسی زندگی کا سنہرا باب ہے۔ اس عرصہ میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں کو تحریک آزادی میں حصہ لینے کے "جرم" کی پاداش میں طرح طرح سے پریشان کیا گیا۔ دو سال کے لیے صوبہ بدر کیا گیا لیکن ان کے پاسے استقامت میں لغزش تک نہ آئی۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و سببا کی
اللہ کے شہر میں کو آتی نہیں رو با ہی

۱۹۴۲ء میں جب قائد اعظم لائل پور تشریف لائے تو اس وقت ڈاکٹر صاحب نیشنل گارڈز کے ضلعی سالار تھے جب قائد اعظم کو ایک لاکھ ایک ہزار ایک سو ایک روپے کی تحصیل پیش کی گئی تو ڈاکٹر صاحب نے فرط جوش سے اپنی تلوار بطور چنیدہ کے پیش کر دی۔ اسی وقت اس کی بولی شروع ہوئی تو نوابزادہ ولایت علی خان نے اڑھائی سو روپیہ میں آخری بولی دے کر ڈاکٹر صاحب کی تلوار حاصل کر لی۔ حضرت قائد اعظم نے جب یہ منظر دیکھا تو انہوں نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر سے ایک تلوار قیمتاً حاصل کی اور ایک لاکھ کے عظیم اجتماع میں ڈاکٹر صاحب کو سٹیج پر بلا کر یہ تلوار ان کے حوالے کر دی۔ اگلے روز ہندو اخبارات نے شور مچا دیا کہ رات جلسہ میں قائد اعظم نے ایک بوڑھے دیہاتی کو تلوار پیش کرتے ہوئے کہا کہ :-

”اس تلوار سے ہندوؤں اور سکھوں کے سر قلم کرنے میں“
انگریز حکومت نے ڈاکٹر صاحب کو خان بہادر کا خطاب دینے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر صاحب نے نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ :-
”اگر میں انگریز سے گیارہ مربع اراضی لے لیتا تو میں انگریزوں کے خلاف کبھی زبان نہیں کھول سکتا تھا۔“

اسی انا اور خود داری کے باعث ڈاکٹر صاحب نے تمام عمر تنگ دستی میں گزار دی۔ جب رحلت فرمائی تو صرف پانچ ایکڑ موروثی اراضی کے مالک تھے۔ زیادہ تر سفر میں رہنے کی وجہ سے نہ تو وہ اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم ہی دلا سکے، نہ ہی ورثہ میں ان کے لیے کوئی بڑی جائیداد چھوڑی۔

آپ کی رحلت یکم جون ۱۹۶۹ء کو ہوئی۔ تمام علاقہ میں آپ کی رحلت پر خون کے آنسو کے آنسو بہا کے گئے۔ ہزاروں آہوں اور سسکیوں کے دوران ساندل بار

کس سرستید کو آپ کے چک میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔ اگرچہ آپ اس دنیا میں
 نہیں ہیں لیکن ان کی گونا گوں خدمات کی بدولت ان کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے
 گا۔ لے

لے تاریخ اراٹیاں از علی اصغر چوہدری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۲۳۸، ۳۵۱۔
 روزنامہ نواسے وقت لاہور ۶ نومبر ۱۹۶۶ء۔ مجلہ روشنی گورنمنٹ کالج لائل پور
 قائد اعظم نمبر ۱۹۶۶ء ص ۱۳۸۔

سید قاسم رضوی

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور نظریہ پاکستان کے شیدائی اور برصغیر کی ممتاز اسلامی شخصیت سید غلام بھیک نیرنگ رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے سید قاسم رضوی تقریباً ۱۹۲۷ء میں انبالہ کے مشہور سید خاندان میں پیدا ہوئے آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک خان بہادر سید صدیق حسن تھا جو اپنے زمانے کے بہت مشہور آدمی تھے آپ کے تایا سید غلام بھیک نیرنگ رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے نامور رہنما حکیم امت علامہ اقبال اور قائد اعظم کے رفیق اور اردو کے مشہور شاعر تھے۔

سید قاسم رضوی نے ابتدائی تعلیم مسلم ہائی سکول انبالہ میں حاصل کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اردو اور انگریزی کے بہت اچھے مقرر تھے۔ اسلامیہ کالج کے جریدہ "کر سینٹ" کے ایڈیٹر بھی رہے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نائب صدر بھی منتخب ہوئے ۱۹۴۲ء میں آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس میں طلباء کی سرگرمیوں سے متعلق جو رپورٹ پیش کی۔ وہ اتنی جامع و مانع اور شستہ و رفته تھی کہ قائد اعظم نے اسے بے حد سراہا اور آپ کے اسلوب و اظہار کی تعریف کی پھر ۱۹۴۲ء میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری منتخب کئے گئے آپ کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ طالب علموں کو منظم کرنے کی ناقابل فراموش

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، جون ۱۹۶۵ء تا ۱۳ جون ۱۹۶۵ء روزنامہ دفاع لاہور
۲۔ جون ۱۹۶۵ء روزنامہ نوائے وقت لاہور، جون ۱۹۶۶ء۔

صلواتوں سے بہرہ مند تھے۔ آپ کی بدولت مسلمان طلباء میں تحریک پاکستان کو ایسی جلا ملی کہ حضرت قائد اعظم نے آپ کو اپنی خوشنودی کے خطوط لکھے۔ ۱۵

آپ نگہ بلند اور سخن دل نواز کے مالک تھے۔ تقریر کرنے کھڑے ہوتے تو محفل پر سحر طاری کر دیتے اور خاتمہ کلام پر پہنچتے تو طلباء کے جم غفیر کی نبض ان کے ہاتھ میں ہوتی اور آپ کے صرف ایک اشارے پر سارا اسلامیہ کالج سڑکوں پر نکل آتا تھا۔ پھر ریل بے پناہ ”پاکستان زندہ باد“ کے نعرے لگاتا ہوا جس طرف بھی گزرتا، راستے عامہ کو پاکستان کے حق میں بیدار کرتا جاتا۔ پنجاب اسمبلی ہال کے سامنے آپ نے ایسے کئی مظاہرے کرائے اور پاکستان کا مطالبہ انگریز حکام اور یونیونسٹ حکومت کے اعصاب پر سوار کر دیا۔ ۱۶

۱۹۴۵ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات کی مہموں میں مسلم لیگ کے بے بھر پور کام کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء نے گاؤں گاؤں جا کر مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ ان طلباء کی قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس انتخاب میں مسلم لیگ کی ہمہ جہت کامیابی نے ہی پاکستان کا حصول آسان بنایا اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس کامیابی میں قاسم رضوی اور ان کے ساتھی طلباء کی فوج ظفر موج کا بہت حصہ تھا۔ ۱۷

خضر حیات ٹوانہ کی حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں پر جوش حصہ لیا اور مجاہد نامت مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی اور میاں عبد الباقی وغیرہم کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ ۱۸

۱۹ ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۶ جون ۱۹۴۵ء روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ جون ۱۹۴۵ء روزنامہ

نوائے وقت لاہور ۶ جون ۱۹۴۶ء۔ بے تیغ سپاہی از صدیق علی خان کراچی ۱۹۴۶ء ص ۲۵۱

۲۰ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸ جون ۱۹۴۵ء۔

۲۱ پاکستان انقلاب سے پہلے اور بعد از اشرف عطا۔ قیوم نغمی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۱۳۹

قیام پاکستان کے بعد آپ قائد اعظم کے حکم پر سول سروس میں شامل ہو گئے۔ اور خدمت عامہ کا عمدہ نمونہ پیش کیا۔ ملتان، ساہیوال، سیالکوٹ، لائل پور اور سرگودھا وغیرہ میں ڈپٹی کمشنر رہے، ایوب خان کے زمانہ میں مرکزی محکمہ اطلاعات کے ڈائریکٹر جنرل مقرر ہوئے تو ان کی بدولت آزاد خیال حربہ آمد و صحائف کو قدرے اطمینان کی فضا نصیب ہوئی۔ لیکن اس وقت کے دانش ور دل نہ انہیں وہاں ٹھکنے نہ دیا اور وہ سرگودھا کے کمشنر ہو کر واپس آ گئے۔ پھر کئی خان کے زمانے میں ملتان کے کمشنر مقرر ہوئے اس کے بعد پاکستان سول سروس اکیڈمی کے ڈائریکٹر مقرر کئے گئے جب پیلیز پارٹی کے اقتدار کی صبح طلوع ہوئی تو جہاں اور بہت سے گنہگار گئے وہاں سید قاسم رضوی بھی بے گناہ ہونے کی پاداش میں رخصت کئے گئے۔ ان کا واحد جرم یہ تھا کہ وہ نظریہ پاکستان کے زبردست علمبردار۔ اسلامی تصور زندگی کے شیدائی و فدائی اور اقبال و قائد کے جانشین و فداکار تھے۔ انہیں صرف اس لیے حوالہ عمری میں ملازمت سے محروم ہونا پڑا کہ ایک ریٹائرڈ میجر جنرل کی اشتراکی ذہنیت کو ان کے اسلامی تصورات سے بغض و اختلاف تھا۔ جس سے مقامی طور پر ذہنی مخالفت کی لہروں میں ٹکراؤ ہو گیا۔ ۱۷

ملازمت سے برخاست ہونے کے بعد انہوں نے ایل ایل بی کا امتحان پاس کر کے وکالت شروع کر دی۔ سقوط مشرقی پاکستان کے غم نے انہیں مدھال کر دیا۔ اور تادم زلیست خون کے آنسو روتے رہے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے حزب اختلاف کا ساتھ دینے کی ٹھانی اور مسلم لیگ کے ایک کنونشن میں ان کی آواز بھی سنی گئی۔ لیکن چاہے ان پر دل کا دورہ پڑا اور عین عالم شباب میں ۱۹ جون ۱۹۶۵ء کو موت کی آغوش میں چلے گئے۔ اور وہ وہاں چلے گئے جہاں ان سے پہلے قائد اعظم، سوارمب اللہ شتر، خواجہ ظہیر الدین اور نواب افتخار حسین ممدوٹ جیسے پاکستان کے شیدائی چلے گئے تھے۔

۷۔ آسمان تیری لحد پر بنم فانی کرے۔ ۱۵

۸ جون ۱۹۷۵ء کو اس عظیم انسان، نظریہ پاکستان کے پرستار اور پاکستان کے عاشق صادق کو صبح کے وقت قبرستان میانی صاحب لاہور میں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ میں تحریک پاکستان کے کارکنوں، سرکاری ملازمین، وکلاء اور صحافیوں نے بھاری تعداد میں شرکت کی جبکہ عام لوگوں کی تعداد بے شمار تھی۔

آپ کی وفات پر ملک کے بے شمار اخبارات نے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا طوالت کے خوف سے چند ایک پرچوں کے اقتبامات نقل کئے جارہے ہیں۔ سب سے پہلے آغا شورش کاشمیری کا ہدیہ عقیدت ملاحظہ ہو۔

”قاسم کی موت بلاشبہ ایک سچے محب الوطن کی موت ہے۔ ہم سے ایک عبقری چلا گیا۔ ایک نابغہ اُٹھ گیا۔ اور ہم ایک سچے مخلص انسان سے محروم ہو گئے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ مدت ہوئی وہ سانچہ ہی ٹوٹ چکا ہے جس میں اس قسم کے انسان دھلا کرتے ہیں۔“

فدوغ شمع جواب ہے رہے گا صبح مشترک

مگر محفل تو پر وانیوں سے خالی ہوتی جاتی ہے ۱۵

روزنامہ نوائے وقت ”لاہور نے ایک معرکتہ آئرا ادارہ لکھا۔ جو من و عن مذہب قارئین ہے۔

۱۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ جون ۱۹۷۵ء

۱۶ ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۶ جون ۱۹۷۵ء ص ۱۲۔

تحریک پاکستان کے ایک ممتاز ترین طالب علم سید رشید محمد قاسم رضوی اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم قیام پاکستان کے بعد مختلف اعلیٰ عہدوں پر ملک و قوم کی گرانقدر خدمات سرانجام دیتے رہے اور ہر دور میں اپنی محنت اور لگن کے باعث نیک نام اور مقبول رہے۔ لیکن انہیں جو شہرت اور عظمت تحریک پاکستان کے زمانہ میں طلباء کے محاذ کو منظم اور سرگرم کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئی اور جس کی قدر افزائی خود قائد اعظم نے بھی بار بار فرمائی۔ اسے بہت اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے دور میں بھی ہمیشہ فوقیت حاصل رہی اور ان کا ذکر عام طور پر اعلیٰ افسر کے بجائے تحریک پاکستان کے ممتاز طالب علم لیڈر کے حوالے سے ہی ہوتا رہا۔ وہ نہ صرف زمانہ طالب علمی سے ہی اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں بہت اچھے مقرر تھے۔ بلکہ سرکاری ملازمت کے دور میں بھی جب وہ اپنے منصبی فرائض کے سلسلہ میں خطاب کرتے تھے۔ خاص طور پر جب ان کا موضوع پاکستان ہوتا تھا۔ تو سامعین گوش براؤں رہتے تھے۔ آخر میں یک بیک جان لیوا ثابت ہونے والا عارضہ قلب انہیں عرصہ سے لاحق تھا لیکن لا ایل سلاۃ میں جب انہیں اچانک جبری ریٹائرمنٹ کے سامنے سے دوچار ہونا پڑا، تو سقوط مشرقی پاکستان کے قومی صدمے کے ساتھ اس ذاتی المیہ نے بھی ان کے اعصاب پر بہت ناگوار اثر ڈالا۔ تحریک پاکستان کے زمانہ میں مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کا عزم و جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ وہ اس ذاتی المیہ میں بھی ان کے لیے مشعل راہ ثابت ہوا۔ انہوں نے لاکھ کالج میں داخلہ لے لیا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد پریکٹس کرنے لگے۔ کچھ عرصہ سے ان کی صحت نے خاصی تشویشناک صورت اختیار کر لی تھی۔ لیکن ان کے احباب اور قدردان ذہنی طور پر انہیں حوال سال اور حوال بہت ہی سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کے انتقال کی وحشت اثر خبر سننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اب وہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرنے کے ساتھ جب ان کی قومی خدمات اور انسانی خوبیوں کو یاد کریں گے تو بے اختیار یہ کہنے پر بھی مجبور ہوں گے کہ ہاں اے ملک پیر حوال تھا ابھی قاسم کیا تیرا بگڑتا جو نہ مر تا کوئی دن اور

۱۷ اداہیہ۔ روزنامہ فائے وقت لاہور ۸ جون ۱۹۷۵ء۔

اسلامیہ کالج لاہور کی انجمن طلبائے قدیم نے آپ کی یاد میں سال بھر کے لیے دو وظائف دینے کا اعلان کیا ہے۔ ۵۰ روپے کا ایک وظیفہ اسلامیک کالج ریلوے روڈ کے طالب علم کو دیا جائے گا، اور اسی مالیت کا ایک وظیفہ اسلامیک کالج سول لائنز کے طالب علم کو۔ اُمید ہے کہ انجمن طلبائے قدیم اس سلسلہ کو مستقل بنانے کا کجا حق تعظم کرے گی۔ اس کالج کے سابق طلباء میں ستیفاسم رضوی کی خدمات کے معترف اور قدردان اصحاب کی کمی نہیں۔ اگر وہ صرف سال سال کے لیے عہدیت دینے کا حوصلہ کریں، تو اس قومی کالج کے ایک عظیم فہر زندگی یاد تازہ رکھنے کا یہ کار خیر عرصہ تک جاری رکھا جاسکتا ہے۔

۱۵ ادا پر۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۷۵ء

پیر محمد قاسم مشوری

آپ کی ولادت تبا سعادۃ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ شب دوشنبہ کو بمقام مشوری شریف ضلع لاڑکانہ میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک الحاج محمد عثمان تھا جو رند بلوچ قبیلہ کی شاخ مشوری سے تعلق رکھتے تھے۔

پیر محمد قاسم نے والدین سے ناظرہ قرآن خوانی کے بعد گیارہ برس کی عمر میں سندھ کی مشہور دینی درس گاہ دارالفیض سونا جتوئی ضلع لاڑکانہ میں داخل ہو کر ۱۳۳۹ھ میں تمام علوم عقیدہ و نقلیہ میں فراغت حاصل کر لی اور پیر گیارہ خاندان کے عظیم روحانی رہنما حضرت پیر سید ام الدین شاہ راستہ ی قادری نقشبندی سجادہ نشین درگاہ عالیہ مٹلاہ شریف ضلع لاڑکانہ کے دست حق پرست و زما کر حرقہ خلافت حاصل کیا۔

ایک سال تک مدرسہ دارالفیض سونا جتوئی میں تدریس و فتویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۳۴۰ھ میں درگاہ عالیہ مشوری شریف میں اپنے استاد گرامی حضرت مولانا ابوالفیض غلام عمر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کاسٹ بنیاد رکھوایا۔ اس درس گاہ سے آج تک علم و عرفان کی نہریں بہہ رہی ہیں اور بے شمار تشنگان علوم ظاہری و باطنی اپنی پیاس بجھا رہے ہیں آپ کے دست اقدس پر ہزاروں فاسق و فاجر بیعت ہو کر تائب ہو چکے ہیں اور ہزاروں کافر و مشرک اور مرتد تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ انجمن اسلام لاڑکانہ جو اہل سنت و جماعت کی نمائندہ تنظیم ہے کے پیٹ فارم سے مسلم لیگ کی جدوجہد میں بڑا چرچہ کر حصہ لیا۔ اور جلسے جلوسوں کے ذریعے تحریک پاکستان کی گاڑی کو آگے بڑھانے کی بھرپور

سعی کی مسلم لیگ صوبہ سندھ کے زعماء پیر الہی بخش مرحوم اور محمد الیوب کھوڑو وغیرہم اس انجمن کے جلسوں میں حاضر ہوتے اور ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ آپ نے اس انجمن کے پلیٹ فارم سے قیام پاکستان کے لیے قراردادیں پاس کرائیں اور لوگوں کو تحریک پاکستان سے روشناس فرمایا حتیٰ کہ لوگ کانگریس سے بیزار ہو کر مسلم لیگ کے سپاہی بن گئے۔

پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ اس انجمن کے صدر بن گئے اور تاحال اس عہدہ پر فائز ہیں صدر انجمن کی حیثیت سے آپ نے مہاجرین کی آباد کاری کے لیے شب و روز نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ مہاجرین کو نقدی، اجناس، پارچہ جات و دیگر ضروریات زندگی فراہم کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذراشت نہ کیا۔ آپ کے معتقدین نے اس سلسلہ میں جس جانثاری کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یاد رہے کہ تحریک خلافت میں بھی آپ نے دامے، درمے، قدمے، قلمے اور سونے بھر پور حصہ لیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد جب کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام کشمیر کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے اس کے خصوصی اجلاس میں سندھ کی ممتاز روحانی گدی پر پگھار کے سجادہ نشین حضرت سید سکندر علی شاہ مردان ثانی اور ان کے برادر خور سید نادر علی شاہ کی لندن سے پاکستان واپسی اور گدی کی بحالی کیلئے ایک پُر زور قرارداد کو رنر سندھ جناب دین محمد شیخ کی موجودگی میں پاس کرائی جس کے نتیجہ میں گدی بحال ہوئی اور پیر صاحب پگھارہ اپنے بھائی کے ہمراہ انگلینڈ سے واپس لائے گئے۔

ایوبی دور میں کراچی میں مشائخ کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے اس خدشے کو مکمل طور پر رد فرمایا کہ پاکستان میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے ہوتے ہوئے کس فرقہ کی حکومت قائم کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ اسلام کے بنیادی احکامات پر تمام فرقے متفق ہیں اس لیے ہم فوری طور پر اسلامی قانون کو نافذ کر سکتے ہیں۔ اس بات کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ سائنسی دور میں بھی اسلام مکمل نظام حیات کے طور پر جاری و ساری ہو سکتا ہے۔

وقف املاک لاڑکانہ کی حالت بہت خراب ہو چکی تو ۱۹۵۸ء میں آپ کو سیشن کورٹ کے حکم کے تحت تمام املاک کانگراں مقرر کیا گیا۔ آپ نے لاڑکانہ مسلم وقف سوسائٹی کی تشکیل دی جس کے آپ صدر منتخب ہوئے آپ نے وقف املاک کی حالت درست کرانے کے علاوہ کئی دینی مدارس اور مساجد تعمیر کرائیں۔ بیوہ یتیم اور لاوارث لوگوں کی امداد فرمائی آپ کا حال اس سوسائٹی کی صدارت پر فائز ہیں۔

۱۹۶۵ء میں بھارت جیسے کمینڈ شمن نے پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا تو لاڑکانہ میں آل پارٹیز کانفرنس آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں تمام سیاسی، سماجی اور مذہبی تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی اور جہاد کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی نے مجاہدین کو بھرتی کر کے عسکری تربیت دی اور حکومت کو ان کی خدمات پیش کر دیں اس کے علاوہ لاکھوں روپیہ چندہ اکٹھا کر کے دفاعی فنڈ میں دیا۔

جمعیت علماء پاکستان سے آپ کا تعلق شروع سے ہی رہا جب لاڑکانہ میں ضلعی سطح پر جمعیت کی تنظیم معرض وجود میں آئی تو آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے مولانا عبدالحامد بدایونی مولانا شاہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی مولانا ابوالحسنات قادری و دیگر علماء کرام کی رفاقت میں تحفظ نظریہ پاکستان کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۶۹ء میں سوشلزم کا شور اٹھا تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے قائدین کو اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے بھرپور احساس دلایا چنانچہ آپ نے مولانا شاہ احمد نورانی، پیر عبدالرحیم بھٹو، ڈی مرحوم، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی و دیگر رہنماؤں کے ساتھ مختلف شہروں کے دورے کر کے اس فتنہ کو کچلنے کی بھرپور سعی کی۔

جون ۱۹۷۸ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ درالسلام میں آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے دوسرے علماء و مشائخ کی طرح اس میں نہ صرف شرکت کی بلکہ اس کی کامیابی و کامرانی کے لیے بھرپور ننگ و دود کی اور ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

”ابوقت اُگیا ہے کہ ہم حجروں سے نکل کر میدان میں آئیں اور ملت کی کشتی کو سنبھالا دیں۔“

نکل کر خالق ہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقر خالق ہی ہے فقط اندوہ و دل گیری

اس کے بعد از جولائی ۱۹۷۰ء کو سکھر میں آل سندھ علماء و مشائخ کے نمائندہ اجتماع میں آپ کو جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کا صدر منتخب کیا گیا جس کے بعد آپ نے پورے سندھ میں طوفانی دورے کر کے سوشلزم کے دام فریب کو تار مار کیا۔ آج کل گوشہ نشین ہو کر عوام کی روحانی تربیت پر ہی تمام زور جمع فرما رہے ہیں۔

آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں جو سب کی سب سندھی زبان میں ہیں۔

۱۔ مطبوعہ ۱۔ (۱) معلم الغرائض (۲) رحمتی رات شب برات (۳) ارشاد العباد (۴)

اتحاد الاشراف (۵) ہدیۃ الابرار فی ان المصطفیٰ نور الانوار (۶) البینات الواضحات فی

استجاب الجہر بالذکر بعد المکتوبات (۷) ہدایت الناس فی جواز المیلاد والاعراس (۸) کتاب

فی طریقہ قادریہ نقشبندیہ (۹) ایکشن کی شرعی حیثیت (فتویٰ بابت ایکشن)

ب۔ غیر مطبوعہ: (۱) پردہ عورت (۲) فتح اللہ اللہ اللہ فی تحقیق امرۃ المفقود (۳)

کتاب فی بحث الرضا ع (۴) نفی الريب فی بحث علم الغیب (۵) نبات النبی (۶)

تفقیص الحیۃ ولسوید الحیۃ (۷) الدلیل المعقول فی تحریم الطبول (۸) نہج الصواب فی

تحقیق العذاب (۹) فتاویٰ قاسمیہ مشروری (۱۰) قطع المشاجرة فی تحقیق حرمتہ المصاہرة۔

مولانا قاری احمد سیلی بھیتی

مولانا حکیم قاری احمد سیلی بھیتی ۱۹۱۱ء میں گنج مراد آباد (انڈیا) میں پیدا ہوئے والد گرامی کا نام نامی مولانا عبدالاحد سیلی بھیتی تھا جو برصغیر کے ممتاز محدث مولانا دہی احمد محدث سورتی کے صاحبزادے اور فاضل بریلوی علامہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کے شاگرد و خلیفہ تھے مولانا حکیم قاری احمد کی والدہ محترمہ تیرھویں صدی کے دلی کامل قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی نواسی اور ممتاز عالم دین مولانا شاہ عبدالکیم گنج مراد آبادی کی صاحبزادی تھیں مولانا قاری احمد کے والد کو ان کے مخصوص اندازِ خطابت اور شعلہ سیانی کی وجہ سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان نے "سلطان الوداعین" کا خطاب مرحمت فرمایا تھا جو ان کے نام کے ساتھ اس طرح وابستہ و پیوستہ ہوا کہ لوگ اصل نام سے کم اور "سلطان الوداعین" کے لقب سے زیادہ شناسا تھے۔

مولانا حکیم قاری احمد نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ الحدیث سیلی بھیت میں مولانا عبدالحی سیلی بھیتی خلف الرشید مولانا عبداللطیف سورتی اور ابوالمساکین مولانا ضیاء الدین سیلی بھیتی سے حاصل کی ۱۹۲۶ء میں گولڑہ شریف کا سفر اختیار کیا اور حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت بیعت حاصل کی گولڑہ شریف میں قیام کے دوران سرزمین پنجاب کے نامور قاری مولانا غلام رسول سے قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ رامپور کے مدرسہ عالیہ میں مولانا انصالحق سے صرف و نحو مکمل کیا ۱۹۳۲ء میں مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور مفتی کفایت اللہ سے حدیث کی سند حاصل کی مدرسہ امینیہ میں قیام کے دوران آپ نے مختلف علوم و فنون میں مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا ضیاء الحق اور مولانا عبدالغفور سے بھی استفادہ کیا ۱۹۳۷ء میں طبیہ کالج

لکھنؤ سے حکمت کی سند حاصل کی اور پھر اپنے آبائی شہر سلی بھیت میں طبابت کا آغاز کیا۔

مولانا قاری احمد مذہب و سیاست کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے، اس لیے سلی بھیت میں مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کے لیے مقدور بھرکوششیں کیں۔ سلی مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو کر گراں قدر خدمات انجام دیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح جب ۱۹۳۹ء میں علی گڑھ سے واپسی پر مسلم لیگ کے تنظیمی دورے پر بریلی تشریف لائے تو مولانا حکیم قاری احمد صدما کارکنوں کا ایک جلوس لیکر سلی بھیت سے بریلی پہنچے اور قائد اعظم کے پرچوش استقبال میں حصہ لیا۔ قائد اعظم کی بریلی آمد کی تفصیلات آپ نے اپنی کتاب تاریخ پاک و ہند میں یوں درج کی ہیں:-

”۱۹۳۹ء میں جناح صاحب علی گڑھ سے بریلی تشریف لائے بے شمار مسلمانوں نے اسٹیشن پر ان کا خیر مقدم کیا۔ اللہ اکبر! اسلام اور مسلم لیگ کے نعروں سے پورا شہر گونج اٹھا۔ بدایوں، شاہ جہاں پور، مراد آباد اور قرب و جوار کے قصبوں کے ہزار ہا مسلمان بریلی پہنچ گئے تھے۔ راتم الحروف بھی سلی بھیت سے صدما کارکنوں اور مسلمانوں کے ساتھ شریک استقبال ہوا۔ قائد اعظم اسٹیشن سے باہر کھلی گاڑی میں کھڑے ہوئے تو گھلے میں ہاروں کی کثرت سانس بند کئے دے رہی تھی۔ قریب ہی کھڑے ہوئے ایک صاحب خلیل اللہ خاں سلی بھیتی نے بڑی عجلت سے آگے بڑھ کر ہار ہلکے کر دیئے۔ جناح صاحب نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

رات کو عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ جناح صاحب نے اردو میں تقریر کرتے ہوئے

فرمایا:-

”انگریز کیا چاہتے ہیں؟ ہندو کیا چاہتے ہیں؟ اور ہم کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ انگریز چاہتے ہیں کہ ہندو مسلمان لڑتے رہیں اور ہم حکومت کرتے رہیں۔ ہندو چاہتے ہیں کہ انگریز کے زیر سایہ ہماری حکومت مسلمانوں پر قائم رہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم نہ انگریز کے غلام رہیں اور نہ ہندو کے بلکہ ہندوستان

میں آزاد قوم کی طرح ہمارا وجود قائم اور منظم ہو۔ (۳۹۵-۳۹۶)

۱۳۹۱ء کے آخر میں کانگریس حکومت کے خاتمہ پر مسلمانان ہند نے قائد اعظم کی اپیل

پر نہایت جوش و خروش کے ساتھ یوم نجات منایا۔ اپنی بھیت میں یوم نجات کے موقعہ پر مولانا نے ایک طویل جلوس نکالا اور جلسہ منعقد کیا۔ نتیجتاً گرفتار ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا مرحوم ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ مولانا عبدالحمید بدایونی مرحوم

سے دیرینہ مراسم کی بنا پر جمعیت علمائے پاکستان کی سرگرمیوں میں پر جوش حصہ لیا۔ ۱۳۹۲ء میں

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں جمعیت کے مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے اور قرارداد مقاصد کی تائید کی۔

۱۳۹۵ء میں کراچی سے جاری ہونے والے ایک مذہبی ماہنامہ ”الاسلام“ کے نائب

مدیر مقرر ہوئے اور مذہبی و تاریخی موضوعات پر مختلف مضامین قلم بند کئے۔ ۱۳۹۲ء میں حج بیت

کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور ”مشاہداتِ حرمین“ کے نام سے سفرنامہ حج تحریر کیا جو

قیام پاکستان کے بعد کراچی سے شائع ہونے والا پہلا سفرنامہ حج تھا۔ فروری ۱۳۹۵ء میں قرآن

محل کراچی کے مالک محمد سعید کی فرمائش پر ماہنامہ پیام حق کی ادارت سنبھال لی اور خاموشی

کے ساتھ اس حیثیت سے تادم مرگ کام کرتے رہے۔

مولانا نے مذہبی و تاریخی موضوعات پر تقریباً بائیس کتابیں تحریر کیں جن میں بخاری شریف

جلد اول اور شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب کی تصنیف ”اکمال فی اسماء

الرجال“ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ یہ تمام کتابیں کراچی کے مطبع قرآن محل اور امین برادری سے شائع ہوئی

ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے ایک درجن سے زائد کتابوں پر مبسوط مقدمے تحریر فرمائے۔

ان کتابوں میں سراج الامت حضرت امام ابو حنیفہ کی کتاب مسند امام اعظم ابن تیمیہ کی سیاست شرعیہ

ابن خلدون کی سیرت الانبیاء، امام جزیری کی حصن حصین، شاہ مانامیاں کی علی حضرت شاہ احمد رضا

بریلوی، مولانا مجد علی کی اصول حدیث اور مفتی انتظام اللہ شہابی کی مجالس المومنین وغیرہ شامل ہیں۔

تاریخ ردہ سیکھند، قادیانی فتنہ کا ارتداد اور علماء تابعین، مولانا حکیم قاری احمد کی غیر مطبوعہ کتابیں ہیں جن کے قلمی مسودات مولانا کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ مولانا مرحوم ایک اچھے طبیب و خطیب تھے۔ کراچی کے علاقے کاغذی بازار میں سو رقی دواخانہ کے نام سے پابندی کے ساتھ گزشتہ ۲۵ سال سے مطب کر رہے تھے جو مولانا کا ذریعہ معاش تھا۔ بادامی مسجد میٹھا در، ترک مسجد بی مارکیٹ اور رحمت مسجد بھیم پورہ سے آپ بحیثیت خطیب وابستہ رہے کئی سال سے قرآن مجید کی تفسیر پر کام کر رہے تھے۔ چھٹے پارے کے ساتویں رکوع کی تفسیر زیر قلم تھی کہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۷۶ء کو اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے انتقال پر ڈلی ڈان کراچی کے علاوہ روزنامہ جنگ، مشرق اور حریت کراچی نے جلی خبریں شائع کرتے ہوئے بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ پیلی بھیت (انڈیا) کے ممتاز شاعر جناب احمد سعید خان سعید پیلی بھیتی نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا۔

مختصر تعریف ہے مرحوم کی کان حکمت مخزن علم و شعور
سالِ رحلت سے پہلے ہر مغفرت قاری احمد کل تھے اب عبد الغفور

۱۳۹۶ھ

کراچی کے نوجوان شاعر جناب نصیر تریابی نے قطعہ تاریخ یوں کہا۔

جو پئے تبلیغ سرانجام روز و شب ہوئے وہ عمل سائے قبول بارگاہ رب ہوئے
کی جو فکر سالِ رحلت اتنی ہالت کی صدا قاری احمد گلشنِ حشر میں داخل ہوئے

۱۹۷۶ء

۱۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۸ مئی ۱۹۷۶ء

آپ نے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑیں سب سے بڑے صاحبزادے خواجہ
رضی حمید نے آپ کی علمی مسند کو نبھالا ہے۔ رضی صاحب ۵ فروری ۱۹۲۶ء کو پہلی بحیثیت
میں پیدا ہوئے ۱۹۶۶ء میں جناح کالج کراچی سے بی اے اور ۱۹۶۹ء میں جامعہ کراچی سے
اردو میں ایم اے کیا۔

۱۹۶۶ء سے روزنامہ حریت کراچی سے بطور سب ایڈیٹر وابستہ ہیں بکھنا اور پڑھنا
ان کا محبوب مشغلہ ہے ۱۹۶۶ء میں قائد اعظم کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر ان کی اولین کتاب
”قائد اعظم کے ۱۲ سال“ طبع ہو کر اہل علم حضرات سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اس کے
علاوہ ”قائد اعظم کے سوانح نگار“ ”تذکرہ علماء سورت“ ”تذکرہ محدث سورتی“ اور ”سیر چراغاں“
نامی کتابیں عنقریب منصف شہود پر جلوہ گر ہونے والی ہیں۔

خواجہ رضی حمید رکوشا عری سے بھی علاقه ہے۔ غزل کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہے

ایک غزل کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

دل میں کچھ درد زیادہ گرانی کم ہے	دشت تنہائی میں وحشت بھی پرانی کم ہے
اندھ آنکھوں میں مری آج ہی پانی کم ہے	ابر آیا ہے میرے شہر کو جل غفل کرنے
شوقِ عریاں ہے بہت اور جوانی کم ہے	کنجِ فرقت میں برابر یہ خیال آتا ہے
تیرے قصوں میں مگر ایک کہانی کم ہے	میری افسانہ طرازی پہ کہا تھا اُس نے
بات کی ہے جو طبیعت میں روانی کم ہے	کس لئے آج فسرده ہے یہ لہجہ تیرا

اُس کی نسبت سے جو شہرہ ہو اشہدوں شہروں
اب غزل میں بھی رضی شعلہ بیانی کم ہے

ملک لال خاں

ملک لال خاں ۱۸۸۹ء میں ضلع گجرات کے دورافتادہ گاؤں مرجان کے ایک اعوان خاندان میں پیدا ہوئے حصول تعلیم کے بعد انھوں نے اپنی زندگی کی ابتدا محکمہ مال میں ملازمت سے کی لیکن جلد ہی ملازمت کو خیر باد کہہ کر سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ انھوں نے لائل پور کی ”پگڑھی سنبھال اڑتے جٹا“ کی کسانوں کی مالیہ میں اضافے کی تحریک سے یکسر مسلک کی انقلابی تحریک پاکستان تک تمام تحریکوں میں حصہ لیا۔ تحریک خلافت، تحریک ہجرت اور تحریک شہید گنج میں ان کا نام متحدہ ہندوستان کے کونے کونے میں گونجتا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں جب وہ پہلی مرتبہ گرفتار کر کے جیل بھیجے گئے تو غالباً وہ سیاسی الزام میں جیل جانے والوں میں سب سے کم عمر کے نوجوان تھے۔ ۱۹۱۹ء کی تحریک عدم تعاون میں پیش پیش تھے جس کی وجہ سے مارشل لا کے تحت انہیں گرفتار کیا گیا اور انگریزوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ تحریک خلافت کا غلغلہ بلند ہوا تو دل و جان سے اس میں شامل ہو گئے۔ پنجاب خلافت کمیٹی کے محاسب اعلیٰ اور سیکرٹری کی حیثیت سے انھوں نے جو کارنامے انجام دیئے ان کا احاطہ کرنے کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خلافت اسلام کے سیاسی نظام کا ایک جزو لاینفک ہے۔ چنانچہ جنگ عظیم کے نتیجے میں خلافت عثمانیہ اتحادیوں کے زمرے میں آئی تو ملک لال خاں نے علی برادران کا دل و جان سے ساتھ دیا۔ اس زمانے میں خلافت اور ہجرت کی جو تحریکیں چلیں اُس نے برطانوی مہمیں لازم کی جڑیں

۱۔ روزنامہ ذرائع وقت لاہور، ۱۹۶۱ء، روزنامہ مشرق لاہور، ۲۱ نومبر ۱۹۶۵ء۔

ہلا کر رکھ دیں۔ ملک لال خان اس عظیم تحریک کے صفِ اول کے قائد تھے۔ یہ انہیں سچے منتظم کا ایک غیر فانی کارنامہ ہے کہ انہوں نے تحریک خلافت میں قید ہونے والے تمام کارکنوں کے گھروں میں ہر ماہ باقاعدگی سے خرچ پہنچانے کا انتظام کیا۔ یہ ایک وجہ ہے کہ تحریک خلافت میں قید ہونے والوں میں معافی مانگ کر گھر آنے والوں کی تعداد بے حد کم تھی وگرنہ عموماً یہ ہوتا تھا کہ لوگ جوش میں آکر قید تو ہو جاتا کرتے تھے لیکن جب ان کی غیر موجودگی میں ان کے بیوی بچوں پر فتنے مچاتے تھے تو وہ لامحالہ معافی مانگ کر باہر آ جاتا کرتے تھے۔ ملک صاحب کو لوگوں کی اس قسم کی مجبوریوں کا علم تھا اس لیے وہ جب کوئی تحریک شروع کرتے تو سب سے پہلے فنڈوں کا انتظام کیا کرتے تھے۔ ۱

ملک صاحب نے ہجرت کمیٹی کے صدر پنجاب کانگریس کے صدر نیلی پوش تحریک اور اتحاد ملت کے سیکرٹری کی حیثیت سے جدوجہد آزادی میں جو کردار ادا کیا وہ نئی پود کے لیے مشعل راہ ہے۔ انہوں نے ۱۹۲۲ء میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر سیتہ پال کی گرفتاری کے بعد صوبہ کانگریس کمیٹی کے صدر کے فرائض بھی انجام دیئے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ خدافت کمیٹی اور کانگریس برطانوی اسپرلزم کے خلاف شانہ بشانہ سرگرم عمل تھیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ملک صاحب نے مختلف تحریکوں کے دوران لاکھوں روپیہ بطور جزیہ اکٹھا کیا اور جب بھی ان سے مطالبہ کیا گیا انھوں نے قوم کے سامنے ایک ایک پائی کا حساب پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک اعلیٰ پایہ کے منتظم کی خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کی اپنی نجی زندگی بے حد منظم تھی اور وہ جس تحریک اور پراجیکٹ سے متعلق ہوتے اس کے انتظامات کو بہتر سے بہتر بنانے میں وہ کوئی دقیقہ فراموش نہ کرتے تھے۔ ۲

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء، روزنامہ مشرق لاہور، ۲۱ نومبر ۱۹۶۵ء

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء۔

مسجد شہید گنج، پنجاب کی سیاسی اور مذہبی تاریخ کا ایک بہت اہم باب ہے جب مسجد شہید گنج کا مسئلہ کھڑا ہوا تو ملک لال خاں پیش پیش تھے۔ انہوں نے مسجد کے تحفظ کے لئے نیلی پوتش کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کے وہ خود سیکرٹری مقرر ہوئے۔ یہ تنظیم اس بات کی خواہشمند تھی کہ یہ مسئلہ خوش اسلوبی سے حل ہو جائے لیکن دوسری طرف سکھ مسجد کو شہید کرنے پر تلے ہوئے تھے صورت حال جب بہت سنگین ہو گئی تو گورنر پنجاب نے مولانا ظفر علی خان اور ملک لال خاں کو بلایا اور ان کو صورت حال بہتر بنانے میں معاونت کرنے کی درخواست کی۔ ملک صاحب نے گورنر کو واضح الفاظ میں کہا کہ آپ کی حکومت اس مسئلہ میں جانبدار ہے اور وہ سکھوں کا ساتھ دے رہی ہے۔ ان دونوں کے شدید احتجاج پر گورنر پنجاب نے مولانا ظفر علی خان کو وزیر آباد کے قریب کرم آباد اور ملک لال خاں کو نوشہرہ درگاں (گوجرانوالہ) میں نظر بند کر دیا۔ ملک لال خاں ڈاک بنگلہ میں بند تھے۔ وہاں انہوں نے حفاظتی عملہ کے اٹکان اور دوسرے لوگوں کو ملا کر ڈاک بنگلہ میں مسجد تعمیر کر دی جو آج بھی وہاں موجود ہے۔ اس دوران ان کا ڈیوٹی کشنر گوجرانوالہ سے جھنگڑا ہو گیا تو ڈی سی نے گورنر سے درخواست کی کہ ملک صاحب کو گجرات میں ان کے آبائی گاؤں مرجان میں نظر بند کیا جائے چنانچہ انہیں مرجان منتقل کر دیا گیا۔ وہاں بھی انہوں نے حفاظتی عملہ کے تعاون سے ایک مسجد تعمیر کر دی۔

ملک صاحب کی سیاسی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی تحریک پاکستان سے وابستگی تھی اگرچہ ان کی تمام سیاسی عمر کانگریس کے لیڈروں کی رفاقت میں بسر ہوئی تھی اور وہ گاندھی جی ہی آرہے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ذاتی دوستوں میں شمار ہوتے تھے لیکن جب کانگریس نے اپنی تاریخ کو جھٹلاتے ہوئے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا سرے سے

۱۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۱ نومبر ۱۹۴۷ء۔

ہی انکار کرنا شروع کیا تو ملک لال خان نے ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا۔ ملک صاحب اپنے سیاسی پس منظر کے ساتھ ایک محبوب سماجی شخصیت کے بھی مالک تھے۔ ان کے احباب اور دوستوں کا طول و عرض ملک میں وسیع دائرہ تھا وہ ملک کے سیاسی اور سماجی حلقوں میں انتہائی احترام اور محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے چنانچہ ان کی مسلم لیگ میں شمولیت سے تحریک پاکستان کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب آزادی کا سورج طلوع ہوا تو ملک صاحب نے نئی مملکت کے استحکام و بقا کیلئے مفد و رہبر کام کیا۔ مہاجرین کی آباد کاری کے لیے اپنی زندگی کے شب و روز اور تمام تر مساعی صرف کر دیں۔ اس کے بعد مغربی پاکستان مسلم لیگ کے نائب صدر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو کر گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ۱۵ ملک صاحب کو تعمیر مساجد کا بہت شوق تھا۔ انہوں نے کئی جگہ شاندار مسجدیں تعمیر کرائیں گو حبر النوالہ ضلع کچہری میں ایک اونچے چو ترہ پر بنی ہوئی مسجد لاکھوں افراد نے دیکھی ہوگی لیکن بہت کم ایسے ہوں گے جو یہاں پر مسجد کی تعمیر کی تحریک کرنے والے کو جانتے ہوں گے اس کی تاریخ یوں ہے کہ سرکاری زمین کا ایک ٹکڑا خالی پڑا تھا جس کے بارے میں لوگوں نے کئی بار سوچا کہ وہاں چو ترہ بنا کر اس کو نماز پڑھنے کے استعمال میں لایا جائے۔ ملک صاحب نے عوام کی خواہش پر ایک رات کو خالی جگہ پر چو ترہ بنادیا جس پر بعد میں مسجد کی تعمیر ہوئی۔ ملک صاحب کی اس دلیرانہ کوشش پر گو حبر النوالہ کے مسلمانوں نے ان کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھاری ذمہ داری بھی انہیں سونپ دی وہ ذمہ داری یہ تھی کہ انجمن اسلامیہ گو حبر النوالہ کے مدرسہ کا نظم و نسق ان کے سپرد کر دیا گیا۔

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۴ جنوری ۱۹۶۶ء۔

ملک صاحب نے رات دن محنت کر کے نہ صرف مدرسہ کافر ضہ اتارا بلکہ اس کو بڑی کامیابی سے چلایا اور یوں یہ مدرسہ ایک طویل عرصہ تک مسلمانوں کے لیے پیش رہا علمی خدمات انجام دیتا رہا۔

۱۱ اگست ۱۹۱۶ء کو ذرا عتی کالج لائل پور کے پرنسپل نے حکم جاری کیا تھا کہ کالج میں مسجد تعمیر نہیں کی جاسکتی جس کی وجہ سے مسلمان طلباء نماز باجماعت ادا نہیں کر سکتے تھے طلباء کا ایک وفد گوجرانوالہ ملک لال خان کے پاس آیا اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا ملک صاحب ان کے ہمراہ لائل پور گئے اور پرنسپل سے ملے لیکن پرنسپل کسی صورت میں اپنا حکم واپس لینے پر رضامند نہ ہوا۔ ملک صاحب نے پنجاب کے گورنر کو خط لکھا کہ اگر چیف کالج سنٹرل ٹریننگ کالج، اوٹرنزی کالج اور میوہسپتال میں مساجد ہو سکتی ہیں جہاں طلباء کو نماز ادا کرنے کی بھی اجازت ہے تو ذرا عتی کالج میں اجازت کیوں نہیں دی جا رہی لیکن ملک صاحب کی ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ انہوں نے مقامی لوگوں، طالب علموں اور پنجاب اسمبلی کے ایک رکن سید راجن شاہ گیلانی (ملتان) کو ساتھ ملا کر کالج میں ایک پختہ چبوترہ تعمیر کر دیا جو بطور مسجد کے استعمال ہونا شروع ہو گیا۔ آج زرعی یونیورسٹی کی مسجد بھی اسی جگہ واقع ہے۔ جب پنجاب میں عدم تعاون کی تحریک نے زور پکڑا تو گوجرانوالہ کے ایک ہندو لالہ حاکم رائے بھی پکڑے گئے۔ عدالتیں کام کر رہی تھیں اور ہر کسی کو سزائے موت یا عہ قید کی سزا کا حکم سنایا جاتا تھا۔ لالہ حاکم رائے بہت گھبرائے۔ ملک صاحب ان سے ملے اور کہا کہ تم وعدہ کرو کہ اگر تم سزایاب ہونے سے بچ گئے تو اپنی شہر والی زمین مسجد کی تعمیر کے لیے دے دو گے؟ لالہ جی نے وعدہ کر لیا۔ اللہ کی کرنی کہ لالہ جی اپنے چند ایک دوسرے رفقاء کے ساتھ بری ہو گئے چنانچہ انہوں نے وعدہ کے مطابق وہ زمین مسجد کیلئے دے دی وہ آج مسجد ملک لال خان کے نام سے مشہور ہے۔

بیرون شاہ عالم مارکیٹ لاہور مسلمانوں نے ایک ہی رات میں مسجد کی تعمیر کر دی جس

برپورے شہر میں سخت کشیدگی پھیل گئی اور ہندو مسلم فساد کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔ معاملہ طویل
 پکڑ گیا حکومت بھی اس ضمن میں اپنے آپ کو بے بس سمجھنے لگی۔ اسی دوران ڈپٹی کمشنر نے
 ملک صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں مداخلت کریں۔ ملک صاحب
 نے دونوں فریقوں سے بات چیت شروع کی اور ایک طویل کوشش کے بعد دونوں میں مصالحت
 کرا دی۔

پنجاب پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین مرزا عبدالرب کی خواہش تھی کہ اس علاقے
 میں کوئی مسجد تعمیر کرائی جائے۔ انہوں نے شعلہ مہارہی کے دامن میں ایک جگہ مسجد کی تعمیر
 کے لیے حاصل کی۔ بعد ازاں ملک صاحب نے مخیر حضرات سے عطیہ جمع کر کے مسجد تعمیر
 کرائی۔ اے

ملک صاحب کی تعلیم اگرچہ وراجہ تھی لیکن انہیں بڑے بڑے علماء کرام سے نیاز مند
 حاصل تھی۔ حافظہ بے پناہ تھا۔ دراصل بات یہ تھی کہ انہیں بچپن سے ہی روزانہ ڈائری
 لکھنا کا شوق تھا۔ وہ رات کو سونے سے پہلے اپنے دن بھر کی مصروفیات کو ڈائری میں
 لکھا کرتے تھے اس لئے ان کے کاغذات تاریخی اہمیت کے حامل ہیں جنہیں محفوظ کر لیا
 جانا ضروری ہے۔ ملک صاحب کی ذہانت اور فہم و فراست کے لوگ گرویدہ تھے چنانچہ
 گوجرانوالہ میونسپل کمیٹی کے انتخاب میں سب سے زیادہ مقتدر خاندان کے نمائندے کو شکست دے
 کر کمیٹی کی صدارت میں کامیابی حاصل کی۔

ملک صاحب کو مذہب سے وابستگی نے انہیں عمر کے اس حصے میں جب کہ
 ان کی صحت ایک گرتی ہوئی دیوار تھی ۱۹۷۵ء میں حج بیت اللہ کے سفر پر آمادہ کیا۔ انہوں
 نے مکہ معظمہ کے مدرسہ صولیینہ کے لئے ایک لاکھ روپے کا چنڈہ دیا تھا۔ اس سفر میں انہوں نے مدرسہ مذکور
 میں اپنے چنڈے سے بنائے گئے ڈمک کا افتتاح کیا جو انہیں کے . . .

اے روزنامہ مشرق لاہور ۲۱ نومبر ۱۹۷۵ء۔

نام سے ہی موسوم ہے۔ لے

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ملک صاحب کو برصغیر کے بڑے بڑے علماء کرام سے نیاز مندی حاصل تھی۔ ان علماء کرام کی صحبتوں نے ملک صاحب کو ایک کھرا اور صاف ستھرا آدمی بنا دیا تھا۔ وہ شریعت کے احکام کی سختی سے پابندی کرتے تھے کہیں سگریٹ تک کو منہ نہ لگایا ہمیشہ کھدہ پہنتے تھے اور وضع دار می کا یہ عالم تھا کہ خدا کے فضل سے جب دولت کی فراوانی ہوئی تو انھوں نے کار کی بجائے عام سواری کو ترجیح دی۔ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں اس زندگی اور آخری زندگی کا راز یہاں ہے۔ لے استاذی حضرت عظیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کے قول کے مطابق ملک صاحب نے آخر عمر میں حضرت میاں علی محمد چشتی نظامی دتبی شریف مدفون پاکستان شریف، رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر سعادت بیعت بھی حاصل کر لی تھی۔

ملک صاحب نے اپنی طویل عمر مذہب و ملت کی خدمت میں بسر کر کے ۲ جنوری ۱۹۶۶ء مطابق ۲۹ رذوالحجہ ۱۳۹۶ھ بروز جمعہ فوج گرنے کے باعث لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہا اور میانی صاحب کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ لے روزنامہ نوائے وقت لاہور نے انہیں یوں شام از خراج عقیدت پیش کیا۔

”ملک لال خاں صاحب جو بیسویں صدی کے دوسرے دہے میں ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے روشناس خلق ہوئے اور تیسرے دہے میں خلافت اور ہجرت کی تحریکوں میں صف اول کے رہنماؤں میں شمار ہونے لگے تھے جمعہ کے دن طویل عمر پاکر عالم آخرت کو سدھارے اور کوئی دس برس سے

لے روزنامہ مشرق لاہور ۲۱ نومبر ۱۹۶۵ء۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ جنوری ۱۹۶۶ء۔

۳۱۴ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ جنوری ۱۹۶۶ء۔

گوشہ گیر تھے لیکن مسلمانوں کی ساٹھ ستر برس کی سیاسی تاریخ کے امین تھے۔ ان کا ذخیرہ کتب، ان کی یادداشتیں اور ان کے ملفوظات ہماری قومی زندگی کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہیں۔ اس سرمایہ کو انھوں نے ہمیشہ سینے سے لگائے رکھا۔ بسا اوقات انہیں سیاسی معاملات میں اکابر سے اختلاف بھی پیدا ہوا ہے لیکن وہ اختلاف عناد کی حد کو کبھی نہ پہنچا۔ ان کا آخری سیاسی لگاؤ آل انڈیا مسلم لیگ سے تھا اور قیام پاکستان تک انہوں نے اسی کے پرچم تلے جو کچھ ان سے بن آیا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد وہ سیاسی زندگی سے کنارت کش ہو گئے۔ یوں بھی ان کے قولے پر اضحلال طاری ہونے لگا تھا۔ ان کے داماد مولانا نصر اللہ خاں عزیز (المتوفی ۱۹۶۶ء) بھی اب صحت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ ان کے سرمایہ علمی کی حفاظت کر سکیں ممکن ہے ان کے پس ماندگان میں سے خدا کسی کو یہ توفیق بخشے کہ وہ سرمایہ بہر حال تحفظ و ابلاغ کا متقاضی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۹۶۶ء (اداریہ)

خواجہ محمد رفیق

خواجہ محمد رفیق امرتسر کے ایک متوسط کشتیری گھرانے میں ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ایم اے اوکلیج امرتسر میں داخلہ لے لیا۔ اپنی گونا گوں خوبیوں کے باعث کالج میں معروف طالب علم لیڈر کی حیثیت سے ابھرے۔ لاہور کے دوران ہی شیخ صادق حسن مرحوم و معذور کے جلو میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لینا شروع کیا اور خیر حیات کی وزارت میں سول نافرمانی کے سلسلے میں گرفتار ہوئے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنی شعلہ نواشیوں سے امرتسر کے علاقہ میں بے شمار لوگوں کو نظریۂ پاکستان کا سہما بنا یا کنگرہ کی مسلمانوں کے باطل نظریات پر کاری ضربیں لگائیں پاکستان کے قیام تک شب و روز مسلم لیگ کے لیے کام کرتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد جناح مسلم لیگ میں شامل ہو کر حسین شہید سہروردی کے ساتھ جمہوریت کش حکمرانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ ایوبی دور میں جب بڑے بڑے جنادری سیاستدان خاموشی کو ہی اپنی عافیت سمجھتے تھے خواجہ صاحب شیروں کی طرح میدان میں گونجے۔ قید و بند کی تکالیف انہیں کسی وقت بھی کلمۂ حق کہنے سے باز نہ رکھ سکیں۔ انہوں نے جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کی غلط پالیسیوں پر گرفت کی موجی دروازہ لاہور کا عظیم میدان اس بات کا علانی شاہد ہے کہ کس طرح سرد در میں خواجہ محمد رفیق نے ظلم و جور کے خلاف آواز حق بلند کی، اس قحط الرجال اور ہواؤ ہوس کی تاریک رات میں بلاشبہ وہ آذانِ سحر تھے۔

”یہ فیلڈ مارشل ایوب ہے کون؟ ہم جو پاکستان کے بنائے والے ہیں اور جنہیں قائدِ اعظم کے ادنیٰ

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء، ۲۱ دسمبر ۱۹۶۶ء، ۲۵ دسمبر ۱۹۶۶ء
 س۔ والد گرامی کا نام خواجہ غلام محمد تھا۔

رضا کار ہونے کا لافانی شرف حاصل ہے، اس کی بیٹی اتار کر اُسے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کریں گے۔
 ناظرین کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ یہ اس دور کی بات ہے جب کہ ایوب خان کا آفتاب اقتدار
 پورے عروج پر تھا۔ اے ایوب شاہی کو ختم کرنے کے سلسلے میں خواجہ صاحب نے جس استقلال
 پامردی اور عزم محکم کا ثبوت دیادہ تاریخ جمہوریت کا زریں باب ہے بھٹی دور میں جب قومی جمہوری
 محاذ، عوامی لیگ، جسٹس پارٹی اور نظام اسلام پارٹی کا انضمام ہوا اور پاکستان جمہوری پارٹی کے نام سے نئی
 جماعت معرض وجود میں آئی تو آپ نے اس پارٹی کے لیے خون جگر دے کر کام کیا۔ اور ۱۹۷۱ء کے
 عام انتخابات میں حلقہ لاہور سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا مگر قائد اعظم کے جان نثار اور پاکستان
 کے اس قدرتی مجاہد کو مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے ناکام بنا دیا گیا۔ بعد میں اختلافات کی بنا پر جمہوری
 پارٹی سے مستعفی ہو گئے اور "اتحاد پارٹی" کے نام سے نئی سیاسی جماعت بنائی اور اس کے
 سربراہ منتخب ہوئے۔ ۲

اتحاد پارٹی کے قیام کے بعد آپ نے ملک میں جمہوری اقدار کی حفاظت کے لیے تنہا
 کی بازی لگادی اور اسی مقصد کے تحت ۱۹۷۲ء کو لاہور میں تحریک استقلال کے زیر اہتمام نکلے والے پرامن
 جلوس میں شرکت کی اس جلوس کی قیاد تحریک استقلال کے سربراہ ایمر بائٹل اصغر خان نے کی یہ جلوس نیلا گنبد
 سے ہوتا ہوا اسمبلی ہال کے سامنے تین بج کر چالیس منٹ پر منتشر ہو گیا جلوس نے راستے میں بنگلہ دیش
 نامنطور کے لغزے لگائے جلوس پر غنڈوں نے پتھر پھینکے۔ پٹاخے چھوڑے اور لغزہ بازی کی۔

جلوس کے اختتام کے تقریباً ۲۵ منٹ بعد خواجہ صاحب اپنے ساتھیوں اور رشتہ داروں کے
 ہمراہ منٹ گمری روڈ سے واپس جا رہے تھے کہ اچانک سات آٹھ افراد پر مشتمل ایک گروہ نے
 خواجہ صاحب اور ان کے ساتھی اشفاق بٹ پر حملہ کر دیا۔ اشفاق بٹ کو لاکھٹیوں اور خنجروں سے
 زخمی کر دیا گیا جب خواجہ صاحب نے مزاحمت کی تو دو افراد نے اُن پر گولی چلا دی۔ ایک گولی

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء، معلوماتی کتابچہ سلسلہ انتخابات

قومی اسمبلی ضلع لاہور مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۷۔

آن کے سر میں لگی اور دوسری اُن کے دل کے قریب لگی جس سے وہ فوراً گر پڑے۔ ایک اور گولی ان کے ساتھی اشفاق بٹ کی ران میں پویست ہو گئی اور وہ بھی وہیں گر پڑے۔ حملہ آور بھاگ نکلے اور غائب ہو گئے۔

یعنی شاہد دل کا کہنا ہے کہ قاتلوں کا گروہ اعلانیہ سپتول اور خیر ہوا میں لہرار ہا تھا۔ خواجہ صاحب کے گرتے ہی ہزاروں لوگ وہاں جمع ہو گئے اور بعض راگنیر خواجہ صاحب کو اپنی کار میں ڈال کر میو ہسپتال لے گئے لیکن ہسپتال پہنچتے ہی ان کی روح نفس غنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحلت کی خبر سنتے ہی اندرون شہر کھرام مچ گیا۔ پوزیشن لیڈروں اور شہریوں کی بھاری تعداد میو ہسپتال پہنچنا شروع ہو گئی جس پر وہاں پولیس کی بھاری جمعیت متعین کر دی گئی۔ خواجہ صاحب کے دوست اور ساتھی ان کی نعش زبردستی اپنے ساتھ گھر لے گئے اور نعش کا پوسٹ مارٹم کرنے کی اجازت نہیں دی۔ نعش جو بہی اندرون شہر پہنچی لوگ اپنے گھروں سے نکل آئے اور اُن کی آن میں خواجہ صاحب کی رہائش گاہ لوہاری دروازہ میں عوام کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ اور لوگ حکومت کے خلاف نعرے لگانے لگے۔ پوزیشن کے ممتاز لیڈر مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان، نوابزادہ نصر اللہ خان صدر جمہوری پانی ایڑ مارشل اصغر خان، ملک محمد قاسم جنرل سیکرٹری مسلم لیگ وغیرہ بھی پہنچ گئے اور تعزیت کرنے والے ہزار ہا لوگوں کے ہجوم سے خطاب کرنے ہوئے مولانا نیازی، ایڑ مارشل، ملک محمد قاسم اور میا طفیل محمد نے خواجہ صاحب کے قتل کو سیاسی قتل قرار دیتے ہوئے اس کی ذمہ داری حکومت پنجاب پر ڈالی۔ ۱۷

دوسرے دن لاکھوں انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے گول باغ لاہور میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ کی اقتدار میں آہوں اور سسکیوں کے دوران

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۱ دسمبر ۱۹۷۲ء

نماز جنازہ پڑھی۔ پولیٹیشن کی اپیل پر تمام شہر میں مکمل ہڑتال رہی اس موقع پر نوائے وقت لاہور کا راقب اس درج کرنا ضروری ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کی شخصیت سے عوام کو کس قدر عقیدہ محبت تھی۔

”مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت اور خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی جلوس میں شریک لاہور کے عمر رسیدہ شہری یہ کہتے سُنے گئے کہ لاہور کے درو دیوار نے غازی علم الدین شہید کے جنازہ کے بعد آنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا۔ جنازہ کے شرکار، شمع حریت زندہ باد، شہید جمہوریت زندہ باد کے علاوہ غنڈہ گردی مردہ باد اور حکومت کے خلاف زبردست نعرے لگا رہے تھے۔ ہزاروں نوجوان سینہ کو بی کر رہے تھے اُدھر آنکھ اشکبار تھی کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا اور تجسیر کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ مرحوم کے سوگ میں اور غنڈہ گردی کے خلاف احتجاج کے طور پر آج اندرون شہر اور اناکلی میں مکمل ہڑتال رہی پولیٹیشن پارٹیوں میں سے کوئی جماعت ایسی نہ تھی جس کے رہنما جنازہ میں شریک نہ تھے“ لے

نماز جنازہ کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ و دیگر رہنماؤں نے خطاب کرتے ہوئے اپیل کی کہ سب جماعتیں اکٹھی ہو کر آمریت کا مقابلہ کریں اس کے بعد جلوس حکومت کے خلاف نعرے لگاتا ہوا قبرستان میانی صاحب پنچا اور شکبائے نکھوں کے ساتھ خواجہ صاحب کو حمید نظامی مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ، ایر مارشل صغیر خان، نواز بزرگ نعر اللہ خان اور دیگر لیڈروں نے زار و قطار روتے ہوئے شہید کی قبر پر مٹی ڈالی۔ لے

موت اس کی جس کا زمانہ کرے فسوس

یوں تو سب آئے ہیں دنیا میں مرنے کیلئے

لے مذکورہ نوائے وقت لاہور ۲۶ دسمبر ۱۹۶۲ء، ایضاً ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء

جمہوریت اور حق و صداقت کے اس پر پلنے کی شہادت پر تمام ملک میں صفت تم بچھ گئی تعزیتی اجلاسوں، قراردادوں اور ایصالِ ثواب کی خبروں سے اخبارات کئی دن تک بھر لوہ نظر آتے رہے ملک کے تمام اپوزیشن لیڈروں نے گہرے رنج و الم کا اظہار کیا۔ اخبارات نے اپنے اداروں میں شہید کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے قاتلوں کو سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے اپنی ۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کی اشاعت کے ادارہ میں "انتہائی افسوس ناک" کے زیر عنوان یہ ادارہ سپرد قلم کیا۔

"ملک کے ایک انتہائی مخلص، بے لوث اور نڈر سیاسی کارکن، پاکستان کے شہدائی، عظیم محب وطن جمہوریت کے پرستار اور سیاست میں اخلاق و شائستگی کے علمبردار خواجہ محمد رفیق گزشتہ روز تحریک استقلال کے پر امن جلسوں میں شرکت کے بعد گھر جاتے ہوئے غنڈوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہو گئے۔
ان اللہ وانا الیہ راجعون۔"

خواجہ رفیق کا سانحہ ارتحال محض ایک بے لوث مخلص اور دیانتدار سیاسی کارکن کی موت نہیں، یہ ایک ایسا سانحہ ہے جس پر ملت کا ہر وہ شخص خون کے آنسو بہائے گا۔ جسے وطن عزیز میں اپنی لاقانونیت، غنڈ گردی اور فسطائیت کی بجائے شرافت و شائستگی اور اس جمہوریت عزیز ہے یہ محض ایک شخصیت کا المیہ نہیں۔ یہ جمہوریت پر حملہ ہے۔ سیاست میں شرافت و شائستگی پر حملہ ہے جس بد بخت نے اس ممتاز شخصیت کی جان لی ہے۔ اس نے اصل میں اعلیٰ جمہوری اقدار کو ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

ہم ان کالموں میں اکثر یہ گزارش کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان اس وقت جس نازک دور سے گزر رہا ہے گزشتہ سال اسلامی تاریخ کے سب سے بڑے سانحہ کے بعد ہم جس صمحلل و بحران کا شکار ہیں، ہمارے روزِ اول کے دشمن ہمیں ختم کرنے کے لیے تخریب و سازش کے جو جال پھیلا رہے ہیں اور ہمیں مفلوج و اپاہج کرنے کی جو مذموم کوشش کی جا رہی ہے، اس کا اولین تقاضا یہ ہے

کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کریں لیکن بڑی ہی تکلیف دہ حقیقت ہے کہ رہے رہے پاکستان میں جمہوری سیاست اور سیاست میں شرفیت و شائستگی، تحمل و بردباری، برداشت اور رواداری کی بجائے تشدد و لاقانونیت، غنڈہ گردی اور انتشار کے منحوس عنصریوں نے ناچنا شروع کر دیا ہے۔ اپوزیشن کی بات سننے اور اسے اپنے موقف کا اظہار کرنے سے روکنے کی غرض سے اسیری و نظر بندی، مقدمات بندشوں اور پابندیوں کا جواہر تمام کیا گیا۔ اس کا فطری و لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ لوگ اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لیے سڑکوں پر نکل آئیں جنہاں سب سے پہلے طلباء نے جنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے ضمن میں ریڈیو، ٹیلیوژن اور اخبارات میں سرکاری مہم کے خلاف مظاہروں کا اہتمام کیا۔ انتظامیہ نے اظہار کا یہ راستہ بھی مسدود کرنے کی کوشش کی اور طلباء کے مظاہروں کو پولیس نے تشدد کے ذریعے دبانے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے وکلاء و بھرتیاں اپوزیشن جماعتیں بھی احتجاجی جلسوں کا اہتمام کرنے لگیں جو بانی دارالحکومت پنجاب میں طلباء کے بعد وکلاء بھی تشدد کا نشانہ بنے۔ ابھی غنڈہ گردی کا نشانہ بننے والے وکیل ہسپتال سے دسپتارج نہیں ہوئے تھے کہ خواجہ رفیق غنڈوں کی گولیوں سے چھلنی ہو گئے۔

پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں تحریک استقلال کے جلسوں سے گھنٹہ ڈیرہ گھنٹہ پیشتر کسی ٹوک کے بغیر شاہراہ قائد اعظم پر ایک سیاسی جماعت (میلز پارٹی) کے کارکن جس طرح پولیس کی موجودگی میں دفعہ ۴۴ کا احترام کرتے رہے۔ ان عناصر نے تحریک استقلال کے جلسوں کے سامنے ٹولیوں کی شکل میں جمع ہو کر جس طرح اشتعال انگیز نعرے لگائے جلسوں پر روڑے اٹھوا دیے پتھر پھینکے اور دھماکے سے پھٹنے والے پٹاخے پھوڑے۔ پولیس اگراں کا بروقت نوٹس لیتی تو غنڈوں کے حوصلے پست ہو جاتے اور شاید انہیں خواجہ رفیق کو گولیوں کا نشانہ بنانے کا موقع نہ ملتا۔

خواجہ محمد رفیق زندگی بھر جمہوریت کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ وہ تحریک پاکستان کے سپاہی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ مسلم لیگ کی قیادت کو جمہوریت کی راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ایوب خانی آمریت کے خلاف آواز بلند کرنے والوں میں وہ پیش پیش تھے۔ اور

اس "جرم" کی پاداش میں اُن پر "غلامی" کا مقدمہ بھی چلایا گیا لیکن آمریت کی مشینری عدالت میں اُن کا جرم ثابت نہ کر سکی۔ وہ اب بھی مکمل جمہوریت کی بحالی کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ہمارے وابستگان اقتدار و اختیار اور ادارہ سیاست اگر اس پرستار جمہوریت کی انسداد موت سے کوئی سبق حاصل کر سکیں اور سیاست میں خواجہ مرحوم کے مسلک شرافت و شائستگی کو اختیار کر سکیں تو اسمبلی چیمبرز کے عقب میں بہنے والا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔

آخر میں ہم یہ گزارش بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ خواجہ محمد رفیق اپنے خاندان کا واحد سہارا تھے وہ کوئی سرمایہ دار یا امیر آدمی نہیں تھے، متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا ایک چھوٹا سا پریس تھا جس کا بیشتر حصہ اُن کی اسیری و نظری بندی کے زمانے میں خاندان والے فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس لیے سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اُن کے پسماندگان کے باعزت نام و نفقہ کا کوئی معقول اہتمام کیا جائے۔ یہ بات نہ صرف ادارہ باب اقتدار و اختیار بلکہ اپوزیشن رہنماؤں کی فوری توجہ کی متقاضی ہے۔

تحریک پاکستان کے نامور سپاہی اور ملک کے بزرگ صحافی جناب میاں محمد شفیع امین نے خواجہ صاحب کو یوں خراج عقیدت پیش کیا۔

"میں نے جب بدھ دار کی شام کو ریڈیو پاکستان سے بطل حریت، مجاہد جمہوریت، شیر برتر خواجہ محمد رفیق کی ایک پُر امن جلوس کے خاتمہ پر گولی لگنے سے شہادت کی خبر سنی، تو غم سے میرا کلیجہ شق ہو گیا۔ اس ایچ گروپ میں میں نے خواجہ محمد رفیق سے بڑھ کر کسی آدمی کو بہادر و غیرت مند بے خوف، نڈر اور جیالا نہیں پایا، میں نے انہیں فیلڈ مارشل ایوب خان کی ڈکٹیٹر شپ کے خلاف موجی گیٹ کے باہر جلسوں میں اُس وقت دھاڑتے دیکھا جب سابق صدر کے رعب اور دبہ سے بڑے بڑے حریت پسندوں کا پتہ پانی ہو جایا کرتا تھا، اور جب بڑے بڑے ناموں والے انقلابی فوجی ڈکٹیٹر کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہوا کرتے تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے

اس وقت اُس رفیق کی تصویر گھوم رہی ہے جو موجی گیٹ کے باہر ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے
کہہ رہا تھا۔ ”یہ فلیڈ مارشل ایوب خان ہے کون؟ ہم جو پاکستان کے بنائے والے ہیں اور جنہیں قائدِ اعظم
کے ادنیٰ ارضاکارہ ہوئے کالافانی شرف حاصل ہے، اس کی مٹی اُتار کر اُسے ملزموں کے کھڑے میں
کھڑا کر دیں گے۔“ یہ وہ دور تھا جب ایوب کا آفتاب اقتدار نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

خواجہ محمد رفیق ایک عظیم مجاہد وطن تھے، وہ امرتسر کے ایک متوسط کشمیری گھرانے کے
چشم و چراغ تھے، انہوں نے پاکستان سے قبل شیخ صادق حسن مرحوم و مغفور جیسے مخلص مسلم لیگی لیڈر
کے جلو میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے حسین شہید سہروردی
(مرحوم) کے ساتھ ملکر جمہوریت کے فروغ کے لیے دل و جان سے کام کیا۔ اور جب ملک پر
فوجی دیکٹیٹر شپ مسلط ہو گئی تو خواجہ محمد رفیق نے شیروں کی سی تندی کے ساتھ جمہوریت کی
بحالی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ان میں سیاسی کام کے لیے بے پناہ لگن تھی، انہوں نے
دائیں بائیں دیکھنا نہیں سیکھا تھا۔ وہ ناک کی سیدھ چلنے والا شیر دل جوان تھا جب اُس کا پی ڈی
سی سے اختلاف ہوا تو اُس نے اپنی طرز کے اٹیار پیشہ جواں سال لوگوں کے ساتھ ملکر پاکستان
اتحاد پارٹی کی داغ بیل ڈالی اور وہ جوانوں کے سے جوش و خروش کے ساتھ اپنی نئی سیاسی تنظیم کے غا
کے لیے دن رات کام میں جُت گیا۔ انہوں نے عہد کر رکھا تھا کہ ملک میں جیت تک غیر مشروط جمہوریت
بحال نہیں ہو جاتی اور جب تک لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق حاصل نہیں ہو جاتے وہ اپنی جدوجہد
جاری رکھیں گے، انہوں نے ۲۰ دسمبر کے روز بھی اسی جذبہ کے تحت احتجاجی جلوس میں شمولیت اختیار
کی تھی لیکن آہ! کسی شقی انقلاب کی گولی نے پاکستان کو اس کی ایک عظیم متاع، ایک پاکباز پاک
دل فرزند سے محروم کر دیا۔ میرا یہ ایمان ہے کہ خواجہ محمد رفیق کی شہادت پاکستان میں غیر مشروط جمہوریت
کی تمہید بنے گی اور دنیا کی کوئی طاقت کسی قسم کی منظم سیاسی غنڈہ گردی اور کوئی خفیہ ناپاک ہاتھ پاکستان
کے لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں رکھ سکیں گے، خواجہ محمد رفیق شہید جمہوریت
وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاکستان کی تاریخ میں زندہ رہیں گے۔

اس موقع پر میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے گورنر مسٹر غلام مصطفیٰ کھر کو اس وقت تک چین سے بیٹھنا نہیں چاہیے جب تک کہ وہ شہید جمہوریت خواجہ محمد رفیق کے قاتلوں کا سراغ نہیں لگا لیتے۔ آج پنجاب ہی نہیں پاکستان کا بچہ بچہ ان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ شہید جمہوریت خواجہ محمد رفیق کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں۔ ۱۵

مسٹر غلام مصطفیٰ کھر نے پنجاب کی گورنری کے دوران جس طرح جمہوریت کی مٹی پلید کی وہ کسی بھی چشم بنیا سے مخفی نہیں ہے۔ طلباء، وکلاء، علماء اور سیاسی لیڈروں کے ساتھ حمل میں جو انسانیت سوز اور ناقابل تحریر سلوک کیا گیا۔ اس کے تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے۔ تاریخ بڑے بڑے ڈکٹیٹروں کے تاریک کردار اور بھیانک چہروں سے بھری پڑی ہے مگر ایسی مثال پوری تاریخ میں ہی نہیں ملتی۔ ڈاکٹر نذیر احمد ایم این اے ڈیرہ غازی خان، جاوید مذہب شہید لاہور کے طالب علم، اور خواجہ محمد رفیق کے قتل تو مسٹر کھر کے دورِ مظالم کی ایک ادنیٰ داستان ہیں۔ ان کے دور اقتدار کے اخبارات آج بھی آٹھ آٹھ سطوروں پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ۱۵

قیامت خیز ہے افسانہ یزدرد و غم میرا
نہ کھلو اور زبان میری نہ اٹھو اور قلم میرا

خواجہ محمد رفیق کے قاتلوں کو مسٹر کھر نے پورا پورا تحفظ دیا اور نامعلوم اس کیس کو کس سر د خانے میں ڈلوادیا کہ آج جب کہ مسٹر کھر کھال بے عزتی سے ایوان اقتدار سے نکالے جا چکے ہیں اور خواجہ صاحب کی شہادت کو پانچ برس گزر چکے ہیں ابھی تک قاتلوں سے کوئی باز پرس نہیں ہو سکی مسٹر کھر جس طرح بے آبرو ہو کر کوچہ اقتدار سے نکالے گئے اور جس طرح آج کسمپرسی اور گناہی و ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں اگر اسے ان بے گناہ مظلوموں کے خونِ ناحق کی گرفت سمجھ لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور نہ معلوم انہیں فطرت و قدرت کی طرف سے مزید کین حالات سے دوچار ہونا پڑے جو

لوگ اقتدار و حکومت کے نقشے میں فوراً بدست ہو جاتے ہیں ان کے لیے اس سے زیادہ تازیانہ
عبرت اور کیا ہو سکتا ہے؟ فاعلموا یا اہل الابصار۔

دیکھو اسے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

ع

اکتوبر ۱۹۷۵ء میں مشرکھرنے حلقہ نمبر ۱ لاہور کی صوبائی نشست کے لیے ضمنی انتخاب لڑا۔ تو
انہوں نے اپنے دوستوں (سٹرافٹاز تاروی) کے ذریعے بیگم خواجہ محمد رفیق کے گھر جا کر معافی مانگنے کی
اجازت چاہی مگر بیگم صاحبہ نے انکار کر دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مشرکھرنے خواجہ صاحب
کے قتل کا مقدمہ چلایا جائے، مگر افسوس کہ حکومت نے کوئی ایکشن نہ لیا۔ ۱۷

خواجہ صاحب نے پسماندگان میں ایک بیوہ اور دو لڑکے چھوڑے۔ بڑے لڑکے سعید
کی عمر ۱۵ سال اور چھوٹے لڑکے سلیمان رفیق کی عمر ۱۳ سال ہے۔ اگرچہ خواجہ محمد رفیق ہمارے
اند موجود نہیں ہیں لیکن اپنے ایشیا، قربانی، خلوص اور دیانت کی بدولت وہ ہزاروں دلوں
میں زندہ و تابندہ ہیں۔

۱۷ روزنامہ امروز لاہور ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء

ع مشرکھرنے یہ ایکشن آزاد امیدوار کی حیثیت سے لڑا تھا۔

سردار محمد حسین گنجیانوالہ

نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے کہا تھا کہ ”ہمیں اُن کی ضرورت نہیں، جو شجرت پر پھول بکھو
چمکنا چاہتے ہوں اور پھل بن کر کام و دہن کو شیریں کرنا چاہتے ہوں ہمیں اُن کی ضرورت ہے
جو کھاد بنیں، جو زمین میں جذب ہوتی ہے اور جڑوں کو مضبوط بناتی ہے، جو مٹی اور پانی
میں ملکر رنگین پھول پیدا کرتی ہے۔ جو خود فنا ہوتی ہے اور پھلوں میں لذت و شیرینی
پیدا کرتی ہے۔“

ہم کو اُن کی ضرورت نہیں، جو کاخ و ایوان کے نقش و نگار بن کر نظارہ میں
لگا ہوں کو خیرہ کرنا چاہتے ہوں، ہم بنیاد کے اُن پتھروں کو چاہتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے
زمین میں دفن ہو کر اور مٹی کے نیچے دب کر اپنے اوپر عمارت کی مضبوطی کی ضمانت
قبول کرتے ہیں۔“

سردار محمد حسین مرحوم کی شخصیت بلاشبہ انہی مردانِ احرار کا علمی نمونہ ہے جن کا
ذکر نواب بہادر یار جنگ نے کیا ہے کیوں کہ اُنھوں نے کشتِ ملت کی آباری اپنے
خون اور پسینے سے کی تعمیر وطن کی خاطر تن من دھن کی بازی لگا دی اور تادمِ اسخراہی نصیب
پر قائم رہے اپنے وسائل سے بڑھ کر تعمیر ملت میں حصہ لیا۔

سردار صاحب ضلع قصور کے مشہور گادول گنجہ کھلاں (نواح عثمانیہ بلوچستان) کے
نامور گنجہ دارائیں، خاندان میں ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے اور ۶۵ برس کی عمر پاکر مذہب
ملت کی مقدور پھر خدمت کر کے ۱۵ جولائی ۱۹۶۹ء کو صبح دس بجے فیروز پور روڈ لاہور
پر ٹریفک کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ اُن کی موت نے لاکھوں انسانوں کو غمزدہ

کر دیا کیوں کہ ان کی موت صرف اُن کے خاندان کے لیے ہی باعث رنج و الم نہ تھی بلکہ اُن کے لاکھوں مداحوں اور عقیدتمندوں کے لیے بھی ایک عظیم سانحہ تھی۔ ہر آنکھ اُسکیا تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ غریبوں کا غم خوار اور یتیموں کا سہارا اس دنیا سے اٹھ چلا تھا۔

سردار صاحب نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۳۷ء میں پنجاب لیجسلیو اسمبلی میں تحصیل چوئیاں ضلع لاہور کے حلقہ سے بلا مقابلہ منتخب ہو کر کیا تھا۔ ۱۹۶۲ء تک مسلسل بلا مقابلہ منتخب ہوتے رہے تھے جس سے اُن کی ہر دلعزیزی کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح ۱۹۳۷ء سے ۱۹۵۷ء تک لاہور ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۶۲ء کے الیکشن میں کسی سازش کے تحت ان کو مسلم لیگ کا ٹکٹ نہ دیا گیا تو انہوں نے آزاد امیدوار کی حیثیت سے اُس وقت کے گورنر (ملک امیر محمد خان) کی مخالفت کے باوجود انتخاب لڑا۔ مگر حکومت کی مشینری نے حرکت میں آ کر عوام کے اس محبوب رہنما کو ناکام بنا دیا۔ لیکن پھر بھی سردار صاحب نے حق و صداقت اور انصاف کی شمع فروزاں رکھی۔

۱۹۳۸ء میں جب سکندر حیات کی یونینٹ وزارت قائم ہوئی تو آپ نے چند ماہ یونیٹ پارٹی میں رہ کر عکس کر لیا کہ سکندر وزارت عوامی خدمات کی بجائے آخر گریزی حکومت کی خدمت کو اپنا مقصد و حید بنائے ہوئے ہے اس لیے سردار صاحب اپوزیشن میں جا بیٹھے۔ پھر نہ صرف اسمبلی بلکہ جلسوں میں بھی حکومت کی غلط پالیسیوں کو پشت پاں کرتے رہے۔ اس اعلان حق کی پاداش میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے الیکشن میں حکومت نے اُن کی زبردست مخالفت کی مگر پھر بھی یہ مرد حق کو اپنی پارٹی کے ترغیب دہندوں کے ساتھ کامیاب ہوا۔

اسی دوران سکندر وزارت نے جب آبیانہ کی شرح دگنی کر دی تو سردار صاحب آگے بڑھے اور فیروز پور میڈ سے نیکنے والی نہر دیپال پور کا پانی نہ لینے کی تحریک شروع کر دی۔ جگہ جگہ جلسے کر کے لوگوں کو تحریک کی کامیابی کے لیے آمادہ کیا۔ چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے گاؤں کے موہگے بند کر دیئے۔ ناچار حکومت نے سردار صاحب کو گفتگو کے لیے بلایا۔

چنانچہ آپ کی زیر قیادت ایک وفد نے سرسکھدر حیات سے ملاقات کی اور حکومت نے تمام ناجائز اسباب و ٹیکس ختم کر دیا۔

خضر وزارت کے خلاف جب مسلم لیگ نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو آپ نے ضلع لاہور میں اس تحریک کو کامیاب بنایا۔ آپ کی دعوت پر لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں اپنے آپ کو گرفتار می کے لیے پیش کیا۔ حتیٰ کہ حکومت کثیر تعداد میں گرفتاریوں سے تنگ آگئی اور آپ کو گرفتار کر کے قصبہ جل بھیج دیا گیا۔ جہاں میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ، نواب افتخار حسین مجدد اور ملک فیروز خان ٹون جلسے قارئین پہلے ہی موجود تھے چند دن بعد جب خضر وزارت دم توڑ گئی تو آپ بھی دیگر لیڈروں کے ساتھ رہا ہو گئے۔

قائد اعظم نے جب مسلم لیگ کی عنان سنبھالی اور مسلم لیگ کی تنظیم کی مہم شروع کی تو ضلع لاہور میں آپ سب سے پہلے مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور ضلع لاہور میں بڑی محنت اور جانفشانی سے مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں اور با اتفاق رائے ضلعی صدر چنے گئے اور پورے بیس سال تک صدر رہے۔ دیہات میں مسلم لیگ کے اثر کو پھیلانے کے لیے سب سے پہلے موضع محمود پورہ نزد قصبہ کھڈیاں تحصیل قصور میں ایک شاندار جلسے کا اہتمام کیا جس میں میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ اور نواب افتخار حسین مجدد نے عوام سے خطاب کیا۔ دوسرا جلسہ پتوکی میں کیا۔ اس میں بھی قارئین مسلم لیگ نے خطاب کیا۔ حکومت کی شدید مخالفت کے باوجود جلسے نہایت کامیاب رہے اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے مہاجرین کی جو خدمت کی وہ قابلِ صد ستائش ہے آپ نے اپنے آرام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مہاجرین کو ہر قسم کی سہولتیں ہم پہنچائیں۔ مہاجر کمیپ قائم کر کے قیام و طعام وغیرہ کا پورا بندوبست کیا۔ تقریباً دو سال تک ہندوستان جا کر مسلمان عورتوں اور بچوں کو تلاش کیا۔ بعد واپس لاتے رہے۔ اسی طرح

قیام پاکستان کے بعد آپ نے ہزاروں رضا کار بھرتی کر کے دوستان تک ضلع لاہور کی سرحدوں کی حفاظت کی۔ حکومت نے آپ کو آنریری کرنل بنا دیا تھا۔ چنانچہ دو سال تک سرحدی بھڑپوں میں ہندوستان کو منہ توڑ جواب دیا۔

آپ محض ایک سیاسی رہنما ہی نہ تھے بلکہ بحیثیت انسان اُن میں تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ اقبال کا مرد مومن تھے۔ منڈی عثمانوالہ کے علاقہ کی تبلیغی سرگرمیاں آپ کی ہی رہیں۔ مشیت میں آپ نے بے شمار مذہبی جلسوں کا انعقاد کر کے علاقہ میں مذہبی روایات کو از سر نو زندہ کیا۔ علماء مشائخ سے اُن کو والہانہ عقیدت تھی۔ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھر دی رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے تعلقات تھے۔

آپ کی عوام دوستی اور رفاہی کاموں کا اعتراف خود اُن کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔ کیوں کہ آپ نے ذاتی تعصب سے بالاتر ہو کر عوام کی خدمت کی۔

مفتی سید مسعود علی قادری

مفتی سید مسعود علی قادری ۱۹۰۹ء میں یوپی کے مشہور شہر علی گڑھ کی نواحی ریاست

بوڑھا گاؤں میں متولد ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حافظ سید احمد علی بن سید قاسم علی بن سید قاسم علی تھا۔ ابتدائی تعلیم مارہرہ شریف میں حاصل کی۔ عربی تعلیم ۱۹۱۹ء میں مدرسہ لطیف جامع علی گڑھ میں شروع کی۔ ۱۹۲۱ء میں دادوں ضلع علی گڑھ میں نواب ابوبکر خاں شروانی کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ قادریہ میں

وکیل الدین احمد خان رام پوری اور قاری محی الدین سے اکتساب علم کیا اور ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۱ء مدرسہ عالیہ

رام پور میں جامع المعقول والمنقول علامہ عبدالحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادے مولانا افضل الحق خیر آبادی سے تعلیم حاصل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۴ء تک مدرسہ نعمانیہ دہلی اور ۱۹۳۴ء

سے ۱۹۴۱ء تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں اور ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۰ء تک مدرسہ عربیہ

دادوں ضلع علی گڑھ میں تدریس و افتاء اور انتظامی امور کے فرائض سرانجام دیتے رہے

۱۹۵۱ء میں پاکستان آ گئے اور ۱۹۵۴ء تک آپہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم مٹان میں تدریس

افتاء کے علاوہ انتظامی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے ۱۹۵۴ء میں پرانے مرض زیا بطن کی

زیادتی کے باعث قلبی عارضہ بھی لاحق ہو گیا چنانچہ آپ اپنے صاحبزادے مفتی سید

شجاعت علی قادری کی گزارش پر مع اہل و عیال کراچی مستقل طور پر منتقل ہو گئے یہاں ارا العلوم

۱۵ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی مارچ ۱۹۶۳ء ص ۱۸-۱۹۔

۱۶ حضرت مفتی صاحب نے اپنے استاد مولانا دجیہ الدین احمد خان کے پرکھن میں بریلوی سے بیعت کی تھی اور اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔

انجمن میں مسند تدریس و افتاء سنبھالی اور ساتھ ہی مع مسجد قضاہاں صدر میں خطابت کے فرائض انجام دینے شروع کئے جو آخر تک باقی رہے۔ ۱۵

حضرت مفتی صاحب نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۱ء تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے تھے۔ اسی نسبت سے مولانا عبدالحامد بدایونی کے رفیق کار رہے۔ اکثر جلسوں میں مولانا موصوف کے ساتھ تقریریں فرمایا کرتے آپ کثیر مسلم لیگی تھے آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا سید سعادت علی قادری لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ انھوں نے تحریک پاکستان کے واقعات بیان کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ ”اس زمانہ میں مجھے ان علماء اور مسلمانوں پر حیرت ہوتی تھی جو اسلام کا دعویٰ کرتے اور اپنی کوششوں سے ہندوؤں (کانگریس) کو فائدہ پہنچاتے تھے۔“ ۱۶

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت مفتی صاحب ۱۹۴۱ء میں دادوں خلع علی گڑھ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ درس و تدریس کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں جا کر مسلم لیگ کے لیے کام کرتے تھے۔ ۱۷ اور قیام پاکستان تک آزادی حاصل کرنے کے لیے میدانِ عمل مصروف کار رہے۔ اس دوران نامعلوم کتنی رکاوٹیں ان کی راہ میں حائل ہوئیں مگر آپ کے آہنی عزائم کو متزلزل نہ کر سکیں۔

۱۹۵۰ء میں جب آپ ملتان تشریف لے آئے تو جمعیت علماء پاکستان کے احباب کی کوششیں شروع تھیں آپ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ جمعیت از سر نو میدان میں آئی تو آپ کو مرکزی مجلس شوریٰ کارکن اور ملتان جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۵۰ء کے عام انتخابات

۱۵ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی مارچ ۱۹۶۵ء ص ۱۱۸

۱۶ مکتوب بنام مولف از کراچی مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۵ء ۱۷ ایضاً

میں مولانا حامد علی خاں مدظلہ آپ ہی کی تحریک پر قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے
آپ ان کے تمام انتخابی جلسوں میں علالت کے باوجود شریک ہوتے رہے۔ اور انتخابی امور
کے یہ شب و روز کام کرتے رہے۔

۹ رفروری ۱۹۶۳ء مطابق ۵ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ کو نماز جمعہ پڑھائی اور حسب معمول تقریر
فرمائی۔ جمعہ کے بعد حسب عادت کھانا تناول فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد دل کا دورہ پڑا اور بغیر کسی اضطرابی
کیفیت کے پرسکون انداز میں جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
آپ کی وفات پر ملک بھر میں رنج و الم کی لہر دوڑ گئی۔ تعزیتی پیغاموں کا تانتا بندھ گب
جا بجا تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے۔ شعراء نے مرثیے لکھے اور تاریخیں کہیں طوالت کے خوف
سے صرف جناب صابر تبارہ کی کہی ہوئی تاریخ وصال درج کی جاتی ہے۔

(۱) خلشِ آبِ غم
۱۹۶۳ء

(۲) جناب مولانا مفتی سید مسعود علی قادری
۱۳۹۳ھ

سراج الملک سید محمد حسین علی پوری

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۷۷ء کو علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ میں اعلیٰ حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جامع علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علی پور شریف میں حاصل کرنے کے بعد مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب علم کیا۔ اس کے بعد تفسیر حدیث فقہ ادب اور فلسفہ کی تکمیل آپ نے مدرسہ مینیہ ملی میں کی اور اسی مدرسہ سے سند فراغت حاصل کی۔

تحصیل علم کے بعد مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف کے مہتمم اور صدر مدرس مقرر ہوئے آپ کو عربی و فارسی پر مہارت نامہ حاصل تھی۔ بکثرت و تقریر میں اہل زبان کی طرح یدِ طولی رکھتے تھے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت پر بڑے بڑے علماء و فضلاء کو حیرانی ہوتی تھی۔ آپ کا انداز تدریس سہل اور ایسی جامع ہوتا کہ فوراً طالب علموں کی سمجھ میں آ جاتا۔

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ان کی رحلت کے بعد والد گرامی یعنی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے علم و عرفان کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہزاروں لوگ آپ سے بیعت کر کے ٹمراہی و گمشدگی سے نجات حاصل کر کے مسراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے شانہ بشانہ تمام دینی، ملی و سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں تحریک خلافت، سارو ایکٹ، تحریک تنہید گنج اور تحریک

آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں صرف افضل الرسل ہی زیر طبع سے آراستہ ہوئی
اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں اور بڑے بڑے علماء و فضلاء سے دادِ تحسین حاصل کر چکے
ہیں۔ علاوہ ازیں آپ مختلف رسالوں (خصوصاً الزوار و صوفیہ) میں بلند پایہ مضامین بھی لکھتے تھے۔
آپ کی وفات حسرتِ آیات ۶، جمادی الاول ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۸ء بروز
سوموار قریباً ساڑھے پانچ بجے شامِ بصر ۳۸ سال علی پور سیدال میں ہوئی اور والد گرامی
کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
آپ کی رحلت پر بہت سے شعرا کے کرام نے تاریخی قطعات کہے۔ لسانِ احسان
مولانا ضیاء القادری رحمۃ اللہ علیہ کا قطعہ تاریخِ نذرِ قارئین ہے۔

راہی ہوئے بہشت بریں کو ہزار حیف	برم جہاں سے آج محمد حسین شاہ
نورِ نگاہِ پرجماعت علی تھے آپ	تھے آپ شیخِ کامل و اکمل خدا گواہ
تھے نقشبندیوں کے عظیم الشرف بزرگ	بے مثل تھے جہاں میں باندازہ نگاہ
بعد وصال خدا ان کی مغفرت کرے	مثل جہاں جہاں میں بھی زائد ہو عز و جاہ

سال وصال کہتے ضیاء آئینہ کی
جنت نصیب میر محمد حسین شاہ

۱۳۸۱ھ

نوٹ! آپ کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو سیرت امیر ملت از سید اختر حسین علی پوری
۲- امیر ملت ادران کے خلفاء از محمد صادق قصوری (زیر طبع)

مولانا بخش خضرتی

مولانا بخش نام، خضر تخلص، تمیم قبیلہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۹۶ء میں چنیوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم چنیوٹ میں حاصل کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور سے ایم اے کر کے لاہور میں داخل ہو گئے۔ ایل ایل بی کرنے کے بعد شعر و شاعری اور صحافت کی رادی میں قدم رکھا۔ اپنی محنت، دیانت اور ذہانت کے بل بوتے پر خوب ناموری حاصل کی۔ جناب ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اپنی کتاب ”وے صورتیں الہی“ میں لکھتے ہیں کہ:-

”خضر تمیمی لاہور کے نامور وکیل تھے لیکن وہ اپنی مزاحیہ شاعری کی بنا پر ادبی حلقوں میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ شاعری کی ابتداء کالج سے ہوئی، تعلیم سے فراغت کے بعد بھی یہ شغل جاری رہا اور کسی زمانے میں مشاعروں میں ان کی مانگ اتنی ہی زیادہ تھی جتنی بعد میں۔ حاجی لق لق، ضمیر حفیظ اور سید محمد حفیظ کو نصیب ہوئی۔ وکالت کے پیشے نے شعر و شاعری کو ٹھپ کر دیا اور اس کے بعد نجی محفلوں میں تو اپنا کلام سنا دیتے تھے لیکن مشاعروں میں نہیں جاتے تھے۔

خضر تمیمی کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ مثنویوں سے بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ ساری عمر سرایتی ہی میں گفتگو فرماتے رہے ہیں۔ اور پو پھو مار جاتے تو پو پھو مار بولی بولتے۔ یہاں تک کہ ہر بابت پر است (انبالہ ڈویشن) کی بولی پر بھی حادی تھے پنجابی ادب کی کلاسیکی کتابوں کا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا۔ خواجہ غلام فرید کی کافیاں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ نجی محفلوں میں سناتے اور سب کو لوٹ پوٹ کر دیتے تھے انہیں میں جانتا تو دیر سے تھا لیکن قریب اس وقت آیا جب ”پنجائت“ کا ایڈیٹر

مولانا عبد کا نام میاں اللہ دتہ تھا۔

مقرر ہوا ان دنوں موصوف ڈویژنل انسپکٹر نیچا پیت (ایجوکیشن) کے عہدے پر فائز تھے۔ مجھے دو تین مرتبہ ان کے ساتھ ملتان ڈویژن کے دورے کا اتفاق ہوا اور خوب مزہ رہا بحکمہ نیچا پیت میں بھی جب فارغ ہوتے تو اپنی صحبت سے فیضیاً فرماتے۔ اصل نام مولا بخش تھا لیکن ”خضر نمبھی“ اتنا مقبول تھا کہ ”مولا بخش“ پسپا ہو گیا۔ بہن بہن سادہ رہا۔ مدقوں افلاس میں زندگی گزار رہی۔ پاکستان بننے کے بعد وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ تو مالی حالات کسی قدر سدھر گئے۔ بہر حال پریشانیوں کے عالم میں بھی ان کی شگفتگی برقرار رہی۔“ لہ۔

خضر نمبھی نے جس دور میں صحافت کی وادی میں قدم رکھا اس وقت انگریز کی غلامی کے خلاف تحریکیں چل رہی تھیں اور قومی پرپس ملکی عوام کے جذبات کی عکاسی میں مصروف تھا۔ ظاہر ہے کہ ان ایام میں محض فقیہہ گوئی سے کام نہ چل سکتا تھا۔ عوام کے جذبات و احساسات کے پیش نظر غیر ملکی حاکموں پر کڑی تنقید کی ضرورت درپیش تھی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے خضر نمبھی نے مزاح کا سہارا لیا اور اس دور کے روزناموں ”احرار“، ”جمہور“، ”حریت“ اور ”ہفت روزہ“ جہاں نما میں کام کرنے لگے۔ ان اخبارات و رسائل میں وہ ایک وطن دوست صحافی اور شاعر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور بطور مزاح نویس اردو دان طبقے سے روشناس ہو گئے۔ بعد میں آپ نے اختر شیرانی مرحوم کے ساتھ ملکر ماہنامہ ”خیالستان“ میں بھی کام کیا۔ ان کی طبیعت میں بھی چونکہ مزاح تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے دور کے مشہور مزاحیہ پرچوں ہفت روزہ ”شیرازہ“ اور ہفت روزہ ”نمکدان“ میں بھی اپنی آشر تخریفات شائع کرا دیں جنہیں پڑھنے والوں نے بے حد پسند کیا۔ آپ نے نشر میں آپ حیات کی پیروڈی اس فنکارانہ چابکدستی سے کی کہ سارے برصغیر پاک و ہند میں سراہی گئی۔

آپ کی ہر دلعزیز ادبی خدمات کے پیش نظر حکومت پنجاب نے اپنے محکمے ”دیہات سدا“ نیچا پیت کیلئے ان کی خدمات حاصل کر لیں۔ آپ نے اس محکمے میں جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ

آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں بحیثیت تعلیمی آفیسر آپ محکمہ کے ترجمان اخبار پنجابیت مہ کو بھی ایڈٹ کرتے تھے اور پنجاب بھر کے گاؤں کے دورے بھی ان دوروں کے دوران انہیں جگہ جگہ دیہات سدھار کے سلسلے میں تقریریں بھی کرنی پڑتی تھیں۔ ۱۔

۱۹۳۰ء میں روزنامہ زمیندار لاہور کے نائب مدیر بھی بنے ۱۹۳۶ء میں جینیوٹ سے اپنا مابنامہ پنجاب جاری کیا۔ پیروڈی کے ماہر تھے اور ہر بڑے شاعر کی غزل و نظم کی پیروڈی کر لیتے تھے حضرت اکبر الہ آبادی کی مشہور نظم ”آب لوڈور“ کی پیروڈی آپ نے اپنی نظم ”رہا تھ کی روانی“ میں یوں کی تھی۔ ۵

یہ ہے آج ہی رات کی داستان	کہ تھے مہال میرے اکبر مہراں
دکھاؤں میں حضرت کے کھانے کا ڈھنگ	لکھوں ان کے لقمے اڑانے کا رنگ
پلیٹوں میں پھل عطا ہوا	وہ چچے سے چچہ لڑاتا ہوا
پلاؤ میں سالن ملاتا ہوا	وہ جل تھل کا عالم رچاتا ہوا
وہ بوٹی پر چڑھ کر لیٹا ہوا	وہ روٹی سے بڑھ چمپٹا ہوا
فقط شور بے سے کھسکتا ہوا	مرتبے سے جا کر چمکتا ہوا
سمجھ کر میرے گھر کو جائے و نغا	”نہ ہلا، نہ ٹلا نہ جند زحبا“
غرض اس طرح ہیں میرے مہراں	بس اب دیکھ لیں شاعر نکلتے دہان
وہ سودا داکتر کا آب لوڈور	

یہاں خضر کی بے زبانی کا زور
خضر تہمی کی ایک پیروڈی ”سازنگی اور طبلہ“ چوہدری خوشی محمد ناظر کی نظم جوگی کی پیروڈی
ہے۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ روزنامہ امر دہلا ہور ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء۔

دنیا بھر کے بے فکر وں نے کل بزمِ سرود سجاتی تھی
 کیا دل کو مست تھا طبلہ، کیا سازنگی گھبراہٹی تھی
 بسمل کی رگِ جاں بنتی تھیں، طاؤس کی تاریں لرزش سے
 چائے کا پیالہ دور میں تھا، حقے نے دھوم مچاتی تھی
 رندوں نے جھنڈے گاڑے تھے، زہاد نے ڈیرے ڈالے تھے
 اس دیر و حرم کی محفل میں، موسیقی گانے آتی تھی
 یاں اشکوں سے پُر سازنگی یاں پیچ و تاب میں تھا طبلہ
 گز بھر کی زباں یاں چلتی تھی واں ہاتھوں کی بن آتی تھی
 سازنگی بولی طبلے سے تم یوں ہی شور مچاتے ہو
 اے منہ مچھٹ طبلے دیوانے! کیوں کان ہمارے کھاتے ہو
 آواز تمہاری کوتے سی اور شکل چھلاوے سی تیری
 ان میٹھی میٹھی تانوں کے تم رنگ میں بھنگ ملتے ہو
 لعنت ہے تمہارے جینے پر آرام نہیں عزت بھی نہیں
 میں گودوں میں جا پھلتی ہوں تم سر اپنا پٹواتے ہو
 میں راجِ دلاری ابیلی ناری ہوں پریم کنیا ہوں
 تم مونڈی کاٹے مرد کہ ہر جا پر دھکے کھاتے ہو
 جب سازنگی نے طبلے سے یوں دل شکنی کا کلام کیا
 کچھ دیر تو وہ خاموش رہا پھر بھا بھی جاں کو سلام کیا
 یوں کہنے لگا سازنگی سے جلتی پر تیل گرا آتی ہو
 ہم رنج و الم کے مارے ہیں تم آکر اور ستاتی ہو

کچھ لطف ہے سینہ کو بی بی سر پھوڑنے میں مستوں کو
 بی ! یہ تو عشق کے زلیخہ ہیں تم یو نہی ہم کو بناتی ہو
 عزت پہ ہماری حرف زنی ! اللہ غنی اللہ غنی !
 وہ وقت بڑھی بی بھول گئیں جب کان اپنے کھجاتی ہو
 ہے ملکہ موسیقی سے مجھے نزدیک تریں تجھ سے رشتہ
 ہم راہ پہ تجھ کو لپٹتے ہیں جب لے سے جھٹک سی جاتی ہو
 القصبہ بچھڑے دوست لے نہ جھگڑا تھا نہ شکوہ تھا
 نہ تن تن تن تن تن تھی نہ تاکر تاکر دھبیا تھا

تحریک پاکستان میں بھی آپ نے بڑی گرم جوشی سے حصہ لیا۔ وہ قبل ازیں پنجاب
 کے سینکڑوں، ہزاروں گاؤں میں گھوم پھر کر وہی عوام کی کسمپرسی اور ہندو مہاجن کی گرفت اور
 مسکریوں کا مشاہدہ کر چکے تھے اور اپنے صوبہ کی اس مسلم آبادی کی دیگر گروں حالت سے بخوبی
 آشنا تھے جو ہندوؤں کے تعصب اور معاشی برتری کا شکار تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت تمہی نے
 قیام پاکستان کی جدوجہد میں پورے خلوص اور لگن سے حصہ لیا تھا۔ ان کی قوم و ملک دوستی کے
 ثبوت میں وہ مضامین بھی پیش کئے جاسکتے ہیں جو انہوں نے ”قلندر“ کے قلمی نام سے
 لکھے تھے۔

اخوت، محبت اور ہمدری ان کی گھٹی میں پڑی تھی، وہ کسی کو مصیبت میں دیکھ کر
 بے چین ہو جاتے تھے اور اپنی طرف سے مقدور بھر مدد کی کوشش کرتے تھے۔ انسان دوستی
 ان کا مذہب تھا۔ ذیل کے واقعہ سے ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے مشہور ادیب جناب
 قمر تسکین لکھتے ہیں کہ :-

”میں مرحوم خضر تمہی کے ہمراہ پیسہ اخبار سے لگینہ سیکری نیلا گنبد جانے کیلئے
 روانہ ہوا تو آبکاری روڈ پر پیسہ اخبار پولیس اسٹیشن سے دس بارہ قدم دور ایک

سپاہی ایک خواجہ فروش کو تھانہ کی طرف گھسیٹ رہا تھا خواجہ فروش کی مزاحمت پر سپاہی کو غصہ آگیا اور اس نے خواجہ فروش کو پٹینا شروع کر دیا، اس مار پیٹ کے دوران خواجہ فروش کا خواجہ ہالٹ گیا اور وہی، بھلے، پکڑیاں وغیرہ زمین پر گر کر مٹی میں لت پت ہو گئے۔ خواجہ فروش کی چنچیں بلند ہوئیں تو خضر تیسھی مرحوم برقی رنتاری سے آگے بڑھے اور سپاہی سے لپٹ گئے۔ اس اثناء میں بیسیوں لوگ جمع ہو گئے تو خضر مرحوم نے سپاہی کو تھانہ چلنے کیلئے کہا۔ تھانہ میں مرحوم خضر تیسھی نے انچارج "ایس ایچ او" کو سپاہی کے ظلم و ستم سے واقف کیا اور زور دیکر کہا کہ سپاہی سب سے پہلے تو اس خواجہ فروش سے معافی مانگے پھر اس کے نقصان کی تلافی کرے تو معاملہ رفع دفع ہو سکتا ہے بصورت دیگر آپ اس واقعہ کی رپورٹ درج کریں اور سمارے بھی بطور گواہ بیان لیں۔ اس مطالبہ کے بعد جوہنی مرحوم نے اپنا تعارف کرایا کہ وہ وکیل ہیں۔ ایس ایچ او نے سپاہی کو سخت کست کہنے کے علاوہ گالیاں بھی دیں اور خواجہ فروش سے پوچھا کہ اس کا کتنا نقصان ہوا ہے خواجہ فروش نے چالیس روپے بتائے اور ایس ایچ او نے فوراً ہی اپنی جیب سے نکال کر پچاس روپے اس کے حوالے کر دیئے۔

یہ تو تھی آپ کی انسان دوستی۔ اب ایک مثال وطن دوستی کی بھی سن لیجئے۔ ایک دفعہ ٹریفک کے حادثہ میں مان کی ٹانگ زخمی ہو گئی۔ دوستوں کے استفسار پر کہنے لگے۔

”کاش میری یہ ٹانگ ٹریفک حادثہ میں زخمی ہونے کی بجائے کسی جنگ میں زخمی ہوتی۔ ایسی جنگ جس میں اپنے وطن کی حفاظت کے لئے دشمنوں کے ساتھ لڑ رہا ہوتا۔“

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد لاہور کا کالج لاہور میں بحیثیت لیکچرار بھی کام کیا۔ پھر باقاعدہ وکالت کرنے لگے اور جلد ہی ان کا شمار لائق و فائق اور دیانتدار و کلمہ میں ہونے لگا۔ وہ چونکہ پابند

صوم و صلوٰۃ مسلمان تھے اس لیے دروغ گوئی کو ہر حال میں بُرا سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ گہری چھان بین کے بعد صرف اس مؤکل کا کیس لیتے تھے جس کے بارے میں انہیں یقین ہو جاتا کہ یہ بے گناہ ہے یا راہِ راست پر ہے۔ ان کی اس احتیاط پسندی نے ظاہرِ آدنیاوی لحاظ سے انہیں مالی نقصان پہنچایا لیکن وہ اس مالی نقصان کو اس لئے برداشت کر گئے کہ انہیں اپنا نام کسی بھی طرح دروغ گو انسانوں کی فہرست میں درج کرانا پسند نہ تھا۔ ۱۵

آپ کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے غایت درجہ عقیدت تھی قصیدہ غوثیہ کے بہت بڑے عامل تھے تمام قصیدہ انہیں زبانی یاد تھا۔ اور مختلف مواقع پر بڑی لے سے پڑھتے تھے۔ آخر عمر میں تصوف کا غلبہ زیادہ ہو گیا تھا اور زہد و تقویٰ میں ہی زیادہ تر وقت گزرتا تھا۔ ۲۷ جنوری ۱۹۷۴ء / ۲ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ بروز اتوار ۱۵ شب آپ کا دھماکا ہوا اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مزار اقدس چنیوٹ میں عقیدت مندوں کا مرجع ہے۔ ۱۶

۱۵ روزنامہ امروز لاہور ۲۰ فروری ۱۹۷۴ء

۱۶ تاریخ جھنگ از بلال زبیری، جھنگ ۱۹۷۶ء ص ۴۸۱۔

محمد مالک شہید

تحریک پاکستان میں طلباء کا کردار بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے، جسے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ حضرت قائد اعظم کو طلباء سے بے حد نیت اور محبت تھی، طلباء پر پورا اعتماد تھا اور طلباء ہی ان کے دست راست تھے۔ طلباء ان کے احکامات پر دل و جان سے عمل کرتے تھے۔ ان کے ارشادات پر اپنی ہر چیز فدا کرنے پر تیار رہتے تھے بلکہ فخر سمجھتے تھے۔ وہ طلباء ہی تھے جن کی کوششوں سے ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کو انتخابات میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ان ایام میں اسلامیہ کالج لاہور اس تحریک کا مرکز تھا یہیں سے پروگرام مرتب ہوتے تھے اور انہیں عملی جامہ پہنایا جاتا تھا۔ چنانچہ محمد مالک شہید بھی اس کالج کا سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا۔ جسے تحریک پاکستان سے وابہانہ لگا تھا۔ اور اس لگاؤ کے زیر اثر ۱۹۴۶ء میں جانی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔ اور شہید اولین پاکستانی قہار پایا۔

محمد مالک کی ولادت ۱۹۲۵ء میں گوجرانوالہ کے ایک ممتاز گھرانے کے فرد مولوی عبد الرحیم کے گھر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ میں حاصل کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گیا۔ ۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو ایک جلوس تحریک پاکستان کے سلسلے میں قائد اعظم کے حکم سے اسلامیہ کالج لاہور سے مرتب ہوا جس میں اکثریت اسلامیہ کالج کے طلباء کی تھی۔ محمد مالک شہید بھی اس جلوس میں شریک تھا بلکہ پیش پیش تھا جلوس کی منزل مقصود وزیراعظم پنجاب (ملک حسنہ حیات خان ٹوانہ) کی کوٹھی تھی جلوس کے ہمراہ عوام کے علاوہ چند ممتاز شخصیتیں بھی تھیں مثلاً ملک فیروز خان نون سردار شوکت حیات، میاں افتخار الدین، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ، نواب افتخار حسین مجددی، چوہدری عبدالکیریم، ملک لال خان، نواب الشہ یار دولتانہ اور دیگر اراکین مسلم لیگ بھی تھے۔ اس

کے علاوہ پولیس بھی ہمراہ تھی جلوس اس وقت کے مخصوص نعروں (دن کے رہنے گا پاکستان۔ دینا پڑے گا پاکستان۔ لے کے رہیں گے پاکستان) کے ساتھ گول باغ کی طرف جا رہا تھا جب جلوس سناتن دھرم کالج (حال ایم اے ادکالج) کے بالمقابل پہنچا تو سناتن دھرم کالج کے طلباء نے اپنی سوجھی سمجھی سکیم کے مطابق کالج کی بالکونی سے جلوس پر خشت باری کی جس کے نتیجے میں چند مسلمان طلباء زخمی ہوئے جن میں محمد مالک شہید بھی تھا زخمی طلباء کو میوہپتال پہنچا دیا گیا۔ چنانچہ محمد مالک زخموں کی تاب نہ لا کر ۱۷ مارچ ۱۹۴۶ء صبح ۲ ۱/۲ بجے اپنے خالق سے جا ملا جس پر قوم نے اسے شہید اولین پاکستان کے نام سے موسوم کیا۔

شہید کی قربانی رائیگاں نہ گئی بلکہ بار آور ہوئی اور ۱۹۴۶ء میں پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ اس وقت کے اخبارات نے شہید کی یادگار کے قیام کے بارے میں بہت کچھ لکھا خود حضرت قائد اعظم بھی چند روز بعد شہید کی قبر انور پر تشریف لے گئے بھولوں کی چادر چڑھائی اشکوں کا نذرانہ پیش کیا، فاتحہ پڑھی اور یادگار قائم کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ لیکن بعد میں ملکی حالات کے پیش نظر سب بھول گئے اور آج تک بھولے ہوئے ہیں۔

محمد مالک شہید کا جنازہ جب بھولوں اور خوشہویات کی بارش میں قبرستان میانی ضا میں پہنچا تو اس وقت تک زائرین کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہو چکی تھی جس میں کیا بڑھایا جوان، کیا بچے کیا عورتیں سب شریک تھے چنانچہ تین گھنٹے تک لوگ زیارت کرتے رہے شہید کے چہرے پر ایک قسم کی مسکراہٹ طاری تھی۔ آخر کار پانچ بجے شام شہید کو سپرد خاک کر دیا گیا اور شہر میں کسی قسم کا ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہوا جب لوگ شہید کو دفن کر کے واپس آ رہے تھے تو شہید کی روح زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔

بالے، دنیا میں رہو، غمزدہ یا شاد رہو

ایسا کچھ کر کے چلو یاں، کہ بہت یاد رہو

محمد مالک شہید کی قبر غازی علم الدین شہید کی قبر کے قریب جنوب کی طرف واقع ہے

مغرب کی طرف پھر داں کا درخت ہے اور شرق کی طرف غازی علم الدین شہید کی قبر ہے، زندہ
 تو میں اپنے شہید کی یاد کو تازہ رکھتی ہیں اور یوم شہادت مناتی ہیں مگر ہم اتنے احسان فراموش
 ہیں کہ اپنے شہید کو بھولتے جا رہے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم شہید اولین پاکستان کو بھول نہ جائیں
 بالخصوص اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کو چاہیے کہ وہ اپنے شہید بھائی کو فراموش نہ کریں بلکہ
 ہر سال ۱۰ مارچ کو یوم مالک شہید منائیں تاکہ اس کی یاد تازہ رہے۔
 نام نیکیاں رفتگاں ضائع مکن
 تانام نیکت ماند برقرار

۱۰ روزنامہ مشرق لاہور ۱۴ مارچ ۱۹۷۶ء

سید منظور احمد مکان شریفی

آپ کی ولادت با سعادت مکان شریف (ترہ پھڑ) ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔ آپ برصغیر کی ممتاز روحانی شخصیت اور ولی کامل حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے تھے۔ یہ گھرانہ صدیوں سے دینی اور روحانی فیض کا منبع رہا ہے اور اس نے نامور بستیاں پیدا کی ہیں۔

حضرت سید منظور احمد نے اپنے والد بزرگوار سید غلام رسول سے کم سنی میں ہی فارسی صرف، نحو، اصول فقہ، فلسفہ، تاریخ و ادب کے علوم سیکھے اور ان پر اتنا عبور حاصل کر لیا کہ صرف شترہ برس کی عمر میں ہی ان کا فتویٰ چلنے لگا۔ انہوں نے وقت کے بڑے بڑے علماء و فضلاء سے اکتساب علم کر کے والد گرامی کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور تمام عمر تفسیر قرآن و حدیث اور اشاعت تعلیماتِ محمدیہ کے لیے وقف کر دی۔ ان کی علمی قابلیت اور روحانی عظمت کا شہرہ جلد ہی دور دور تک پھیل گیا۔

انہوں نے قیام پاکستان کی تحریک کی نہ صرف پر جوش حمایت کی بلکہ اس میں بھرپور حصہ لیا۔ اور ایسے وقت میں جب کہ بعض علماء نے کانگریس کی حمایت میں پاکستان کے قیام کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ انہوں نے باقاعدہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر نہ صرف اپنے تمام مریدوں اور معتقدین کو مسلم لیگ میں شامل کیا بلکہ برصغیر کی تمام درگاہوں کے سجادہ نشینوں کو مراسلے بھیج کر انہیں تحریک پاکستان میں پرزور حصہ لینے کی اپیل کی۔ اس بارے میں سرسید شریف کے سجادہ نشین حضرت سید مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی مراسلت بڑی دلچسپ ہے۔ سید مقبول احمد کے نام اپنے مراسلہ میں سید منظور احمد نے استفسار کیا کہ مسلم لیگ میں شرکت کیلئے

آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کا جواب آنے پر اس بارے میں اعلان کیا جائے گا اس کے جواب میں حضرت سید مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵ نومبر ۱۹۴۵ء کو ایک طویل مراسلہ بھیجا۔ اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مجاہدانہ طریق عمل اور ہندو نواز پالیسیوں کے خلاف سرفروشاہ خدمات کا مفصل جائزہ پیش کیا گیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے پیش کردہ دو قومی نظریہ کے حوالہ سے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن پر زور دیا گیا۔ سجادہ نشین سرہند شریف کے اس تاریخی مکتوب کو حضرت سید منظور احمد شاہ نے ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت سید منظور احمد ساہیوال دکن گمری میں منتقل ہو گئے۔ یہاں انہوں نے فروغ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی وہ بے مثال خطیب اور بے بدل ادیب تھے۔ مطالعہ بے حد وسیع اور حافظہ بلا کا پایا تھا۔ مکتوباتِ امام ربانی پر گہرا عبور حاصل تھا۔ بوقت ضرورت کسی کسی صفحوں کی عبارتیں زبانی سناتے اور حوالوں پر حوالے دیے جاتے۔ ان کی پر تاثیر تقریر پر سامعین دجہ میں آجاتے۔ ان کا دسترخوان بے حد وسیع تھا۔

پاکستان چلے آنے کے بعد انہیں مغربی پاکستان اوقاف بورڈ کا رکن نامزد کیا گیا۔ انہوں نے اسلامی قانون وقف کے نفاذ کیلئے جتنی سفارشات پیش کیں وہ سب منظور کر لی گئیں۔ افسر شاہی کے مروجہ طریقوں اور دفتری پیچیدگیوں کے باعث چند برس کے بعد وہ بورڈ سے الگ ہو گئے اور پھر دینی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے دوران انہوں نے نعت کہنا شروع کی اور ہجو تخلیص اختیار کیا جنگ کے دنوں کے دوران انہوں نے اعلیٰ پایہ کی بے شمار فارسی اور اردو نعتیں کہیں جو ادب عالیہ کا گہرا قدر حصہ بن چکی ہیں۔ ان کی نعتوں کا ایک مجموعہ ”ہام عرش“ کے نام سے تاج کلپنی نے بڑے التزام سے چھاپا ہے۔ ممتاز ادبی شخصیت مجید امجد مرحوم نے

اس مجموعہ کے دیباچہ میں ان لغتوں پر پرجوش اظہار تحسین کیا ہے۔

حضرت سید منظور احمد شاہ رسالت کی عظمت سے آگاہ اور معرفت سے سرشار تھے ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے، اپنے معتقین اور ملنے والوں کو شرعی زندگی گزارنے پر زور دیتے۔ انہوں نے اپنے سفرِ اسحرت کے متعلق دو تین سال پہلے ہی شاہِ کرم دیا بھٹار ۸ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۹ء بروز جمعرات انتقال کر گئے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا مزار مبارک آپ کی رہائش گاہ، مکان شریف، ۱۲ اسول لائن ساہیوال میں ہی بنایا گیا۔ وہیں آپ کا عرس شریف بھی ہر سال منعقد ہوتا ہے۔

۱۵ روزنامہ مشرق لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء۔

غازی محمد بخش کپتان

غازی محمد بخش نے ۱۹۰۴ء میں محلہ قاصنی جلال اندرون پاک گیٹ ملتان کے ایک غریب گھرانے میں آنکھ کھولی۔ جوان ہوئے تو بہاول پور ریاست کے محکمہ پولیس میں ملازم ہو گئے۔ کئی سال بعد اس سرکاری نوکری کو خیر باد کہہ کر ۱۹۳۱ء کے اوائل میں واپس ملتان آ گئے۔ ان دنوں ملتان میں فائے ملت پر سید زین العابدین گیلانی کے ملت نواز مجاہدانہ کارناموں کا بہت چرچا تھا اور ان کی صدارت میں انجمن فدایان اسلام یہاں کے مسلمانوں کی ہر دفعہ رجحاعت بن چکی تھی۔ جلوس ترتیب دیئے جاتے اور بڑے بڑے جلسے منعقد ہوتے۔ پیر صاحب کی خواہش تھی کہ مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے اس کا از سر نو احیا کیا جائے اور نشر و پروگندہ فراڈ ملت میں باہمی ربط و ضبط کا جذبہ پیدا ہو چنانچہ اس مقصد کے لیے غازی محمد بخش نے اپنی مخلصانہ خدمات پیر صاحب کے سپرد کر دیں۔ نو جوانوں کی رضا کارانہ بھرتی شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے مختلف علاقوں میں چاق و چوبند نو جوانوں کے نیم فوجی دستے معرض وجود میں آ گئے۔ مرکز تنظیم کا نام ”فوج نطفہ موج فدایان اسلام“ رکھا گیا جس کے سپہ سالار غازی محمد بخش مقرر کئے گئے۔

یہ تمام دسے موجب اپنے اپنے کپتانوں کی سرکردگی میں مرکزی دفتر سمیٹتے اور پھر وہاں سے پانچ سو تربیت یافتہ باوردی رضا کار اپنے فوجی بنیڈ کی دلکش اور پہلی تالوں کے ساتھ شہر کے بازاروں اور سڑکوں پر تلواروں سے مسلح مارچ کرتے گزرتے تو اسلامی نشانہ شوکت نظر آتی تھی۔ جلوس کے راستے میں ہزاروں مسلمان دورو یہ کھڑے پر جوش نعروں سے استقبال کرتے اور ان پر پھولوں کی پتیاں بچا کر کرتے۔ انگریز حکام اور ہندوؤں دسکھوں

پردہشت کا عالم طاری ہو جاتا۔ اس فوج نے شہر کی کئی جگہوں پر ہندوؤں کے ناجائز تعمیر کردہ مندروں کو مسمار کیا بعض منارات کو غیر مسلموں کے قبضہ سے آزاد کرایا۔ ہندو علاقوں میں واقع متعدد غیر آباد اور ویران مساجد کو آباد کیا ضلع بھر میں مہا سبھائی ہندوؤں کی غاصبات دراز دستیوں کو نہایت جرأت و دلیری سے ختم کیا۔ شہر میں اسلامی تمدن کے تحفظ کے سلسلہ میں مسلم مستورات کو غیر مردوں کے پہننے پھرنے اور ہندو علاقوں سے گزرنے سے روک دینے کا انتظام بھی اس فوج نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

اہل دلوں مغلیہ کا لچ لاہور میں ایک انگریز افسر کے ہاتھوں مسلم طلباء کی بے عزتی اور مسلمانوں کے خلاف نفرت و حقارت پھیلانے کی بنا پر جب قومی آن پر قربانی پیش کرنے کی دعوت پہنچی تو فوج فدا یان اسلام کا ایک منظم دستہ غازی محمد بخش کی کمان میں لاہور روانہ ہوا جس کی فتح مندانہ واپسی پر نومبر ۱۹۳۱ء میں اہالیان ملتان نے ایک پر شکوہ جلوس نکالا۔ تحریک کشمیر میں بھی آپ کی سرکردگی میں سینکڑوں سرفروش نوجوان راہِ خدا میں اپنا سر کٹانے کے لیے کڑا کے کی سردی میں با پیادہ چل کھڑے ہوئے اور سچیت گڑھ پہنچ گئے جہاں غازی محمد بخش کو ساڑھے چار ماہ قید با مشقت کی سزا دی گئی، دیگر رضا کار بھی قید کر دیئے گئے آخر مہاراجہ کشمیر کی مغرور گورنمنٹ نے مسلمانان کشمیر کے اہم مطالبات تسلیم کر لیے اور یہ تحریک ختم پذیر ہوئی۔

ملتان کی دو مساجد واقع باغ عام خاص اور پل شوالہ کو منہدم ہونے سے بچانے کے لیے اہالیان ملتان نے اپنے مجاہد لیڈر پیر سید زین العابدین شاہ گیلانی کی قیادت میں سردھڑکی بازی لگادی تو غازی محمد بخش اور ان کے ساتھی رضا کاروں نے بھی انگریز افسروں اور پولیس کے مسلح دستوں کی موجودگی میں اعلان کر دیا کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے تب تک مسجد کی ایک اینٹ بھی اکھاڑنا ناممکن ہے چنانچہ نازک حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔

جب کشمیر، لہور اور دیو داس کی ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی تحریکیں فتیاب ہو گئیں تو اس کا بدلہ لینے کے لئے آل انڈیا ہندو مہا سبھا نے ۱۱ جون ۱۹۳۳ء کو اسلامی ریاست بہاولپور پر دھاوا بولنے کا اعلان کیا۔ اس پروگرام کے سلسلہ میں ملتان کے ہندوؤں کو پہل کرنے کو کہا گیا تو فوج فدا یان اسلام کے شیر بھی انگریزی کے لئے کراٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے ملتان شہر اور چھاؤنی ریلوے اسٹیشنوں کو جلانے والی سڑکوں کے درمیان اپنے فوجی کیمپ نصب کر دیئے اور اعلان کر دیا کہ وہ یا سب سٹیج عبور کرنا تو کجبار ہا ملتان یا باہر کا کوئی ہندو نالہ ولی محمد خان کو بھی عبور کرے گا تو اس کا خون پی جائے گا۔ آخر بہاولپور کے ہندوؤں نے بیرونی امداد سے مایوس ہو کر حکومت بہاولپور سے معافی مانگ لی اور فوج فدا یان اسلام اپنے چیف کمانڈنگ افسر غازی محمد بخش کے ساتھ فتح و نصرت کا نثارہ بجائی ہوئی ایک عظیم الشان جلوس کے ساتھ شہر کو واپس آئی۔

۱۹۳۵ء میں پاک گیٹ ملتان کے ایک ہندو دودھ فروش دیر بھان کے متعلق شکایت ملی کہ وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے۔ مسلمانوں میں استعمال پیدا ہو گیا۔ اس ضمن میں انجمن فدا یان اسلام کے خفیہ اجلاس میں پیر سید زین العابدین گیلانی مرحوم نے اس دشمن رسول کے قتل کی دعوت دی غازی محمد بخش نے ذمہ داری اٹھائی کہ وہ اس نابکار و ناہنجار کو کیفر و کردار تک پہنچا دیا جائیگا۔ چنانچہ دوسرے روز اطلاع ملی کہ وہ ہندو قتل کر دیا گیا ہے۔ پیر صاحب کو ضلع بدر کر دیا گیا غازی صاحب اپنے آپ کو پولیس کے حوالہ کرنا چاہتے تھے مگر چند اکابرین نے منع کیا اور انہیں باہر بھیج دیا کچھ مسلمان گرفتار ہوئے جنہیں بعد میں شک کا فائدہ دیکر خاص عدالت نے بری کر دیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا غالباً بے جا نہ ہو گا کہ اس سے پہلے جب غازی صاحب نے ملتان کے شہور رجحانی پیشوا حضرت مخدوم پیر سید محمد صدر الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی تو حضرت نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں غازی کے

مرتبہ سے سرفراز کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مسجد شہید گنج لاہور کی واکزاری کی تحریک میں غازی محمد بخش رضا کاروں کے تین دستے لیکر موحی دروازہ لاہور کی آل انڈیا مجلس اتحاد ملت کانفرنس میں شریک ہوئے اور اپنی جانی قربانی پیش کرنے کا یقین دلایا۔ اس کے علاوہ آپ نے آل انڈیا مسلم سکاؤٹس کے نائب کپتان اور مجلس مرکز یہ اتحاد ملت ہند کے نائب سالار اعلیٰ کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

۱۹۳۹ء میں چند مسلمان عورتوں کی بے حرمتی پر ملتان میں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ جس میں کئی ہندو مارے گئے۔ فداۓ ملت پرستیزین العابدین گیلانی کو گرفتار کر لیا گیا تو مسجد حناز گاہ میں بہت بھاری اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انجمن فدا یان اسلام کے جنرل سیکرٹری خواجہ عبدالکریم قاصف نے کہا کہ اگر ہمارے لیڈر کو دودن کے اندر اندر رہا نہ کیا گیا تو شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ اس موقع پر جنرل غازی محمد بخش نے مسلمانوں کو سر پر کفن باندھ کر نکل آنے کی موثر اپیل کی۔ حالات بگڑ چکے تھے، دفعہ ۱۴۴ اور کر فیو نافذ کر دیا گیا ہزار ہا مسلمان کلہاڑیاں ہاتھوں میں لیکر گلیوں اور بازاروں میں چلنے پھرنے لگے۔ دودن شہر میں مکمل ہڑتال رہی سید محمد رضا شاہ گیلانی مرحوم ممبر پنجاب اسمبلی نے بھی انگریز حکومت کو انتباہ کیا۔ آخر کار گورنمنٹ کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور پیر صاحب کو رہا کر دیا گیا۔

اس کے بعد جب ملتان میں پرستیزین العابدین شاہ گیلانی کی صدارت میں مسلم لیگ قائم ہوئی تو فوج فدا یان اسلام کو مسلم لیگ نیشنل گارڈ کہا جانے لگا جس کے پہلے سالار اعلیٰ غازی محمد بخش تھے مخدوم سید صدر الدین شاہ سجادہ نشین دربار حضرت پیر پیران ملتان نے مسلم لیگ کو طاقت و دعویٰ جماعت بنانے کے لیے اس کی بڑی بڑی کانفرنسوں کی صدارت کرنا منظور فرمایا اور ان کے لاکھوں مرید اور عقیدت مند مسلم لیگ کے سرگرم کارکن بن گئے۔ مخدوم صاحب مخدوم کے صاحبزادے سید محمد رضا شاہ گیلانی مرحوم ممبر صوبائی اسمبلی اور پوتے

سید محمد ولایت حسین مرحوم ممبر صوبائی اسمبلی بھی مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچانے لگے۔ مخدوم صاحب کے بھائی مخدوم سید شیر شاہ ممبر مرکزی اسمبلی بھی حضرت قائد اعظم کے ساتھ برصغیر پاک و ہند کا دورہ کرنے لگے تو غازی محمد بخش نے بھی اپنے پیروں میں ہندو کی ہدایت پر مسلم لیگ کی طرف سے جاری کردہ تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لینا شروع کیا۔

۱۹۴۵ء میں جب قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت برطانیہ کو ڈائریکٹ الیکشن کی دھمکی دی تو غازی محمد بخش نے اپنے مقامی لیڈر پیر سید زین العابدین گیلانی کی ہمراہی میں ضلع کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے مسلمانوں کو جہاد کے لیے آمادہ کیا۔ ہندو مسلم فسادات کے دوران مسلم جانوں کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دی۔ مہم اگست ۱۹۴۶ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا تو غازی صاحب نے مہاجرین کی بحالی کے لیے سرگرمی سے کام کیا۔ اس کے بعد اپنے کاروبار پر زیادہ تر توجہ مبذول کرنے لگے لیکن خدمتِ خلق کے فریضہ سے کبھی غافل نہیں رہے۔ ایوبی دور میں اپنے محلہ سے بنیادی جمہوریت کے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے اور اپنے حلقہ کی مقدور بھر خدمت کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حج بیت اللہ زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت سے شرف ہو چکے ہیں۔ ان دنوں صحت کی خرابی کی بنا پر اپنے پاک گیت کے ہوٹل کا انتظام اپنے صاحبزادوں کے حوالہ کر رکھا ہے۔ ہر نماز کے بعد دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو پاکستان میں اسلامی نظام جلد از جلد نافذ کرنے کی توفیق دے جس کے لیے قوم نے بے شمار قربانیاں دی تھیں۔

۱۔ روزنامہ کوہستان ملتان ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء۔ روزنامہ اسروز ملتان، ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء۔

مکتوب گرامی خواجہ عبدالکیر قاضی ایڈووکیٹ ملتان موصولہ ۱۶ فروری ۱۹۶۶ء۔

پیر محمد ہاشم جان سرہندی

آپ کی ولادت با سعادت ۱۳۲۲ھ میں ٹنڈو سیالیں واد تحصیل ٹنڈو محمد خاں ضلع جیل آباد سندھ میں ہوئی۔ آپ معروف شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد حسن سرہندی مجددی فاروقی قدس سرہ کے دوسرے صاحبزادے تھے سلسلہ نسب تیرہویں پشت میں حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے۔ آپ نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ بعد ازاں ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں داخلہ لیا اور مشہور معقولی عالم حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا اور سند تکمیل حاصل کی۔ اجمیر شریف ہی میں حکیم نظام الدین (برادر مولانا معین الدین اجمیری) سے فن طب حاصل کیا اور سندھ واپس آکر تدریس و ارشاد اور طبابت میں مصروف ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت اور طبابت پر یکساں مہارت عطا فرمائی تھی۔ آپ اپنے وقت کے ممتاز خطباء ہیں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ تبلیغ و وعظ کا فریضہ کبھی ذیہوی طمع و لالچ کے بغیر سرانجام دیا اس سلسلے میں کسی دنیاوی طمع و خواہش کو آپ انتہائی بُرا سمجھتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کا عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ دوران وعظ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آپ کی زبان سے ادا ہوتا تو آپ کا چہرہ سُرخ ہو جاتا اور ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی آپ کی تقریر تبلیغ کا موضوع سیرت و محبت

۱۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از مولانا نور بخش توکلی (قلم از محمد صادق قسوری) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۵۹۵

تذکرہ مظہر مسعود از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۴۴۲ -

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا بعض اوقات لوگ آپ کو کسی دوسرے موضوع پر بولنے کا عرض کرتے
تو آپ فرماتے: ۱۵

ما قصۃ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ماجز حکایت مہر و وفا میر کس

میں تو محبوب کریم فداہ اتنی واقعی کی ثنا و صفت ہی بیان کروں گا۔ ہاں اس کے بعد سیاسی و ملی
مسائل پر بھی ضمناً گفتگو ہو جائے گی۔ ۱۶

آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد حسن سرسندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق
پرست پر بیعت کی تھی اور انہیں سے ہی سلسلہ عالیہ اقصیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی
تھی۔ آپ کی تمام زندگی ذکر و فکر میں گزری جوں جوں عمر بڑھتی گئی ذکر و فکر کا شوق فزوں سے
فزوں تر ہوتا چلا گیا ۱۷

وعدہ وصل چوں شود نزدیک

آتش عشق تیز تر گر دد

آخری عمر میں جب کراچی میں قیام پذیر ہوئے تو ہر اتوار کو مجلس ذکر منعقد کراتے۔ ۱۸ ہائی
مریدوں کے علاوہ آپ کے اپنے حلقہ مریدی و متعقدین کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچ رہی تھی۔
پاکستانی افواج میں آپ کے مریدوں کی بہت بڑی تعداد ہے کیوں کہ آپ فوج میں تبلیغ
دین ضروری سمجھتے تھے سینکڑوں افراد آپ کی ہدایت و تلقین سے متشرع مسلمان بن گئے ۱۹
آپ نے تحریک خلافت میں اپنے استاد حضرت مولانا معین الدین اعیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۷۶ء

۱۵۔ مکتوب گرامی پروفیسر نثار احمد جان سرسندی مدظلہ، بنام مؤلف از میر یو خاص (سنہ ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۷۶ء)

۱۶۔ ایضاً

کے ساتھ بھرپور حصہ لیا۔ برصغیر کے طول و عرض میں جلسوں سے خطاب کیا۔ میٹنگوں میں شرکت کی۔ صوبہ سندھ میں تحریک خلافت کو پروان چڑھایا۔ ۱۷ تحریک خلافت کے بعد آپ مولانا محمد الیاس کی تبلیغی جماعت سے متاثر ہوئے۔ مولانا الیاس نے آپ کو یقین دلایا کہ تبلیغی جماعت میں مذہبی اختلافات کا شائبہ تک نہ ہوگا۔ صرف لوگوں کو نماز روزہ کی طرف دعوت دی جائے گی۔ چنانچہ آپ کئی سال تک تبلیغی جماعت کے ساتھ دور و دراز علاقوں کے دورے کرتے رہے۔ لیکن جب یہ بات سمیاں ہو گئی کہ یہ لوگ نماز روزہ و دیگر ارکان دین کے پردہ میں وہابیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ تو آپ نے اس جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۸

تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا۔ تو آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اور اپنی تمام تر قوتوں کو مسلم لیگ کے لیے وقف کر دیا۔ سندھ کے دیوبندی علماء و بہت بڑے دانشور و سوخ کے مالک تھے اور ان کی تمام تر ہمدردیاں کانگریس سے وابستہ تھیں، آپ نے دیگر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ ملکر ان کے اثر و رسوخ کو زائل کر دیا۔ یہ ان ہی حضرات کی مساعی تھیں جن کی وجہ سے ایک طرف سندھ کے مسلم عوام بیدار ہوئے اور دوسری طرف سندھ اسمبلی کے ممبران نے حالات کا رخ دیکھ کر اسمبلی میں پاکستان ریزولوشن کو بالالفاظ منظور کرنے میں پورے سندھ وستان میں پہل کر دی۔ ۱۹

پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی جدوجہد میں سرگرم رہے۔ ۱۹۵۲ء میں علماء کرام کے اس اجلاس میں نمایاں حصہ لیا جس نے حکومت کے چیلنج پر اسلامی دستور کے ۲۲ نکات

۱۷ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۵۹۵۔ ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی ۱۹ نومبر ۱۹۷۵ء ص ۱۲۔

۱۸ مکتوب پروفیسر نثار احمد سرہندی عمرہ ۲۲ مئی ۱۹۷۶ء۔

۱۹ تاریخ وہابیت از حکیم محمد رمضان علی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲۳، ۲۲۴۔

۲۰ تذکرہ جنگ کراچی ۳ اکتوبر ۱۹۷۶ء ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی ۱۹ نومبر ۱۹۷۵ء ص ۱۲۔

منظور کئے۔ لواری شریف میں حج کا فتنہ برپا ہوا تو اس کا مقابلہ مؤثر طور پر آپ ہی نے کیا۔ آپ جمعیت
کے کئی سال تک صدر رہے۔ جمعیت علماء ضلع حیدرآباد کی صدارت کو بھی شرف بخشا۔ پاکستان
میں سوشلزم کا فتنہ نمودار ہوا تو آپ نے ہر طرح سے اس کی سرکوبی کی۔ سندھ کے ملاحہ کے خلاف
بہت کام کیا۔ دو تین سال قبل جب چند ملک دشمن عناصر نے اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر نئے
اور پرانے سندھیوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا کر کے نوبت فساد تک پہنچادی۔ تو آپ نے رات دن ایک
کر کے پورے سندھ کے دورے کیے، وفود روانہ کیے، خطوط لکھے، بیانات دیئے، کتابچے شائع
کیے اور اتحاد بین المسلمین کے لیے اٹھک جدوجہد کی جو نہایت کامیاب رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ
نئے اور پرانے سندھیوں کو قریب لانے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ۱۰
آپ عمر کے آخری چھ سات سال جمعیت مجددیہ سندھ کے صدر رہے اور حضرت امام ربانی
رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو اپنے آبائی طریقہ پر مستقیم رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ آپ کو مرکزی حکومت
مہال کمیٹی کا رکن بھی نامزد کیا گیا مگر آپ نے شہادت کے مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے کمیٹی کے
دیگر ارکان سے اشتراک عمل نہیں کیا۔ گزشتہ دو تین سال سے آپ سندھ ویش کی مذہب و تحریک کے
خلاف سینہ سپر تھے اور صوبہ سندھ کے اسلام پسند اور دیندار حلقے کی تنظیم اور بیداری کے لیے
بھی آپ نے تمام توانائیاں وقف کر دی تھیں، اس سلسلہ میں اپنے ذاتی روپے سے متعدد
کتابیں اور رسالے لکھوں کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیے۔ ۱۱

آپ نے کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی حالانکہ آپ بہترین مصنون نگار تھے۔ بعد المقامات
در مطہر لاہور کا مقدمہ جو آپ نے فارسی زبان میں تحریر فرمایا۔ وہ فن تحریر میں آپ کے کمال کا زندہ
نمونہ ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی دو عربی کتابوں "العقائد الصحیحہ" اور طریق النجات کا اردو

۱۰ - تذکرہ شاخ نقشبندیہ ص ۵۹۵ - ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی ۱۹ نومبر ۱۹۷۵ء ص ۱۲ -

۱۱ - مکتوب پروفیسر نثار احمد سرہندی محررہ ۲/۵/۶۹ء تذکرہ شاخ نقشبندیہ ص ۵۹۵ -

میں ترجمہ کیا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرسندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اذکار معصومیہ" کا سندھی میں ترجمہ کیا۔ زیادہ تر مفلطوں اور مکتوبات کی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ بن سکتا ہے۔

آپ بے حد حسین و جمیل تھے چہرہ پُر نور اور متبسم حافظہ بے مثال قد مناسب و اطمینانی سفید براق ہونٹ گلاب کی پتیوں کی طرح گلابی اور نازک۔ دانت موتی کی لڑیاں، ہونٹوں پر لمبی مسکراہٹ، پان کھائے ہوئے غنچہ دہن سے جب گفتگو فرماتے تو فضا خوشبو سے مہک جاتی باریک ملل کے نفیس جامہ سے جسم کا گلابی رنگ جھلکتا، کسی کا دل نہ دکھاتے، سب کی باتیں شربت کے گھونٹ سمجھ کر پیتے جاتے تھے۔ وضع داری، صاف گوئی، عرض بہت سی ذاتی اور خاندانی صفات سے بہرہ ور تھے منقولات و معقولات سے یکساں مناسبت، پاک باطن، روشن جبین، کردار میں تقویٰ و طہارت، کلام میں خلوص کی شیرینی، لکھنؤ اور دہلی کے محاورات اس کثرت اور روانی سے استعمال فرماتے کہ مخاطب آپ کی وطنیت اور سندھ کی نسبت کے بارے میں شک میں پڑ جاتے۔ فارسی عربی اور اردو کے ہزاروں اشعار آپ کی نوک زبان تھے۔

آپ کے عقیدہ مندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے آپ کی روزانہ اور ہفتہ وار مجالس و عظ میں بے شمار لوگ شریک ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے تھے آپ کا متبسم اور پُر نور چہرہ دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ آخری چند سالوں میں ٹنڈوسا میں داد سے ناراض ناظم آباد کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ اور کراچی کے اہل ذوق حضرات کے لیے آپ کا دولت خانہ ایک روحانی مرکز کی حیثیت کا حامل تھا۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۷۵ء بمقام

۱۔ ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی ۱۹ نومبر ۱۹۷۵ء ص ۱۲۔

۲۔ روایت پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش۔

نشاہت کی نزدکوئٹہ میں پہنچی اور جسد اطہر ٹنڈوسائیں دادلا کر سپرد خاک کیا گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

جناب الحاج ڈاکٹر غلام مسطقی خان مدظلہ یوم اے ایل ایل بی بی پی ایچ ڈی ڈی لٹ
صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

آہ بگڑشت افتخار ایں زماں	اں کز و شانِ مجدد قائم است
حافظِ عالم، ادیب و ہم حکیم	موتِ عالم آہ موتِ عالم است
صرف کردہ عمر خود در قطع کفر	بے گماں مثلِ محمد قاسم است
حسنِ صورت، حسنِ سیر، حسنِ خلق	ورع و تقویٰ را نشانِ تم است
”جاودانہ جنت الفردوس یافت	بے گنہ حافظِ محمد ہاشم است“

۵۱۳۹۵

۶۱۹۷۵

۱۔ روزنامہ حریت کراچی، یکم اکتوبر ۱۹۷۵ء ص ۸۔ روزنامہ جنگ کراچی ۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء تذکرہ
مشائخ نقشبندیہ ص ۵۹۰۔ ہفت روزہ اخبار چار کراچی ۹ نومبر ۱۹۷۵ء ص ۱۲۔
مکتوب گرامی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب قندہ بنام مؤلف از مسیحی سندھ، محترمہ
۱۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

پیر محمد حسین جان سربندی

علم و ادب اور فضل و کمال کا یہ آفتاب ارغسان علاقہ قندھار و افغانستان میں ۱۲۸۸ھ کو طلوع ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب دس واسطوں سے شیخ الشیوخ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اترتے ہیں ۳۸ واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ نے اپنے والد ماجد قیوم زمال خواجہ شاہ عبدالرحمن فاروقی مجددی قدس سرہ اور دیگر علما کرام سے دینی تعلیم حاصل کی۔

یہ وہ دور تھا جب افغانستان میں انگریزوں کی ریشہ و مانیوں نے امن کا دیوالہ نکال دیا تھا، عوام کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی تھی، ان حالات میں خواجہ عبدالرحمن قدس سرہ نے نصرت جہاد بلند کیا۔ آپ نے اپنے خاندان کو جمع کر کے فرمایا کہ:-

آج حضرت حق جل مجدہ ہم سے اوراد و وظائف کی بجائے مال اور جان کا طلبگار ہے، اب خانقاہ میں بیٹھ کر مراقبے کا وقت نہیں ہے بلکہ محبوب حقیقی کے حضور میدان جنگ میں آکر اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے کا نام ہے۔ چنانچہ آپ دیوانہ وار جنگ میں کود پڑے۔ پیر محمد حسین سربندی باوجود صغر سنی کے والد گرامی کے شانہ بشانہ واد شجاعت دیتے رہے، یہ جنگ چھ ماہ تک جاری رہی اور آپ کے خاندان کے افراد کے علاوہ مریدین اور عام مسلمان بھی اس معرکہ حق و باطل میں شریک رہے اس جنگ میں انگریزوں کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۰

۱۰ نویں جلد میں از شاہ آغا مطبوعہ کراچی ۱۳۱۶ھ ص ۱۹۔ ۱۱ ایضاً ص ۱۰، ۱۹۔

اس شکست کے بعد جلد ہی عیار انگریز نے اپنے ایجنٹ امیر عبد الرحمن خان کو بے شمار جنگی ساز و سامان اور مال و زر دے کر بھیجا چنانچہ افغانستان ایک بار پھر بدامنی کی لپیٹ میں آ گیا نتیجتاً ملک کے باگ ڈور امیر عبد الرحمن کے ہاتھ آ گئی اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت خواجہ عبد الرحمن نے حجاز مقدس کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا جب حدود بلوچستان اور سندھ سے گزرے تو آپ کے لاکھوں مریدوں نے یہاں مستقل قیام کرنے کی درخواست پیش کی۔ چنانچہ آپ چھ ماہ موضع ٹکھڑ شریف ضلع حیدر آباد میں قیام فرما کر مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر تین سال بعد واپس آ کر ٹکھڑ شریف میں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔

پیر محمد حسین سرہندی نے قیام مدینہ منورہ کے دوران اپنے برادر اکبر پیر محمد حسن فاروقی مجددی سے درس لیا اور ٹکھڑ شریف آ کر مولانا علی محمد معلوی سے استفادہ کیا الغرض چوبیس سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت حاصل کر لی۔ بعد ازاں طب میں بھی ید طولیٰ حاصل کیا۔ اور تمام سندھ میں اپنے علم و فضل کا لوہا منوایا۔ بڑے بڑے فضلاء مشکل مسائل کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

فارسی نظم و نثر میں آپ کو یکساں قدرت حاصل تھی۔ آپ کے دیوان خیابان سرہندی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فارسی شاعری میں آپ کا مقام کلیم سعدانی اور نظیری پشاوری کے کسی طرح کم نہیں۔ ذیل میں ایک غزل پیش کی جاتی ہے جس سے آپ کے علمی و ادبی ذوق کی مثال میں مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

دیدن ز خاک بزرگ رفتن گناہ کیست	بدور گہت فتون و مردن گناہ من
خندیدن و کرشمہ نمودن گناہ کیست	دزدیدہ و دین آہ کشیدن گناہ من
پیش آمدن نقاب کشا گناہ کیست	از دیدن تو چشم نہ بستن گناہ من

گفتن بگریہ وصل تو جستن گستاخ من
 رفتن بخنجر زود گذشتن گناہ کیست
 دل دادن و وفا طلبیدن گناہ من
 دل بردن و جفا نمودن گناہ کیست
 گفتن ز عشق خود نہ گفتن گناہ من
 پیش رقیب رفتن و گفتن گناہ کیست
 عاشق شدن ترا از تو جستن گناہ من
 کشتن بچہ در رحم نکریدن گناہ کیست
 قربان شدن فدائے تو گشتن گناہ من
 رنجیدن و زہ خوریش برانیدن گناہ کیست
 قربان شدن فدائے تو گشتن گناہ من
 در بر گرفتن و نہ طلبیدن گناہ من
 خود را رماندن و بر مہیدن گناہ کیست
 سر نہی این مطالبہ گفتن گناہ من
 دہ نہ گفتن و نشیدن گناہ کیست

فارسی نثر میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ "خیابان سرسندی" کا دیباچہ ہمارے دعویٰ کی منہ
 بولتی تصویر ہے۔ آپ نے پشتو اور سندھی میں بھی طبع آزمائی فرمائی۔ خیابان سرسندی کے علاوہ
 عربی زبان میں ایک رسالہ "البرہان فی اقامۃ الجمعۃ والاذان" بھی تصنیف
 فرمایا۔ عمر کے آخری دور میں عصر حاضر کے پیش آمدہ مسائل پر عربی زبان میں شرح و بسط سے ایک کتاب
 لکھ رہے تھے، تقریباً بارہ سو صفحات لکھے جا چکے تھے، انتقال ہو گیا، سو دسے کا کچھ حصہ حضرت
 پیر محمد ابراہیم خلیل سرسندی مدظلہ کے پاس محفوظ ہے۔

آپ چالیس سال تک ٹیکھر شریف میں قیام پذیر رہے پھر حیدر آباد میں منتقل ہو گئے چار سال
 بعد تحصیل سامارہ ضلع پٹنہ میں جہاں آپ کی پانچ ہزار ایکڑ اراضی تھی مستقل طور پر آباد ہو گئے
 اور آپ کا گھر "قصبہ پیر سرسندی" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔
 قصبہ پیر سرسندی میں آپ نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس کے تمام مصارف آپ خود
 برداشت کرتے تھے۔ اسی طرح مقبرہ شریف واقع کوہ گنجد میں بھی آپ نے ایک دینی مدرسہ قائم

۱۲۱۱ مکتوب گرامی پروفیسر سیرینار احمد جان سرسندی بنام مؤلف از میر لود خاص (سندھ) محرمہ

۱۹۶۶ء

کیا۔ اور لاکھوں روپے کا تعمیری منصوبہ بنایا کراچی میں مبین مسجد کے قریب ایک بہت بڑی بلڈنگ خریدی اور سندھ مدرستہ الاسلام کے طرز پر ایک عظیم الشان مدرسہ کے قیام کا منصوبہ بنایا۔ فوسس کہ یہ دونوں منصوبے آپ کے وصال کی وجہ سے نامکمل رہ گئے۔ علاوہ ازیں آپ بصرہ کے مختلف مدارس کو تازہ بست چندہ ارسال فرماتے رہے۔ آپ نے سندھ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد مجاہد کو یحیا کر کے انجمن مجددیہ قائم کی جس کے آپ تاحیات صدر رہے۔ ۱۔

سکھر کی مسجد منزل گاہ پر جب ہندوؤں نے ایک مسلمان وزیر اعلیٰ کی مدد سے قبضہ کرنا چاہا اور اس کے مقابلہ کے لیے سکھر تلک پورے سندھ کے مسلمانوں نے اعلان جہاد کیا تو آپ نے مختلف مقامات پر جلسے منعقد کر کر مجاہدین کے گروہ سکھر بھیجے اور اپنے اکلوتے نعت جگر حضرت میر محمد اسماعیل روشن سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو سکھر بھیجا جو آخر دم تک وہاں موجود رہے۔ ۲۔

آپ کو انگریزوں سے نفرت و رشتہ میں ملی تھی کبھی کسی انگریز افسر سے ملنا گوارا نہیں فرماتے تھے تمام عمر کسی سرکاری دفتر میں نہیں گئے، اگر کوئی انگریز افسر آپ سے ملاقات کی خواہش کرتا تو صاف انکار کر دیتے آپ کو کئی دفعہ مصائب و آلام سے بھی دوچار ہونا پڑا مگر آپ نے ہر پریشانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ۳۔

تحریک خلافت کا دور آیا تو آپ نے اس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا آپ کے صاحبزادے میر محمد اسماعیل روشن سرہندی نے اپنے آپ کو خلافت کے لیے وقف کر دیا۔ ملاحظہ ہوا کہ اگر تحریک پاکستان حصہ اول آپ نے بڑی بڑی قہیں خلاف فتنہ میں دیں اور پورے سندھ کے دورے کر کے قوم میں بیداری کی لہر دوڑائی۔ تحریک کے ختم ہونے کے بعد بھی کئی سال تک آپ

۱۔ مکتوب گرامی پروفیسر پرینٹار احمد سرہندی بنام مؤلف محررہ ۲۵ مئی ۱۹۶۶ء

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

کھدر کے کپڑے زیب تن فرماتے رہے، حتیٰ کہ کھدر کے کپڑے رنگا کر مستورات کو دیئے جاتے۔
آپ ان باتوں کی اس قدر پابندی فرماتے کہ جناب پر محمد ابراہیم جان خلیل سرسندی مذملہ روایت
کرتے ہیں کہ :-

”میں اس زمانہ میں چھوٹا سا بچہ تھا، میں نے بڑے چاؤ سے ایک ولایتی کپڑے کی
رنگین قمیض سلوائی تھی حضرت صاحب کی نگاہ اچانک اس پر پڑ گئی آپ اتنے
تھاہوئے کہ اتنا اس سے پہلے کبھی خفا نہ ہوئے تھے، فوراً وہ قمیض اتار کر آگ میں
ڈال دی۔ خرمایا کہ اس سے بہتر ہے کہ تم سرے سے قمیض ہی نہ پہنو۔ یہاں تک
کہ اگر ہم میں سے کئی ولایتی کپڑے کا ٹکڑا صندوق میں چھپا کر رکھتا تو حضرت کو فوراً
اطلاع ہو جاتی۔ ”قرطائے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں صندوق خون سے
بھرا ہوا ہے۔ ”تنگاں“ عربوں کے مصائب کے حالات اخبار میں دیکھ کر ہمارے
گھر میں صف مائے کچھ جاتی تھی۔“ ۱۷

تحریک خلافت کے بعد آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار فرمائی اور ضلع محتر پارک میں
مسلم لیگ کے لیے ڈسٹرکٹ کام کیا۔ گانگریسی علما کو یا تو مسلم لیگ میں شامل کیا یا ان سے تعلقات
ختم کر لیے۔ میرپور خاص میں بارہا مسلم لیگ کے عظیم الشان جلسے کرائے۔ اگرچہ آپ تنہائی و گوشہ
نشینی کو بہت پسند فرماتے تھے مگر مسلم لیگ کی خاطر اور عزت نشینی کو ترک کر کے میرپور
خاص، حیدر آباد اور کراچی کے ایسے مرکزی شہروں میں خود کھلے جلسوں میں شامل ہوئے الغرض
آپ نے ہر طرح مسلم لیگ کے لیے کام کیا۔ ۱۸

اُس زمانے میں قائد اعظم ابھی تک سندھی عوام میں متعارف نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے
میرپور خاص میں ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد کیا اور قائد اعظم کو شرکت کی دعوت دی چنانچہ

۱۷ مکتوب گرامی پروفیسر شمس الدین سرسندی بنام مولف از میرپور خاص مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۶۶ء

قائد اعظم تشریف لائے اور اردو زبان میں خطاب فرمایا قائد اعظم خان بہادر غلام محمد و سان مرحوم (سابق ایم این اے) کے ہنگامہ پر قیام پذیر ہوئے۔ ۱۔

آپ نے سندھ میں مسلم لیگ کے ہر اجلاس میں شرکت کی آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ منعقدہ کراچی میں شرکت کر کے قائد اعظم سے ملاقاتیں کیں۔ نماز جمعہ سندھ مدرستہ الاسلام کالج کی مسجد میں قائد اعظم کے ساتھ ادا فرمائی ۱۹۴۷ء کے انتخابات میں ضلع پٹواریہ میں مسلم لیگی امیدواروں کی ڈٹ کر حمایت کی حالانکہ مخالف امیدوار کی تمام قوم (بھگڑی) آپ کی مرید تھی اور آپ سے خوشگوار تعلقات تھے مگر آپ نے ان باتوں کی بالکل پرواہ نہ کی۔ ۲۔

قیام پاکستان کے بعد جب بھارت میں مسلمانوں کا کشت و خون شروع ہوا اور قوی امکان تھا کہ بھارت پاکستان پر حملہ کر دے گا۔ اس سلسلہ میں مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی (والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی) کی تحریک سے کراچی میں آل پاکستان مشائخ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تمام پاکستان کے پیران طریقت جمع ہوئے اور فیصلہ کیا گیا کہ تمام حضرات اپنے تمام مریدوں کو میدان جہاد میں لائیں گے اور اسلحہ و بارود و دیگر سامان حرب کے حصول کے لیے عرب ممالک کا دورہ کریں گے۔ اس کانفرنس کی کامیابی کے لیے آپ نے بڑی کوشش کی مشائخ کانفرنس کے سات نمائندے قائد اعظم سے ملاقات کے لیے منتخب ہوئے جن میں آپ بھی شامل تھے۔ وفد غم و غصہ کے عالم میں قائد اعظم سے ملا کیوں کہ عام خیال تھا کہ جناح صاحب بہت زیادہ نرمی سے کام لے رہے ہیں جب کہ ملک تباہ ہونے کو ہے حضرت ممدوح کے پوتے حضرت قبلہ پیر محمد اسماعیل جہان سرسندی رقمہ طراز ہیں کہ :-

”اگرچہ میں وفد میں شامل نہیں تھا مگر حضرت صاحب کے ساتھ میں بھی اندر چلا گیا۔ جناح صاحب سے ملاقات ہوئی جب ملاقات کے بعد وفد واپس آیا تو

۱۔ مکتوب گرامی پرنسپل پرنسپل احمد سرسندی بنام مولف از میرپور خاص محرمہ ۲۰ مئی ۱۹۶۶ء
۲۔ ایضاً

سب نے تسلیم کیا کہ ہم سے زیادہ رنج و غم قائد اعظم کو ہے اور وہ پاکستان کی تعلیمات اور بھارتی مسلمانوں کے تحفظ کے لیے ہر ممکن تدابیر پر عمل پیرا ہیں۔ ۱

اسی طرح جب مشرقی پنجاب کے مسلمان سرسند شریف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور ان کی حالت مسلسل فاقوں اور بیماری کی وجہ سے زلوں ہو گئی جب چالیس پچاس ہزار افراد کی حالت غیر ہونے لگی تو آپ نے اس سلسلہ میں سندھ کے وزیر اعلیٰ سر غلام حسین ہدایت اللہ سے مل کر ان مسلمانوں کی مدد کا مطالبہ کیا چنانچہ سر غلام حسین کے ایامہیر قائد اعظم نے اپیشل ٹرین کا بندوبست کیا بھارتی حکومت کی اجازت کے بعد یہ مسلمان بلوچ رجمنٹ کی حفاظت میں نخریت پاکستان پہنچ گئے۔ یہ سب کچھ آپ کی مساعی جملہ کا ثمرہ تھا۔ ۲

آپ کی زندگی بہت سادہ تھی۔ خالقہ میں مہانوں کے لیے عالیشان مکانات بنائے مگر خود ایک پرانے اور سادہ مکان میں زندگی بسر فرمائی مہانوں کے لیے طرح طرح کے کھانے پکے مگر آپ سارا سال باجرہ کی خشک روٹی اور چھچھوڑی ہی تناول فرماتے۔ آپ کا کتب خانہ بہت وسیع تھا۔ برصغیر اور مصر کے مشہور مطابع کی کتابیں آپ کے پاس موجود تھیں بطلعناپ کا محبوب مشغلہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی محاسن سے نوازا تھا چہرہ مبارک میں قدر بارعب تھا کہ بڑے بڑے معزور و متبخر جب اس فقیر پورہ نشین کے سامنے آتے تو بات کرنے کے لیے زبان نہ کھلتی۔ ۳

۴ یہ مرتبہ بلند بلا جس کو مل گیا

آپ کی وفات حسرت آیت اسی سال کی عمر میں صفر المظفر ۱۳۶۹ھ میں ہوئی اور جدید کو حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی فاروقی سرسندی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں کوہ گنبد پر خاک

۱۔ مکتوب گرامی پروفیسر پرنسٹن احمد سرسندی بنام مولف از میر لہد خاص محرمہ ۲ مئی ۱۹۶۷ء۔

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

کیا گیا۔ اے

ہرگز نہیں دآنکھ دلش زندہ بعشق

ثبت است بہ جریدہ عالم دوام ما

آج کل آپ کی اولاد اجداد میں سے آپ کے پوتے حضرت پیر محمد ابراہیم جان خلیل
سرہندی مدظلہ سندھ میں اسلام کی خدمت میں بہترین مصروف ہیں۔

اے مونس المخلصین از شاہ آغا مطہر علی چاچی ۱۳۶۶ھ ص ۱۹۔

ملاشور بازار کابلی

و جب تک تمام اسلامی ممالک اپنے سب ذاتی اختلافات ختم نہیں کرتے اور ایک نشستہ اخوت میں متحد نہیں ہوں گے، اسی طرح ذلت کی زندگی گزاریں گے بڑی طاقتوں اور اسلام دشمن قوتوں کا کھلونا بنے رہیں گے مجھے پورا یقین ہے کہ اگر ہم اپنی صفوں میں اتحاد و استحکام قائم کر لیں تو وہی طاقتیں اسلام کے دروازے کی سوالی بن جائیں گی۔

یہ عالم باطل پیشوائے طر لقیہ، رہنمائے روحانیت نور المشرق، فضل عمر ملاشور بازار کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تاریخی تقریر کا اقتباس ہے جو انہوں نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سے اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر عالم اسلام کے نام نشر فرمائی۔ ۱۔

حضرت نور المشرق، رجمادی الاول ۱۳۰۲ھ کو شور بازار کابل میں خاندان مجددیہ کے بڑے روحانی بزرگ حضرت غلام فتیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ معاصرین علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور کچھ عرصہ بعد علم سلوک میں کمال حاصل کر کے خلافت و اجازت سے بھی سرفراز ہوئے والد گرامی کے انتقال کے بعد شیخیت پر فائز ہوئے۔ آپ کے مریدین افغانستان، ایران، پاکستان، ہندوستان، حجاز اور مسلم بنگال میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ۲۔

۱۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۲ فروری ۱۹۴۲ء۔

۲۔ تذکرہ منظر مسعود از پروفیسر محمد مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۴۶۴۔ روزنامہ مشرق لاہور

۲۲ فروری ۱۹۴۲ء۔ ۳۔ فروری ۱۹۴۵ء۔

جب افغانستان کے مرحوم بادشاہ امان اللہ خان نے افغانستان کی خود مختاری کے سلسلے میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تو حضرت نور المصباحؒ نے جنوبی افغانستان کے محاذ پر بذات خود اپنے بھائی فضل محمد شمس المصباحؒ اور بڑے صاحبزادے حضرت فضل عثمانؒ (صدر المصباح) کے ساتھ جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور اس دینی و ملی جہاد میں گر نقد خدمات انجام دیں۔ آپ کی روحانی قوت اور توفیق الہی سے انگریزوں کو شرمناک شکست اٹھانی پڑی اور افغانستان کو حقیقی آزادی نصیب ہوئی۔

شاہ امان اللہ نے آپ کو ”نور المصباح“ کے خطاب سے نوازا اور ”تمغہ المعالی“ عطا فرمایا۔ یہ تمغہ افغانستان کی تاریخ میں آج تک کسی کو نہیں دیا گیا لیکن اس کے باوجود جب شاہ امان اللہ سے کچھ سقہ نے حکومت چھین لی اور امان اللہ سے چند باتیں خلاف شرع سرزد ہوئیں تو حضرت نور المصباحؒ بادشاہ سے ناراض ہو کر کامٹھیا واٹھ چلے گئے۔ امان اللہ کی پے در پے درخواستوں کے باوجود برابر انکار فرماتے رہے، آپ نے بادشاہ سے کہا کہ جب تک وہ خلاف شرع باتیں ترک نہیں کرے گا آپ وطن واپس نہیں آئیں گے۔

حبیب اللہ کچھ سقہ افغانستان کا بادشاہ بنا تو اس نے اپنے آپ کو ”خادم دین“ ہوا اللہ کا لقب دیا تاکہ اس لقب کی بدولت اپنی حکومت کو افغان عوام پر مسلط کر سکے۔ پختونڑے عرصہ کے بعد جنرل نادر خان پیرس سے ہندوستان پہنچا اور بمبئی میں حضرت نور المصباحؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد نادر خان حضرت سے ملاقات کے بعد وطن کو بچانے اور سلطنت امانیہ کو دوبارہ مستحکم کرنے کے لیے پشاور و قبائلی علاقہ جات کی طرف روانہ ہوا اور وہاں سے جنوبی افغانستان کی طرف چلا گیا۔ حضرت نور المصباحؒ نے بھی انگریزوں کو پیغام بھیجا کہ میں

۱۔ تذکرہ مظہر مسعود از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۲۲۶ - روزنامہ مشرق

لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۲ء - ۲ فروری ۱۹۶۵ء

ایک آزاد افغان ہوں اور واپس اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔ آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں وطن جانے سے روکا جائے۔ یہ پیغام دینے کے بعد آپ کا ٹھکانہ لاہور کی طرف روانہ ہونے لگا۔ انگریزوں نے بھی زیادہ مخالفت اور مقابلہ کرنے کو بے سود سمجھا، آپ بمبئی سے لاہور پہنچے اور یہاں سے پشاور اور پھر قبائلی علاقہ کی طرف رخ کیا۔ اور اپنے مریدین و معتقدین نادر شاہ کے ساتھ ملکر جہاد کی ترغیب دی۔ بالآخر نادر شاہ کو کامیابی ہوئی اور آپ کو افغانستان کا وزیر عدلیہ مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد نادر شاہ کو ملک و قوم کے دشمن عبدالخالق نے شہید کر دیا۔ ملک میں بد امنی پھیل گئی لیکن اس نازک موقع پر حضرت نے اپنی تقاریر اور بیانات سے ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر ساری فوج اور عوام کو ظاہر شاہ کا وفادار بنادیا اور انہیں تخت سلطنت پر متمکن کیا۔ ۱۵

آپ نے ملت اسلامیہ کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں ۱۹۲۵ء میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کے لیے جب ہندوستان آئے تو اس وقت مسلم لیگ اور کانگریس برسرِ پیکار تھیں۔ قائد اعظم نے ایک مسلم لیگی وفد کے ساتھ جس میں نوابزادہ قیامت علیخان، سردار عبدالرب نشتر، خواجہ ناظم الدین اور اسماعیل حیدر یگر شامل تھے بمبئی میں حضرت سے ملاقات کی اور مسلم لیگ کے منشور اور مملکت پاکستان کے سلسلہ میں ان سے مفصل مذاکرے کئے اور حضرت سے تعاون کی خواہش کی حضرت نے اس عظیم اسلامی خدمت میں وفد کو اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا اور اپنے تمام مخلصین کو مسلم لیگ میں شمولیت کا حکم دیا اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنے کی تلقین فرمائی حضرت نے اپنے مریدین میں سے قبائلی اور بلوچی لوگوں کو بھی مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کا حکم دیا۔ اسی طرح کاٹھیاواڑ اور گجرات کے علاقوں میں آپ کے مریدین نے برصغیر کے مسلمانوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقے میں آپ کے اثر و رسوخ نے پورا پورا کام کیا۔ ۱۶

۱۵۔ تذکرہ مظہر سعود از پرنسپل محمد سعید صاحب مدظلہ العالی ۱۹۶۹ء ص ۴۴۶۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۵ء۔
 ۱۶۔ تذکرہ مظہر سعود ص ۴۴۶۔ روزنامہ مشرق لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۵ء۔ روزنامہ دی ۱۹۶۵ء۔

۱۹۴۸ء میں جب فلسطین کی مقدس سرزمین پر حملہ کیا گیا اور مسلمانوں کو ان کے وطن سے نکال دیا تو حضرت نے اس سلسلہ میں بہت اہم کردار ادا کیا اور نہایت مؤثر تحریک چلائی حضرت نے خود افغانستان کے گوشے گوشے میں جا کر لاکھوں روپیہ عوام سے چندہ جمع کیا اور بذریعہ مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی رحمۃ اللہ علیہ مسلمان مجاہدوں کو پہنچایا اور ایک رضا کار فوج کا دستہ تیار کیا جو ضرورت پر اپنے مسلمانوں بھائیوں کی مدد کیلئے فلسطین بھیجا جاسکے۔ ۱۵

۱۹۴۸ء میں ریاست علیخان مرحوم وزیر اعظم پاکستان کی دعوت پر آپ نے پاکستان کا سری دورہ کیا خیبر سے کراچی تک پاکستان کے عوام نے اپنے مذہبی رہنما کا فقید المثال استقبال کیا۔ اور ہر جگہ حضرت کے استقبال کے بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے۔ آپ نے سب جلسوں سے خطاب کیا اور اپنی پرورش تقریروں میں اتحاد عالم اسلام آزادی فلسطین اور مسلمان کشمیر کی پرزور حمایت کی، ہندو حکمرانوں کو حضرت کا یہ عمل نہایت نگوارہ نظر اور بہانہ بنا کر آپ کو سرسبز شریف جانے کی اجازت منسوخ کر دی چنانچہ آپ نے بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا۔ ۱۶

۱۹۵۰ء میں آپ نے براستہ کراچی حج سے واپسی پر پاکستان کا تیسری دفعہ مختصر دورہ کیا۔ اور اس کے بعد افغانستان جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہمیشہ فرماتے کہ وصال کا وقت قریب ہے اور بہت جلد میں دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔ اپنے فرزندوں کو فرمایا کہ ہم تین دن بعد اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے اور اپنا مدفن متصل مسجد و خانقاہ مجددیہ قلعہ جواد کا بل متعین فرمایا چنانچہ بروز ہفتہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ بعد نماز صبح بلند آواز سے

۱۵ تذکرہ المنیر سعودی، ۴۴، روزنامہ مشرق لاہور ۲۲ فروری ۱۹۴۲ء، روزوری ۱۹۵۵ء۔

۱۶ روزنامہ مشرق لاہور ۲۲ فروری ۱۹۵۶ء۔

اللہ اکبر کہتے ہوئے اس دار فانی سے ہجرت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون^۱
آپ کی رحلت کے بعد آپ کے دو فرزند سجادہ نشین ہوئے۔

۱۔ حضرت صدر المشائخ پیر فضل عثمان مجددی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اٹھارہ سال تک
پاکستان میں رشد و ہدایت کا بازار گرم رکھنے کے بعد ۱۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو رحلت فرمائی اور
ان کی میت کابل پہنچائی گئی۔

۲۔ ضیاء المشائخ پیر محمد ابراہیم مجددی مدظلہ کابل میں سجادہ نشین ہیں اور علم و عرفان کے دریا
بہا رہے ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے حضرت نور المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان دوستی کو یوں
خبرائج تحسین پیش کیا ہے۔

”نور المشائخ قیام پاکستان پر اتنے ہی خوش تھے جتنا کوئی پاکستانی ہو سکتا تھا۔ انہوں
نے افغانستان میں پاکستان کے حق میں دلیری سے تقریریں ہی نہیں کیں بلکہ وہ
مسلم لیگ کی اولین وزارت کے دوران لاہور بھی تشریف لائے اور پاکستان کے
کے مختلف مقامات پر انہوں نے پاکستان کی دل کھول کر تعریف کی اور یقین
دلایا کہ افغانستان کے عوام پاکستان کو دولت خدا داد ہی نہیں بلکہ اپنا سہارا بھی سمجھتے
ہیں“ ۲

۱۔ روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور ۲ ستمبر ۱۹۶۶ء ”دا بیضا“

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۰ ستمبر ۱۹۶۶ء (اداریہ)

پروفیسر منظور الحق صدیقی

پروفیسر منظور الحق صدیقی ۱۳۳۵ء میں دہلی سے چوتھے میل مغرب میں قصبہ مہم شریف ضلع ریتھک کے مشہور صدیقی خاندان میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک جناب اطہار اللہ صدیقی (۱۸۶۴/۱۹۲۲ء) تھا۔ گورنمنٹ انٹر میڈیٹ کالج ریتھک سے میٹرک اور ایف اے کے امتحانات اڈل پوزیشن میں پاس کیے۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء میں ایم اے اور کالج انٹر سٹی اے کیا۔ اگلے سال گورنمنٹ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے ایس اے اوی اور اُس سے اگلے سال بی بی ٹی کیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی امرتسر شاخ کے رکن بن گئے۔

۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سلائے اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں مسلم علاقوں پر مشتمل آزاد پاکستان کی تحریک منظور ہوئی۔ تو آپ اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ بد قسمتی سے اس قرارداد پاکستان کی تائید میں ایک سال تک پنجاب میں ایک ہی پبلک جلسہ منعقد نہ ہو سکا۔ تو ہندو خب رٹھور دینے لگے کہ پاکستان کے لیے صرف ان صوبوں کے مسلمان شور و غوغا کر رہے ہیں جن میں وہ اقلیت میں ہیں۔ اور نہ جن صوبوں کو پاکستان کہا جاتا ہے وہاں کے مسلمان اس قرارداد کے حق میں نہیں۔ انہوں نے کسی پبلک جلسہ میں اس کی تائید نہیں کی۔ اس بات کا آپ نے تمسک کیا اور ۲۶ دسمبر ۱۹۴۲ء کو اپنے ساتھیوں چوہدری نصر اللہ خان مرحوم بی اے، ایل بی، چوہدری محمد صادق ایم اے کے ساتھ قرارداد پاکستان کی تائید میں کئی جلسوں کا اہتمام کرایا۔ ۱۹۴۲ء

۱۹۴۲ء ماہ مارچ ۱۹۴۲ء میں منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۴۲ء ص ۸۰ تا ۸۱۔

۱۹۴۲ء ایضاً ص ۳۹۹۔ ماہنامہ سیارہ دانش گشت لاہور فروری ۱۹۴۲ء ص ۸۰ تا ۸۱۔

۲۰۱ مارچ ۱۹۶۱ء کو لاہور میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت قائد اعظم نے فرمائی اور مغربی پاکستان میں قرارداد پاکستان کی تائید میں یہ پہلا جلسہ تھا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ قائد اعظم کے اس ارشاد سے ہوتا ہے جو آپ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

”ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہیں احساس نہیں کہ تم نے کیا کر لیا ہے، تم نے تاریخ بنا ڈالی۔“

”YOU DO NOT SEEM TO REALIZE WHAT YOU HAVE DONE. YOU HAVE CREATED HISTORY.“

اس کانفرنس میں قائد اعظم کے ایماء پر دیہات میں تحریک پاکستان کا کام کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا نام ”پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی“ تھا جس کا سربراہ مولانا عبدالستار خان نیازی، چوہدری نصر اللہ خان مرحوم، چوہدری محمد صادق اور آپ منظور الحق اس کے ممبر مقرر ہوئے۔ بعد میں ڈاکٹر محمد الیاس مسعود قریشی، ظہور عالم شہید، خواجہ شرف احمد اور ظہور اسحاق صاحبان بھی اس کمیٹی میں شامل ہوئے۔ اس کمیٹی کے تمام ارکان پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی عاملہ کے ارکان بھی تھے۔ ۲۔

آپ نے، ۳۱ جون ۱۹۶۱ء تک ایک ہفتہ کے لیے رشتہ کے دوڑے کا پروگرام بنایا۔ ۱۱ جون کو وہاں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی شاخ قائم کی مسلم لیگ کی رکنیت کے فارم چھپوائے اور گھر گھر اور قریہ قریہ جاکر چار دن میں دو ہزار سے زیادہ رکن بنائے جن میں خواتین کی بھی خاصی تعداد تھی۔ جابجا شہر میں جلسے منعقد کرائے اور خطاب فرمایا

۲۱ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۱ ستمبر ۱۹۶۲ء بحوالہ ماٹریلا اجداد ص ۳۳۹۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۱ فروری ۱۹۶۶ء نمونے کا ایک نوجوان مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۳۷۔

لوگوں کو مسلم لیگ کا ہمنوا بنایا۔ انہی دنوں راولپور شہید علی خان جلالی رکن قومی اسمبلی ساہیوال ہشتک میں وکالت کرتے تھے اور ان کی شہرت بطور شیشٹ تھی۔ آپ نے ایک دو ملاقاتیں کر کے ان کو مسلم لیگ میں کھینچ لیا۔ چنانچہ ۱۳ جون کو ارکان کا ایک اجتماع ہوا جس میں راولپور شہری مسلم لیگ کے صدر اودہ پریشیر الدین صدیقی سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس عظیم کامیابی کے بعد آپ راولپنڈی چلے گئے۔ ۱۷

لاہور میں کمیٹی کا جلسہ ہوا جس میں بعض اخبارات کی روش پر غور کیا گیا۔ وزیر اعظم پنجاب سر سکندر حیات خان مرحوم وغیرہ نے والٹس رائے کی فیشنل ڈیفنس کونسل کی رکنیت قبول کر کے مسلم لیگ کا وقار معرض خطر میں ڈال دیا تھا۔ لاہور کے دو اخبارات (القلاب اور شہباز) نے سر سکندر کی حمایت میں اودہ قائد اعظم کے خلاف شدید دھمکے ساتھ پیرا پیگنڈہ شروع کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ مسٹر حجاج محض ایک سیاسی جماعت کے سربراہ ہیں اور سر سکندر حیات پنجاب کے منتخب وزیر اعظم ہیں اس سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ سر سکندر کی حیثیت زیادہ مضبوط ہے۔

کمیٹی نے ان اخبارات کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا۔ ان اخبارات کے بہت سے پرچے خریدے گئے اور ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کو دو بجے سے شام کے ساڑھے سات بجے تک لاہور کے ہر قابل ذکر چوک میں کھڑے ہو کر ان اخبارات کو نذر آتش کیا گیا۔ اخبار سوزی کی یہ رسم پورے لوازم کے ساتھ ادا کی جاتی۔ چوک میں پہنچ کر تانگے والے کھڑے کر لیے جاتے۔ پاکستان زندہ باد اور قائد اعظم زندہ باد کے نعروں کے بعد محمد الیاس قریشی ترمیم کے ساتھ ترازن ملی پڑھتے، اتنے میں دو چار سوراہگیر اور دکاندار جمع ہو جاتے۔ پھر بطل حریت مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی اپنے مخصوص انداز میں مختصر تقریر کرتے۔

۱۷۔ مائثر الابداد ص ۲۰۴ - ۲۰۵ - ماہنامہ سارہ ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۶۲ء۔

۲۰ اگست ۱۹۶۱ء کو چوہدری محمد صادق اور آپ نے دو ہفتہ کے لیے موجودہ مشرقی پنجاب کے اضلاع کا دورہ کیا۔ اس سلسلہ میں ایک دن لدھیانہ ٹھہر کر انبالہ پہنچے۔ وہاں خاصا سیاسی شعور پایا گیا۔ لوگوں میں کام کرنے کا جذبہ بھی موجود تھا۔ مگر بڑوں کے اختلافات سے مسلم لیگ کی گاڑی رکی ہوئی تھی۔ ۲۴ اگست کو سید محمد حنیف ایڈووکیٹ کے ہاں معززین کا اجتماع ہوا۔ جس میں حضرت میر غلام بھیک نیرنگ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت فرمائی۔ آپ نے اور چوہدری محمد صادق نے خطاب فرمایا اور فوراً ہی مسلم لیگ قائم ہو گئی اور انتخابات بھی ہو گئے۔ حضرت نیرنگ کے دست راست سید محمد حنیف صدر اشتیاق احمد قریشی سکریٹری اور شیخ عبداللطیف خاڑن منتخب ہوئے۔

انبالہ سے یہ وفد لدھیانہ پہنچا۔ یہاں مسلم لیگی رہنماؤں غازی محمود دھرم پال، آغا غضنفر علی، ڈاکٹر محمد اعظم اور طفیل محمد صاحبان نے اس وفد کے لیے ایک پبلک جلسے کا اعلان کر رکھا تھا۔ پاکستان کی مخالف مجلس احرار کے رہنما یہ برداشت نہ کر سکے اور اسی وقت اور اسی میدان میں اپنے جلسے کی منادی کر دی۔ چنانچہ ۲۶ اگست کو ایک ہی میدان میں دونوں جلسے ہوئے۔ آپ نے اور چوہدری محمد صادق نے اپنے مخصوص انداز میں خطاب کیا اور لوگوں کو مسلم لیگ کا والدہ شدید بنادیا۔ اگرچہ احرار یوں نے ہنگامے کی کوشش کی مگر سامعین آخر تک مکمل سکون سے بیٹھے رہے۔ لدھیانہ سے یہ وفد جگر اؤں، مدار، جالندھر اور مویشیار پور ہوتا ہوا ایم ستمبر کو لاہور پہنچ گیا۔ لاہور پاکستان ریل پر وپیگنڈا کمیٹی کی تمام کاروائیوں سے آپ نے قائد اعظم کو باخبر رکھا تھا۔ ایک خط میں قائد اعظم نے آپ سے بالمشافہ گفتگو کا اظہار فرمایا تو آپ نے

۱۔ ماثر الاحداد ص ۱۴۱-۱۴۲۔ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۶۲ء

۲۔ ۱۹۶۲ء ۲۴-۲۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ جون ۱۹۶۵ء

ظفر اللہ خاں ملک اور چوہدری نصر اللہ کو ساتھ لے کر ۸ ستمبر ۱۹۴۱ء کی ایک شام کو بمبئی میں قائد اعظم سے ملاقات کی یہ ملاقات ساڑھے تین گھنٹے جاری رہی۔ دوبارہ پھر ۱۸ ستمبر کو اڑھائی گھنٹے دوسری نشست ہوئی، اس ملاقات میں ماہریت محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ بھی موجود تھیں۔ ۱۷

۸-۶ مارچ ۱۹۴۲ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دوسرا سالانہ اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ آپ اس کے محرک، منتظم اور صدر مجلس استقبالیہ تھے۔ اس اجلاس کی صدارت چوہدری خلیق الزمان مرحوم نے کی۔ حاضرین کی تعداد ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ کے مطابق پچیس ہزار تھی جن میں متعدد ہندو بھی تھے۔ یہ کانفرنس اس علاقہ میں عوامی تحریک کا نقطہ آغاز ثابت ہوئی۔ ۱۷ اس موقع پر ملک کے چوٹی کے رہنماؤں سے آپ کی خط و کتابت ہوئی۔ ذیل میں آپ کے نام قائد اعظم کے ایک خط سے چند اقتباسات درج کرتے جا رہے ہیں۔ ۱۸

۱۹ آپ کا ۲۶ فروری ۱۹۴۲ء کا تار موصول ہوا۔ جس میں آپ نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سالانہ اجلاس کے لیے جو راولپنڈی میں ۴ اور ۵ مارچ کو منعقد ہو رہے تھے مجھ سے پیغام کی درخواست کی ہے۔

۲۰ میری خواہش تھی میں ایک اور مرتبہ آپ کے ساتھ ہوتا اور آپ سب سے ملاقات کی مسرت حاصل کرتا مگر افسوس کہ میری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ میرا دہلی میں رہنا قطعی ضروری ہے۔ تاہم میں آئندہ پنجاب میں آنے کا موقع تلاش کر رہا ہوں۔ پھر آپ سے دوبارہ

۲۱ اثر الاحداد ص ۲۰۳، ۳۰۳ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ جون ۱۹۴۵ء

۲۲ اصل خط انگریزی میں تھا۔ ہمیں صرف اردو ترجمہ ہی مل سکا ہے۔

ملیں گا۔ یقین جانیئے میرا دل آپ کے ساتھ ہے اور میں مسلمانوں کی بہبودی کے لیے اور اس مقصد کے لیے جو ہم سب کو عزیز ہے حتی المقدور کوشش ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ جو کارِ خیر کر رہے ہیں اسے جاری رکھیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ چوہدری خلیق الزمان کی صدارت میں اور دوسرے رہنماؤں کی موجودگی میں جو یقیناً وہاں آئیں گے آپ کا سالانہ اجلاس بڑا ہی کامیاب رہے گا۔

سیاست میں ہمیں آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام پر عمل پیرا رہنا چاہیئے۔ پانچ سال کی مدت میں ہم ہندوستان کے مسلمانوں میں اپنی تنظیم پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں کہ اس کی مثال گزشتہ دیرھ صدی میں نہیں ملتی۔ ان میں اس طرح بیداری پیدا کر دی گئی ہے کہ مخالفین انگشت بدنداں ہو گئے اور ان کے قدم لڑکھڑکے گئے۔ مسلمان جمہور کو خیر باد کہہ رہا ہے اور شکست خوردگی اور یاس و ناامیدی کے عمیق غار سے نکل آیا ہے۔ ان کو اپنی قوت کا احساس ہو چلا ہے۔ انہیں خود اپنی طاقت اور صلاحیتوں کا اب تک علم نہیں۔ اگر وہ اپنی قسمت دوسروں کے ہاتھ میں نہ دیں اور متحد ہو جائیں تو کوئی طاقت ان کے عزائم کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔

مسلمانوں سے میں ایک بار اور یہ استدعا کروں گا، کسی پر تجلیہ نہ کریں اپنی ہی طاقت پر انحصار کریں۔ مسلمانوں نے ابھی تک حقیقت نہیں پہچانی کہ اگر وہ متحد ہو کر کام کریں تو ان میں کتنی طاقت ہے ہمیں ابھی بہت سا ابتدائی کام کرنا ہے اور اس کے لیے تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں گی ہمیں دبانے

میں ہمارے حریف اپنی پوری طاقت صرف کر دیں گے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم بظلم و تعدی کریں اور ہمارا قتل عام ہو۔ مگر مجھے یقین کامل ہے کہ ہم اس آزمائش کی بھٹی سے اور زیادہ پاکیزہ، بہتر اور مضبوط تر ہو کر نکلیں گے۔

آخر میں مسلم طلباء اور مسلمان نوجوانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں، اس امر کو پیش نظر رکھیں کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے، اس کی باگ ڈور کل تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔ کیا تم تم نے یہ ذمہ داری اٹھانے کے لیے تربیت حاصل کر لی ہے اور اپنے اندر وہ خواص پیدا کر لیے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو آج ہی اس کی ابتداء کریں۔ یہی مناسب ہے۔ خدا تعالیٰ تمہیں کامیابی سے ہم کنار کرے۔

مخلص

ایم، اے، جناح

بنام منظور الحق صدر مجلس استقبالیہ

اجلاس ثانی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن۔ راولپنڈی۔ ۱۹۴۲ء

۱۹۴۲ء میں آپ نے نوابزادہ لیاقت علی سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کی دعوت پر لیگ کے اجلاس خصوصی الہ آباد میں مجلس موضوعات میں شرکت کی۔ اس کے بعد اسی سال آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے موقع پر بھی کونسل کے اجلاس میں شرکت کی۔ ریتھک کے علاقے میں آپ کی ذاتی کوششوں سے ہزاروں افراد مسلم لیگ کے ممبر بنے۔ اور بڑے بڑے کسٹر کانگریسیوں کو آپ مسلم لیگ میں پھیر لائے۔ حاجی خیر محمد پٹھان بائیس سال سے کانگریس چھٹی چھڑ کے صدر چلے آتے تھے، آپ نے ایک ہفتہ کی سعی و تبلیغ سے انہیں مسلم لیگ میں لانے کا معرکہ سرانجام دیا۔ اس پر چھڑ کے تمام مسلمان

اور ہندو ششدر رہ گئے۔ ۱۵

۱۹۴۵ء کے الیکشن میں آپ نے اور آپ کے خاندان نے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی کے لیے پورے ضلع رتھک میں کام کیا۔ ۱۹۴۶ء میں پنجاب کی خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں آپ نے اپنے خاندان کو جھونک دیا۔ پنجاب میں اخبار ”ڈان“ دہلی کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا تو آپ نے اپنے خاندان کے ایک نوجوان محمد حسین عرف محمد میاں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ ہر روز دہلی جا کر ”ڈان“ کے پرچے لاتا۔ اور پھر پرچے جلسہ عام میں فروخت کیتے جاتے۔ عام طور پر اخبار ”ڈان“ کا ایک پرچہ دس روپے میں بچا جاتا اور سیلامی میں زیادہ قیمت اٹھتی پولیس والے حیران تھے کہ تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود ڈان کس طرح رتھک پہنچ جاتا ہے جس روز ضلع کی خفیہ پولیس کا تمام عملہ اس ٹوہ میں لگا ہوا تھا کہ پرچے کون لاتا ہے اس روز ڈان کا ایک پرچہ چھپتر روپے میں نیلام ہوا اور نیلامی کی بولی ایک آن پڑھ قصاب کے نام ہوئی۔ ”ڈان“ کے پرچوں کی فروخت تحریک فتنہ خفی ۱۵ء اس تحریک میں آپ کے خاندان کی مستورات نے بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیتے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ سرور صدیقہ نے خواتین کے بہت سے جلسوں میں تقریریں کیں اور پھر مردوں کے جلسوں سے بھی خطاب کیا۔ یہ خاندان سے پہلی خاتون تھیں جنہوں نے کسی سیاسی جلسہ میں مردوں سے خطاب کیا۔ جتنی بار تقریر کی، علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر مائیکروفون کے ذریعے جب لوگوں نے پہلی دفعہ ان کی تقریر سنی تو سب کو اس سہوا کہ اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ ملت کو اتنا عظیم خطرہ درپیش ہے کہ ایک پرزادہ بھی میدانِ عمل میں اترنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ اس روز مظاہرین میں غیر معمولی جوش و خروش تھا۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی صبح طلوع ہوئی۔ تو آپ کے خاندان پر مصائب

۱۱ ماہ مارچ ۱۹۴۷ء - ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۴۷ء۔

کے پہاڑ ٹوٹے آپ کو جس قدر مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑا، وہ ایک علیحدہ باب کے متقاضی ہیں آپ ۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو اپنا سب کچھ لٹا کر راستے میں اپنے خاندان کے دو افراد کو شہید کر دیا کرتے پٹے قافلے کی صورت میں لاہور پہنچے۔ اور یہاں آکر جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ان کے قصور سے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ یہاں آنے کے بعد آپ کمیٹی کا راجح حسن ابدال میں پروفیسر مقرر ہو گئے اور تا حال ریاضیات اور اردو پر تھکا رہے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل کتابیں لکھ کر علمی، ادبی اور مذہبی حلقوں سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

۱۔ سالار مسعود غازی (ترجمہ) ۱۹۵۳ء

۲۔ معیاری جیومیٹری (چھٹی جماعت کے لیے سول ٹیکسٹ بک برائے ضلع لاہور ۱۹۵۵ء)

۳۔ معیاری الجبرا و جیومیٹری (ساتویں جماعت)

۴۔ (آنکھوں)

۵۔ ہادی ہریانہ ۱۹۶۳ء

۶۔ مائثر الاحداد ۱۹۶۴ء

۷۔ محفل معاگوئی ۱۹۶۸ء

۸۔ شاہ لطیف تری مع تاریخ نوذکر شاہاں ۱۹۶۰ء

۹۔ نمونے کا ایک نوجوان ۱۹۶۰ء

۱۰۔ تاریخ حسن ابدال ۱۹۶۶ء

۱۱۔ خطبہ استقبالیہ (پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقد

راولپنڈی، ۸ مارچ ۱۹۴۲ء)

ان تصانیف و تالیفات کے علاوہ ملک کے نامور رسائل و جرائد میں اکثر آپ کے

علمی و ادبی مضامین بھی چھپتے رہتے ہیں۔ آپ کا زیادہ رجحان تصنیف و تالیف کی طرف ہے

۱۲۔ مکتوب بنام مولف از حسن ابدال مجلہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء۔ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۶۲ء

نوابزادہ مہدی علی خاں

نوابزادہ مہدی علی خان ۱۹۰۶ء میں اجالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ سرسید گجرات نوابزادہ سر فضل علی مرحوم کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ زمیندار، صحافی، سکول گجرات سے میٹرک کرنے کے بعد ذرا عسکری کالج لائل پور میں چلے گئے اور پھر علی گڑھ یونیورسٹی سے گریجوایشن کی۔ اس کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کر کے تحصیلدار اور پھر انسپٹر مل بنے۔

۱۹۲۵ء میں آپ لاہور میں ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر فائز تھے کہ انہی دنوں قائد اعظم کشمیر سے واپسی پر گجرات تشریف لائے۔ اتفاق سے آپ اس وقت گجرات میں موجود تھے۔ آپ بھی مسلمانوں کے عظیم رہنما کا استقبال کرنے کے لیے جنگلہ پاسک باغ، میں تشریف لے گئے اور قائد اعظم کو ہار پہنائے۔ جب لاہور واپس تشریف لائے تو ڈپٹی کمشنر لاہور مسٹر ولیم نے انہیں سرزنش کی کہ وہ مسلم لیگ کی سرگرمیوں میں دلچسپی نہ لیں اور محمد علی جناح ایسے لیڈروں کو ہار نہ پہنایا کریں۔ نوابزادہ صاحب نے ڈپٹی کمشنر کو جواب دیا۔ وہ اس سے برا فروختہ ہوا اور آپ کا تبادلہ منٹگمری (ساہیوال) کرادیا۔ اس پر آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور گجرات تشریف لے آئے۔

اب آپ نے باقاعدہ مسلم لیگ کی کنسٹیت قبول کر کے مسلم لیگی لیڈروں ملک فیروز خان نون اور سردار شوکت حیات خان کے ساتھ ضلع بھر کا دورہ کر کے رائے عامہ کو ہوا کیا۔ اور مسلم لیگ کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ ۱۹۴۵ء کے عام انتخابات میں اپنے چھوٹے بھائی نوابزادہ اصغر علی خان (یونیسٹ) کے مقابلہ پر مسلم لیگی لیڈر چوہدری

عطا محمد کی حمایت کی ۱۹۴۶ء میں جب تحریک سول فرمانی چلی تو جیل بھی گئے۔
 ۱۹۵۰ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے
 ۱۹۵۶ء میں ضلع مسلم لیگ گجرات کے صدر بنائے گئے۔ یہ وہ دور تھا کہ
 بڑے بڑے سیاسی گھرانوں کے بیٹوں کی وفاداریاں اور دوستیاں اقتدار کے
 تیمور دیکھ کر بدلتی رہتی تھیں۔ ان کا کردار سیاسی اخلاق باختگی سے قطعی پاک رہا۔ اور
 قائد اعظم کے شہدائی و سیاہی ہونے کی حیثیت سے انہوں نے کبھی مسلم لیگ
 سے علیحدگی اختیار نہ کی۔

اگرچہ آپ ایک نواب خاندان کے چشم و چراغ تھے اور سرکاری افسر بھی رہے
 تھے لیکن ان میں امیرانہ خور و نوش تھی۔ ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی۔ عام لوگوں میں گھل مل کر رہے
 ملنے والوں کو کرسی پیش کرتے اور خود چارپائی پر بیٹھتے۔ پیدل چلنے کو عار نہ سمجھتے
 تھے۔ حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے تھے اور نماز کے پابند تھے۔ سادہ
 کار، نفع ذوق بھی رکھتے تھے۔ ادیبوں اور شاعروں کے قہر دان تھے۔ شہر کہتے تھے آپ
 نے ایک ہفت روزہ خوب رکھی جاری کیا تھا۔

مذہب و ملت کی گراں قدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے ۱۲ جون
 ۱۹۵۸ء کو گجرات میں رحلت فرمائی۔ (ان اللہ وانا الیہ راجعون۔)
 حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

۱۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۵ جون ۱۹۵۸ء - ۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء -

سیرِ پال محمد شفیع

ارائیں قوم کا یہ نامور فرزند۔ ارماتج ۱۸۶۹ء کو باغباں پورہ نزد شمالا مار باغ لاہور میں پیدا ہوا۔ والد گرامی کا اسم مبارک میاں دین محمد تھا۔ رنگ محل ہائی سکول سے میٹرک اور ایف سی کالج لاہور سے ایف اے کر کے میاں محمد شفیع انگلینڈ چلے گئے، جہاں مڈل ٹیل میں بار میں داخلہ لیا اور کانٹی ٹریشن بلا میں وظیفہ حاصل کیا۔ ۱۸۹۱ء میں دوران طالب علمی ہی میں انجمن اسلامیہ لندن کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۸۹۲ء میں بریٹری کی تعلیم مکمل کر کے واپس وطن آ گئے۔ ۱۸

وطن واپس لوٹنے کے بعد ہوشیار پور میں وکالت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ بعد ازاں ۱۸۹۵ء میں لاہور منتقل ہو گئے۔ بحیثیت ایک قانون دان کے آپ نے پنجاب کی اس وقت کی سیاست کو سمجھنے کی کوشش کی۔ سیاست میں تدریج دھڑپی سے انہیں اپنے جوہر دکھانے کے مواقع ملے۔ انہیں دنوں آپ نے سرسید احمد خان کی آل انڈیا مسلم لیجو کمیشن کانفرنس میں شمولیت اختیار کر لی جس کا مقصد مسلمانوں کو بیدار کرنا تھا کہ ان کو ہندوؤں سے پیچھے رکھا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے انجمن حمایت اسلام لاہور کی ترقی ہو بہو میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹

۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام دھاکہ میں عمل میں آیا تو مسلم لیگ کا خاکہ اور نام سر محمد شفیع نے تجویز کیا تھا۔ بعد ازاں ۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء کو پنجاب میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ وہ آپ نو سال تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ منٹو ماسے

۱۸ تاریخ اناسیاں از علی اصغر چوہدری مطبوعہ لاہور ۱۹۴۳ء ص ۴۰۵۔

۱۹ ایضاً۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء۔

اصلاحات میں مسلمانوں کے لیے انتھک کام کیا۔ ۱۹۱۳ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لکھنؤ کی صدر آپ نے کی اور اسی اجلاس میں آپ کا پر مغز اور مدلل صدارتی خطبہ ایک عرصہ تک سیاسی اور عوامی حلقوں میں موضوع گفتگو رہا۔ ۱۹۱۶ء میں آپ نے پنجاب مسلم لیگ سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۱۹ء میں آپ کو سر کا خطاب ملا اور وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر چنا گیا۔ اور پنجاب یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے۔ ۱۔

غازی علم الدین شہید نے جب رسوائے زمانہ کتاب شائع کرنے پر راجپال کو واصل جنم کیا تو اسے ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو میانوالی جیل میں پھانسی دے دی گئی اور اس کی نعش خاموشی سے وہیں دفن کر دی گئی۔ مسلمانوں نے اس شہید عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لاش کا مطالبہ کیا مگر انگریزوں نے ہندوؤں اور سکھوں کے ایمار پر نعش دینے سے انکار کر دیا جس پر بڑے بڑے جلسے ہوئے جلوس نکلے مگر آخر کار ایک وفد بنایا گیا جس میں حکیم الامت علامہ اقبال خلیفہ شجاع الدین اور میاں عبدالعزیز بیرسٹر وغیرہ شامل تھے، اس کا قائد سر میاں محمد شفیع کو منتخب کیا گیا۔ چنانچہ اس وفد کی کوششوں سے غازی علم الدین شہید کی نعش واپس لائی گئی۔ جسے نہایت نزک و احتشام سے قبرستان میانی صاحب لاہور میں دفن کیا گیا۔ ۲۔

۱۹۳۱ء میں پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کی کانفرنس کے اجلاس میں آپ نے عالمانہ انداز میں ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل اور مطالبات پیش کئے یہی وہ موقع تھا جب مسلمان ہند کے قابل قدر رہنما اور دانش بیان مقرر مولانا محمد علی جوہر مرحوم آپ کی قائدانہ صلاحیت قابلیت اور سیاسی بصیرت کے معترف ہوئے۔ ۳۔

۱۔ شاہرنگ نادی از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۶ء ص ۲۸۲۔ میاں عبدالعزیز مالوہ از محمد نور امین مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء ص ۳۹۔

۲۔ ماہنامہ سیارہ دہلی لاہور بابت اکتوبر ۱۹۶۲ء۔

۳۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء۔ بے تیغ سپاہی ص ۲۰۴۔

آپ کی سیاسی زندگی کا سفر اگرچہ بے داغ رہا لیکن سائنس کمشنر ۱۹۳۸ء کے موقع پر بدقسمتی سے آپ کا مسلم لیگ سے نظریاتی اختلاف ہو گیا اور لیگ دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک کے صدر قائد اعظم محمد علی جناح تھے اور سیکرٹری ڈاکٹر سیف الدین کچلو تھے اور جب کہ دوسری لیگ کے صدر سر میاں محمد شفیع اور سیکرٹری علامہ اقبال۔ دونوں لیگیں بنیادی مطالبات میں متفق تھیں لیکن اختلافات کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جناح لیگ نے مخلوط انتخابات کا فارمولا قبول کر لیا تھا جب کہ شفیع لیگ جداگانہ انتخابات کے مطالبے پر سختی سے قائم تھی۔ یہاں تک کہ دونوں لیگوں کی کونسلوں کا ایک مشترکہ اجلاس دہلی میں ہوا۔ آپ (سر محمد شفیع) اتحاد میں مسلمین کی خاطر رضا کارانہ طور پر صدارت سے دستبردار ہو گئے اور قائد اعظم آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر چنے گئے۔ ۱

سر میاں محمد شفیع نہ صرف ایک ماہر قانون دان اور قابل سیاست دان تھے بلکہ آپ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے ایک عظیم ہی خواہ بھی تھے۔ آپ مسلمانوں کے تعلیمی مسائل میں حد درجہ دل چسپی لیتے تھے اور ان کے تعلیمی مسائل کو حل کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے۔ آپ مسلمانوں کی بے شمار تعلیمی انجمنوں اور اداروں سے کسی نہ کسی حیثیت سے منسلک رہے جن میں انجمن حمایت اسلام لاہور خاص طور پر قابل ذکر ہے بحیثیت وزیر تعلیم آپ نے علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دلایا۔ آپ کا سب سے زیادہ قابل ذکر کارنامہ بھٹنور ڈھاکہ، رنجون، ناگ پور علی گڑھ اور دہلی یونیورسٹیوں کو ریزیدنٹشل یونیورسٹیاں بنوانا ہے۔ آپ کی وفات پر دہلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر خان بہادر محمد عبدالرحمن نے آپ کی تعلیمی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا تھا:-

”بحیثیت وزیر تعلیم یونیورسٹی کی تعلیم کے لیے ہندوستان میں نئے طریقوں کی بہت سی یونیورسٹیاں قائم کر لیں۔ آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ایک طرح سے سر شفیع دہلی یونیورسٹی کے بانی تھے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دارالحکومت میں یونیورسٹی کی تعلیم کا تقور سب سے پہلے پیش کیا۔ ۱۹۲۳ء میں

یجسٹرو کونسل، میں دہلی یونیورسٹی کا بل پیش کیا تھا اور اس تعلیمی درس گاہ کے پہلے

پروچانسٹر کی حثیت سے اس نو عمر ادارے کے معاملات میں گہری دل چسپی کا اظہار کیا۔ (بحوالہ: تحریک پاکستان میں مسلم خواتین کا کردار، زبان انگریزی ص ۲۳) ، جنوری ۱۹۳۲ء کو بھارتی نمونہ آپ کا انتقال ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات پر ڈبلیو ہیرالڈ لندن نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:-

”ان کی اپنی قوم کے وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ وہ تنقید کر کے سر شفیق کو کمزور کر دیں گے۔ ان کا سر شفیق نے دلیرانہ مقابلہ کیا۔ سر شفیق سماجی تو بہات کے خلاف ایک مرد آہن تھے اور وہ لوگ جو ان کے وقار کو مجروح کرنے کے پیش

تھے، بعد ازاں ان کے پرستار اور پیروکار بن گئے۔“

فائدہ عظیم محمد علی جناح نے بیان دیتے ہوئے فرمایا:-

”اس کے فروغ کے لیے ہندوستان ایک زبردست قوت سے محروم ہو گیا

ہے۔ سر محمد شفیق موجودہ حساس اور جذباتی حالات میں حکومت اور عوام دونوں کے

لیے ایک عظیم شخصیت ثابت ہو سکتے تھے ہیں نے گول میز کانفرنس کے

دوران سر شفیق کو ایک آزاد خیال وطن پرست پایا جو دلی طور سے مسلمانوں کے

جائز حقوق حاصل کرنے کی پر خلوص خواہش رکھتے تھے۔“ (بحوالہ تحریک

پاکستان میں مسلم خواتین کا کردار۔ ص ۲۳) ۱

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء۔

مولانا محمد علی جوہر

رئیس، لاسلامہ مولانا محمد علی جوہر ۱۵ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں رام پور (یوپی) کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک عبدالعلی خاں تھا۔ جو لوہا رام پور کے امرا سے دربار میں سے تھے ۱۸۸۰ء میں والد گرامی کی رحلت ہو گئی، اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ (بی اماں) کی عمر صرف ستائیس برس تھی۔ مگر انہوں نے اپنی باقی عمر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۹۰۰ء

مولانا محمد علی نے ابتدائی تعلیم رام پور اور بریلی میں حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں علی گڑھ بھیج دیا گیا۔ علی گڑھ کالج میں آپ نے باغی طالب علم، شمار ہوتے تھے۔ انگریز سٹاف پر تنقید کرتے اور لڑکوں کو ان کے خلاف منظم کرتے ۱۸۹۸ء میں انہوں نے بی اے کا امتحان اقل نمبر میں پاس کیا۔ آپ کی اس غیر معمولی کامیابی نے آپ کے عزیزوں کو چونکا دیا۔ کالج کے پرنسپل نے آپ سے نجات پا کر خوشی محسوس کی بڑے بھائی مولانا شوکت علی نے معاشی حالات نامساعد ہونے کے باوجود آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان بھیج دیا ۱۹۰۲ء میں آکسفورڈ سے تاریخ میں آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ سول سروس کا امتحان دیا لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۰۳ء انگلستان سے واپسی پر پہلے رام پور اور پھر رتھوڑہ میں ملازم رہے لیکن آپ ملازمت

۱۹۰۳ء تاریخ پاکستان آرشیف محمد رفیق وغیرہ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء ص ۳۴۴۔ روزنامہ نوائے وقت ۱۹ جنوری ۱۹۵۹ء

کالہا احوال جلد اول مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء ص ۱۰۲۔ روزنامہ جنگ کراچی ۵ جنوری ۱۹۵۹ء

۱۹۵۹ء مشہر جنگ آزادی از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء ص ۲۸۵۔ ہمارے محمد علی جوہر کلیم شتر مطبوعہ لاہور ص ۶۔ تاریخ ہندوستان از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء ص ۳۲۲

کے لیے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جلد ہی ان کے ادبی مزاج نے انہیں صحافت کی طرف کھینچ لیا۔ آپ نے ”ٹائمز آف انڈیا“ میں ”آج کا علی گڑھ“ کے عنوان سے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جو علی گڑھ کے طلباء میں بہت مقبول ہوا اور ۱۹۰۷ء میں علی گڑھ میں انگریزی سائنس کے خلاف ہڑتال ہو گئی، جو بالآخر اس کی علیحدگی پر منتج ہوئی۔ ۱۹۰۷ء انگریزی استعمار کے خلاف یہ آپ کی پہلی بھرپور ضرب تھی۔

۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت آپ بھی موجود تھے۔ نواب وقار الملک کے کہنے پر آپ نے اس اولین اجلاس کی کارروائی بھی مرتب کی تھی، جو بعد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے تعارف کے طور پر ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوئی۔ آپ لیگی اور کانگریسی دونوں حلقوں میں مقبول تھے مئی ۱۹۱۵ء میں جنگ عظیم چھڑ جانے کی وجہ سے آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۱۶ء میں جب آپ قید فرنگ میں تھے آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اور اس کے سالانہ اجلاس میں کمرہ سنی صدارت پر آپ کی تصویر رکھ دی گئی۔ مجل سے رہا ہونے کے بعد ۱۹۲۳ء میں آپ کو آٹھ سال کے لیے آل انڈیا کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس قومی اعزاز نے آپ کو ملک کا سب سے بڑا لیڈر بنا دیا مگر آپ کی نگاہ میں ان دنیوی اعزازات کی کوئی اہمیت نہ تھی کیوں کہ آپ کی محبت آپ کی عداوت، آپ کا جینا سب کچھ اللہ کے لیے تھا۔ اپنے ذاتی مفاد یا وجاہت و وقار کے لیے نہ تھا۔ اس لیے اس قومی اعزاز پر آپ نے فرمایا کہ۔

”میں اس عزت افزائی کے لیے ملت کا شکر گزار ہوں مگر میری نظر میں اس کی اتنا زیادہ وقعت نہیں خود فرماتے ہیں۔“

۱۵ روزنامہ امر دلاہور ۳ جنوری ۱۹۶۵ء میں منظر تاج پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۳۲۵
ہمارے محمد علی جوہر از کلیم شتر مطبوعہ لاہور ص ۱۰۔

۱۶ روج روشن مستقبل از سید طفیل احمد منظر تاج پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۷۰۔

یہ صدر نشینی ہو مبارک تمہیں جو تہر

لیکن مسئلہ روز جزا ادھی کچھ ہے ۔ ۱۷

۱۲ جنوری ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے ”کامریڈ“ اخبار جاری کیا۔ ۱۹۱۳ء میں اس کے ساتھ ”ہمدرد“

کے نام سے ایک اردو روزنامہ بھی کیا۔ یہ دور عالمی سیاسی بحران کا زمانہ تھا۔ برصغیر کے اندر اور
باہر مسلمانوں پر خاص ابتلا کا دور تھا۔ عالم اسلام میں انگریزوں کے استعماری عزائم تباہی مچا رہے
تھے۔ ترکی کے حصے بخرے کرنے کے لیے اٹلی اور یونان کو ابھارا جا رہا تھا۔ ملک کے اندر تقسیم
بنگال کی تیسیخ کی تحریک، مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا عناد، انگریز حکومت کا کانپور کی
مسجد کے ایک حصے کو شہید کرنا علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ، غرضیکہ اتنے مسائل
تھے کہ برصغیر کی سیاست ایک اہم موڑ مڑتی نظر آ رہی تھی۔ اس اہم دور میں، کامریڈ اور ہمدرد
کے مضامین تنقیدی نوٹ اور حقائق کے انکشافات نے برصغیر کے لوگوں کو بیدار کرنے میں بہت
اہم کردار ادا کیا۔ کامریڈ کی زبان تانی پیاری تھی کہ انگریز اس کو پڑھ کر چٹخا رہے جیتے تھے۔

آپ صحافت کے ساتھ ساتھ قومی مسائل میں بھی قوم کی قیادت کرتے تھے تقسیم بنگال
کی تیسیخ پر ان کا ردِ عمل بہت شدید تھا۔ ۱۹۱۲ء کے اجلاس مسلم لیگ میں اس کا انہوں نے
بھرپور اظہار کیا۔ مسجد کانپور کے مسئلہ پر ایک وفد سیکرٹنگلستان گئے اور مذہبی امور میں حکومت کی
مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ وہیں محمد علی جناح کو مسلم لیگ کا کارکن بنایا۔ واپس لوٹے
تو جنگ پھڑکتی۔ انگریزوں نے ترکی کے حامی مسلمانوں کو لیڈر شپ سے محروم کرنے کے لیے
علی برادران کو جیل بھیج دیا۔ اور پونے پانچ سال جیل میں رہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء میں رہائی کے

۱۷ تاریخ پاکستان ص ۳۲۵۔ روزنامہ نوائے وقت ۱۷ جنوری ۱۹۶۵ء۔ مسلمانوں کا ایثار اور
آزادی کی جنگ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۸ء۔ ص ۹۰-۲۰۲۔

۱۷ ایضاً تاریخ پاکستان ص ۳۲۶، ۳۲۷۔

بعد کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شرکت کے لیے سیدھے امرتسر پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جلیانوالہ باغ کا روج فرسا اور المناک واقعہ رونما ہو چکا تھا اور ہند کی فضا آزادی کے نعروں سے معمور تھی۔ امرتسر کے ریلوے سٹیشن پر آزادی کے ہزاروں پرستاروں نے ان کا فقید المثال استقبال کیا۔ کانگریس کے اجلاس میں پنڈت موتی لعل نہرو نے علی برادران کو خراج تحسین پیش کیا۔ وہاں سے مسلم لیگ کے اجلاس میں تشریف لے گئے جہاں حکیم الامت اور نواب محدث نے انہیں خوش آئند کہا۔ اس اجتماع میں حکیم الامت نے یوں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

بے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند قطرۂ نیساں ہے زندانِ صد سے ارجبند
مشک از فرجِ حیر کیا ہے اک لہو کی بوند ہے مشک بن جاتی ہے ہو کر نافہ آہو میں بند
ہر کسی کی ترسیت کرتی نہیں قدرت مگر کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دامِ دفس سبہرہ مند
”شہرِ زاغ وز غن در بند قید و صیدیت ایں سعادت قسمت کشہ باز و شاہیں کر دہ اند“

تحریکِ خلافت کا دور آیا تو علی برادران رہا ہو چکے تھے۔ اب خلافت کو آپ جیسے نڈر قائد کی حمایت حاصل ہو گئی۔ آپ خلافت کا وفد سیکرٹریزنگلستان گئے مگر ناکامی ہوئی۔ قوم کو تحریک کیلئے تیار کیا گیا اور کئی سال تک تحریک نے صغیر کے نظم و ضبط کو درہم برہم کئے رکھا اور انگریزوں کے اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ ۱۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو آپ نے کراچی خلافت کانفرنس کی صدارت کی۔ آپ کے خطبہ صدارت کو باغیانہ قرار دیکر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ پر یہ جرم عاید کیا گیا کہ آپ نے مسلم سپاہیوں میں سرکارِ انگریزی کے خلاف جدولی اور ناراضگی پھیلانی ہے۔ اس الزام پر آپ کی تائید میں تقریر کرنے والے میر غلام محمد دسرہندی، مولانا شوکت علی، مولانا حسین احمد دیوبندی، ڈاکٹر سیف الدین کچوہ اور مولانا نثار احمد کانپوری بھی گرفتار کر لیے گئے۔ خالق دینا ہال کراچی میں کس جلد

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، جنوری ۱۹۴۵ء۔ روزنامہ شہق لاہور، ستمبر ۱۹۴۱ء۔
سوانح مولانا محمد خالد وغزنوی (سیدی دہاتی) مطبوعہ لاہور ۱۹۴۲ء ص ۹۵۔

۲۶ نومبر ۱۹۲۱ء کو آپ نے ایک طویل بیان دیا اور عدالت کو لکھاتے ہوئے کہا،
 "ایک ہندوستانی، ایک انسان اور ایک مسلمان کی حیثیت میں برطانوی حکومت کا
 ساتھ دینا اور اس کی غلامی پر رضا مند ہونا ضمیر کی موت اور ایمان کی جان کنی ہے۔"
 اس میں آپ کو دو سال قید ہوئی۔ دورانِ جیل اپنی صاحبزادی آمنہ کی عدالت کی اطلاع ملی تو آپ نے
 اُسے خط لکھا اس سے آپ کی ایمانی کیفیت کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔
 تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو
 نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں
 آپ کو انگریزوں سے حد درجہ نفرت تھی۔ آپ نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ انگریزوں کو ملک
 سے نکال کر دم لیں گے۔ ایک دفعہ بمبئی کے محلہ مدن پورہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔
 "کلیدِ ستون ترکوں کو یورپ سے یورپ سے سمیت نکال دیتے کہ تمام ملک
 لیکن ہم انہیں نکالتے وقت ان سے یورپ سے نکالیں گے کہ یہ یورپ
 مال ہے۔"

اسی طرح ایک دفعہ پھر فرمایا۔

"ہم بھی کوئی مسلمان ہیں جو حکومت سے دُور رہیں۔ اس سے دُور رہیں
 اُس سے دُور رہیں۔ مسلمان کے لیے مخلوق بھی کوئی چیز نہ ہے اور خوف بھانے
 کی ہے۔ مسلمان کو تو صرف ایک اور اکیلے خالق ذوالجلال سے ڈرنا چاہیے۔ اگر
 اس کی مخلوق سے اور مخلوق بھی کون؟ اس کی باغی اس کی نافرمانی اس کی
 اطاعت سے خارج؟"

۱۵ تاریخ پاکستان ص ۲۴۶ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ جنوری ۱۹۵۹ء ہفت روزہ پاک جمہوریت لاہور

۲۶ نومبر ۱۹۵۹ء ص ۸۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۵۹ء روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ جنوری

۱۹۵۶ء ہفت روزہ حیات لاہور ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء ص ۱۰۰۔

پہلی نظر بندی کے تحت تمام پرہا کرتے وقت انگریز گورنمنٹ نے آپ کو اس امر کے ایک عہد نامہ پر دستخط کرنے کو کہا کہ آپ آئندہ غیر آئینی اور مشرک و اٹھانہ طریقوں سے اجتناب کریں گے تو آپ نے اس عہد نامہ میں ان الفاظ کا بھی اضافہ کر دیا۔ سب سے پہلے مجھ پر اللہ کی اطاعت فرض ہے اور بادشاہ وقت سے میری وفاداری اس شرط سے مشروط ہے کہ اگر دنیاوی قوانین خدا کے احکام سے ٹکرائیں گے تو اس صورت میں، میں صرف احکام الہی کی اطاعت کر دوں گا۔

حکومت نے یہ عہد نامہ نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ دونوں بجائیوں کو حکومت کے احکام پر خدا کے احکام کو ترجیح دینے کی پاداش میں دو سال کے لیے پھر جیل بھیج دیا۔ ۱۵
آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فاضل دیوبند کی محلی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی اور دل و جان سے اُن کے شیدائی تھے۔ ۱۶ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا اور دھنا بھینا تھا۔ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے خلافتِ مکی کی ممبری کی شرط ہی نماز باجماعت تجویز کی تھی کہ آئندہ اس کے وہی مسلمان ممبر بن سکیں گے جو نماز باجماعت کے پابند ہوں گے۔ ہر وقت درودِ آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ ذیل کے اشعار سے آپ کے ذوقِ دروں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے واضح رہے کہ یہ اشعار آپ نے جیل میں کہے۔ خیال رہے کہ یہ اشعار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہیں۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی راتیں اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
بے مایہ سہی شاید وہ بلا بھیجیں بھیجی ہیں ہم نے بھی درودوں کی سوغاتیں

۱۵ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۰ جنوری ۱۹۴۵ء مسلمانوں کا ایشیا اور آزادی کی جنگ مطبوعہ مکتبہ ص ۹۲۔ ۱۹۳۸ء

۱۶ کاروائی گم گشتہ از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۴۱ء ص ۱۶۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء

مسلمانوں کا ایشیا اور آزادی کی جنگ مطبوعہ مکتبہ ص ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۳۹۔ کاروائی احرار

حد۔ اول مطبوعہ لاہور ۱۹۴۵ء ص ۱۰۲۔ ہمارے محمد علی جوہر مطبوعہ لاہور ص ۳۸۔

بقول غشی عبد الرحمن خان۔

”آپ کا زیادہ تر کلام دور زنداں کی یادگار ہے جہاں رات کے طویل حصے درود شریف کے ورد میں گزر جاتے تھے اور اسی غازی پوری کا یہ شعر اکثر در زبان رہتا ہے

وہاں پہنچ کے یہ کہیو صباہ سلام کے بعد

تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

آپ کی ساری زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پر تو تھی جوں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی ہسم گرامی آتا آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں جب لاہور کے ایک متعصب اور دشمن اسلام راج پال نے رسوائے زمانہ کتاب شائع کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر نہایت رکیک و مہودہ حملے کئے گئے تھے ادھر ہائیکورٹ نے بھی جانبداری کرتے ہوئے عبید کو صاف بری کر دیا تو آپ نے ایک ایسا قانون پاس کرانے کی تحریک شروع کر دی جس کی رو سے کسی ایسے شخص کو جو نسب یا ستم گرام اور یاد چکرند ہی رہنماؤں کی توہین کا مرتکب ہو سزا دی جاسکے۔ چنانچہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی اور آپ کا تیار کردہ مسودہ حاجی سر عبد اللہ ہارون نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا جو غیر معمولی اکثریت سے منظور ہو گیا۔ ۱۹۵۲ء

ساردا ایکٹ کا دور آیا جس کی رو سے کم سنی کی شادی ممنوع قرار دے دی گئی، تو آپ نے مسلمانوں کے لئے بعض استثنائی صورتوں میں اس کے قانونی حوازا کا مطالبہ کیا حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی یہاں تک کہ بل ایکٹ بن گیا آپ ایک وفد لے کر وائسرائے ہند، لارڈ اردن کے پاس پہنچے اور اپنا مطالبہ دہرایا۔

وائسرائے نے جواب دیا:-

۱۹ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۵۵ء

۲۰ کارواں گم گشتہ از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۵۱ء ص ۴۱-۲۰

”ہندوستان میں ہر مذہب کو آزادی حاصل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مفاد عمومی سے نہ ٹکرائے۔ اس صورت میں حکومت کے قانون کو بالادستی حاصل ہوگی اور اس کا نفاذ بہر حال کیا جائے گا“

آپ نے جواب دیا:-

”میں قانون پر مذہب کی بالادستی کا قائل ہوں، لہذا اسے مجسہ اسی صورت میں مسلمانوں پر نافذ نہیں ہونے دوں گا“

وائسرائے نے مقررہ سے تامل کے بعد کہا:-

”مجھے یقین ہے اس سے آپ کی مراد قانون شکنی نہیں ہے“

آپ نے جواب دیا:-

”میں اس یقین میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوں، کیونکہ میری مراد قانون شکنی ہی ہے“

اور پھر اس کے بعد اخبار میں اعلان کر کے آپ نے قانون شکنی کی مگر حکومت آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکی۔ ۱۵

۱۹۲۳ء میں آپ نے کانگریس کے اجلاس کو کٹاؤ کی صدارت کی اور اتحاد کا اصول

یہ بتایا کہ:-

”سوراج کا مطلب ہے، سب کا راج، لیکن اب کانگریس وہ پہلی کانگریس

نہیں تھی، جو ”سب“ میں مسلمانوں کو اپنے پورے حقوق دینے پر آمادہ ہو۔

اب کانگریس ہندو رہا سمجھا کے زیر اثر آگئی تھی۔ شدھی اور سنگٹن کی

۱۵ کارماں گم گشتہ ص ۱۹۔ ۱۶ روح روشن مستقبل از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ دہلی ص ۹۲

مسلمانوں کا روشن مستقبل از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ دہلی ص ۹۲۔ ۱۷

عزیمیں چل پڑی تھیں۔ آپ اتحاد چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے فادات کو قربان کر کے نہیں۔ آپ مسلم لیگ میں بھی شامل تھے اور کانگریس میں بھی اور جمعیت علماء ہند میں بھی، خلافت کمیٹی اُن کا اصل پلیٹ فارم تھا جب ضرورت ہوئی آل انڈیا مسلم کانفرنس کے زیر اہتمام تمام مسلمانوں کو جمع کر لیتے۔ آپ اب در درجہ نو آبادیات (DOMINION STATES) نہیں کامل آزادی طلب کر

کر رہے تھے۔ اس مقصد کے لیے ہندوؤں سے اتحاد چاہتے تھے۔ آپ نے کانگریس کو اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کی۔ جناح کے ساتھ ملکر سائنس کشن کا بائیکاٹ کیا بلکہ اس کے لیے بھرپور مہم چلائی۔ آل پارٹیز کانفرنس میں شریک ہوئے بہرہ کمیٹی کی رپورٹ آئی تو آپ لندن میں زیر علاج تھے۔ فوراً واپس لوٹے۔ اس نازک دور میں علاج کو بھی چنداں اہمیت نہ دی۔ دسمبر کی آل پارٹیز کانفرنس میں جناح کے ساتھ ملکر شرکت کی۔ شجادیزدہلی اور جناح کی ترامیم کی حمایت کی لیکن جب کانگریس اور رہا سبھائی ایک بھی ماننے کو تیار نہ ہوئے تو اجلاس سے واک آؤٹ کیا۔ کانگریس کو ہمیشہ کے لیے غیر ملکہ دیا۔ فاقہ اختلافات اور مختلف مزاج رکھنے کے باوجود سر محمد شفیع مرحوم سے ملکر آل پارٹیز مسلم کانفرنس طلب کی۔ سر آغا خاں کو اس کی صدارت کے لیے فرانس سے بلایا اور جداگانہ انتخاب کے اصول کو پوری قوت سے دوبارہ پیش کیا۔ آپ نے ہندوستانی قومیت کے تصور کو مسترد کر دیا۔ اور گاندھی جی کی ستیہ کر می کی کھل کر مذمت کی۔ اے

گول میز کانفرنس میں آپ کو شرکت کی دعوت دی گئی تو خلافت کمیٹی کے کانگریسی ممبروں نے آپ کے خلاف سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کرنے کی کوشش کی لیکن مولانا شوکت علی ان کو بھگا دینے میں کامیاب ہو گئے۔ کانفرنس میں پہنچ کر آپ نے اعلان کیا کہ۔

۱۔ تاریخ پاکستان ص ۳۴۷ - روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ مارچ ۱۹۴۳ء۔

”میں ایک لمحے کے لیے بھی تصور نہیں کر سکتا کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر مسلمان... میں یقیناً پہلے مسلمان ہوں اور کچھ بعد میں۔“

دوسری گول میز کانفرنس میں مہاتما گاندھی بھی شریک تھے۔ جو دوسرے ارکان کے ساتھ معاہدہ کر گئے تھے کہ ان کے سوراخ کا مطلب مکمل آزادی نہیں بلکہ درجہ نوآبادیات ہی ہوگا۔ تاہم آپ نے وہاں اعلان کیا کہ

”میں درجہ نوآبادیات کا قائل نہیں ہوں، میں تو آزادی کا مکمل کو اپنا مسلک قرار دے چکا ہوں۔“

میں اس وقت تک اپنے غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا۔ جب تک آزادی کا پر دانہ میرے ہاتھ میں نہ دیا جائے گا۔ اگر تم نے ہمیں ہندوستان میں آزادی نہ دی تو ہمیں یہاں تجھے قبر کی جگہ دینی پڑے گی۔ اس تقریر کے بعد آپ کی حالت سنبھل نہ سکی اور بے ہوش ہو گئے اور اسی قومی و ملی درود کی کسک میں ۲ جنوری ۱۹۴۷ء کو دار فانی سے کوچ کر گئے۔
 (واللہ اعلم بالصواب)۔

مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلمان قائدین نے آپ کو غسل دیا۔ شام کو لیلہ یحییٰ سال لندن میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں گول میز کانفرنس کے تمام اراکین، وزیر ہند اور دیگر مسند زین نے شرکت کی۔ بعد ازاں آپ کا جسدِ خاکی بیت المقدس لے جایا گیا جہاں مسجد اقصیٰ اور مسجدِ عمر کے قریب دفن کر دیا گیا۔ اور یوں آپ کا شہرِ حروف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

۱۔ تاریخ پاکستان ص ۳۴۸۔ روزنامہ امروز لاہور ۳ جنوری ۱۹۴۷ء۔ روزنامہ شرق لاہور ۳ جنوری ۱۹۴۷ء۔

مسلمانوں کا اشیاء اور آزادی کی جنگ ص ۲۱۶۔ کاروانِ ہمدرد جلد اول مطبوعہ لاہور ۱۹۴۵ء۔ ص ۹۸/۱۰۱۔ سار

محمد علی جوہر مطبوعہ لاہور ص ۵۳، ۵۴۔ حصول پاکستان از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۲۲۲۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور
 رکھ لی مرے خدا نے مری بے بسی کی شرم
 ہے رشکِ خلق کو جو تہر کی موت پر
 یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

شفاء الملک حکیم محمد حسن قریشی مرحوم راوی ہیں کہ۔

یہ جب آپ کی وفات ہوئی تو فلسطین کے عرب رہنماؤں نے اس خواہش
 کا اظہار کیا کہ محمد علی جوہر کو بیت المقدس میں دفن کیا جائے چنانچہ مولانا
 کی نعش بذریعہ جہاز پورٹ سعید پہنچی تو حکومت مصر کی جانب سے وزیرِ اعظم
 اور علماء نے استقبال کیا جب یہ جنازہ بیت المقدس پہنچا تو ہزاروں لوگ جمع
 تھے جلوس کی رہنمائی مفتی اعظم فلسطین مرحوم سید امین الحسینی کر رہے تھے
 قاہرہ، عمان اور تیونس کے عرب شعراء نے روح پرور مرثیوں سے فضا کو سحر کیا۔
 مصر کے شاعر مشرقی پاشا نے ایک بلند پایہ مرثیہ میں مولانا محمد علی جوہر کو خراج
 عقیدت پیش کیا۔

یہ مرثیہ مولانا مرحوم کی تاریخی خدمات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ مرثیہ ملاحظہ فرمائیں۔

آج میں اس کی ملاقات سے سرفراز ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے
 لئے اپنی بریق کے بیچنے کی جگہ کھوں دی اور اس کے آنے کا مقام وہ ہے جہاں
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گئے تھے۔ مشرق کے حقوق کے بیہ لڑنا اس کا کام
 تھا۔ مشرق کے لئے اس کی جو تڑپ تھی یا ہندوستان کے واقعات کے
 لیے اس کی بے خوابی، اُسے ہندوستان بھلا نہیں سکتا۔ اپنی مصیبتوں میں اس
 کی آواز کو یاد کرے گا اور مرحوم کی رہنمائی، سچی تڑپ کو فراموش نہیں کریں گے اس نے
 زندگی میں وہاں کے باشندوں کی مدد و اعانت کی وہ وہاں کے بے

اجنبی کیسے ہو سکتا ہے؟ ۱

وفات سے قبل آپ نے اپنے وصیت نامے میں لکھوایا۔

میں شامہ ہندوستانی سے زیادہ اس کا خواہشمند ہوں کہ غیر ملکی اقتدار ختم ہو جائے، جو ایک دکانداروں کی قوم نے ہماری قسمتوں پر حاصل کر لیا ہے لیکن جیسا کہ میں نے گول میز کانفرنس کے دعوت نامہ کے جواب میں ہزار کیسینی وائسراے کو لکھا تھا کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ غیر ملکی دکانداروں کے بجائے خود اپنے ملک میں دکانداروں کے ایک ملکی فرقہ کو اپنی قسمتوں پر حاوی کر دیا جائے۔ ۲

خان بہادر الحاج ستید مسعود حسن مسعود حکیم پوری پی سی ایس دریا ٹرڈ، نئے آپ کی وفات پر مسند درجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا۔ ۳

جو ہر شخص اور محمد علی تھا نام بعد وفات پانی جگہ جنت النعیم
تھی ذات ان کی فخر علیگر کھجواڑے اور شہر رام پور کے باشندہ قدیم

لندن میں موت بیت مقدس ہے جا دفن

مسعود ہے وفات کاسن، "فائل عظیم" ۴

حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا۔ ۵

خاک قدس اور ابہ آغوشش تمنا در گرفت

سوئے گردوں رفت زان راہے کہ پیغمبر گزشت ۵

یورپ کے عظیم فلاسفر برنارڈ شاہ نے ان الفاظ میں اپنی عقیدت کے پھول بچھا رکھے۔

برہنہ پوئین کا دل۔ برگ کی زبان اور میکا لے کا قلم رکھتے تھے۔ ۵

۱۔ روزنامہ "جمہور" لاہور، ۶ جنوری ۱۹۷۵ء، جنگ آزادی مسلم مجاہدین، صدر سوم از عزیز الرحمن جامعہ اسلامیہ لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۱۶۰، ۱۶۱
۲۔ علی برادران ص ۹۰۲، مجموعہ تاریخ پاکستان ص ۴۴، ۴۵، عندیہ سب تواریخ از ستید مسعود حسن مسعود، مطبعہ دارالحدیث لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۵۲-
۳۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۴ جنوری ۱۹۷۶ء

سید مظہر گیلانی

سید رہبر حسین مظہر گیلانی ۱۹۱۸ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں حاصل کی اور منشی فاضل اور ادیب فاضل کی تیاری کے لیے مولانا ابوالکلام عبدالسلام سلیم کے حلقہ تدریس میں زانوئے تلمذتہ کیا۔ میٹرک کے بعد سینئر کیمبرج کرنے کے لیے بنیٹ کالج شملہ چلے گئے جس کی وجہ سے منشی فاضل کا کورس مکمل نہ کر سکے۔ شومئی قسمت کہ والدہ ماجدہ کی رحلت کے سبب شملہ میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

آپ کو شعر گوئی، افسانہ نویسی اور اردو ڈرامہ نگاری کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ دوسری جماعت میں جب آپ نے اپنی پہلی غزل لکھی تو ہر طرف سے حوصلہ افزائی ہوئی جو پھٹی جماعت میں دو تین ڈرامے اور افسانے لکھے جو اخبارات میں بھی شائع ہوئے یہی شاندار آغاز تھا جس نے بعد میں انہیں ادبی دنیا کے ساتھ ہمیشہ کے لیے وابستہ کر دیا۔

آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار افسانے اور ڈرامے لکھے۔ ریڈیو پشاور سے آپ کے ڈرامے کی کئی بار نشر ہوئے۔ اسی طرح فیچر بھی لکھے۔ اردو غزل میں اپنے انداز میں منفرد مقام کے مالک تھے۔ پروفیسر محسن احسان کے الفاظ میں ”صوبہ سرحد میں مظہر اردو غزل کا قطعی طور پر منفرد نمائندہ تھا۔ اس کی غزل کا انداز فکر اور اسلوب بیان جدا تھا۔ اس میں بے انداز والہانہ پن اور مستی تھی۔ اس نے کبھی بھی قدرت و جدت کی خاطر شعربیت کا خون نہیں کیا اور نہ ہی تغزل کی چاشنی کو بیکھر منقطع کیا ہے۔ بیسویں صدی کی چوتھی تہائی میں جب اس خطے کے اکثر شعراء

۱۔ روزنامہ مشرق پشاور ۳ جنوری ۱۹۷۶ء۔

روایتی انداز کی غزلیں لکھ کر مشاعروں میں داد سخن وصول کر رہے تھے منظر گیلانی نے اس روایت کے ساتھ رشتہ جوڑتے ہوئے ایسے نازک و گلدازا شعرا کہے جن میں منظر کے لہجے کی کھنک نمایاں تھی اس کا سارا سوز و گداز اور خیال و جذبے کی ساری گھلاوٹ اس کے لہجے کی صورت میں آشکار ہوتی ہے منظر گیلانی کا شعری آہنگ الفاظ کی درونیت سے زیادہ احساسات کی غنائیت سے ابھر رہا ہے غم زلیست و غم محبوب دونوں نے مل کر منظر کی غزل کی تعمیر کی ہے اس میں قدم قدم پر جذبے کی چاشنی ملتی ہے اور کہیں کہیں تھکر کی گہرائی۔ ۵

تجھ کو چاہا تیری دہلیزیہ سجدہ نہ کیا

وہ میرا عشق تھا یہ میری خود داری ہے

فرق جب رند و بوالہوس میں نہیں

دور سے ایسے میکرے کو سلام ۱

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کلام میں سے نمونے کے طور پر کچھ چیزیں قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔ ملاحظہ ہوا۔ ۵

۵ — جو چیز ہو سیاہ اُسے چومتا ہوں میں

دل میں خیال کیسے سے جاناں کتے ہوئے

۵ — تیرے روگ نے تو دشمن کی خوشامدیں سکھا دیں

تیری بات پوچھتا ہوں شب ماہ آسماں سے

۵ — تیرے ہی احترام میں ابر حسین اٹھا

جانِ شراب بھوم ذرا سا تلجیں اٹھا

بتیاب ہو رہی ہے سرشت سبکدستی

یا جام یا نگاہ شراب آخریں اٹھا

۱۔ روزنامہ مشرق پشاور ۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء۔

حیرت ہے میکدے میں بھی وہ کھل نہیں سکے
 پینے کے باوجود تکلف نہیں اٹھا
 رندوں کو میکدے سے نزد سے رحمت خرام
 دنیا میں بنی ہے قیامت یہیں اٹھا
 دلیل شیخ سے مظہر کچھ اختلاف نہیں
 بس ایک ضد سی ہے اس خانماں خراب کے ساتھ

سید مظہر گیلانی خاندانی اعتبار سے سجادہ نشین اور روحانی پیشوا تھے لیکن انہوں نے زندگی کی
 انگ روش اختیار کر رکھی تھی۔ وہ مجاہدہ نفس کی بجائے جہاد بالسیف کے مقصدین میں شامل ہو گئے
 تھے وہ گوشہ نشین ہو کر ضربات قلب کی بجائے وسعت زمانہ میں پھیل جانے کے قائل تھے لیکن
 اس کے باوجود ان کا تعلق رشد و ہدایت کے خانوادے سے تھا اور وہ اس شجر کے ساتھ پیوستہ
 رہنا چاہتے تھے اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے نہایت عقیدت و احترام سے قصیدہ
 غوثیہ کا منظوم ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ کیا ہے اپنی جگہ ادب کا شہ پارہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ۔
 (۱) پلانی عشق نے مجھ کو مئے ناب کھلے مجھ پر وصال و کیف کے باب

پکارا میں نے نشوں کو ادھر آؤ

میرے آگے بجا لاقہ سب آداب

(۲) بڑھا میری طرف انبوہ مستی وہ مستی جس کو ہے دنیا ترستی

بہ ہمراہ رفیقان خود آگاہ !

نئی ڈالی بنائے مے پرستی

(۳) حضور کبریا، یوں جبہ سا ہوں کہ ہر حالت میں، نعل کبریا ہوں

ہے خود معبود مجھ پر سایہ فگن

اسی کا ہوں، اسی کا اقتضا ہوں

(۴) ابد کے راز اور معجزہ نظارے مجھے دکھلا دیئے اللہ نے سائے

نہ رو میری ہوئی کوئی تمنا

مجھے حاصل ہیں مولا کے سہائے

(۵) میرے سینے میں جو کچھ بھی نہاں ہے دیکھتی آگ پر بارگراں ہے

جو سن پائے میرے اسرار سارے

تو سمجھو برف ہے آتش کہاں ہے

شعر و شاعری کے ساتھ ساتھ آپ نے ملک کی سیاسی تحریکوں میں بھی زبردست حصہ لیا۔

آپ آزادی اور حریت کے دیوانے تھے۔ ۱۹۳۱ء کا حادثہ "قصہ خوانی مجاہدین آزادی کے لیے ایک کربلا سے کم نہیں تھا۔ خاک و خون کی ہولی کھیلی گئی۔ مجاہدین صف شکن آگے بڑھتے اور آہن و آتش کے شعلے برساتے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے۔ ۲۳ اپریل ۱۹۳۱ء کو آپ نے اس جانکاہ حادثہ پر طویل نظم لکھی۔ دو بند ملاحظہ ہوں۔

اسلام اے مرنے والو ملک پر دیوانہ وار

قصہ خوانی بن گئی خوں سے تمہارے لالہ زار

اسلام اے پیکر ان صبر و ایثار نظم

آج بھی تم محترم ہو آج بھی تم نیک نام

خون کی سرخی تمہاری آخرش نکھری تو ہے

زلزلہ آزادی وطن کے دردش پر بکھری تو ہے

رنگ لایا ہے تمہارا خوں بعنوان حیات

ہیں منور حریت کی روشنی سے شمش جہات

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۷ اپریل ۱۹۷۵ء۔

نخل آزادی کو تم نے اپنے خوں سے سیج کر

رفع آخر کر دیا سحرِ غلامی کا اثر!

اور پھر آزادی کے بعد عوام پر جو کچھ گزری، اس کی نوحہ خوانی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

زندگی کو اب بھی لیکن زندگی حاصل نہیں

یعنی اس خورشید کو تا بندگی حاصل نہیں

۱۔

۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے اور سی مسلم لیگ پشاور کے جنرل سکریٹری

منتخب ہوئے۔ اور پھر تادم واپس مسلم لیگ سے منسلک رہے جنرل سکریٹری منتخب

ہونے کے بعد آپ نے اس کو مستحکم بنیادوں پر منظم کیا۔ اور قائد اعظم کے دورہ پشاور کا بہت

اچھی طرح بندوبست کیا۔ آپ کے اس حسن انتظام سے پاکستان کے مخالفین کے گھروں میں

صفت نام بچھ گئی اور آپ کے درپے آزار ہو گئے۔

ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت نے محبوبہ سرحد میں مسلم لیگیوں پر عرصہ رحمت ٹنڈک

اور طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیئے تو میر صاحب مانجی شریف سید مظہر گیلانی اور

دیگر لیڈروں نے جس پامردی سے ان مناسبت ردال مکر کا مقابلہ کیا وہ ہمہ جہت اور یکسر

روشن باب ہے مظہر گیلانی نے ایک جلسہ میں ایک طویل نظم پر غنائ کیا۔ پاکستان

جس کے نتیجہ میں انہیں تین ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ انہوں نے ہر لمحہ

انذار میں لٹکارتے ہوئے کہا ہے

اٹھ کر تیری منتظر تھا پاکستان ہے

اٹھ کر اب پیش نظر تعمیر پاکستان ہے

اسواں کو گھوڑے سے جمن رہا بن اٹھے تیرے

سحبیم کراک بار اٹھ پھر ستن اٹھ کھڑے

۱۔ روزنامہ اس وقت لاہور ۱۹۶۵ء

۲۔ روزنامہ منبر شاد ۱۹۶۶ء

ٹوٹ پڑ پھر کفر و باطل پر علم کھولے ہوئے
بر چھیاں تانے ہوئے تیغ دو دم تو لے ہوئے
مسلم جہاد یہ موقع ہے بسم اللہ اٹھ
اس کو کھتے ہیں جہاد فی سبیل اللہ اٹھ
خاک و خوں میں کفر کو پھر دنگاں بار اٹھ
برق کی صورت عدو پر کو دنگاں بار اٹھ
اک زمانہ ہو گیا پیاسی تری شمشیر ہے

کفر کے خوں میں نہانا پھر تری تقدیر ہے

۱۹۴۶ء میں سول نافرمانی کی تحریک میں آپ نے حضرت پیر صاحب مانجی شریف کے
شانہ نشانہ جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تلم ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے سچی بات تو یہ ہے
کہ اگر مسلم لیگ کو حضرت پیر صاحب مانجی شریف رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی اور سید مظہر گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید صوبہ سرحد میں کانگریسی اثر و نفوذ کو توڑنے میں ناکامی
ہوتی سرحد میں سول نافرمانی کی یہ تحریک دراصل ضلع ہزارہ کی ایک نو مسلم خاتون اسلام بی بی
سے متعلق تھی جو بعد میں قیام پاکستان کی تحریک بن گئی ہزارہ کی اس سچھ خاتون نے اسلام قبول
کرنے کے بعد ایک مسلم نوجوان سے شادی کر لی تو ہندوؤں کے احتجاج پر صوبہ سرحد کی کانگریسی
وزارت نے اس نو مسلم خاتون کو واپس سکھوں کے حوالے کر دیا جس پر مسلم لیگ کی طرف سے شدید
ناراضی اور غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کانگریسی حکومت کے اس طرز عمل کی مذمت کی گئی
اور اس سلسلے میں ۲۱ فروری ۱۹۴۷ء کو پشاور میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام چوک یادگار میں ایک بہت
بڑا جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت خلیفہ محمد خان صدر پشاور مسلم لیگ نے کی۔

اس جلسہ سے ارباب عبدالغفور خان نے خطاب کیا۔ ارباب صاحب کی آتش نوائی نے عظیم
اجتماع بھیج سا گیا اور نعرے بلند کرتا ہوا ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں اُس وقت کے
وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ ارباب عبدالغفور خان اور فدا محمد خان

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۷ اپریل ۱۹۴۷ء۔

ایڈووکیٹ اس جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ پشاور سنٹرل جیل اور سویکار نوچوک کے درمیان ریلوے پل کا آہنی پھاٹک بند کر دیا گیا۔ سید ایس بی شاہ ڈپٹی کمشنر تھے اور سرحد کے ایک سابق وزیر اعلیٰ سردار عبدالرشید خاں ایس ایس پی تھے جن کی رہنمائی میں پولیس کی ایک بھاری جمعیت انسپورنگس اور لاٹھیوں سے مسلح جلوس کا راستہ روکنے کے لیے موجود تھی۔ جلوس جب وہاں پہنچا تو پولیس نے اس پر انسپورنگس کے گولے پھینکے لیکن جو شیلے نوجوان اور دوسرے ہزاروں افراد پل کا آہنی پھاٹک پھلانگنے کی بجائے اُس کے دونوں جانب نیچے ریلوے لائن کو عبور کر کے آگے نکل گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ ڈاکٹر خان صاحب کے بنگلے پر جا پہنچے۔ جہاں ارباب عبدالغفور خاں اور ڈاکٹر خان صاحب مرحوم کے درمیان چند منٹ تک سوال و جواب ہوتے رہے۔ ارباب صاحب نے ڈاکٹر خان صاحب سے کہا کہ ”مستعفی موجد“، ڈاکٹر خان صاحب نے جواب دیا۔ ”میں مستعفی نہیں ہوتا، اس دوران پولیس کی بھاری جمعیت بنگلے کے چاروں جانب جمع ہو چکی تھی جلوس میں شامل لوگ اب جیل کی جانب روانہ ہو چکے تھے جیل کے بیرونی دروازے کی صرف ایک کھڑکی کھلی تھی جو اندر داخل ہونے والے ایک بڑے ہجوم کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ سینکڑوں کارکن اور دوسرے لوگ دیواریں پھانڈ کر جیل کے اندر داخل ہو گئے۔ اس واقعہ کے دوسرے روز صوبے کے تمام شہروں میں سول نا فرمانی کی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ شہروں میں یہ جدوجہدوں بدلتی تیز ہوتی گئی، یہاں تک کہ دس مارچ کو سرحد اسمبلی (موجودہ ہائیوے) کے قریب ایک جلوس پر جو اسمبلی کے باہر مظاہرہ کرنا چاہتا تھا۔ گولی چلا دی گئی جس کے نتیجے میں دو افراد ہلاک ہوئے اور قصہ خوانی بازار میں تباہی کا ایک دوکاندار آغا محمد گولی لگنے سے اپنی ایک ٹانگ سے محروم ہو گیا۔ پتی کے ایک مرد مجاہد نواب خان نے ہلالی پرچم مقام رکھا تھا اس نے جونہی اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے قدم آگے بڑھایا، گولی اُس کے پیٹ میں لگی اور وہ شہید ہو گیا۔ پرچم گرنے ہی والا تھا کہ ایک اٹھارہ سالہ نوجوان مشتاق احمد خوشیہ نے پھلانگ لگا کر اسے تھام لیا۔ اور گولیوں کی بو بھاڑ میں بھی اُسے سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

اس قسم کا ایک واقعہ پشاور سنٹرل جیل میں بھی رونما ہوا جب کہ بعض کارکنوں نے اپنی توہین

پر جیل کے حکام سے احتجاج کیا تو جیل خانہ جات کے انگریز انسپکٹر جنرل کرنل سمٹھ کی رگِ قصب بھر کر اٹھی جیل میں سیاسی قیدیوں پر پانی کی سپلائی بند کر دی گئی اور ہجوم پر اشک و رگس چھوڑی جانے لگی۔ سیاسی قیدیوں کا شور جب بڑھا تو پھر گولی بھی داغ دی گئی جس کے نتیجے میں لشکر کے دو نو جوان مبارک اور ظفر شہید ہو گئے اور کئی ایک شدید زخمی ہوئے یہ واقعہ مئی ۱۹۴۷ء سے تعلق رکھتا ہے اس دوران لشکر اور دوسرے علاقوں میں سول نا فرمانی کی تحریک برابر جاری رہی حتیٰ کہ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہو گیا۔ ۱۷

پاکستان معرض وجود میں آیا تو سید منظر گیلانی نے بھارتی علاقوں سے آنے والے مہاجرین کی آباد کاری کے لیے جس محنت، دیانتداری اور جانپاری سے کام لیا۔ وہ کچھ نہیں کا حصہ تھا اس وقت آپ سٹی مسلم لیگ لشکر کے جنرل سکیرٹری تھے اور وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان صاحب بنی وفاقی وزیر داخلہ کے معتمدین میں ان کا شمار ہوتا تھا ان کی ایک معمولی پرچی پر بڑی سے بڑی جملہ الاٹ ہو جاتی تھی۔ انتظامیہ کے احکام کی پابندی تھی، وہ چاہتے تو لاکھوں کی املاک پر قبضہ جاسکتے تھے لیکن وہ دل کے غمی اور ہاتھ کے سخی تھے اور طبیعت سیرتھی شب و روز اس مہم میں رہے کہ مہاجرین کو جلد از جلد آباد کرنا چاہتے۔ ۱۸

قیام پاکستان کے بعد صوبہ سرحد میں پہلے انتخابات کا وقت آیا، تو آپ نے انتخابات لڑنے کے لیے لاہور میں اپنی جلدی بخشی جائیداد کا ایک بہت بڑا حصہ فروخت کر دیا مگر بد قسمتی سے مسلم لیگ نے انہیں ٹکٹ نہ دیا جس سے آپ بہت اُردہ خاطر ہوئے اور تمام عمر شکوہ سنج رہے جھکنا اور درخواستیں پیش کرنا آپ کے مشرب میں نہیں تھا کسی دردِ دماغ پر دستک دینے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے ان پر اقتدار کا دروازہ نہ کھل سکا اس پہلے حملے کے باوجود وہ مسلم لیگ

۱۷ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۴۵ء ۲۵ اگست ۱۹۴۵ء۔

۱۸ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۱ اپریل ۱۹۴۵ء۔

سے وابستہ رہے، اُن پر بدستور بیغاریں ہوتی رہیں لیکن وہ مسکراتے اور انہیں نظر انداز کر دیتے۔^۱
 ۱۹۵۳ء میں خاں قیوم مرکز میں چلے گئے اور سردار عبدالرشید کو سرحد مسلم لیگ کا صدر بنادیا گیا
 تو آپ نے سردار صاحب کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ اگرچاہتے تو اُن کا ساتھ دے کر مالی منفعت حاصل
 کر سکتے تھے اور اس قسم کی پیشکش بھی کی گئی لیکن انہوں نے اصولوں کا سودا کرنے سے انکار کر دیا۔
 آپ سردار رشید کی صدارت کو مسلم لیگ پر ”شب خون“ سمجھتے تھے۔ اور آپ کا ذہن یہ بات قبول
 کرنے پر آمادہ نہ ہو سکا کہ ایک پولیس فنانسری سیاسی جماعت کا سربراہ بن سکتا ہے۔ آپ پاکستانی
 سیاسیات میں خود غرضی، بنیانی، ضمیر فروش، اور ایمان فروش کے نتیجہ میں ہولناک تباہ کاریوں کو دیکھتے
 اور ہنچھلاتے تھے۔ وقت جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا۔ ملک کی حالت زبوں تر ہوتی جا رہی تھی۔
 اور صاحبانِ عقل و دانش ان حالات کے ہولناک نتائج پر نظر ڈال رہے تھے چنانچہ آپ
 نے ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو قائد اعظم کو پکارتے ہوئے کہا ہے

جو دیا تو نے کیا روشن خدا کے نام سے ابتدا جس کی ہوئی قرآن سے اسلام سے
 عالم اسلام تھا مسرور جس اقدام سے آج خوف آتا ہے اس کے مضحک انجام سے
 اور وہ مضحک انجام قوم نے ۱۹۷۱ء میں دیکھ لیا تھا۔

۱۹۶۴ء کے الیکشن میں ایوب خاں کے مقابلے میں مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کا ساتھ
 دیا۔ اور انتخابی مہم میں اُن کے پورنگ ایجنٹ تھے حکومت کی طرف سے لاکھوں روپوں کی نقد
 پیشکش ہوئی مگر پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ اس کی پاداش میں انہیں جس قدر مصائبِ اُلام
 کا سامنا کرنا پڑا، وہ ایک علیحدہ باب کے متقاضی ہیں۔^۲

گو ناگوں مصر و فیتوں کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے اٹھارہ کے
 قریب ذیور طبع سے راستہ ہوئیں یہیں الگ کتابوں سے تعداد حاصل ہو سکا۔

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۷ اپریل ۱۹۷۵ء۔

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۷ اپریل ۱۹۷۵ء۔

۱۔ مرد کامل :- اس کتاب میں آپ نے اقبال کی منظومات کو دلکش انداز میں نثر کے لباس میں پیش کیا ہے۔

۲۔ ستائش کا شان۔

۳۔ مدارج پاکستان۔

۴۔ نہرو کی ڈائری :- اس میں نیڈت جواہر لال نہرو کے دورہ سرکار کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے جو انہوں نے متحدہ ہندوستان کی عبوری حکومت کے دوران کیا چونکہ سرحد میں نہرو کا ہر حکم پر کالی جھنڈیوں، گندے اندروں، ٹائلروں اور کوڑا کرکٹ سے بھرے ہوئے دھافوں سے استقبال کیا گیا تھا۔ آپ نے اس کی تفصیلات قلمبند کی ہیں۔ نہرو پسند طبقہ یہ برداشت نہ کر سکا اور اس کتاب کی کاپیاں ہر بک سٹال سے خرید کر جلانے لگا۔ تاہم اس کی چند کاپیاں بعض لوگوں کے پاس محفوظ رہ گئی ہیں۔

۵۔ اردو ترجمہ قصیدہ غوثیہ (منظوم)

آپ کی وفات حسرت آیات ۳۰ جنوری ۱۹۶۳ء کو ایشیا میں ہوئی اور وہیں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لہ

آسمان تیری لحد یہ نشیمن افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

لہ روزنامہ مشرق پشاور ۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء۔

مولانا مصلح الدین

آپ کا اسم گرامی مصلح الدین، والد کا نام مولانا محمود، دادا کا نام مولانا حافظ ذاکر اللہ اور پردادا کا نام حضرت حافظ مولانا شاہ کراشا تھا۔ آپ تمام علوم اپنے والد گرامی سے پڑھ کر ہندوستان تشریف لے گئے۔ میرٹھ میں دارالعلوم امداد الاسلام، ریاست ٹونک میں مدرسہ نواب صاحب اور مدرسہ عالیہ رام پور میں تکمیل کی اور سندت حاصل کیں۔ لاہور میں ایک برس تک اچھروہ میں پڑھا فراغت کے بعد اپنے والد مرحوم کی مسند علم پر درس دینا شروع کیا۔ اور مدائن میں ارشاد العلم کے نام سے ایک اعلیٰ درجہ کا مدرسہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ سات برس تک کام کرتا رہا پھر آپ کے بعض ذاتی عقائد کی وجہ سے بند ہو گیا۔ مثلاً آپ کا عقیدہ ہے کہ مدرسہ پر کفالت نہیں لگتی مدرسہ کے کے لیے مانگنا صحیح نہیں یہی وجہ تھی کہ کئی دسالی کی وجہ سے دارالعلوم بند ہو گیا۔

آپ ابتداء ہی سے کانگریس کے مخالف تھے جب مسلم لیگ نے مطالبہ پاکستان عوام کے سامنے رکھا تو آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہوئے تحریک پاکستان میں ناقصک جدوجہد کی اور ہر امکانی کوشش کر کے مسلسل دس برس تک اس تحریک کو صوبہ سرحد میں چیلایا چونکہ آپ کا تعلق مانچی شریف کے مشائخ کے ساتھ تھا اس لیے جب حضرت پر حافظ محمد امین انجمن سجادہ نشین مانچی شریف نے بھی مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا تو پھر مولانا نے موصوف نے تمام امور کو چھوڑ کر صوبہ سرحد کے قریہ قریہ دیہ دیہ، شہر شہر میں پھر کر مسلم لیگ کو کامیاب کامران کر دیا۔

آپ نے پر صاحب مانچی شریف کی قیادت میں تمام صوبہ سرحد کے علماء کا ممبران میں اجتماع کروایا۔ اس اجتماع میں جمعیتہ العلماء اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ صوبہ سرحد کے ممتاز عالم دین

سید حبیب شاہ پھانہ ماڑی کی تحریک پر آپ کو اس جمعیت کا جنرل سیکرٹری و ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

آزاد قبائل میں کانگریس کے اثرات بہت غالب تھے۔ خاں عبدالغفار خاں المعروف باچا خان کی لیڈر شپ چھائی ہوئی تھی۔ مسلم لیگ نے ایک وفد تیار کیا۔ جو کماؤ قبائل جا کر مسلم لیگ کے مطالبات سے ان لوگوں کو روشناس کرائے۔ اس وفد میں جناب مولانا عبداللہ شاہ المعروف مازارہ میاں صاحب اور آپ ہی رہ گئے تیسرے صاحب بیماری کی وجہ سے نہ جاسکے آپ کی مخلصانہ کوششوں سے اور پیر صاحب مانچی شریف کے اس خط کی بدولت جو آپ نے حاجی صاحب ترنگ زئی کی وساطت سے آزاد قبائل کو لکھا تھا خاطر خواہ نتیجہ پاکستان کے حق میں نکلا۔ مسلم لیگ نے جب سول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو اس کی ابتداء مردان سے کی گئی اس جلسہ کی صدارت آپ ہی نے کی پھر مردان میں تحریک چلانے کا کام آپ کو ہی سونپا گیا۔ باجنس وجوہ آپ نے اس تحریک کو چلایا۔ آخر کلڈ ریفرنڈم پر یہ تحریک ختم ہوئی۔ تمام کارکن جلیوں سے باہر آ گئے اور آپ ریفرنڈم لڑنے کے لئے پھر تمام صوبہ میں پھرے سرخ پوش تحریک نے ریفرنڈم کا بائیکاٹ کر دیا۔ ریفرنڈم کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہوا جب پاکستان بن گیا تو خاں عبدالغفار خاں صاحب سرحد کے وزیر اعلیٰ مقرر کئے گئے۔

آپ نے پیر صاحب کی معیت میں وہ وعدے جو مسلم لیگ کے لیڈروں نے آپ سے کئے تھے ان کو پورا کر دینے کی جدوجہد شروع کر دی مگر آپ فرماتے ہیں کہ:-

”ان حضرات نے جتنے وعدے کئے تھے ان سے پھر گئے اور ایک مطالبے

کو بھی پورا کرنے پر تیار نہ ہوئے بلکہ صاحبان اقتدار شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے مطالبہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔“

چنانچہ ان مشکلات پر قابو پانے کے لیے مسلم لیگی وزارت نے آپ کو گرفتار کر کے دس ماہ قید کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد پھر آپ نے کوشش کی کہ صوبہ سرحد میں کسی ممکن طریقہ پر جو ملت اسلامیہ

میں افتراق ہے، اس کو ختم کیا جائے اور مطالبہ کیا کہ :-

”سرخ پوش تحریک کے کارکنوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔“

چنانچہ قائد اعظم نے اس تجویز کو مناسب شرفیہ پر پسند فرمایا مگر صوبہ سرحد کے مسلم لیگی کارکنوں نے اپنے مستقبل کے خوف کی وجہ سے یہ تمام کوششیں بے کار کر دیں بلکہ آپ کو دوبارہ آٹھ ماہ تک پابند سلاسل کر دیا۔ دونوں بار عدالت نے ان دونوں مقدمات میں علی الترتیب ۱۰ ماہ اور ۸ ماہ کے بعد رہا کر دیا۔

اب تک آپ تبلیغ اسلام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوشاں ہیں۔ صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف شریفیہ ہیں۔ صاحب وقار اور صاحب عزت ہیں۔ عوام آپ کو انتہائی ادب و احترام سے دیکھتے ہیں۔ آپ کے فتویٰ پر عیدیں ہوتی ہیں۔ روزے رکھے جلتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵/۶۰ سال کے لگ بھگ ہو گئی ہے۔

دسمبر ۱۹۷۹ء میں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان نے صوبہ سرحد کا اہم تنظیمی دورہ کیا تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت کرتے ہوئے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے عزم کا اعلان کیا۔ ۷

۱۷ آپ کے حالات تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (جلد دوم) از محمد امیر شاہ قادری سے ماخوذ ہیں۔
۱۸ ہفت روزہ افق کراچی بابت ۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء ص ۲۔ ماہنامہ فیضان فیصل آباد، جنوری ۱۹۸۰ء

پروفیسر چوہدری محمد صاق

آپ آبائی گاؤں کالاف در تحصیل نارو وال ضلع سیالکوٹ میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے تاریخ اور ۱۹۳۹ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ایم اے جغرافیہ کیا۔ سیاسی شعور علیگڑھ کی دین ہے وہیں پہلی مرتبہ قائد اعظم کو دیکھا اور سنا۔

۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لاہور میں شرکت کی اور اسی سال سنٹرل ٹرننگ کالج لاہور میں بی ٹی کلاس میں داخل ہوئے۔ یہاں چوہدری نصر اللہ خاں مرحوم اور سرزادہ پروفسر منظور الحق صدیقی کے ساتھ پاکستان کانفرنس کے تین محررین میں سے ایک بنے۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد پر کانفرنس یکم اور ۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو اسلام آباد کالج لاہور کے میدان میں ہوئی اس کانفرنس کی صدارت قائد اعظم نے فرمائی۔ آپ اس کانفرنس کے فنانشل سکریٹری تھے پاکستان رول پروپگنڈا کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے آپ نے ۱۹۴۱ء میں ڈاکٹر محمد الیاس سعود اور جناب ظہور الحسن ڈار کی معیت میں ضلع شیخوپورہ اور مولانا بشیر احمد اختر کی معیت میں ضلع سیالکوٹ کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کی متعدد شاخیں قائم کیں پھر سرزادہ پروفسر منظور الحق صدیقی کے ساتھ مشرقی پنجاب کا تنظیمی دورہ کیا۔ ان دوروں کی وجہ سے پنجاب کی سیاسی صورت حال میں نمایاں تبدیلی ہوئی۔

۱۹۴۲ء میں آپ نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ راولپنڈی کی کامیابی کے لیے صدر مجلس استقبالیہ پروفسر منظور الحق صدیقی کا ہاتھ بٹایا اور اسی سال ان کے ساتھ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں شرکت کی۔

اکتوبر ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء تک اسلام آباد کالج لاہور میں لیکچرر رہے۔ یہاں انہوں نے اپنے

رفیق کار پروفیسر انیس الدین انصاری کے ساتھ ملکر مسلم طلباء میں کانگریس وزارت کے خلاف ایک قابل قدر کردہ تیار کر لیا اور وہاں مسلم سٹوڈنٹس فیدریشن قائم کرانی۔ ۱۹۴۷ء کے استصواب میں اس کالج کے پروفیسر اور طلباء تمام صوبے میں پھیل گئے۔ آپ نے پروفیسر چوہدری سردار احمد کے ساتھ مل کر ایک مائیک ڈیرہ اسماعیل خاں کے دیہاتوں کا دورہ کیا۔ پشاور کے قیام کے دوران آپ کی قائد اعظم سے خط و کتابت رہی۔

۱۹۴۵ء کی تعطیلات میں فاطمہ جناح کا سچ دفار گریز لاہور میں حصول تحریک پاکستان کے کارکنوں کی تربیت کے لیے ایک پندرہ روزہ ٹریننگ کیمپ قائم کیا گیا۔ اس کا ناظم اعلیٰ آپ کو مقرر کیا گیا۔ قائد اعظم نے تربیت یافتہ کارکنوں میں سندات تقسیم کیں۔

چوہدری محمد صادق تحریک پاکستان کے ان مخلص اور بے لوث کارکنوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی خدمت کو کسی ترقی کا زینہ نہیں بنایا۔ قیام پاکستان سے پہلے وہ لیکچرار تھے اور ۱۹۴۶ء میں وہ لیکچرار ہی کی حیثیت سے کئیڈٹ کالج حسن ابدال سے ریٹائر ہوئے۔ آج کل اپنے آبائی گاؤں میں مقیم ہیں۔ ۱۷

۱۷ ماخذ :- جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی کئیڈٹ کالج حسن ابدال۔

رانا نصر اللہ خاں

رانا نصر اللہ خاں کی ولادت ۱۹۰۵ء کو اپنے نانا جان خاں صاحب محمد نواز خان تحصیلدار گجرات کے ہاں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک رانا خدا بخش خاں تھا۔ آپ کے مورث اعلیٰ اکبری عہد میں رانا ساٹکا سے جنگ کے بعد فتح پور سیکری سے نقل مکانی کر کے ہریانہ ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

رانا صاحب نے میٹرک کرنے کے بعد کرنل براؤن سکول دہرہ دون میں داخلہ لیا لیکن ہاں کے سٹاف اور منتظمین ہوسٹل سے بعض امور پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف نے اتنا طول پکڑا کہ آپ نے سکول میں ہڑتال کر دادی اور اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر گھر آ گئے اور پھر منشی فاضل کرنے کے بعد ایف اے کیا۔

حصول تعلیم کے بعد آپ ہندو مسلم سکول ہریانہ کے نائب صدر اور مینجر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اہل سنت و جماعت کی مختلف تنظیموں سے منسلک رہ کر دین حق کی مقدور بھر خدمت کی۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے۔ اس قیصل آپ یونیورسٹی پارٹی کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے جب مسلم لیگ مخالف بنچوں پر بیٹھی تو آپ کو ڈپٹی وپ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی چن لیا گیا۔ آپ نے مسلم لیگ کی کامیابی کامرانی کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ بعد میں آپ کو آرگنائزنگ سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم لیگ کا کونسلر بنادیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ پراونشل ورکنگ کمیٹی کے رکن بھی نامزد کئے گئے۔ محدوٹ و تلاموز میں آپ کو اکثر حضرت قائد اعظم کی خدمت اور قربت کا موقع ملا۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ بھارتی اکثریت سے دوبارہ پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے اور تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔
 تم کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے اور سیاست کے کوچہ کو خیر باد کہہ کر کاروبار اور زمیندارہ میں مصروف ہو گئے۔ اہل سنت و جماعت کے حقوق کے حصول کیلئے ”مرکزی تنظیم اہل سنت و جماعت“ قائم کی جس کے آپ صدر مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ نئی نسل کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرانے کیلئے ”جمہوریت کارکنان تحریک پاکستان“ کے نام سے بھی ایک تنظیم قائم کی جس کے آپ کنوینر ہیں اور اس کا مرکزی دفتر آپ کی رہائش گاہ ۲۰ لارنس روڈ لاہور میں ہے۔

آپ بہت شریف النفس، پرہیزگار و متقی، صوم و صلوٰۃ کے پابند، خدا ترس اور مذہب و ملت کا درد رکھنے والے بزرگ ہیں۔ سادگی، انکساری اور ملنساری اور تواضع آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی قدس سرہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔ آج کل نہایت خاموشی سے مذہب و ملت کی خدمت کے لئے کوشاں ہیں۔ ع۔

نہ سنائش کی تمنا ہے اور نہ صلے کی پرواہ

جناب نورالامین

”کاش اللہ تعالیٰ نے مجھے اس المیہ سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالیا ہوتا“ یہ الفاظ پاکستان کی سالمیت و یک جہتی کے زبردست حامی، تحریک پاکستان کے بزرگ سیاستدان جناب نورالامین مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد عموماً کہا کرتے تھے۔ انہیں پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا شدید صدمہ تھا اور یہی صدمہ انہیں اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹتا رہا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

جناب نورالامین ۱۸۹۶ء میں ضلع کو میلا کے ایک گاؤں حتر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشرقی پاکستان کے مشہور شہر مہین سیکھ میں حاصل کرنے کے بعد کلکتہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور اور سترہ سال کی عمر میں قانون کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۲۲ء میں مہین سیکھ میں وکالت شروع کی۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی حصہ لینے لگے ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے رکن بن کر اس کی کامیابی و کامرانی کے لیے مقدور بھر جدوجہد کی ۱۹۴۲ء میں پہلی مرتبہ بنگال اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں مطالبہ پاکستان کی بنیاد پر انتخابات ہوئے تو آپ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر بنگال لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے، اس کے ساتھ ساتھ آپ مہین سیکھ ڈسٹرکٹ بورڈ اور ضلعی مسلم لیگ کے صدر بھی تھے۔ اے

۱۹۴۷ء میں مشرقی بنگال میں خواجہ ناظم الدین نے جو وزارت بنائی جناب نورالامین اس میں شریک تھے۔ ان کے پاس سول سپلائیز کا محکمہ تھا جب ستمبر ۱۹۴۸ء میں قائد اعظم کی وفات کے بعد

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء، مسادات لاہور ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء تاریخ ہندوستان از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ء صفحہ ۴۱۹۔

خواجہ ناظم الدین کو پاکستان کا گورنر جنرل بنایا گیا تو جناب نورالامین ان کی جگہ مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ بن گئے اور چھ سال تک اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہے۔ یہ دور پاکستان کی سیاسی تاریخ کا انتہائی نازک اور کربناک دور تھا۔ نہ صرف ملک کو متعدد مسائل درپیش تھے بلکہ سیاست کے اونچے ایوانوں میں سازشوں اور جوابی سازشوں کا بھی بازار گرم تھا کیسی مواقع پر جناب نورالامین کی وزارت کو بھی ان سازشوں کا شکار بنانے کی کوشش کی گئی لیکن چونکہ ان کا دامن ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا اس لیے خود غرض عناصر کی سازشیں ان کے خلاف کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس دور میں مشرقی پاکستان میں علیحدہ زبان اور صوبائی خود مختاری کے مطالبات ابھرے جو بعد میں مغربی پاکستان کے خلاف منافرت اور مرکز گریز رجحانات کی مستقل بنیاد بن گئے۔ ۱۰

جناب نورالامین جنوبی تقصیب کے اس طوفان کے سامنے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے اور ۱۹۵۴ء کے صوبائی انتخابات میں اپوزیشن کے متحدہ محاذ (جگتو فرنٹ) کے نامزد طاہم امجد وار کے مقابلے میں ہار گئے۔ یہ جگتو فرنٹ تو زیادہ عرصہ تک اپنا اتحاد برقرار نہ رکھ سکا لیکن اس نے اپنی انتخابی مہم میں تقصیب و نفرت کے جو بیج بوئے تھے وہ بالآخر پاکستان کو دو ٹکٹ کرنے کی تمہید ثابت ہوئے۔ پہلے جگتو فرنٹ کا خاص نشانہ بھی نورالدین تھے اور پھر علیحدگی کے طوفان کو روکنے میں بھی سب سے زیادہ مزاحم جناب نورالامین ہی ہوئے۔ وہ دونوں مرتبہ نظام ہذا کا مہم ہوتے لیکن پاکستان کے ایک مخلص خادم ہونے کے باعث یہ ناکامی ان کی عزت و تکریم میں اضافہ کا باعث بن گئی۔ ۱۱

۱۹۵۴ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کو برطرف کر دیا اور ملک کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو توڑ دیا۔ اس دستور ساز اسمبلی کے ذمے پاکستان کا آئین تیار کرنا تھا لیکن سات سال

۱۰۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء۔ مسادات لاہور ۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء۔

کی مہلت ملنے کے باوجود دستور ساز اسمبلی اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام رہی تھی۔ اسے پاکستان کے سیاستدان کی ناکامی کہتے ہیں پاکستان کے عوام کی بد نصیبی کیوں کہ اس کے بعد جمہوری اداروں کی کمزوری اور فرد واحد کے ہاتھ میں زیادہ سے زیادہ اختیارات جمع ہونے کا وہ عمل شروع ہوا جو بالآخر ۱۹۵۸ء میں ایوب خان امریت کے قیام پر منتج ہوا۔ جناب نور الامین نے اس سارے عمل کو پیدا ہوتے اور عروج پکڑتے دیکھا لیکن اس دوران وہ محض خاموش تماشائی بن کر نہیں رہے بلکہ ان کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ تھیں جو ان حالات میں بھی امریت سے ٹکر لینے اور ملک میں جمہوریت بحال کرنے کی سعی کر رہے تھے۔ لے

دسمبر ۱۹۶۲ء کے انتخابات سے قبل جب پاکستان کی سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی اجازت ملی اور مختلف سیاسی پارٹیوں نے ایوب خان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک متحدہ جمہوری محاذ بنایا تو جناب نور الامین کو اس محاذ کا صدر مقرر کیا گیا۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر انہیں قومی رہنمائی حیثیت حاصل ہو گئی۔ ۱۹۶۵ء کے الیکشن میں آپ مومن شاہی کے حلقے سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور جون ۱۹۶۵ء میں قائد حزب اختلاف چنے گئے اور قومی اسمبلی میں یونائیٹڈ پارلیمانی پارٹی قائم کی۔ یہ درست ہے کہ فروری مارچ ۱۹۶۹ء کی گول میز کانفرنس کی ناکامی کی وجہ سے پورے سات سال پر محیط یہ کوشش بے نتیجہ ثابت ہوئی لیکن اس دوران میں نور الامین کی بے لوثی اور خلوص کا اتنا مظاہرہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے طور پر بھی ایک بزرگ قومی رہنما سمجھے جانے لگے تھے اور چند سر پرے عناصر کے سوا تمام سیاسی حلقے ان کا احترام کرتے تھے۔ لے

مارچ ۱۹۶۹ء کی گول میز کانفرنس کی ناکامی کے ساتھ پاکستان کے لیے جو پراثر و سیاسی دور شروع ہوا۔ جناب نور الامین بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ بعد میں چار سیاسی جماعتوں (نظام اسلام

لے روزنامہ مساوات لاہور ۶ اکتوبر ۱۹۶۴ء

لے " نوائے وقت " ۳۰ مارچ ۱۹۶۵ء

پارٹی جسٹس پارٹی، عوامی لیگ اور قومی جمہوری محاذ، کے اتحاد سے جب پاکستان جمہوری پارٹی بنی وہ اس کے سربراہ منتخب ہوئے لیکن یاری مارشل اصغر خان کی بوجہ علیحدگی سے اس پارٹی کو جو دھچکا لگا وہ ناقابل تلافی ثابت ہوا اس کے باوجود قبائلی سردار راجہ نیری دیورائے کے ساتھ مسٹر نورالامین و احد امیدار تھے جو دسمبر ۱۹۶۱ء کے انتخابات میں عوامی لیگ کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے تھے۔ ان انتخابات کے نتائج نے ملکی سیاست کو یکسر نئے اور بھیاں تک راستہ پر ڈال دیا۔ دسمبر ۱۹۶۱ء کے المیہ دستور مشرقی پاکستان تک جناب نورالامین ایک در ماندہ راہرو کی صدائے دردناک بن کر رہ گئے اور ان کے ذہنی اور روحانی کرب کی صدائے بازگشت ہر اس مقام سے سننے میں آتی رہی جہاں وہ پیرائے سالی اور علالت کے باوجود قائد اعظم کے پاکستان کے تحفظ کی دعوت دینے کے لئے پہنچے۔ اس زمانہ میں ان کی حالت قابل رحم تھی وہ نہ صرف بیمار تھے کارفرما سیاسی رہنماؤں کے انداز اور حکمران بھٹی خاں کے طور طریقوں سے بھی وہ سخت مایوس اور نالاں تھے لیکن وہ پاکستان کی وحدت کو بچانے کے لئے بالکل اس مال کی طرح دہائی دیتے نظر آتے تھے جس کا بچہ دریا کی تند و تیز لہروں میں بہہ جاتے اور وہ کنارے پر بے بسی کی تصویر بنی آہ و فغاں کے سوا کچھ بھی نہ کر سکے۔ ۱۔

۲۱ نومبر ۱۹۶۱ء کو جب بھارت نے مشرقی پاکستان پر کھلا حملہ شروع کر دیا تو بھٹی خاں نے جناب نورالامین کو عبوری دور کے ایسے وزیر اعظم نامزد کر دیا اور ان کے ساتھ مسٹر مہبوب کوٹا نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ بنادیا لیکن اس وقت تک بازی ہارنے کی بنیاد رکھی جا چکی تھی بسقطہ مشرقی پاکستان کے بعد نئے پاکستان میں انہیں نائب صدر بنایا گیا اس عہدے پر وہ ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء دنئے زمین کے نفاذ تک فائز رہے ۲۴ مارچ ۱۹۶۲ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت آپ نے ہی کی جو تین دن کے لیے طلب کیا گیا تھا لیکن ان کی زندگی پر اثر مردگی غالب آچکی تھی بلکہ وہ اپنی ہی شکست کی آواز بن چکے تھے جس کا اکثر اظہار وہ ان الفاظ میں کرتے تھے۔

”کاش! اللہ تعالیٰ مجھے پاکستان کے ٹوٹنے کے المیہ سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھالیتا۔“

اسی دوران قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔
یہ قدرت کے کچھ اپنے اصول اور رموز ہیں کہ ایک انسان کی حسرت دوسروں کے لئے انتباہ بن جاتی ہے۔ بہر حال شکست اور ناکامی کے باوجود جناب نور الایمن حبیب وطن کے سلسلہ میں اپنی ثابت قدمی اور قربانی سے ایک نئی اور لافانی عظمت کے حامل بن گئے۔ لے

جناب نور الایمن نے کافی بڑی عمر اور طویل علالت کے بعد ۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔ اس فانی دنیا سے ان کا رخصت ہونا کوئی غیر متوقع اور ناگہانی سانحہ نہیں تھا، اس کے باوجود پاکستان کے ہر حصہ میں اور ہر طبقہ کے لوگوں نے ان کی وفات پر دلی افسوس ظاہر کیا تھا۔ وفات کے وقت مرحوم کسی منصب پر فائز نہیں تھے اور نہ کسی سیاسی و معاشرتی تنظیم سے وابستہ تھے۔ اس لیے ان کی وفات پر ملک کے ہر حصہ میں غم و صدمہ کا احساس کسی بھی انداز میں ظاہر داری پر مبنی نہیں تھا اور نہ کسی ذاتی یا گروہی تعلق کا مہزون منت تھا۔ اس کا سبب ان کی وہ خدمات تھیں جو انہوں نے ایک سیاسی کارکن اور پھر ممتاز قومی رہنما کے طور پر ملک کے لیے سرانجام دی تھیں۔ اپنی عمر کے آخری دور میں تو جناب نور الایمن پاکستان — اصل اور قائد اعظم کے پاکستان — کی ایک نشانی بن کر رہ گئے تھے جس کے قیام کی طرح جس کی بقا کی جدوجہد میں بھی انہوں نے سرگرم حصہ لیا تھا۔

وہ ذاتی زندگی میں سلیم الطبع، عجز و انکسار کے پیکر اور بڑے صنعتکار انسان تھے اور سیاسی زندگی میں انہیں یہ عزت حاصل ہوئی کہ جن نظریات کا پرچم تھام کر وہ سیاست میں آئے تھے۔ آخری دم تک انہیں ہی سر بلند رکھنے کے لیے کوشاں رہا اور قدردان قوم نے بھی اس کا اعتراف یوں کیا کہ اگرچہ انہوں

۱۔ روزنامہ مساوات لاہور، ۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء۔ نوائے وقت لاہور، ۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء۔

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء، ۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء، ۱۹ جنوری ۱۹۶۵ء۔

نے اپنے آبائی وطن سے بہت دور وفات پائی لیکن دفن کے لیے زمین اسہیں قائد اعظم کے مزار کے
احاطہ میں سردار عبدالرب نشتر مرحوم کے پہلو میں بتیسرا گئی جو کسی بھی پاکستانی کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز
ہے اور آج بھی۔ ۱

مرنے والے کی جسیں رکشن ہے اس ظلمات میں

جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

جناب نورا الامین کی وفات حسرت آیت پر تمام ملک میں کھرام مچ گیا، ہر آنکھ خون کے آنسو روتی
ہر طرف صاف ماتم بچھ گئی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ مشرقی پاکستان کی جانب سے متحدہ پاکستان
کی انمول نشانی تھے پہلی نماز جنازہ ۳ اکتوبر کو جی، ایچ کیو گراؤنڈ راولپنڈی میں ادا کی گئی، امامت کے
فرمان مرنوی جامع مسجد کے خطیب مولانا فیض علی فیضی نے ادا کئے جناب فضل الہی جویدی صدر
پاکستان، جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان، وفاقی وزیر، پاک فوج کے چیف آف سٹاف سکا
خان، اعلیٰ سول اور فوجی حکام اور شہریوں کی بہت بڑی تعداد نے نماز جنازہ پڑھی لوگ صبح ہی سے
جی، ایچ کیو گراؤنڈ پہنچنا شروع ہو گئے تھے وہیں میت آخری دیدار کے لیے رکھ دی گئی تھی نہایت
وقت خیز منظر تھا ہر آنکھ پر دم تھی اور بعض لوگوں کو جن میں تحریک قیام پاکستان کے پرانے کارکن بھی تھے
جناب نورا الامین کی حب الوطنی کا ذکر کرتے ہوئے دھاریں مار مار کر روتے دیکھا گیا۔ ۲

اس کے بعد میت فضائیہ کے ایک خصوصی طیارے کے ذریعے کراچی پہنچائی گئی، آپ کے صاحبزادے
جناب روح الامین اور کنبے کے دیگر افراد میت کے ساتھ تھے۔ دو صاحبزادے جناب النور الامین اور
محبوب الامین جو لندن میں رہتے تھے کراچی پہنچ سکے، ان کا طیارہ لندن سے تہران پہنچ چکا تھا لیکن
کسی وجہ سے یہ طیارہ وقت پر پاکستان نہ پہنچ سکا اس طرح یہ دونوں صاحبزادے اپنے والد کے آخری

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء، ۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء، ۵ جنوری ۱۹۷۲ء۔

۲۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء۔ ۳۔ ابدی تار ہو چکے ہیں۔

دیدار سے محروم ہے کراچی کے ہوائی اڈے پر میت کی آمد سے قبل ہزاروں شہری جمع ہو چکے تھے پولو گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور پھر نہیں سردار اختر مرحوم کے پہلو میں ابدی نیند سلا دیا گیا جس وقت جناب نور الایمن کی میت کو لحد میں اتارا گیا تو فضا از حد سوگوار تھی جنازے میں شریک لاکھوں افراد کی آنکھیں پُر نم تھیں اور بعض کو کرب کی شدت سے نڈھال دیکھا گیا جس وقت میت کو لحد میں اتارا جا رہا تھا تو بہت سی خواتین بھی موجود تھیں جن میں سیم اختر سلیمان و جناب حسین شہید سہروردی کی صاحبزادی اور سیم شائستہ اکرام اللہ بھی شامل ہیں اس وقت آدھ بکا کا عالم تھا اور ہر چہرہ انسکبار تھا۔ ان کے جگری ساتھی جناب محمود علی کی حالت دیدنی تھی ان کے آنسو رکتے ہی نہ تھے۔ اے قومی اخبارات نے انھیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ ذیل میں روزنامہ نوائے وقت لاہور کا ادارہ نذر قارئین ہے۔

”ایک عظیم پاکستانی کی رحلت“

”جناب نور الایمن کی وفات سے پاکستان ایک عظیم اور ممتاز رہنما، ایک مخلص ترین فرزند آزادی کے ایک بے خوف مجاہد، جمہوریت کے ایک عظیم رہنما، برگزیدہ سیاستدان، ایک عظیم محب وطن، نظریہ پاکستان کے ایک عظیم علمبردار اور بانی پاکستان حضرت قائد اعظم کے ایک معتد رفیق سے محروم ہو گیا ہے۔ ان کی موت ایک عظیم پاکستانی کی رحلت ہے۔ ایک عظیم انسان کی موت ہے۔ ایک قومی سانحہ ہے۔ ان کی موت پر ہر سچا پاکستانی سوگوار اور مردہ آنکھ پُر نم ہے جسے نظریہ پاکستان سے ذرا سی بھی دل چسپی ہے۔“

جناب نور الایمن ایک عظیم انسان تھے۔ انتہائی حلیم الطبع اور نہایت شریف انسان۔

عجز و انکسار اور نجابت کا مجسمہ انسان۔ ان کی ساری عمر ملک و ملت کی خدمت میں گزری ۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظم کی زیر قیادت مسلم لیگ کی تنظیم نو ہوئی تو نور الایمن برصغیر کے مسلمانوں کی

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ مارچ ۱۹۶۲ء

اس واحد نمائندہ جماعت میں شامل ہوئے اور اپنے کردار و اوصاف کی بدولت بہت جلد سیاست میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔ ۱۹۴۲ء میں وہ بنگال کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں بھر صوبائی انتخابات میں کامیابی حاصل کی اور اسمبلی کے سپیکر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں مشرقی پاکستان کی پہلی صوبائی کابینہ میں سول سپلانسر کے وزیر رہے اور ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۴ء تک وزارت اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن اور حزب مخالف کے قائد منتخب ہوئے اسی زمانے میں انھوں نے قومی اسمبلی میں متحدہ پارلیمانی پارٹی قائم کی۔ ۱۹۶۸ء کے انتخابات میں جناب نور الامین واحد غیر عوامی لیگی تھے اور اجہ تری دلو رائے چکمر قبیلہ کے نمائندہ تھے جو مشرقی پاکستان سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔

ہمارے یہاں جس قسم کی سیاست فروغ پاتی رہی ہے اس میں استواری اور وضع داری ہمیشہ محل نظر رہی ہے لیکن جناب نور الامین نے اپنے کردار و عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ انسان کے نظریات تجارت کا مال نہیں ہوتے۔ انھوں نے پہلے دن جس عزم و آرزو کے ساتھ میدان سیاست میں قدم رکھا آخر دم تک انتہائی پامردی و استقلال سے اسے نبھایا۔ انھوں نے پہلے دن جس نظریات کا پرچم بلند کیا آخر دم تک انہیں سینے سے لگائے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلے وزیر اعظم جناب لیاقت علی خان مرحوم اور چوہدری خلیق الزمان مرحوم کی ملی بھگت و سربراہ حکومت اور پارٹی کی قیادت کا ایک ہی شخصیت پر اجتماع، نے پاکستان بنانے والی مسلم لیگ کو جس انجام تک پہنچایا اس کی داستان بڑی دلخراش اور موقع پرستیوں کا ایک افسوس ناک تذکرہ ہے لیکن جناب نور الامین کا دل گردہ دیکھتے کہ وہ حرص و آرزو کے ہر دام سے اپنا دامن بچاتے رہے اور صاف ستھری سیاست کا پرچم بلند کرتے رہے۔ وہ پاکستان کی دونوں حصوں میں جغرافیائی بُعد کے باوجود ایک جہتی و سالمیت کے علمبردار ہی نہیں تھے بلکہ اس کی جلتی جاگتی علامت تھے صدر مملکت جناب فضل الہی چوہدری نے بجا طور پر کہا ہے کہ :-

”مرحوم اپنی ساری زندگی اپنے اصولوں پر ثابت قدم رہے اور ان کی تکمیل کے لیے

بڑی سے بڑی قربانیاں دیں جصول پاکستان کی جدوجہد سے لیگم اور اس کے بعد طرح طرح کے نامساعد حالات حتیٰ کہ المیہ مشرقی پاکستان تک مرحوم نے ایک ہمارا اور عظیم لیڈر کا کردار پیش کیا اور میں مستعد پاکستان کے پرجوش حامی کو سلام عقیدت پیش کرتا ہوں۔“

بقول جناب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو:-

”اُنھوں نے آخری وقت تک ۱۹۷۱ء کے المیہ کے باوجود پاکستان کی یکجہتی اور نظریہ پاکستان کو عزیز رکھا اور اسلامی اتحاد و اخوت کے لیے بھاری قیمت ادا کی۔“ وہ ایک پاکستان کے حامی و علمبردار تھے۔

اور جیسا کہ سیم اختر سلیمان نے کہا ہے:-

”اُنھوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کو کبھی تسلیم نہ کیا اور مرتے دم تک بھی اُسے بنگلہ دیش نہ کہا۔“

ہم پاکستان والے اگر اس عظیم پاکستانی کے جذبہ سے سرشار ہوتے اور سوپٹ یونین کی زیر پرستی پر ہمہ تن سامراج کی جارحیت کے ذریعے منصوبہ شہود پر ابھرنے والی ”بنگلہ دیش کی حقیقت“ کو۔ بہ امر مجبوری تسلیم کرنے کے باوجود بھی جناب نورالامین کی طرح پامردی کے ساتھ نظریہ پاکستان کا رجم بلند کرتے رہتے تو آج شاید نظریاتی اعتبار سے حالات مختلف ہوتے۔ قوموں کی زندگی میں فتح و شکست کی حثیت لمحہ گزراں سے زیادہ نہیں ہوتی لیکن انسان کسی شکست سے مایوس ہو کر اپنے نظریات ہی ترک نہیں کر دیا کرتے۔ اصولوں اور نظریات سے استواری انسان کو لافانی بنادیا کرتی ہے اور جو لوگ اپنے نظریات چھوڑ دیتے ہیں انہیں تاریخ بھی فراموش کر دیا کرتی ہے۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بعض لوگ ایک عارضی شکست کی مایوسی سے مدھل ہو کر بچے کھچے پاکستان کو غنیمت جاننے لگے اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ۱۹۷۱ء ہی میں دو پاکستان کا تصور پیش کیا گیا تھا۔ اور تم بالائے ستم ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو بڑے عہدوں پر

فائز نہیں۔ جناب نورا لالین تحریک پاکستان کی صفِ اول کے رہنما تھے۔ ۱۹۴۰ء میں جو فیصلہ ہوا تھا وہ اس میں شریک تھے اور انھوں نے اپنے کردار و عمل سے ثابت کر دکھایا کہ یہ فیصلہ کیا تھا یہ ایک پاکستان کا تصور ہی تھا جس کی شکست و ریخت کو مرحوم نے زندگی میں کبھی تسلیم نہ کیا اور آخری وقت تک اپنی ضعیف العمری و بیماری کے باوجود نہایت بے خوفی و بے باکی سے ایک پاکستان کی بات کرتے رہے۔ ان کی ذات مشرقی و مغربی پاکستان اور دوسرے ملکوں میں مقیم ان کروڑوں پاکستانیوں کے لیے ایک شمعِ فروزاں کی حیثیت رکھتی تھی جو بڑی جرأت مندی و پامردی اور عزم و حوصلہ کے ساتھ پاکستان کے اتحاد و یکجہتی کے لیے کام کر رہے ہیں آج وہ شمعِ خاموش ہو گئی ہے۔

جناب نورا لالین نے فائدہٴ عظیم سے جس جمہوریت کا درس لیا تھا اور جس قسم کی سیاست سیکھی تھی اُسے آخری دم تک حرزِ جہاں بنائے رکھا۔ ۱۹۵۸ء کے مارشل لا کے بعد جب آمریت نے جمہوریت کا نقاب اڑھا اور مسلم لیگ کا نام کنونشن کے سابقہ سے استعمال کیا تو جناب نورا لالین نے اس پردہ زنگاری سے بھی کوئی فریب نہ کھایا اور یوپی آمریت کی مخالفت میں ڈٹے رہے۔ وہ جمہوریت اور ایک پاکستان کی بقا کی خاطر یحییٰ خان کے ساتھ تعاون پر آمادہ ہوئے لیکن جب یحییٰ خان کی بے بصیرتی اور اپنوں اور دشمنوں کی سازشوں سے مشرقی پاکستان الگ ہوا تو نورا لالین ہی تھے جنھوں نے انتہائی نامساعد میں ایک پاکستان کی یکجہتی و سالمیت کا نعرہ بلند کیا وہ پوری پاکستانی قوم کے لیے ایک بانگِ جرس اور درسِ شوق کی حیثیت رکھتا ہے وہ اگر چاہتے تو شیخ مجیب سے مصالحت کر کے بنگلہ دیش میں بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کر سکتے تھے لیکن نظریات کے پرستار عہدوں کے بھوکے نہیں ہوتے انہوں نے پاکستان کی نائب صدارت بھی اسی خیال سے قبول کی تھی کہ شاید وہ اتحاد پاکستان کے لیے کوئی کام کر سکیں لیکن جب ہم نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا تو اس کے بعد انھوں نے کوئی عہدہ گوارا نہ کیا اور کنجِ عزلت اختیار کر لی۔ ع

حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ لے

لے روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۶ء۔

تحریک پاکستان کے نامور مجاہد ضعیف اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ
 سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان نے یوں عقیدت کے پھول پیش کئے۔
 ”جناب نور الدین ایک عظیم محب وطن اور تحریک حصول پاکستان کے مجاہد تھے انھوں
 نے قیام پاکستان کے بعد ملک کی سلامتی، وحدت اور استحکام کے لیے جدوجہد
 جاری رکھی جب پاکستان میں استبداد و آمریت نے اپنے جبر و تشدد سے
 سے عوام کے بنیادی حقوق کو کچل دیا تو جناب نور الدین نے ایک نڈر و بیباک
 اور با اصول پوزیشن کا کردار ادا کیا۔ وہ تحریک پاکستان کے لیے سب کچھ قربان
 کر دینے والے قائدین کی آخری یادگار تھے۔“ ۱۔

آخر میں بزرگ صحافی و شاعر جناب وقار انبالوی کا ایک قطعہ نقل کیا جا رہا ہے۔ جو انھوں
 نے ان کی وفات پر کہا۔ ۲۔

بات کا دھنی نور الدین۔

ہے لیڈری میں جان چٹاں و چین کے ساتھ
 بدلے میں روپ یاروں نے رنگ زمین کے ساتھ
 بائیں سیاسیات میں کہنے کو ہیں بہت!
 نور الدین کی بات تھی نور الدین کے ساتھ

۱۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ اکتوبر ۱۹۷۲ء

۲۔ ایضاً

چوہدری نصر اللہ خاں

چوہدری نصر اللہ خاں ملت اسلامیہ کے ان گننام محسنوں میں سے ہیں جنہوں نے پاکستان کی بنیادوں کے لیے اپنے عزم و استقلال کی چٹانوں سے تراشے ہوئے پتھر اور اپنے اخلاص و ایمان جوانی کے مسالے کو مہیا کیا۔ سب کا آبائی ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۹۱۶ء میں موٹھیاریاں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی جہاں ان کے والد گرامی محکمہ انہار میں ضلعدار تھے۔ اور چوہدری صاحب نے اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کرنے کے بعد ۱۹۴۲ء میں ایل ایل بی کیا۔

۱۹۴۱ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے لاہور میں پاکستان کانفرنس منعقد کی تو چوہدری نصر اللہ خاں اس تاریخ ساز کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے جنرل سیکرٹری تھے حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کے محرک اور روح و رواں تھے۔ اس کانفرنس کی صدارت قائد اعظم نے فرمائی اس کانفرنس میں چھ بنیادی کارکنوں پر مشتمل ایک پاکستان رورل پروسیکینڈ اکیسی بنائی گئی جس نے پنجاب کے کئی علاقوں کے دیہات میں مسلم لیگ کی شاخوں کا جال بھیلادیا۔ چوہدری نصر اللہ خاں اور ان کے ساتھی ظفر اللہ خان ملک بنی لے ایل ایل بی نے ضلع سیالکوٹ کے ایک حصے کے دیہات کا دورہ کیا اور وہاں گاؤں گاؤں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔

پاکستان رورل پروسیکینڈ اکیسی کے کام کی وسعت اور پنجاب کے سیاسی حالات سے اور زیادہ باخبر رہنے کے لیے قائد اعظم نے اس کمیٹی کے ارکان سے بالمشافہ گفتگو کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ چوہدری نصر اللہ خاں اور ان کے دو ساتھی ڈیفنسر منظر الحق صدیقی اور ظفر اللہ خاں ملک بمبئی پہنچے وہاں ۸ ستمبر ۱۹۴۱ء کی شام کو قائد اعظم کے دولت کدے پر ان تینوں کی سارے تین گھنٹے باتیں ہوئی رہیں۔ قائد اعظم نے انہیں چائے پر مدعو کیا۔ ۱۰ ستمبر کی شام کو ڈھائی گھنٹے تک مزید گفتگو رہی۔

ان دونوں ملاقاتوں میں برصغیر کی سیاست کا سر پہلو زیر بحث آگیا۔ نصر اللہ خاں اور ان کے ساتھی جو نجاویر لے کر گئے تھے ان میں ایک یہ تھی کہ لاہور سے ایک انگریزی روزنامہ نکالا جائے۔

۱۹۴۲ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دوسرا سالانہ اجلاس راولپنڈی میں ہوا۔ اس کی کامیابی کے لیے بھی چوہدری صاحب نے بڑا کام کیا۔ اس اجلاس کے بعد آپ میرزاہ منظور الحق صدیقی، پروفیسر اور اپنے نوجوان چچا چوہدری محمد صادق کی معیت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد میں شرکت کے لیے گئے، جہاں ان مینوں کو خصوصی طور پر مجلس مضامین میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

آپ نے سیانکوٹ میں پریکٹس شروع کی مگر ان کے گورنمنٹ میں پاکستان سما یا ہوا تھا۔ اتنی ہی پریکٹس کرتے کہ زندہ رہنے کے لیے قلیل آمدنی ہو جائے۔ بیشتر وقت مسلم لیگ کی تنظیم پر صرف کرتے کیوں کہ مسلم لیگ ان کا اور دھنا بھونا تھی۔ اگر آپ چاہتے تو پریکٹس پر توجہ کر کے لاکھوں روپے کما سکتے تھے، ان کے ایک اشارہ پر پریکٹس اور دیگر پاکستان دشمن جماعتیں دولت کی بارش کرنے کو تیار تھیں مگر اس مرد مجاہد نے دولت کو ٹھوکر مار کر آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور مسلم لیگ کی خدمت کو اپنا مطمحہ نظر بنالیا۔

قیام پاکستان کے وقت مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا اور بڑے کلف نے مسلمانوں سے جو دغا کی اس کا چوہدری صاحب پر بڑا ہی اثر تھا۔ بیچ و تاب کھاتے اور کڑھتے ہتھتے تھے کہ ہمارے عزائم کیا تھے اور مسلم لیگ کس چیز پر قناعت کر بیٹھی ہے آپ ان خیالات کا اظہار بڑے دردناک لہجے میں بیان کیا کرتے تھے ملت کے اس غم میں گھلتے گھلتے آپ کی صحت گرتی چلی گئی اور آپ کو چہرہ سیاست کو خیر باد کہہ کر چپک نمبہہ اضلع لائل پور میں مقیم ہو گئے۔

آپ بڑے صاف دل، صاف گواہ و زندہ مسلمان تھے۔ ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دیتے تھے، اگر چاہتے تو پاکستان بننے پر دیگر لوگوں کی طرح کروڑوں کی جائیدادیں حاصل کر لیتے مگر انھوں نے رزق حلال پر ہی قناعت کی، ۱۹۵۶ء میں تحریک پاکستان کے اس نامور مجاہد نے قوم

کے درد میں گھلتے گھلتے گلاب دیوی ہسپتال لاہور میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی اور چٹ^{۱۸۵}
 ضلع لائل پور میں آخری آرام گاہ میں ابدی نیند سو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۷
 ع۔ خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

۱۷ روایت :- پروفیسر منظور الحق صدیقی د پروفیسر محمد صادق صاحبان کیڈٹ کالج حسن ابدال
 روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء تحریک پاکستان کا ایک زندہ جاوید مجاہد، حکیم
 آفتاب احمد قرشی،

قطعہ تاریخ اشاعت کا برسرِ پاکستان

مجھے صادقہ عالی جنابے
کتابے مایہ حسن عقیدت
نشانِ عظمتِ اسلامیاں است
بیاں کردہ جہادِ زندگانی
بیانِ آں حیاتِ جاوداں است
پے تاریخ تصنیفش مرا گفت

فرستادہ باروشن کتابے
بلطف معنی آں حسن انتخابے
پاکستانیاں فیضِ انتسابے
عیاں کردہ نشانِ لاجوابے
نشانِ رونقِ عظمتِ مابے
مجھے صادقہ عالی جنابے

سنش کو " بافضائل انتخاب " است
۶۱۹۷۸

بیکاتی کتابے مستطابے
۱۳۹۸ھ

از

جنابِ فقیرِ ریشی احمد حسین احمد قلعڈاری
(مکرات)

ماخذ و مراجع

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن طباعت
۱-	اکابر تحریک پاکستان (حصہ اول)	محمد صادق قصوری	لاہور ۱۹۷۶ء
۲-	آئینہ ملتان	منشی عبدالرحمن خاں	" ۱۹۷۲ء
۳-	افکار راولپنڈی ڈائریکٹری	سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی	راولپنڈی ۱۹۷۲ء
۴-	بے تیغ سپاہی	نواب صدیق علی خاں	کراچی ۱۹۷۱ء
۵-	برگ گل مجدار دو کالج کراچی (قائمہ اعظم نمبر)		" ۱۹۷۶ء
۶-	پنجاب کی سیاسی تحریکیں	عبداللہ ملک	لاہور ۱۹۷۱ء
۷-	پاکستان انقلاب سے پہلے اور بعد	اشرف عطا، قیوم نظامی	" ۱۹۶۸ء
۸-	پاک و ہند کی اسلامی تاریخ	ریاض الاسلام وغیرہ	"
۹-	پاکستان	سری پرکاش	دہلی ۱۹۶۸ء
۱۰-	تاریخ ہند و پاکستان	مولانا قاری احمد سلی بھتی	کراچی ۱۹۷۴ء
۱۱-	تاریخ پاکستان	شیخ محمد رفیق وغیرہ	لاہور ۱۹۷۳ء
۱۲-	تحریک پاکستان کا ایک باب	محمد سرور	" ۱۹۷۵ء
۱۳-	تکمیلہ تذکرہ نقشبندیہ	محمد صادق قصوری	" ۱۹۷۶ء
۱۴-	تذکرہ منظر مسعود	پروفیسر محمد مسعود احمد	کراچی ۱۹۶۹ء
۱۵-	تذکرہ صمدیہ	محی الدین قادری	" ۱۹۷۷ء
۱۶-	تاریخ وہابیہ	حکیم محمد رمضان علی	لاہور ۱۹۷۶ء

- ۱۵- تاریخِ اراکیاں علی اصغر چوہدری لاہور ۱۹۷۳ء
- ۱۶- تاریخِ جھنگ بلال زبیری جھنگ ۱۹۷۶ء
- ۱۷- تاریخِ ملتان جلد دوم مولانا نور احمد خاں فریدی ملتان ۱۹۷۳ء
- ۱۸- جنگِ ادبی کے مسلم مجاہدین، حصہ سوم عزیز الرحمن جامعی دہلی ۱۹۷۵ء
- ۱۹- چند یادیں چند تاثرات ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی لاہور ۱۹۶۹ء
- ۲۰- حصولِ پاکستان پروفیسر احمد سعید لاہور ۱۹۷۵ء
- ۲۱- خیابانِ سرہندی پیر محمد حسین جان سرہندی کراچی
- ۲۲- دیوانِ روشن پیر محمد اسماعیل روشن سرہندی سندھ ۱۹۶۱ء
- ۲۳- روحِ روشن مستقبل سید طفیل احمد منگلوری بدایوں ۱۹۴۶ء
- ۲۴- روشنی (مجلیہ گورنمنٹ کالج لائلپور) قائدِ اعظم نمبر لاہور ۱۹۷۶ء
- ۲۵- سیریِ دہلی سید ابوبکر غزنوی لاہور ۱۹۷۴ء
- ۲۶- سیرتِ امیرت سید اختر حسین علی پوری لاہور ۱۹۷۵ء
- ۲۷- سرحد اور جدوجہد آزادی الہ بخش یوسفی لاہور ۱۹۶۸ء
- ۲۸- طالبِ علم کی ڈائری سید الطاف علی بریلوی کراچی
- ۲۹- ظہورِ پاکستان چوہدری محمد علی لاہور ۱۹۷۲ء
- ۳۰- عالمی معلومات زائد حسین انجم لاہور ۱۹۷۵ء
- ۳۱- عندلیبِ توارِ یخ سید مسعود حسن مسعود الہ آباد ۱۹۶۳ء
- ۳۲- عقیدت کے پھول پیر عبدالغفور ہاشمی لاہور ۱۹۷۵ء
- ۳۳- قائدِ اعظم اور ان کا عہد رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۶ء
- ۳۴- قائدِ اعظم کے دستِ راست محمد حنیف شاہد لاہور ۱۹۷۶ء
- ۳۵- کاروانِ اصرار جلد اول جانباز مرزا لاہور ۱۹۷۵ء

- ۳۶۔ کشمکش چوہدری غلام عباس لاہور ۱۹۵۰ء
- ۳۷۔ کاروانِ گم گشتہ رئیس احمد جعفری کراچی ۱۹۷۱ء
- ۳۸۔ مسلم لیگ کا دورِ حکومت صفدر محمود لاہور ۱۹۷۳ء
- ۳۹۔ مکاتیب بہادر یار جنگ نواب بہادر یار جنگ کراچی ۱۹۶۷ء
- ۴۰۔ شاہیر جنگِ آزادی مفتی انتظام اللہ شاہانی لاہور ۱۹۵۷ء
- ۴۱۔ مسلمانوں کا ایشیاء اور آزادی کی جنگ عبدالوحید خاں لکھنؤ ۱۹۳۸ء
- ۴۲۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل سید طفیل احمد منگلوری بدایوں ۱۹۴۰ء
- ۴۳۔ مونس المخلصین شاہ آغا سرہندی کراچی ۱۳۶۶ھ
- ۴۴۔ مرقع ملتان سید اولاد علی گیلانی ملتان ۱۹۴۰ء
- ۴۵۔ مآثر الابداد پروفیسر منظور الحق صدیقی لاہور ۱۹۶۴ء
- ۴۶۔ معلوماتی کتابچہ پسند انتخا قیوم سہیلی ضلع لاہور ۱۹۷۰ء
- ۴۷۔ میاں عبدالغزنیہ بالواڑہ محمد انور امین لاہور ۱۹۷۱ء
- ۴۸۔ نمونے کا ایک نوجوان پروفیسر منظور الحق صدیقی لاہور ۱۹۷۰ء
- ۴۹۔ ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارہاں ہمارا ڈاکٹر محمد الیاس مسعود لاہور ۱۹۶۳ء
- ۵۰۔ ہمارے محمد علی جوہر کلیم شتر لاہور ۱۹۷۶ء
- ۵۱۔ دس صورتیں الہی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لاہور ۱۹۷۶ء

رِشَال

نمبر شمار	نام رسالہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۔	المحبیب (ماہنامہ)	لاہور	اکتوبر ۱۹۴۰ء
۲۔	اردو ڈائجسٹ	"	اگست ۱۹۶۶ء
۳۔	انوار الصوفیہ	سیالکوٹ	ستمبر ۱۹۵۱ء
۴۔	پیام حق	کراچی	اپریل ۱۹۴۲ء
۵۔	ترجمان اہل سنت	"	مارچ ۱۹۴۳ء، اگست ستمبر ۱۹۴۴ء
۶۔	رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ	جون ۱۹۴۶ء
۷۔	سیارہ ڈائجسٹ	لاہور	اکتوبر ۱۹۶۴ء، فروری ۱۹۴۲ء
۸۔	قومی زبان	کراچی	نومبر ۱۹۶۸ء
۹۔	اخبارِ جہاں (ہفت روزہ)	"	۱۹ نومبر ۱۹۴۵ء
۱۰۔	الہام	بہاولپور	۱۳ اگست ۱۹۴۴ء
۱۱۔	پاک جمہوریت	لاہور	۲۴ دسمبر ۱۹۴۵ء، ۲۱ فروری ۱۹۴۶ء
۱۲۔	چٹان	"	۱۶ جون ۱۹۴۵ء، ۲ جنوری ۱۹۴۶ء
۱۳۔	زندگی	"	۳ نومبر ۱۹۶۹ء، ۱۹۰ جنوری ۱۹۴۰ء
۱۴۔	طاہر	"	۲۹ دسمبر ۱۹۴۵ء
۱۵۔	وفاق	"	۱۴ دسمبر ۱۹۶۱ء

اخبارات

نمبر شمار روزنامہ مقام اشاعت تاریخ اشاعت

۱۔	امروز	لاہور	۳ جنوری، ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء، ۲۰ فروری ۷۷ء
۲۔	"	ملتان	۱۶ جنوری، ۱۴ جون، ۲۰ جون، ۲۱ جون، ۲۶ جون ۷۷ء
۳۔	آفتاب	"	۸ اپریل ۱۹۷۷ء، ۷ اکتوبر ۱۹۷۵ء
۴۔	پاکستان ٹائمز	لاہور	۱۸ جنوری ۱۹۷۶ء
۵۔	جنگ	کراچی	۲ ستمبر ۱۹۷۶ء
۶۔	جمہور	لاہور	۱۴ فروری ۱۹۷۱ء، ۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء
۷۔	حریت	کراچی	۵ جنوری ۱۹۷۶ء، ۱۸ مئی ۱۹۷۷ء
۸۔	رودشنی	"	۶ جنوری ۱۹۷۵ء
۹۔	مغربی پاکستان	لاہور	یکم اکتوبر ۱۹۷۵ء
۱۰۔	مساوات	"	۱۳ اگست ۱۹۵۸ء
۱۱۔	مشرق	لاہور، پشاور	۲۷ اپریل ۱۹۷۶ء
۱۲۔	نوائے وقت	لاہور	۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء، ۱۳ اکتوبر، ۹ نومبر ۱۹۷۵ء
۱۳۔	نوائے ملتان	ملتان	۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۶ء (متعدد شمارے)
۱۴۔	دفاق	لاہور	۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۶ء (")
			۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء، ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء
			۱۰ جون ۱۹۷۵ء، ۱۰ جولائی ۱۹۷۷ء
			۶ مارچ ۱۹۷۵ء، ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۳ء

